ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۲
یہ (قرآن) وہ کتاب ہے جس (کے کلام اللہ ہونے) میں کوئی شک نہیں ہے
(یہ) ہدایت ہے ان پرہیزگاروں کیلئے
کتاب مستطاب
جلد ششم
فیضان الرحمن
فی تفسیر القرآن
از افادات عالیہ
مفسر قرآن حجۃ الاسلام حضرت العلام مجتہد العصر والزمان مدظلہ العالی
آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین النجفی
ناشر
مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ ناشر

قارئین کرام!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ !مصباح القرآن ٹرسٹ۔۔۔۔۔عہدِ حاضر کی بعض عظیم ترین تفاسیر وتالیفات کی نشرواشاعت کے سلسلہ میں ایک عظیم اور پُروقار مرکز کی حیثیت سے اُمت مسلمہ کیلئے اپنی عاجزانہ خدمات انجام دے رہا ہے۔ادارہ ھذا کی یہ شہرت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور آپ حضرات کی تائید واعانت کا ثمرہ ہے۔

مہربان، رحیم وکریم خالق نے ''انسان'' کو اپنی تمام مخلوقات میں عزت وشرف کے تاج سے مزیّن فرما کر فلکِ نیلگوں کے زیرِ سایہ نعماتِ انواع واقسام سے سرشار، فکری ونظری نشانیوں سے مرصع ایسے قطعۂ ارض پر متمکن فرمایا۔ جہاں ہر روز آفتابِ عالم ظلمات اللّیل کو فاش کرتے ہوئے نجوم وقمر کے تسلط کو دامنِ فلک میں گوشہ نشین کر دیتا ہے اور اپنے فیوضاتِ پُروقار سے ہر ذی روح کے اندر زندگی کی ہلچل کو تیز تر کر دیتا ہے۔

نظامِ شمس وقمر کی ان ضیاؤں سے ہر ذی روح اپنی اپنی استطاعتِ بصارت وبصیرت کے مطابق فیض یاب ہوتا ہے۔نباتات اپنی صغیر کلیوں اور حسین پھولوں کے ذریعے شبنم وقمر کی مٹھاس سے لطف اندوز ہوتے ہیں چرند وپرند سورج کی کرنوں سے سینۂ ارض پر غذائی نعمات پا کر مسرور ہوتے ہیں۔درندے تاریکیوں کو جال سمجھ کر اور روشنیوں کو غنیمت جان کر دھرتی پہ جلوہ فگن حُسنِ زندگی کو اپنی ہوس کا نشانہ بناتے ہیں۔سورج کی تمازت خیز کرنیں ہوں یا چاند کی دلنشیں شعاعیں، صاحبانِ بصیرت کیلئے تاریکیوں سے نکل کر اُجالوں سے مستفیض ہونے کی نوید ہیں۔

لہٰذا وہ پاکیزہ نفوس کے حامل اہل بصیرت جو روشنیوں کے منتظر ہوتے ہیں، وہ خوابِ غفلت میں مدہوش گہری نیند نہیں سوتے بلکہ جونہی ظلمات اللیل اٹھتے ہیں، وہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو جاتے ہیں۔مگر وہ مریض نفوس جنہیں قدرت کی ایسی عظیم نعمتوں سے فیضیاب ہونا ہی نہیں آتا وہ سورج کے اس نورِ بے کراں کے سامنے بے فیض ہو کر اپنے مستقبل سے بے خبر، مایوسیوں کے شکنجے میں مقفس، پردے کی اوٹ میں چادر اُوڑھ

کرمعمول کی گہری نیندسو جاتے ہیں۔

''انسان''، جسم وروح سے مرکب، عقل سلیم کے زیور سے آراستہ اپنے اندر صفاتِ جمیلہ وصفات رذیلہ ہر ایک کے ارتقاء کی قوت رکھتا ہے۔رذائل کا ارتقاء حیوانات سے بھی بدتر درجہ تک پہنچا دیتا ہے۔جبکہ صفات جمیلہ کے ارتقاء سے انسان ملائکہ سے بھی افضل قرار پاتا ہے۔مایوس اور مریض نفوس کی شفایابی کیلئے ،صفاتِ رذیلہ کے خاتمے اور صفاتِ جمیلہ کے ارتقاء کیلئے ہمیشہ حکیمِ روحانی کی ضرورت ہوتی ہے۔روحانی تسکین اور معرفتِ الٰہی سے فیض یاب ہونے کیلئے قرآنی آیات پر غور وفکر کرنا،ان کے رموز وحقائق کو سمجھنا اور قرآن کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی گزارنا، آخرت کی کامیابی وکامرانی کا باعث ہے۔

بلاشبہ دنیا کا ہر شخص دوسری زبانوں کے علاوہ اپنے ملک اور اپنی قومی زبان، بلکہ اپنے علاقے کی زبان سے زیادہ مانوس ہوتا ہے۔اس ضرورت کے پیشِ نظر پاکستان میں علاقائی ذوقِ زبان کو مدِنظر رکھتے ہوئے اورعقائد کی اصلاح اور ان کی پختگی اور اعمال کی اہمیت اور ان کی درستگی کیلئے 10 جلدوں پر مشتمل زیرِ نظر تفسیری مجموعہ''**فیضان الرحمٰن**'' قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔یہ تفسیری مجموعہ آیت اللہ الشیخ محمد حسین النجفی مدظلہٗ العالی کی عظیم مساعی جمیلہ اور شب وروز کی محنت کا ثمرِ نایاب ہے۔خداوند عالم اُن کا سایہ ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے اور انہیں طاقت وصحت کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔

اراکین مصباح القرآن ٹرسٹ قبلہ موصوف کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اُنہوں نے ادارہ ھذا کو یہ تفسیری مجموعہ پرنٹ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔مزید برآں آپ ہماری تمام کتب بشمول تفسیر فیضان الرحمٰن ''مصباح القرآن ٹرسٹ'' کی ویب سائٹ www.misbahulqurantrust.com کے ذریعے گھر بیٹھے پڑھ سکتے ہیں۔

ہمیں اُمید ہے کہ صاحبانِ علم وتحقیق حسبِ سابق ''مصباح القرآن ٹرسٹ'' کی اس کوشش کو بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے اور اس گوہرِ نایاب سے بھرپور علمی وعملی استفادہ فرمائیں گے۔اور ادارہ کو اپنی قیمتی تجاویز وآراء سے ضرور مستفید فرمائیں گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔والسلام

اراکین

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

فہرست مضامین جلد ششم

سورۃ النور کا مختصر تعارف-------------------------------۳۰۳

❀❀❀❀❀

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

آیات القرآن

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿٧٥﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَیْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِیْۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا ﴿٧٦﴾ فَانْطَلَقَاٚ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَیَاۤ اَهْلَ قَرْیَةِ ِۨاسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِیْهَا جِدَارًا یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَیْهِ اَجْرًا ﴿٧٧﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَ بَیْنِكَۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِیْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا ﴿٧٨﴾ اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَهَا وَ كَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ یَّاْخُذُ كُلَّ سَفِیْنَةٍ غَصْبًا ﴿٧٩﴾ وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَاۤ اَنْ یُّرْهِقَهُمَا طُغْیَانًا وَّ كُفْرًاۚ ﴿٨٠﴾ فَاَرَدْنَاۤ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَیْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا ﴿٨١﴾ وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًاۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ یَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَ یَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَاۗ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَۚ وَ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْؕ ذٰلِكَ تَاْوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًاؕ ﴿٨٢﴾

ترجمۃ الآیات

خضرؑ نے کہا کیا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے (٧٥) موسیٰؑ نے کہا (اچھا) اگر اس کے بعد آپ سے کسی چیز کے متعلق پوچھوں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ

رکھیں۔ بے شک آپ میری طرف سے عذر کی حد تک پہنچ گئے ہیں (اب آپ معذور ہیں) (٧٦) اس کے بعد وہ دونوں آگے چلے یہاں تک کہ ایک گاؤں والوں کے پاس پہنچے اوران سے کھانا طلب کیا۔مگر انہوں نے مہمان داری کرنے سے انکار کر دیا۔ پھران دونوں نے وہاں ایک دیوار پائی جو گرا چاہتی تھی۔تو خضرؑ نے اسے (بنا کر) سیدھا کھڑا کر دیا۔(اس پر) موسیٰؑ نے کہا اگر آپ چاہتے تو اس کام کی (ان لوگوں سے) کچھ اجرت ہی لے لیتے (٧٧) خضرؑ نے کہا بس (ساتھ ختم ہوا) اب میری اور تمہاری جدائی ہے اب میں تمہیں ان باتوں کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر تم صبر نہ کر سکے (٧٨) جہاں تک کشتی کا معاملہ ہے تو وہ چند مسکینوں کی تھی جو دریا پر کام کرتے تھے۔ میں نے چاہا کہ اسے عیب دار بنا دوں کیونکہ ادھر ایک (ظالم) بادشاہ تھا جو ہر (بے عیب) کشتی پر زبردستی قبضہ کر لیتا تھا (٧٩) اور جہاں تک اس بچے کا معاملہ ہے تو اس کے ماں باپ مومن تھے ہمیں اندیشہ ہوا کہ یہ (بڑا ہو کر) ان کو بھی سرکشی اور کفر میں مبتلا کر دے گا (٨٠) تو ہم نے چاہا کہ ان کا پروردگار اس کے عوض انہیں ایسی اولاد دے جو پاکیزگی میں اس سے بہتر ہو اور مہر و محبت میں اس سے بڑھ کر ہو (٨١) باقی رہا دیوار کا معاملہ تو وہ اس شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان بچوں کا خزانہ (دفن) تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو تمہارے پروردگار نے چاہا کہ وہ بچے اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں اور (یہ سب کچھ) پروردگار کی رحمت کی بناء پر ہوا ہے اور میں نے جو کچھ کیا ہے اپنی مرضی سے نہیں کیا (بلکہ خدا کے حکم سے کیا) یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر تم صبر نہ کر سکے (٨٢)

تفسیر آلایات

۷۶) قال الم اقل لك... الآیه

اس واقعہ سے حاصل شدہ چند نتائج وعواقب کا تذکرہ

جناب موسیٰؑ وخضر علیہما السلام کے اس قصہ سے بہت سے قیمتی نتائج اور گرانقدر اسباق حاصل ہوتے ہیں ان میں سے بعض کا اجمالی تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ا۔ ظواہر پر حکم لگانے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے

جناب خضرؑ نے تین کام کئے جن کا ظاہر خراب تھا۔

(۱) کشتی میں سوراخ کیا۔

(۲) بلا وجہ ایک نوخیز لڑکے کو قتل کیا۔

(۳) ان لوگوں کی گرتی ہوئی دیوار کو کھڑا کیا جنہوں نے ان کو مہمان بنانے اور کھانا کھلانے سے انکار کر دیا تھا۔

اور اسی وجہ سے جناب موسیٰؑ نے ان کے ہر کام و اقدام پر نکیر کی اور اعتراض کیا۔ لیکن ان کاموں کی تہہ میں چونکہ بہتری ہی بہتری تھی یہی وجہ ہے کہ جب جناب خضرؑ نے ان کاموں کی حقیقت بیان کی جو انہوں نے اپنی مرضی اور رائے سے نہیں بلکہ اپنے پروردگار کے حکم سے انجام دیئے تھے۔ تو جناب موسیٰؑ بول اٹھے کہ آپ نے سب ٹھیک اور صحیح کیا تھا۔ فرمایا۔ کشتی چند غریبوں کی تھی اور میں نے اسے عیب دار اس لئے بنایا کہ وہاں ایک ظالم بادشاہ موجود تھا جو ہر بے عیب کشتی پر زبردستی غاصبانہ قبضہ کر لیتا تھا۔ تاکہ اس وجہ سے غصب ہونے سے بچ جائے اور بچے کو قتل اس لئے کیا کہ اس کے والدین مومن تھے اور اندیشہ تھا کہ یہ بڑا ہو کر ان کو کافر اور سرکش نہ بنا دے۔ ان کا ایمان بچانے کے لئے یہ اقدام کیا گیا۔ اور دیوار اس لئے کھڑی کی کیونکہ وہ شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی جن کا باپ نیکوکار تھا اور اس کے نیچے ان کا خزانہ دفن تھا تاکہ بڑے ہو کر نکال سکیں اور دیوار گرنے سے ان کا نقصان نہ ہو جائے۔ اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے اور یہ درس ملتا ہے کہ کسی کے ظاہری اقدام پر جلد کوئی سخت فتویٰ جاری نہیں کرنا چاہیے جب تک حقیقت حال کا انکشاف نہ ہو جائے۔ چنانچہ بعض احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ چیزیں تین قسم کی ہوا کرتی ہیں۔

(۱) کھلا ہوا حلال

(۲) کھلا ہوا حرام

(۳) مشتبہ

فرمایا ظاہر ہے کہ کھلے ہوئے حلال پر عمل کیا جائے گا۔ اور کھلے حرام سے اجتناب کیا جائے گا اور جہاں تک مشتبہ بات کا تعلق ہے تو اس کے پاس توقف کرنا ہلاکت میں کودنے سے بہتر ہے۔ **الوقوف عند الشبهة خير من الا قتحام فی الهلكة**۔ کیونکہ جو مشتبہات میں داخل ہوتا ہے وہ حرام میں واقع ہو سکتا ہے۔ (خصال شیخ صدوقؒ)

۲۔ اگر خلاف شرع کوئی کام واقدام دیکھا جائے تو اس پر نکیر لازم ہے

بعض مدعیان معرفت جناب خضرؑ کے اقدام سے غلط استفادہ کرتے ہوئے کہا کرتے ہیں کہ شریعت اور ہے اور طریقت اور؟ لہٰذا ہر دور میں جناب خضرؑ کی طرح کوئی غوث اور قطب ہوتے ہیں جن کے قول وفعل کو شریعت کے معیار پر نہیں پرکھا جاتا۔ الیٰ غیر ذالك من الخرافات

یہ بات بالکل غلط ہے یہ اقطاب وابدال والی صوفیوں کی اصطلاحیں شرعی نقطہ نگاہ سے بالکل غلط ہیں اور قرآن وسنت میں ان کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور یہ بات کھلا ہوا مغالطہ ہے۔ لہٰذا جو بڑے سے بڑا شخص شریعت مقدسہ کے اصول واحکام کے خلاف کوئی کام کرے گا اسے واجباً روکا ٹوکا جائے گا۔ جناب خضرؑ نبی ہیں خصوصی وحی الٰہی کے تحت، خصوصی مصلحت الٰہی کے تحت اور اپنے مخصوص علم الٰہی کے تحت چند کام کرتے ہیں جب کہ وہ آخر میں فرماتے ہیں کہ وما فعلتہ عن امری ۔۔۔ کہ میں نے جو کچھ کیا ہے اپنی مرضی اور اپنی رائے سے نہیں کیا۔ یعنی خصوصی وحی الٰہی اور امر ربی کے تحت کیا ہے اور پھر جناب موسیٰؑ خصوصی اہتمام سے علم حاصل کرنے کے لئے بھیجے جاتے ہیں تاہم جب وہ خضرؑ کو حسب ظاہر خلاف شرع کام کرتے دیکھتے ہیں تو اپنے سب وعدے وعید نظر انداز کرکے فوراً نکیر کرتے ہیں اور صبر نہیں کرتے۔ ہاں البتہ ان کا یہ اضطراب اس وقت ختم ہوجاتا ہے جب جناب خضرؑ وضاحت کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ سب کچھ خدا کے خصوصی احکام کے تحت کیا ہے اپنی مرضی اور رائے سے نہیں کیا۔ بناء بریں ہم کسی شخص کے خلاف شرع حکم وکام پر کس طرح خاموش رہ سکتے ہیں؟ اور ہمارے پاس قرآن وسنت کے علاوہ کسی کے حق بجانب ہونے کا میزان کیا ہے؟ خلاصہ یہ ہے کہ کسی بھی پابند شرع شخص کے لئے کسی خلاف شرع کام پر خاموش رہنا حرام ہے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا واجب ہے۔

۳۔ انبیاء اور ان کے اوصیاء کے سہو ونسیان کا مسئلہ:

اس واقعہ میں جناب موسیٰؑ اور ان کے خلیفہ جناب یوشع بن نون کی طرف نسیان کی نسبت دی گئی ہے تو آیا انبیاء اور ان کے اوصیاء کے لئے یہ بھول چوک جائز ہے یا نہ؟ اس میں امت مسلمہ کے درمیان قدیمی اور معرکتہ الاراء اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور اس پر مستقل کتب ورسائل لکھے گئے ہیں۔ طویل مباحث کے بعد جس بات پر محققین کی رائے مستقر ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ان ذوات مقدسہ کو شیطانی سہو ونسیان تو نہیں ہوتا کیونکہ یہ ان کی شان عصمت کے منافی ہے۔ ہاں البتہ کبھی کبھی کسی خاص مصلحت کے تحت خود رب رحمن چاہے تو انہیں سہو ونسیان میں وقتی طور پر اور وہ بھی زندگی کے عام عادی اور روزمرہ کے غیر اہم امور میں مبتلا کردے تو یہ ممکن ہے اور

یہ ان کی شان اقدس کے خلاف نہیں ہے البتہ تبلیغ نبوت اور تشریح شریعت کے مرحلہ میں کسی قسم کے سہو ونسیان یا خطا واشتباہ کا کوئی جواز یا امکان نہیں ہے اور یہاں جس قسم کے نسیان کا ذکر موجود ہے وہ پہلی قسم سے متعلق ہے۔ دوسری قسم سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور جہاں تک جناب موسیٰؑ کے ساتھی جوان (جناب یوشع) کے مچھلی کے بھولنے کو شیطان کی طرف نسبت دینے کا تعلق ہے تو اس کی توجیہہ ہم بڑی تفصیل سے سورہ انعام کی آیت (۶۸) واماینسینک الشیطان ۔۔۔الآیہ کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں ۔اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

۴۔ اکثر وبیشتر اعتراضات کم علمی کا نتیجہ ہوتے ہیں

اس واقعہ سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اکثر اعتراضات جہالت کی پیداوار ہوتے ہیں۔انسان کی فطرت ہے کہ وہ جس چیز کا علمی احاطہ نہیں رکھتا وہ اس پر اعتراض جڑ دیتا ہے ارشاد قدرت ہے **وکذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ** کہ جو چیز لوگوں کے دائرہ علمی سے باہر ہوتو وہ اسے جھٹلا دیتے ہیں۔

وکم من عائب قولا صحیحا

وافتہ من الفھم السقیم

یعنی کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو صحیح بات پر نکتہ چینی کرتے ہیں حالانکہ دراصل وہ بات غلط نہیں ہوتی بلکہ نکتہ چینی کرنے والے شخص کا اپنا دماغ خراب ہوتا ہے لہٰذا اگر جاہل لوگ علماء کرام کی تقریر یا تحریر پر اعتراض کریں تو انہیں ان سے رنجیدہ خاطر نہیں ہونا چاہیے کیونکہ **کل اناء بالذی فیہ یترشح** ہر برتن سے وہی برآمد ہوتا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔

ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے ؟

الناس اعداء لما جھلوا

۵۔ نیک والدین کا اچھا اثر اولاد پر اور بری اولاد کا برا اثر والدین پر پڑتا ہے

جناب خضرؑ کے گرتی ہوئی دیوار یہ کہہ کر بنانے سے کہ نیک باپ کی اولاد کی حق تلفی نہ ہو۔یہ واضح ہوتا ہے کہ خدا اور رسول کو نیکوکار ماں باپ کی رعایت سے ان کی اولاد کا کس قدر خیال ہوتا ہے؟اور بچہ کے قتل کے واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض نابکار اولادیں اپنے اچھے خاصے شریف اور نیکوکار والدین کے ایمان اور نیک کام کو بھی ضائع کر دیتی ہیں اور ان کی سالہا سال کی لگا تار اور مسلسل محنت سے بنی بنائی عزت وعظمت کو چند لمحوں میں برباد کر دیتی

ہیں۔ انما اولاد کم واموالکم فتنة۔لہٰذا ایک دانشمند آدمی کو اس پہلو سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

۶۔ اس واقعہ میں جناب موسیٰؑ کے مودبانہ کلام هل اتبعك على ان تعلمنى مما علمت رشدا سے واضح ہوتا ہے کہ آدمی کا علمی وعملی مقام جس قدر بلند وبالا ہو۔ مگر جب وہ کسی سے کچھ حاصل کرنا چاہے تو اس کا ادب واحترام مدنظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ ع

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

اس داستان میں واردشدہ بعض چیزوں کی تشریح

اس واقعہ میں وارد شدہ بعض الفاظ وعبارات اور بعض اجمالی واقعات کی یہاں قدرے وضاحت کردینا ضروری ہے۔

۱۔ حقب: جناب موسیٰؑ اپنے ساتھی سے فرماتے ہیں۔ لا ابرح حتى ابلغ مجمع البحرين اوامضى حقبا حقباء حقب کی جمع ہے جس کے معنی زمانہ یعنی ایک سال یا زیادہ سال کے ہیں۔ اور بعض (اسی) ۸۰ سال کو حقب کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ زمانہ دراز کو حقب کہا جاتا ہے۔

۲۔ سرب: سرب کے معنی سرنگ کے ہیں جو پہاڑوں میں کھودی جاتی ہے۔ اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ جب وہ بھونی ہوئی مچھلی دریا میں گئی تو وہ جس طرف جاتی تھی پانی میں سرنگ بنتی جاتی تھی۔ وماذالك على الله بعزيز۔

۳۔ عام طور پر مفسرین اسلام میں مشہور ہے کہ وہ بچہ جسے جناب خضرؑ نے قتل کیا تھا وہ نابالغ تھا۔ مگر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بالغ تھا اور کافر تھا اور اپنے مومن والدین پر مسلسل دباؤ ڈال رہا تھا کہ وہ بھی کفر اختیار کریں۔ اس لئے جناب خضرؑ نے اسے قتل کیا۔ (مجمع البیان)

۴۔ اس بچہ کے قتل کے سلسلہ میں مذکور ہے کہ جناب خضرؑ نے کہا کہ خدا اس بچے کے والدین کو اس کا نعم البدل ایسی اولاد دے گا۔ جو نفس کی پاکیزگی اور والدین سے محبت اور صلہ رحمی کرنے میں اس سے بہتر ہوگی۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ پھر خدا نے اس کے والدین کو نعم البدل کیا دیا تھا؟ ایک روایت کے مطابق فرمایا: خدا نے انہیں ایک بیٹی عطا کی تھی جس کی شادی ایک نبی سے ہوئی اور اس سے نبی پیدا ہوا۔ (مجمع البیان) اور دوسری روایت کے مطابق فرمایا: ”خدا نے ان کو ایک ایسی نیک بخت بیٹی عطا فرمائی جس کی نسل سے ستر نبی پیدا ہوئے۔ (مجمع البیان)

لمحہ فکریہ:

عام لوگ لڑکوں کو پسند کرتے ہیں اور لڑکیوں کے نام سے بھی گھبرا جاتے ہیں ان کے لئے اس واقعہ میں لمحہ فکریہ ہے کہ وہ غور کریں کہ آیا وہ لڑکا بہتر ہے جو اپنے مومن والدین کو بھی بے ایمان بنا دے یا وہ لڑکی بہتر ہے جس کی نسل سے ستر نبی پیدا ہوں؟ سبحان اللہ... واللہ یعلم وانتم لا تعلمون

۵۔ بعض اخبار و روایات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ خزانہ جو اس دیوار کے نیچے دفن تھا وہ کوئی سونے چاندی کا خزانہ نہیں تھا بلکہ وہ ایک روحانی خزانہ تھا یعنی ایک سنہری تختی تھی جس پر چند حکمت آمیز کلمات لکھے ہوئے تھے۔ عجبت لمن ایقن بالموت کیف یفرح، عجبت لمن ایقن بالقدر کیف یحزن، عجبت لمن ایقن ان البعث حق کیف یظلم، عجبت لمن یری الدنیا و تصریف اھلھا حالا بعد حال کیف یطمئن الیھا۔

مجھے اس بندے پر تعجب ہے جسے موت کا یقین ہے کہ وہ کس طرح خوش ہوتا ہے؟ مجھے تعجب ہے اس بندے پر جو قضا و قدر پر ایمان رکھتا ہے کہ وہ کس طرح غمناک ہوتا ہے؟ مجھے تعجب ہے اس بندے پر جسے مرنے کے بعد روز قیامت دوبارہ اٹھنے پر یقین ہے کہ وہ ظلم کس طرح کرتا ہے؟ مجھے تعجب ہے اس بندے پر جو دنیا کے ادلتے بدلتے حالات دیکھ رہا ہے پھر وہ کس طرح اس پر مطمئن ہوتا ہے؟ (تفسیر نور الثقلین والبرہان)

۶۔ اس شہر کا نام کیا تھا۔ جس کے باشندوں نے حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کو مہمان بنانے سے انکار کر دیا تھا؟ کہا جاتا ہے کہ انطا کیہ تھا اور ایک روایت میں جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے اس کا نام ناصرہ بتایا گیا ہے۔ واللہ العالم (مجمع البیان)

آیات القرآن

وَيَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنۡ ذِى الۡقَرۡنَيۡنِ‌ؕ قُلۡ سَاَتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ مِّنۡهُ ذِكۡرًا ۝٨٣ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِى الۡاَرۡضِ وَاٰتَيۡنٰهُ مِنۡ كُلِّ شَىۡءٍ سَبَبًا ۝٨٤ فَاَتۡبَعَ سَبَبًا ۝٨٥ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغۡرِبَ الشَّمۡسِ وَجَدَهَا تَغۡرُبُ فِىۡ عَيۡنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنۡدَهَا قَوۡمًا ؕ قُلۡنَا يٰذَا الۡقَرۡنَيۡنِ اِمَّاۤ اَنۡ تُعَذِّبَ وَاِمَّاۤ اَنۡ تَتَّخِذَ

فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿٨٦﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ
فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨٧﴾ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ِ
الْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿٨٨﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٩﴾ حَتّٰٓى اِذَا
بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا
سِتْرًا ﴿٩٠﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿٩١﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٩٢﴾
حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ
يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿٩٣﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ
فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ
سَدًّا ﴿٩٤﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِىْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ
وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾ اٰتُوْنِىْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ
قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِىْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿٩٦﴾ فَمَا
اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿٩٧﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ
رَّبِّىْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّىْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّىْ حَقًّا ﴿٩٨﴾ وَتَرَكْنَا
بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِىْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿٩٩﴾
وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ﴿١٠٠﴾ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِىْ
غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِىْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿١٠١﴾

ترجمۃ الآیات

(اے رسولؐ) لوگ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے
کہ میں عنقریب ان کا کچھ حال تمہیں سناتا ہوں (۸۳)۔ ہم نے اسے زمین میں اقتدار عطا

کیا تھا اور اسے ہر طرح کا ساز وسامان مہیا کر دیا تھا (۸۴) پھر اس نے (ایک مہم کے لئے) ساز وسامان کیا (۸۵) یہاں تک کہ وہ (چلتے چلتے) غروب آفتاب کے مقام پر پہنچ گیا تو اسے ایک سیاہ چشمے میں غروب ہوتا ہوا پایا (محسوس کیا) اور اس کے پاس ایک قوم کو (آباد) پایا۔ ہم نے کہا اے ذوالقرنین! (تمہیں اختیار ہے) خواہ انہیں سزا دو یا ان کے ساتھ حسن سلوک کا رویہ اختیار کرو (۸۶) ذوالقرنین نے کہا کہ (ہم بے انصافی نہیں کریں گے) جو ظلم و سرکشی کرے گا ہم اسے ضرور سزا دینگے اور پھر وہ اپنے پروردگار کی طرف پلٹایا جائے گا تو وہ سخت سزا دے گا (۸۷) اور جو کوئی ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا اس کے لئے اچھی جزاء ہے (۸۸) اور ہم بھی اس کے ساتھ معاملہ میں نرم بات کریں گے (۸۹) پھر اس نے (دوسری مہم کے لئے) ساز وسامان کیا (۹۰) یہاں تک کہ (چلتے چلتے) وہ طلوع آفتاب کی جگہ پہنچا۔ تو اسے ایک ایسی قوم پر طلوع ہوتا ہوا پایا کہ جس کے لئے ہم نے سورج کے سامنے کوئی پردہ نہیں رکھا ہے (۹۱) ایسا ہی تھا اور جو کچھ ذوالقرنین کے پاس تھا اس کی ہم کو پوری خبر ہے (۹۲) پھر (ایک مہم کی) تیاری کی۔ یہاں تک کہ (جب چلتے چلتے) وہ (دو پہاڑوں کی) دیواروں کے درمیان میں پہنچا تو ان کے ادھر ایک ایسی قوم کو پایا۔ جو (ان کی) کوئی بات نہیں سمجھتی تھی (۹۳) انہوں نے (اشارہ سے) کہا اے ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج اس سرزمین میں فساد کرنے والے ہیں تو کیا (یہ ممکن ہے کہ) ہم آپ کے لئے خرچ کا کچھ انتظام کر دیں تاکہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی دیوار تعمیر کر دیں (۹۴) ذوالقرنین نے کہا جو طاقت میرے پروردگار نے مجھے دے رکھی ہے وہ (تمہارے سامان سے) بہتر ہے۔ تم بس اپنی (بدنی) قوت سے میری مدد کرو۔ تو میں تمہارے اور ان کے درمیان بند باندھ دوں گا (۹۵) میرے پاس لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے لاؤ (چنانچہ وہ لائے) یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے (درمیانی خلا کو پر کر کے) دونوں کے سروں کے درمیان کو برابر کر دیا۔ تو کہا آگ پھونکو۔ یہاں تک کہ جب اس (آہنی دیوار) کو بالکل آگ بنا دیا تو کہا اب پگھلا ہوا تانبا لاؤ تاکہ اس پر انڈیل دوں (۹۶) (چنانچہ یہ دیوار اتنی مضبوط بن گئی کہ) یاجوج و ماجوج نہ اس پر چڑھ سکتے تھے اور نہ ہی اس میں سرنگ لگا سکتے تھے (۹۷) ذوالقرنین نے کہا یہ میرے پروردگار کی رحمت ہے تو جب میرے پروردگار کے وعدے کا وقت آجائے گا تو وہ

اسے ڈھا کر زمین کے برابر کر دے گا اور میرے پروردگار کا وعدہ برحق ہے (۹۸) اور ہم اس (قیامت کے) دن اس طرح چھوڑ دیں گے کہ دریا کی لہروں کی طرح گڈ مڈ ہو جائیں گے۔ اور صور پھونکا جائے گا اور پھر ہم سب کو پوری طرح جمع کر دیں گے (۹۹) اور اس دن ہم دوزخ کو کافروں کے سامنے پیش کر دیں گے (۱۰۰) جن کی آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا (کہ میری آیات نہیں دیکھتے تھے) اور وہ سن نہیں سکتے تھے (۱۰۱)

تفسیر الآیات

۴۸) ویسئلونك عن ذی القرنین۔۔۔الآیة

ان آیات کی شانِ نزول

جیسا کہ اصحاب کہف کے قصہ کے سلسلہ میں بیان کیا جا چکا ہے کہ یہود کی انگیخت پر کفار قریش نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بطور امتحان تین سوال کئے تھے اصحاب کہف، موسیٰؑ و خضرؑ اور ذوالقرنین کی داستان کیا ہے۔ جب پہلے دو سوالوں کے جوابات دیئے جا چکے تو اب تیسرے سوال کا جواب شروع ہو رہا ہے۔

(مجمع البیان وروح المعانی) یہاں مرحلہ وار چند چیزوں کے بارے میں تحقیقی گفتگو کرنا ضروری ہے۔

۱۔ یہ ذوالقرنین کون تھا؟

۲۔ اس کو ذوالقرنین کہنے کی وجہ کیا ہے؟

۳۔ اس کے تین طویل سفر کن جہتوں میں تھے اور ان کے مقاصد کیا تھے؟

۴۔ وہ سد (دیوار) کہاں ہے جو ذوالقرنین نے تعمیر کی تھی؟

۵۔ یاجوج و ماجوج سے کون لوگ مراد ہیں؟

قدیم الایام سے مفسرین اسلام کے درمیان یہ موضوع معرکۃ الآراء بنا ہوا ہے کہ یہ ذوالقرنین جن کی یہاں داستان بیان کی گئی ہے کون تھے؟ اس کے بارے میں مختلف اقوال ونظریات ہیں۔

۱) قدیم مفسرین کا رجحان تو سکندر مقدونی کی طرف تھا۔ جو اپنی غیر معمولی فتوحات کی بناء پر عالمگیر شہرت کا مالک ہے لیکن قرآنی آیات اور تاریخی واقعات سے اس کی تائید نہیں ہوتی کیونکہ ذوالقرنین کا مومن و

موحد ہونا ثابت ہے جبکہ سکندر مقدونی یونانی تھا اور اہل یونان سب بت پرست تھے اور اس کا مسلک بھی یہی تھا۔

۲) دوسرا نظریہ جسے ابن ہشام نے اپنی مشہور ''سیرت النبیؐ'' میں اور فاضل بیرونی نے اپنی کتاب ''الآثار الباقیہ'' میں پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس سے یمن کا بادشاہ مراد ہے جس کا تعلق قبیلہ حمیر سے تھا اور اس کا زمانہ سکندر مقدونی سے قریباً ہزار سال پہلے کا ہے اور یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا معاصر تھا۔ اور صاحب البدایہ و النہایۃ نے جناب خلیل سے اس کی ملاقات کرنے اور جناب خلیل کا اس کو کچھ نصیحتیں اور وصیتیں کرنے کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ اس بات کی بھی تاریخی حقائق وشواہد سے تائید نہیں ہوتی۔

۳) جدید مفسرین میں سے سب سے پہلے مولانا ابوالکلام آزاد نے جو نظریہ پیش کیا ہے اور پہلے ترجمان القرآن میں بڑی تفصیل سے اور پھر ایک مستقل رسالہ لکھ کر اسے محقق ومبرھن کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس ذوالقرنین سے جو قرآن میں مذکور ہے مراد ایران کا مشہور بادشاہ سائرس ہے۔ جسے یہودی خورس، یونانی سائرس، فارسی گورش اور عرب خسرو کہتے ہیں۔ اس کا زمانہ جناب خلیلؑ سے بہت بعد تھا۔ اور وہ جناب دانیال نبی کا معاصر تھا۔ اور اس کے عروج کا زمانہ قریباً ۵۴۹ سال قبل از مسیح ہے۔

مولانا موصوف لکھتے ہیں کہ ''(پہلے تو یہ صرف گمان تھا) لیکن ۱۹۳۸ء کے ایک انکشاف نے اس قیاس کو ایک تاریخی حقیقت ثابت کر دیا۔ اور معلوم ہو گیا کہ فی الحقیقت شہنشاہ سائرس کا لقب ذوالقرنین تھا۔

یہ سائرس کی ایک سنگی تمثال ہے جو اصطخر کے کھنڈروں میں دستیاب ہوئی ہے اس میں سائرس کے دونوں طرف عقاب کے پر بھی ہیں اور سر پر مینڈھے کی طرح دو سینگ ہیں اس سے معلوم ہوا کہ مینڈھا یا فارس کا شہنشاہ ہونے کے باعث سائرس ذوالقرنین کے لقب سے پکارا جاتا تھا (ترجمان القرآن)

مولانا آزاد مرحوم کے بعد جن جدید مفسرین نے قرآن پر کام کیا ہے جیسے صاحب معارف القرآن، صاحب تفہیم القرآن، صاحب ضیاء القرآن، صاحب تدبر القرآن یا ہمارے ایرانی بھائی صاحب تفسیر نمونہ نے اسی تحقیق جدید کی طرف اپنا رجحان ظاہر کیا ہے۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے تو ہم یقین واذعان کے ساتھ تو کچھ نہیں کہہ سکتے مگر ہمارا میلان بھی اسی قول کی طرف ہے۔ **واللہ العالم**

اس بادشاہ کو ذوالقرنین کہنے کی وجہ؟

اس کو ذوالقرنین کہنے کی متعدد وجوہ بیان کی گئی ہیں:

۱۔ اس کے سر پر دو سینگوں کی شکل والی کوئی چیز تھی۔

۲۔ اس کے سر کے دونوں جانب تلوار پڑی تھی اور اس کے نشان تھے۔ اس نے اپنی قوم کو

تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا انہوں نے اس کے ایک جانب تلوار ماری وہ کچھ عرصہ کے لئے غائب ہو گئے پھر آئے اور قوم کو پرہیز گاری اختیار کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے اس کے سر کی دوسری جانب تلوار ماری۔ یہی ان کے قرن تھے۔

۳۔ اس کے دو گیسو تھے۔

۴۔ اس نے قرنی الشمس یعنی سورج کے طلوع و غروب کے آخری نقطوں کا مشاہدہ کیا (تفسیر بتیان للطوسی و مجمع البیان للطبرسی)

ذوالقرنین نبی تھا یا صرف بندہ صالح؟

مفسرین میں ذوالقرنین کے بارے میں ایک اور اختلاف بھی ہے اور وہ یہ کہ آیا وہ نبی تھا یا صرف ایک صالح و نیکو کار آدمی تھا؟ بعض علماء جیسے ابوحیان اندلسی، ابن تیمیہ، ابن القیم اور مولانا ابوالکلام آزاد اس کی نبوت کے قائل ہیں اور ہمارے علامہ سید علی نقی نے اپنی تفسیر فصل الخطاب میں اس کے نبی ہونے کی طرف اپنا میلان ظاہر کیا ہے۔ مگر عام طور پر مشہور یہ ہے کہ وہ ایک عبد صالح اور نیکو کار بادشاہ تو ضرور تھا مگر نبی نہیں تھا۔ اور یہی بات حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا: انہ کان عبدا صالحاً کہ وہ ایک عبد صالح تھا۔ واللہ العالم (مجمع البیان و تفسیر صافی)

بعض روایات میں مروی ہے کہ پوری دنیا پر حکومت کرنے والے چار بادشاہ ہوئے ہیں۔ جن میں سے دو مومن تھے اور دو کافر۔ مومن یہ ہیں سلیمان اور ذوالقرنین اور کافروں میں سے نمرود اور بخت نصر۔ (تفسیر البرہان)

ذوالقرنین کے بعض قرآنی علامات کا تذکرہ:

جس انداز سے قرآن مجید میں ذوالقرنین کا تذکرہ ہوا ہے۔ اس سے چند باتیں صراحت کے ساتھ معلوم ہوتی ہیں۔

۱۔ وہ ایک بہت بڑا بادشاہ اور فاتح اعظم تھا۔ جسے خدا نے زمین پر حکمرانی عطا فرمائی تھی اور اس کے لئے فتوحات کے سارے ساز و سامان کر دیئے تھے۔

۲۔ وہ موحد و خدا پرست اور عادل بادشاہ تھا کیونکہ خدا نے اس کی اس صفت کا نمایاں طور پر ذکر کیا ہے۔

۳۔ اس نے تین بڑے سفر کئے اور تین مہمیں کیں۔ پہلے اس نے مغرب کی جانب سفر کیا اور مغربی علاقوں کو فتح کرتے ہوئے ایشیائے کوچک کے کنارے تک پہنچ گیا۔ جہاں زمین ختم ہوئی اور پانی شروع ہوا۔ اور اس سمندر کا پانی کیچڑ سے ملا ہوا گدلا تھا۔ اور انہیں ایسا محسوس ہوا کہ سورج اسی پانی میں ڈوب رہا ہے کیونکہ وہاں حد نگاہ تک پانی ہی پانی تھا۔ اور خشکی کا کہیں نام ونشان نہ تھا۔ بظاہر اس سے بحر اسود کے خلیج نما ساحل کی طرف اشارہ ہے۔ پھر اس نے مشرق کی جانب سفر شروع کیا۔ اور چلتے چلتے طلوع آفتاب کے مقام پر پہنچا اور وہاں اسے وحشی قبائل کی ایسی ٹولیاں ملیں جو کھلے میدان میں زندگی آزادنہ بسر کرتے تھے۔ اور انہیں مکان بنانے اور کپڑا بننے کا علم نہیں تھا۔ اور وہ تہذیب وتمدن سے بالکل بیگانہ تھے۔ تمازت آفتاب ستاتی تو پہاڑوں کی غاروں میں چلے جاتے سورج ڈوب جاتا تو باہر نکل آتے تھے اور پھر وہ تیسرے سفر پر نکلا اس مہم کے دوران وہ اس مقام پر پہنچا جہاں دو پہاڑوں نے دو دیواروں کی شکل اختیار کر لی تھی۔ یاجوج وماجوج اسی درے سے ادھر آتے تھے اور ان بستیوں میں لوٹ مار کا بازار گرم کرتے تھے۔ وہاں کے باشندوں نے جوذوالقرنین کی بات سمجھتے نہیں تھے۔ بظاہر اشاروں اشاروں سے استدعا اور اپنا مدعا بیان کیا کہ یاجوج وماجوج بڑے مفسد فی الارض ہیں۔ وہ لوٹ مار کرتے ہیں نیکوں کو قتل کرتے ہیں اور مال ودولت لوٹ کر لیجاتے ہیں۔ لہٰذا ہم خرچ کا انتظام کرتے ہیں آپ یہاں ایک اتنی دیوار کھڑی کریں کہ جسے پھلانگ کر یاجوج وماجوج یہاں نہ آسکیں۔ ذوالقرنین نے کہا جو کچھ خدا نے مجھے دیا ہے وہ تمہارے سرمایہ سے کہیں بہتر ہے۔ مجھے رقم کی ضرورت نہیں البتہ تمہاری بدنی طاقت کی ضرورت ہے۔ لوہے کی سلیں لاؤ۔ چنانچہ انہوں نے بہت سے لوہے کا انتظام کیا جس سے انہوں نے دونوں پہاڑوں کے درمیانی خلا کو دیوار بنا کر پاٹ دیا پھر فرمایا ایندھن لاؤ اور آگ جلاؤ اور اسے پھونکو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور جب لوہا آگ کی طرح لال پیلا ہو گیا یعنی پگھل گیا تو اس پر پگھلا ہوا تانبا انڈیل دیا گیا لوہے اور تانبے کی مضبوط آمیزش سے ایک ایسی آہنی مضبوط دیوار بن گئی کہ جس کا پھاندنا یا اس میں نقب لگانا یاجوج وماجوج کے لئے ممکن نہ رہا اور ان کا راستہ بالکل بند ہو گیا۔ جو ۵۰ میل لمبی ۲۹ فٹ بلند اور دس فٹ چوڑی تھی جس کے آثار اب بھی پائے جاتے ہیں۔ (فتوح البلدان)

وہ دیوار کہاں ہے جو ذوالقرنین نے بنائی تھی؟

اس بات میں بھی مفسرین کے درمیان خاص اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ سد ذوالقرنین کہاں ہے؟ حقیقت سے ناواقف لوگ تو دیوار چین کو سد سکندری سمجھتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔ کیونکہ وہ شمال کی بجائے مشرق اقصیٰ میں ہے۔ جبکہ قرآن میں اس کا شمال میں واقع ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ یہ دیوار چین سد سکندری سے قریباً تین سو

سال بعد بنائی گئی ہے جو نہ لوہے اور تانبے کی ہے اور نہ ہی کسی کوہستانی درے میں ہے۔ بلکہ عام مصالحے سے بنی ہوئی ہے۔ بہت سے مورخین جیسے مسعودی، اصطخری وحموی نے اس سے دربند اور داریال کے مقام پر کوہ قفقاز کے جنوبی علاقے میں جو دیوار موجود ہے وہ مراد لی ہے اور وہ اسے سد ذوالقرنینی بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کئی سیاحوں نے اس کا مشاہدہ بھی کیا ہے۔ جو داغستان یا کاکیشیا کے علاقہ باب الا بواب کے دربند میں بحر خزر پر واقع ہے اور معارف القرآن اور تدبر القرآن اور تفہیم القرآن کے مصنفین نے بھی اسے ہی اختیار کیا ہے مگر فاضل دریابادی اس سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''یہ وہ دربند نہیں جو بحر قزوین کے مشرقی ساحل پر علاقہ قفقاز میں واقع ہے جیسا کہ بعض جدید مفسرین کو دھوکہ ہوا ہے۔ بلکہ یہ وہ دربند ہے جو علاقہ وسط ایشیاء کے مشرقی حصہ میں ضلع حصار میں واقع ہے بخارا سے کوئی ۱۵۰ میل جنوب مشرق میں ۲۸ درجہ شمال عرض بلد ۲۷ درجہ مشرق طول بلد ہے اس کا ذکر مشہور یورپین سیاح مارکو پولو نے اپنے سفر نامہ میں کیا ہے۔ نیز انسکا ئیکلو پیڈیا آف برٹانیکا طبع یازدہم جلد ۱۳ ص ۵۲۶ پر ہے اور مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں'' قرآن میں ہے کہ ذوالقرنین دو پہاڑی دیواروں کے درمیان پہنچا اس نے آہنی تختیوں سے کام لیا۔ پگھلا ہوا تانبا استعمال کر کے یہ تعمیر کی۔ یہ تمام خصوصیات دربند کی دیوار پر صادق نہیں آتیں۔ یہ پتھر کی بڑی سلوں کی دیوار ہے اور پہاڑی دیواروں کے درمیان بھی نہیں بلکہ سمندر سے پہاڑ کے بلند حصے تک چلی گئی ہے۔ اس میں آہنی تختیوں اور پگھلے ہوئے تانبے کا کوئی نشان نہیں ملتا پس یہ قطعی ہے کہ ذوالقرنین والی سد کا اطلاق اس پر نہیں ہوسکتا۔ البتہ درہ داریال کا مقام ٹھیک ٹھیک قرآن کی تصریحات کے مطابق ہے۔ یہ دو پہاڑی چوٹیوں کے درمیان ہے اور جو سد تعمیر کی گئی ہے۔ اس نے درمیان کی راہ بالکل مسدود کر دی ہے۔ چونکہ اس کی تعمیر میں آہنی سلوں سے کام لیا گیا تھا اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جارجیا میں '' آہنی دروازہ'' کا نام قدیم سے مشہور چلا آتا ہے۔ بہر حال ذوالقرنین کی اصلی سد یہی سد ہے۔ (ترجمان القرآن ج ۲)

چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما ؟

بہر حال ہمارا رجحان مولانا آزاد کی تحقیق کی طرف ہے۔ **وللناس فیما یعشوق مذاھب ... واللہ العالم**

یاجوج وماجوج کون ہیں؟

اس سلسلہ کی آخری بات یاجوج وماجوج کی تحقیق ہے کہ اس سے مراد کون لوگ ہیں؟

یاجوج وماجوج کا ذکر قرآن مجید میں دو جگہ آیا ہے۔ ایک یہاں اور دوسرا سورۂ انبیاء میں **حتی اذا**

فتحت یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون (انبیاء۔۹۶) اور جب یاجوج و ماجوج (سدسکندری کی قید) سے آزاد کردیئے جائیں گے تو وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے نکل کھڑے ہوں گے۔

غیر مستند روایات میں ان کے بڑے عجیب وغریب حالات و واقعات اور صفات بیان کئے گئے ہیں۔مثلاً ان کی عمریں اس قدر لمبی ہوتی ہیں کہ ایک شخص اس وقت مرتا ہے جب اس کی صلب سے ہزار لڑکے پیدا ہوجاتے ہیں اور ان کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ ایک قسم ایک طویل القامۃ شامی درخت کی طرح طویل ہیں۔

۲۔ دوسری قسم وہ ہے جس کا طول وعرض برابر ہے۔وہ اتنے طاقتور ہیں کہ پہاڑ ہو یا لوہا ان کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔

۳۔ تیسری قسم وہ ہے کہ جن کے کان اتنے بڑے ہیں کہ وہ اپنے کان کو بطور بستر نیچے بچھا لیتے ہیں اور دوسرے کان کو بطور چادر اوپر تان لیتے ہیں وہ جس حیوان کے پاس سے گزرتے ہیں وہ خواہ حلال ہو یا حرام یہ اسے کھا جاتے ہیں اور ان کا اگلا حصہ شام میں ہوتا ہے تو پچھلا حصہ خراسان میں اور وہ پینے پہ آئیں تو مشرق کی تمام نہریں اور طبریہ کا بحیرہ پی جاتے ہیں۔(تفسیر نور الثقلین)

بہرحال غور طلب سوال یہ ہے کہ اس سے کون سی قوم مراد ہے؟

تمام تاریخی قرائن متفقہ طور پر بتا رہے ہیں کہ اس سے مقصود ایک ہی قوم ہوسکتی ہے اس کے سوا کوئی نہیں۔یعنی شام مشرقی میدانوں کے وہ وحشی مگر طاقتور قبائل جن کا سیلاب قبل از وقت تاریخ عہد سے لے کر نویں صدی تک برابر مغرب کی طرف امنڈتا رہا جن کے مشرقی حملوں کی روک تھام کے لئے چینیوں کو سینکڑوں میل لمبی دیوار بنانی پڑی۔جن کی مختلف شاخیں تاریخ میں مختلف ناموں سے پکاری گئی ہیں اور جن کا آخری قبیلہ یورپ میں لیگر کے نام سے روشناس ہوا اور ایشیاء میں تاتاریوں کے نام سے۔اور اسی کے حملوں کی روک تھام کے لئے سائرس نے سد تعمیر کی تھی۔شمال مشرق کے علاقوں کا بڑا حصہ اب منگولیا کہلاتا ہے۔اس کا قدیم نام ''موگ'' تھا۔اور یہی عبرانی میں ماجوج ہوگیا۔قرآن نے سورہ انبیاء میں ان کے جس خروج کی خبر دی ہے وہ منگولیا کے تاتاریوں کا آخری خروج تھا۔بہرحال اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یاجوج و ماجوج سے مقصود یہی منگولین قوم اور اس کے تمام صحرا نورد اور وحشی شاخیں مراد ہیں (ترجمان القرآن ج ۲) یعنی یاجوج سے تاتاری مراد ہیں اور ماجوج سے مغول مراد ہیں (تفسیر مراغی) ایک اور روایت میں مروی ہے کہ ترک، صقالیہ، یاجوج و ماجوج اور چین والے جناب نوحؑ کے نالائق بیٹے یافث کی اولاد ہیں۔(علل الشرائع)

اب ذیل میں بعض تشریح طلب الفاظ وعبارات کی تفسیر کی جاتی ہے

اگرچہ اب تک پیش کئے گئے توضیحی بیانات سے اس رکوع میں بیان کردہ داستان ذوالقرنین کی پوری حقیقت ذہن نشین ہوجاتی ہے تاہم اگر کوئی جملہ یا لفظ تشریح طلب ہے تو ذیل میں بڑے اختصار کے ساتھ اس کی وضاحت پیش کی جاتی ہے۔

۴۹)من کل شئی سببا ۔۔۔الآیة

سبب کا مفہوم وہ ذریعہ ہے جس سے ہر مقصد تک رسائی حاصل ہو سکے۔یعنی ہم نے ذوالقرنین کو اقتدار عطا کیا اور ہر چیز تک رسائی کرنے کے اسباب وذرائع ،از قسم علم وقوت اور آلات بھی عطا فرمائے۔

۵۰)وجدھا تغرب ۔۔۔الآیة

اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ سورج کا حقیقی غروب تھا۔ بلکہ مطلب صرف یہ ہے کہ انہیں سمندر کے کنارے یوں محسوس ہوا کہ سورج ایک سیاہ چشمہ میں غروب ہورہا ہے جیسے کہ سمندر کے کنارے کھڑے ہوئے ہر شخص کو سورج سمندر میں غروب ہوتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

۵۱)قلنا یاذالقرنین ۔۔۔الآیة

جو لوگ ذوالقرنین کی نبوت کے قائل ہیں وہ اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ خداوند عالم بذریعہ وحی ذوالقرنین سے کلام کررہا ہے کہ ہم نے اس سے کہا کہ تم ان لوگوں کو (ان کے کفر کی وجہ سے) سزا دو۔یا (جو کافر حربی نہیں ہیں) ان سے حسن سلوک کا رویہ اختیار کرو۔اور اس طرح کی وحی اور کلام نبی سے ہی کیا جاتا ہے۔مگر یہ بات اس مقصد میں ایسی نص صریح نہیں ہے کہ جس کی تاویل نہ ہو سکے۔ بلکہ اس کی کئی طرح تاویل کی جاسکتی ہے۔

۱۔ ہم نے ذوالقرنین سے کہا یعنی اسے الہام کیا۔اور یہ الہام غیر انبیاء کو بھی ہوتا رہتا ہے۔ جیسے واوحینا الی ام موسیٰ (قصص۔۷)

۲۔ یعنی ان کو تمکنت وقدرت دے کر گویا خدا نے زبان حال سے فرمایا کہ اسے ذوالقرنین اب تمہارا امتحان ہے کہ تم ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو اور جناب ذوالقرنین کا جواب بھی اس مطلب سے بالکل مربوط ہے۔

۵۲)تطلع علی قوم ۔۔۔الآیة

اوپر اس کی وضاحت کی جا چکی ہے کہ وہ انتہائی غیر مہذب اور غیر متمدن قوم تھی۔ اور گھر در کی تعمیر سے واقف نہ تھی بلکہ خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتی تھی۔ جب سورج کی گرمی ستاتی تو غاروں میں چلی جاتی تھی اور جب دھوپ ختم ہوتی تو باہر نکل آتی تھی۔

۹۸)قال ھذا رحمۃٌ ۔۔۔الآیۃ

ذوالقرنین اتنا بڑا عظیم کارنامہ انجام دینے اور اتنی بڑی آہنی دیوار کھڑی کرنے کے بعد کسی قسم کے تکبر وغرور کا اظہار نہیں کرتا کہ میں نے یہ کیا اور میں نے وہ کیا بلکہ پورے تواضع اور فروتنی کے ساتھ کہتا ہے کہ یہ سب کچھ میرے پروردگار کی رحمت ہے کہ میں نے یہ نا قابل تسخیر دیوار کھڑی کر دی ہے۔ اور یہی اللہ کے نیک بندوں کا شیوہ وشعار ہوتا ہے۔

۹۸)فاذا جآء وعد ربی ۔۔۔الآیۃ

اس دیوار کا نا قابل تسخیر ہونا تب تک ہے جب تک میرے پروردگار کی مقرر کردہ معیاد کا وقت نہیں آتا۔ جب اس کا وقت آئے گا تو وہ اسے گرا کر زمین بوس کر دے گا۔ اب اس معیار سے دیوار گرانے کی میعاد بھی مراد ہوسکتی ہے یاجوج وماجوج کے خروج کا وقت بھی ہوسکتا ہے اور قیامت کی معیاد بھی مراد ہوسکتی ہے۔

شیخ مراغی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس وعدہ سے چنگیز خان کے خروج کا وقت مراد ہے جس نے اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں قتل عام کیا اور رازی لکھتے ہیں کہ اس وعدہ سے مراد قیامت ہے اور شیخ طبرسی لکھتے ہیں کہ اس وعدے کا وقت قتل دجال کے بعد آئے گا۔ واللہ العالم

کئی روایات میں وارد ہے کہ تقیہ وہ سد سکندری ہے کہ جس کی موجودگی میں تمہارے مخالفین تمہیں نقصان وزیاں نہیں پہنچا سکتے۔ (تفسیر قمی وصافی)

۹۹)وترکنا بعضھم ۔۔۔الآیۃ

اس میں بظاہر دیوار کے خراب ہونے اور یاجوج و ماجوج کے خروج کی طرف اور اس کے بعد رونما ہونے والے واقعات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ سمندر کی موجوں کی طرح لوگوں سے گتھم گتھا ہو جائیں گے اور ان پر ٹوٹ پڑیں گے اور ان کا جینا حرام کر دینگے۔ مخفی نہ رہے کہ یاجوج وماجوج کے بارے میں ہماری سابقہ تحقیق کو پیش نظر رکھتے ہوئے شیخ مراغی کا قول وزنی نظر آتا ہے ورنہ بقول صاحب کاشف اگر اس وعدہ سے مراد قتل دجال کے بعد کا زمانہ لیا جائے یا قیامت کا دن تو پھر تو لازم تھا کہ آج وہ سد ذوالقرنین موجود ہوتی اور لو کان لبان

اورگر ہوتی تو پھر ہرکس وناکس پر ظاہر ہوجاتی اور جب نہیں ہے تو پھر تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ تاتاریوں اور مغولوں کے حملوں کے وقت سے وہ ٹوٹ چکی ہے۔واللہ العالم

آیات القرآن

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ؕ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

ترجمۃ الآیات

کیا کافروں کا یہ خیال ہے کہ وہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز اور سرپرست بنالیں گے؟ (اور ہم باز پرس نہیں کریں گے) بے شک ہم نے دوزخ کو کافروں کی مہمانی کے لئے تیار کررکھا ہے (۱۰۲) (اے پیغمبرؐ) آپ کہہ دیجئے (اے لوگو) کیا ہم تمہیں

بتادیں کہ اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ گھاٹے میں کون ہے (۱۰۳) جن کی دنیا کی زندگی کی تمام سعی وکوشش اکارت ہوگئی حالانکہ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ بڑے اچھے کام کررہے ہیں (۱۰۴) یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں کا اوراس کی بارگاہ میں حاضری کا انکار کیا پس ان کے سارے اعمال ضائع ہوگئے۔اس لئے ہم قیامت کے دن ان کے لئے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے (۱۰۵) یہ ان کی سزا ہے جہنم۔ان کے کفر کرنے اور میری آیات اور میرے رسولوں کا مذاق اڑانے کی پاداش میں (۱۰۵) بے شک جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل بھی کئے تو ان کی مہمانی کے لئے فردوس کے باغ ہیں (۱۰۷) جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہاں سے منتقل ہونا پسند نہیں کریں گے (۱۰۸) کہہ دیجئے! کہ اگر میرے پروردگار کے کلمات لکھنے کے لئے سمندر سیاہی بن جائے تو وہ ختم ہوجائے گا قبل اس کے کہ میرے پروردگار کے کلمات ختم ہوں اگرچہ ہم اس کی مدد کے لئے ویسا ہی ایک سمندر لے آئیں (۱۰۹) (اے رسولؐ) کہہ دیجئے! کہ میں (بھی) تمہاری طرح ایک بشر (انسان) ہوں البتہ میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے پس جوکوئی اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا امیدوار ہے۔اسے چاہیے کہ نیک عمل کرتا رہے اوراپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے (۱۱۰)

تفسیر الآیات

۵۶) افحسب الذین۔۔۔الآیۃ

اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو کارساز سمجھنے والوں کو دھمکی

جو بدبخت خدا جیسے قادر وکریم کو چھوڑ کر اس کی مخلوقات میں سے بعض کو اپنا کارساز جانتے ہیں۔کیا ان کا خیال ہے کہ ہم ان کی اس قبیح حرکت سے غافل ہیں؟ اوران کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا؟ ہم نے جودوزخ تیار کررکھی ہے وہ کس کے لئے ہے؟ کافروں کے لئے ہی تو ہے۔مخفی نہ رہے کہ نزل کے معنی منزل کے بھی ہیں اور مہمانی کے بھی اس لئے مختلف مترجمین نے اس کے مختلف ترجمے کئے ہیں۔ہمیں اس کا دوسرا معنی زیادہ موزوں محسوس ہوا ہے۔لہٰذا ہم نے اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

۵)قل ھل ننبئکم بالا خسرین...الآیۃ

ایمان وعمل کا بنیادی فرق؟

اس آیت مبارکہ میں یہ حقیقت واضح کردی گئی ہے کہ اخروی فوز وفلاح حاصل کرنے کے لئے اگرچہ ایمان وعمل ہر دو کی ضرورت ہے۔لیکن ان دونوں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اگر ایمان ہومگر عمل میں کوتاہی ہوجائے تو گنہگار مومن کی بخشش کی امید ہے کہ شفاعت سے یا سزا بھگت کرانجام کار نجات حاصل ہوجائے گی۔ لیکن اگر ایمان میں خلل ہو یعنی اگر آدمی کافر ہو یا مشرک یا منافق تو بے ایمان کی نجات کا کوئی امکان نہیں ہے۔

نجات کے لئے صرف عمل صالح کی بجا آوری کافی نہیں

آج کل کچھ جدید تعلیم یافتہ لوگوں میں ایک نیا تصور پھیل رہا ہے کہ نجات میں عقیدے اور ایمان کا کوئی دخل نہیں ہے اس مقصد کے لئے صرف نیک اعمال بجالانا ور رفاہ عامہ کے کام کرنا کافی ہیں۔ان لوگوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ وہ اس آیت مبارکہ کو مدنظر رکھ کر اپنے اس نظریہ کا جائزہ لیں۔یہ لوگ جن کی زندگانی دنیا کی تمام تر کوششیں وکاوشیں رائیگاں ہوگئیں اور آخرکار جہنم ان کا ٹھکانہ قرار پائی۔نیک عمل تو وہ بھی کرتے تھے اور رفاہ عامہ کے بڑے بڑے اچھے کام بھی کرتے تھے۔پھر ان کے یہ عمل کیوں ضائع ہوئے اور محنت کیوں برباد ہوئی؟ قرآن جواب دیتا ہے کہ وہ کافر تھے۔یعنی ان کا عقیدہ صحیح نہیں تھا اور دولت ایمان سے محروم تھے۔اس سے واضح ہوگیا کہ نجات کے لئے اگرچہ ایمان وعمل لازم وملزوم ہیں مگر مرکزی حیثیت عقیدہ وایمان کو حاصل ہے۔کفرو شرک ونفاق سے تمام کے تمام اعمال پر پانی پھرجاتا ہے اور سب کوشش وکاوش اکارت ہوجاتی ہے۔بالخصوص وہ جاہل مرکب قسم کے لوگ جنہیں ایمان وبے ایمانی، خیروشر اور نیکی وبرائی کا علم ہی نہیں ہے بلکہ وہ ایمان کو بے ایمانی اور بے ایمانی کو ایمان، خیر کو شر اور شر کو خیر اور نیکی کو برائی اور برائی کو نیکی سمجھتے ہیں۔ان کی نجات کا ابدالآباد تک کوئی امکان نہیں ہے کیونکہ

ہر کس کہ ند ا ندو ندا ند کہ ندا ند
درجہل مرکب ابد الدھر بماند

ایضاح:

مخفی نہ رہے کہ ایک چیز تو وہ ہے جس کی وجہ سے سب عمل حبط وضبط ہوجاتے ہیں جس کا یہاں تذکرہ کیا

گیا ہے اور وہ کفر وانکار ہے خواہ اللہ کا ہو یا رسول کا یا قیامت کا یا دیگر ضروریات دین کا۔ اسی طرح اگر دوسری آیات وروایات کو سامنے رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ محبت ومؤدت اہلبیت نبوتؐ وہ اسلامی فریضہ ہے کہ اجر رسالت ہونے کی وجہ سے سارے دین کی قبولیت کا اس پر دارومدار ہے۔ قل لا اسئلکم علیه اجر الا المودة فی القربی۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اہلبیت سے مودت رکھنے کی بجائے الٹا ان سے بغض وعداوت رکھتا ہے تو وہ بھی اسی زمرہ میں داخل ہے جس کی نجات کا کوئی امکان نہیں ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ سلم فرماتے ہیں:

لو ان عبدا جاء یوم القیامة بعمل سبعین نبیاً ما قبل الله ذالك منه حتی تلقاه بولایتی وولایة اهلبیتی

اگر کوئی شخص کل بروز قیامت ستر نبیوں کے عملوں کے برابر بھی عمل لے کے آئے تو جب تک اس میں میری اور میرے اہلبیت کی ولایت درج نہ ہوگی تب تک اللہ اس کا کوئی عمل قبول نہیں کرے گا۔ (سابع بحارالانوار وغیرہ)

کیونکہ ع

بے حب اہلبیت عبادت حرام ہے

۵۸) ان الذین امنوا ۔۔۔ الآیة

کافروں کو جہنم کی وعید وتہدید کرنے کے بعد اب ایمان لانے والوں اور عمل صالح کرنے والوں سے خداوند علیم وحکیم جنت الفردوس کا وعدہ فرما رہا ہے۔ جنت الفردوس عام جنت سے بلند وبالا منزل کا نام ہے۔ اسی لئے حضرت رسول خداؐ سے مروی ہے فرمایا۔ اذا سئلتم الله سئلوه الفردوس کہ جب خدا سے کچھ مانگو تو جنت الفردوس مانگو۔ (مجمع البیان ج ۵، تفسیر کاشف ج ۵)

حول کے معنی نقل وانتقال کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ خداوند کریم صالح مومنین کو جنت الفردوس عطا فرمائے گا۔ جس سے وہ کہیں منتقل نہیں ہونا چاہیں گے اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ **وذالك هو الفوز العظیم**

۵۹) لو کان البحر مداداً ۔۔۔ الآیة

کلمات اللہ سے کیا مراد ہے؟

علامہ طبرسی نے اور دوسرے مفسرین نے کلمات اللہ کے متعدد معانی بیان کئے ہیں۔

۱۔ مقدرات الٰہیہ یعنی جو کچھ اللہ مقدر کرتا ہے۔

۲۔ نیکوکاروں کا ثواب اور بدکاروں کا عذاب۔

۳۔ عجائبات قدرت۔

۴۔ اللہ کے کلمات کے مطالب ومعانی۔

۵۔ قرآن اور آسمانی کتابوں کے مطالب ومعانی۔

۶۔ اس سے مراد علم ہے جس کی کوئی حد نہیں ہے۔ **وفوق کل ذی علم علیم** وغیرہ وغیرہ ۔(مجمع البیان)

اسی قسم کی ایک آیت سورہ لقمان میں بھی ہے۔ **ولو ان مافی الارض من شجرۃ اقلام و البحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ۔** (لقمان۔۲۷)
زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب قلمیں بن جائیں اور سمندر اس کی سیاہی بنے اور جب وہ ختم ہو جائے تو سات سمندر سیاہی بن جائیں تو بھی خدا کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ مگر چونکہ ان سب اقوال کو قول معصوم کی تائید حاصل نہیں ہے۔ اس لئے ان پر یقین واذعان نہیں کیا جاسکتا۔ نیز عقل سلیم بھی ان کو صحیح تسلیم کرنے سے اباو انکار کرتی ہے۔ ہاں البتہ اگر ان کلمات سے خدا کی صفات جمال اور صفات کمال مراد لی جائیں تو اگرچہ قول معصوم کی تو اسے بھی تائید حاصل نہیں مگر عقل سلیم اسے ضرور تسلیم کرتی ہے۔ کیونکہ اللہ کی ذات غیر متناہی اور غیر محدود ہے۔ اور اس کی صفات حقیقیہ یعنی صفات ذات بھی عین ذات ہونے کی وجہ سے غیر متناہی اور غیر محدود ہیں اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی محدود و متناہی غیر محدود اور غیر متناہی کا احاطہ نہیں کرسکتا کیونکہ یہ بات عقلاً محال ہے۔

زہے ذاتے صفا تش عین ذات است
عقولا از ادراک آن ہیہات ہیہات
اے برتراز خیال وقیاس وگمان ووہم
وزہر چہ گفتہ اندو شنید یم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بیابان رسید عمر
ما ہم چناں در اول و صف تو ماندہ ایم

۶۰) **قل انما انا بشر مثلکم۔۔۔الآیۃ**

قل انما انا بشر مثلکم کا مفہوم

اس موضوع پر ایک سے زائد مختلف مقامات پر مفصل گفتگو ہو چکی ہے کہ انبیاء ومرسلین انسانی نوع کے ہی افراد کاملہ ہوتے ہیں۔اور انہیں انسان ہی ہونا چاہیے۔کیونکہ ایک تو اس لئے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور دوسرے اس لئے کہ چونکہ وہ بھیجے انسانوں کی طرف جاتے ہیں۔اس لئے بھی ان کا انسان ہونا لازم ہے۔لان الجنس الی الجنس یمیل۔اور یہ آیت بھی اس بات کی نا قابل تاویل محکم دلیل ہے کہ سید الانبیاء اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بشر وانسان ہی ہیں۔نہ جن ہیں نہ ملک اور نہ ہی کسی اور نوع کے فرد۔ **وھو المطلوب**

اور قرآن مجید کی نصوص صریحہ کے باوجود بشریت انبیاء کا انکار کرنا انکار قرآن کے مترادف ہے۔مگر قابل غور بات ہے کہ یہاں اس مماثلت سے کیا مراد ہے؟ کہ میں بھی تمہاری طرح یا تم جیسا بشر اور انسان ہوں۔ جبکہ ہمارے اور ان کے صفات وکمالات میں خواہ علمی ہوں یا عملی بعد المشرقین موجود ہے ہم خاک وہ اکسیر، ہم پتھر ہیں وہ گوہر، ہم سنگ خارا وہ پارس ہم جاہل، وہ عالم، ہم ناقص وہ کامل، ہم مثل قالب ہیں اور وہ جان عالم۔

بناء بریں ماننا پڑتا ہے کہ یہ مماثلت مخلوقیت میں ہے کہ میں بھی تمہاری مانند مخلوق ہوں۔اور اس واضح فرق کو "یوحی الی" میں اجمالاً بیان کر دیا گیا ہے۔کہ بے شک میں تمہاری طرح انسان ہوں مگر مجھ پر وحی آتی ہے کہ تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے۔اس میں آپ کے خصوصی امتیاز کو واضح کر دیا گیا ہے۔کہ آپ پر وحی آتی ہے۔ جو ہم پر نہیں آتی۔اب دیکھنا یہ ہے کہ وحی کس پر آتی ہے؟ آیا وہ ہر کس وناکس پر آتی ہے؟ حاشا وکلا وہ صرف اسی پر آتی ہے جو نبوت کا اہل ہوتا ہے۔اب قابل غور یہ ہے کہ نبوت کا اہل کون ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبوت کا اہل وہ ہوتا ہے جو معصوم ہوتا ہے۔یعنی

الف۔ جس کا دامن مہد سے لحد تک تمام گناہان صغیرہ وکبیرہ سے پاک ہوتا ہے۔

ب۔ جو عالم علم لدنی ہوتا ہے یعنی جس کا دامن جہالت کے دھبے سے پاک وصاف ہوتا ہے۔

ج۔ جو حسب ونسب اور دیگر تمام محاسن ومحامد میں سرآمد روزگار ہوتا ہے۔

د۔ جو علم وعمل، ہد وتقویٰ، شجاعت وشہامت اور جود وسخاوت غرضیکہ تمام انسان صفات کمال میں اپنی امت سے افضل واعلیٰ ہوتا ہے۔

ہ۔ جو صاحب معجزہ بھی ہوتا ہے جو عقلاً ناممکن نہیں ہوتا ہے مگر خارق عادت ہوتا ہے جس کے دیکھنے سے سب پر واضح وعیاں ہوجاتا ہے کہ وہ منجانب اللہ بھیجا ہوا ہے۔اور یہ حقیقت بھی کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے۔کہ نوع کے ایک ہونے سے اس کے افراد کا مقام ایک جیسا نہیں ہوجاتا بلکہ ہر نوع کے افراد میں بالبداہت مرتبہ و

مقام کا تفاوت واختلاف پایا جاتا ہے اور ہر نوع کے تحت افضل ومفضول اور کامل وناقص افراد موجود ہوتے ہیں۔

۶۰) فمن کان یرجو لقاء۔۔۔الآیۃ

اللہ کی ملاقات سے مجاز اللہ کی بارگاہ میں حاضری وحضوری مراد ہے جس کی کئی جگہ وضاحت کی جا چکی ہے کہ جسم وجسمانیت اور مکان ومکانیت سے اس کے منزہ ہونے کی وجہ سے اس سے مادی اور جسمانی ملاقات نہیں ہو سکتی۔ بہرحال اس آیت سے بھی اور دوسری تمام آیات وروایات سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اس کی خوشنودی کا پروانہ حاصل کرنے کے لئے مسلسل عمل صالح کرنا اور شرک کے دوسرے اقسام (ذاتی، صفاتی اور افعالی) کی طرح بالخصوص شرک عبادتی سے احتراز کرنا واجب ولازم ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جہاں غیر اللہ کی عبادت کرنا یا اسے سجدہ کرنا (جو مخ العبادہ ہے) شرک جلی ہے جس سے اجتناب واجب ہے، وہاں ریا وسمعہ سے بھی احتراز ضروری ہے جو کہ شرک اصغر ہے۔ واللہ الموفق

سورہ مریم کا مختصر تعارف

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورہ میں جناب مریمؑ بتول سلام اللہ علیہا کا تذکرہ بڑی تفصیل سے کیا گیا ہے اس لئے اس سورہ مبارکہ کو آپ کے نام نامی واسم گرامی سے موسوم کر دیا گیا ہے۔

مقام وتاریخ نزول:

اگر چہ ماہ وسال کا تعین تو نہیں کیا جا سکتا۔مگر تاریخی قرائن شہادت دیتے ہیں کہ یہ سورہ مبارکہ بعثت کے پانچویں سال سے پہلے اتری ہے۔ کیونکہ ہجرت حبشہ پانچ بعثت میں واقع ہوئی تھی۔ اور جب کفار قریش کے اکابر کی بے پناہ کوششوں کے باوجود نجاشی مسلمان مہاجرین کو حبشہ سے نکالنے پر آمادہ نہ ہوا جو گیارہ مرد اور چار خواتین تھیں پھر یکے بعد دیگرے چند دن کے اندر اندر مہاجرین کی تعداد ۸۳ مرد و گیارہ خواتین اور سات غیر قریشی مسلمان ایک سو ایک ہوگئی۔تو ان کفار مکہ نے نجاشی کے دل میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کا بیج بونے کے لئے تا کہ وہ مشتعل ہو کر مسلمانوں کو وہاں سے نکال دے۔ یہ غلط پروپیگنڈہ کیا کہ مسلمان جناب عیسیٰؑ کے بارے میں بڑا غلط نظریہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ جب نجاشی نے مہاجرین کو دربار میں بلا کر جناب عیسیٰؑ کے بارے میں اپنا عقیدہ بیان کرنے کو کہا تو جناب جعفر طیارؓ نے بڑی مومنانہ جرأت و بے باکی کے ساتھ سورہ مریم کا دوسرا رکوع پڑھنا شروع کیا جس میں جناب مریمؑ اور جناب عیسیٰؑ کا ذکر خیر کیا گیا ہے۔

دربار میں سناٹا تھا جناب جعفرؓ سورہ مریم کی تلاوت کر رہے تھے، اور نجاشی برابر رو رہا تھا یہاں تک کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی اور جناب جعفرؓ کی تلاوت ختم ہونے کے بعد نجاشی نے ایک تنکا اٹھا کر کہا کہ جناب عیسیٰؑ کے بارے میں تم نے جو کچھ بیان کیا جناب عیسیٰؑ اس سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں۔ اس طرح کفار قریش کی یہ سازش بھی ناکام ہوئی۔ بہر حال اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ پانچ بعثت سے پہلے مکہ میں نازل ہو چکی تھی۔

سورہ مریم کے مضامین کی اجمالی فہرست

۱۔ جناب زکریاؑ کی اولاد کے لئے بارگاہ خدا میں دعا والتجا اور جناب یحییٰؑ کی ولادت باسعادت کا تذکرہ۔

۲۔ جناب عیسیٰؑ کی معجزانہ شان وشوکت سے ولادت اوران کے چنداوصاف جلیلہ کا تذکرہ۔

۳۔ جناب عیسیٰؑ کے بارے میں افراط وتفریط سے ہٹ کر اسلام کا عادلانہ نظریہ اوران کے ابن اللہ ہونے کی رد۔

۴۔ جناب ابراہیمؑ کا تذکرہ، ان کا انداز تبلیغ، اوراپنے چچا آزر سے ان کی گفتگو۔

۵۔ جناب موسیٰؑ کا تذکرہ۔

۶۔ جناب اسماعیلؑ صادق الوعد کا ذکرخیر۔

۷۔ جناب عیسیٰؑ کا تذکرہ اوران کے عالم بالا کی طرف بلند ہونے کا ذکر۔

۸۔ بعض بزرگ اورنیکوکار شخصیات کی بدکار اولاد کا تذکرہ جنہوں نے راہ راست سے انحراف کیا۔

۹۔ بہشت عنبرسرشت کے بعض اوصاف کا تذکرہ۔

۱۰۔ قیامت کا اثبات اورمنکرین قیامت کی غلط فہمیوں کا ازالہ۔

۱۱۔ دنیااوراس کے مال ومتاع کی ناپائیداری کا ذکراور باقیات صالحات کی بجاآوری کی دعوت۔

۱۲۔ دوزخ اوراس کے عذاب وعقاب کا ذکر۔

۱۳۔ شفاعت کا اثبات۔

۱۴۔ اللہ کے لئے اولاد ذکوروانات کی نفی۔

۱۵۔ پیغمبراسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پرقرآن کے آسان ہونے کا تذکرہ وغیرہ وغیرہ۔

سورہ مریم کی تلاوت کا ثواب

حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جوشخص سورہ مریم کی ہمیشہ تلاوت کرے تو وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک خدا اسے اپنی ذات، مال اوراولاد میں تونگر نہیں کردے گا۔ اورآخرت میں جناب عیسیٰؑ کے اصحاب میں سے ہوگا اوراسے آخرت میں جناب سلیمانؑ کی سلطنت کے برابر اجر دے گا (مجمع البیان)

نیز انہی جناب سے مروی ہے کہ سورہ مریم کولکھ کراورکسی تنگ منہ والی شیشی میں بندکرکے رکھنے سے گھرمیں خیروبرکت ہوتی ہے۔(تفسیرالبرہان)

نیز اسی تفسیر میں لکھا ہے کہ جوشخص سورہ مریم کولکھ کراپنے پاس رکھے وہ خواب میں اچھائی دیکھے گا۔

نیز اسی تفسیر میں بحوالہ فوائدالقرآن حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب کوئی

شخص کسی ایسے جابر حاکم کے پاس جائے جس کے شر سے خائف ہو تو **کھیعص** پڑھتا جائے اور ایک ایک حرف پر اپنے دائیں ہاتھ کی ایک ایک انگلی بند کرتا جائے۔ پھر **حمعسق** پڑھتا جائے اور ایک ایک حرف پر اپنے بائیں ہاتھ کی ایک ایک انگلی بند کرتا جائے اور جب حاکم کے سامنے پہنچے تو یہ پڑھے۔ **عنت الوجوہ للحی القیوم وقد خاب من حمل ظلما** اس کے بعد انگلیاں کھول دے اس کے شر سے محفوظ رہے گا۔ انشاءاللہ

آیات القرآن

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ كٓهٰيٰعٓصٓ ۚ﴿۱﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۚ﴿۲﴾ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴿۳﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّىْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿۴﴾ وَاِنِّىْ خِفْتُ الْمَوَالِىَ مِنْ وَّرَآءِىْ وَكَانَتِ امْرَاَتِىْ عَاقِرًا فَهَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ﴿۵﴾ يَّرِثُنِىْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿۶﴾ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴿۷﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِىْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿۸﴾ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ﴿۹﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّىْۤ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿۱۰﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۱۱﴾ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۙ﴿۱۲﴾ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِيًّا ۙ﴿۱۳﴾ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿۱۴﴾ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۠﴿۱۵﴾

ترجمۃ الآیات

شروع (کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ کاف۔ ہا۔ یا۔ عین۔ صاد (۱) (اے رسولؐ) آپ کے پروردگار نے اپنے (خاص) بندے زکریاؑ پر جو (خاص) رحمت کی تھی یہ اس کا تذکرہ ہے (۲) جب انہوں نے اپنے پروردگار کو چپکے چپکے پکارا (۳) کہا اے میرے پروردگار! میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور سر میں بڑھاپے کے شعلے بھڑک اٹھے ہیں۔ (بال سفید ہوگئے ہیں) اور میرے پروردگار میں کبھی تجھ سے دعا مانگ کر نامراد نہیں رہا ہوں (۴) اور میں اپنے بھائی بندوں سے ڈرتا ہوں۔ اور میری بیوی بانجھ ہے سو تو ہی مجھے (خاص) اپنے پاس سے ایک وارث عطا کر (۵) جو میرا بھی وارث بنے اور آل یعقوب کا بھی اور اے میرے پروردگار! تو اسے پسندیدہ بنا (۶) (ارشاد ہوا) اے زکریا! ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ جس کا نام یحییٰ ہوگا جس کا اس سے پہلے ہم نے کوئی ہمنام نہیں بنایا (۷) ذکریاؑ نے (ازراہ تعجب) کہا اے میرے پروردگار! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا؟ جبکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی انتہا کو پہنچا ہوا ہوں (۸) ارشاد ہوا۔ ایسا ہی ہوگا۔ تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ وہ مجھ پر آسان ہے اور میں نے ہی اس سے پہلے تمہیں پیدا کیا جبکہ تم کچھ بھی نہ تھے (۹) زکریاؑ نے عرض کیا۔ اے میرے پروردگار! میرے لئے کوئی علامت قرار دے۔ ارشاد ہوا کہ تمہارے لئے علامت یہ ہے کہ تم تندرست ہوتے ہوئے بھی برابر تین رات (دن) تک لوگوں سے بات نہیں کرسکو گے (۱۰) پس وہ عبادت گاہ سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے اور انہیں اشارہ سے کہا کہ صبح وشام (خدا کی) تسبیح وتقدیس کرو (۱۱) (جب حکم خدا کے مطابق وہ لڑکا پیدا ہوا اور بڑھا تو ہم نے کہا: اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے پکڑو اور ہم نے اسے بچپن ہی میں علم وحکمت سے نوازا (۱۲) اور خاص اپنے پاس (سے) رحمدلی اور پاکیزگی عطا کی اور وہ پرہیزگار تھا (۱۳) اور وہ اپنے والدین سے نیکی کرنے والا تھا اور قروہ سرکش ونافرمان نہ تھا (۱۴) سلام ہو اس پر جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وفات پائے گا اور جس دن وہ زندہ کرکے اٹھایا جائے گا (۱۵)

تفسیر الآیات

۱) کھیعص ۔۔۔ الآیہ

ہم سورہ بقرہ کے اوائل میں اور بعض دوسری سورتوں کے آغاز میں یہ حقیقت کئی بار واضح کر چکے ہیں کہ یہ حروف مقطعات ان متشابہات میں سے ہیں کہ جن کی اصل حقیقت کو خدا اور راسخون فی العلم کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ ویسے بعض اخبار و آثار میں ان حروف کے کئی معانی و مطالب بیان کئے گئے ہیں۔ جیسے معانی الاخبار میں ایک طویل حدیث کے اندر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ:

فرمایا کہ کاف سے الکافی، ہا سے الہادی، یا سے الولی، عین سے العالم، اور صاد سے الصادق مراد ہے۔ یعنی خدا فرماتا ہے کہ انا الصادق الہادی الولی العالم الصادق الوعد اور کتا اکمال الدین واتمام النعمۃ میں۔

ایک طویل روایت ہے جو صاحب العصر والزمانؑ سے مروی ہے اس میں کاف سے کربلا ھا سے عترت رسول کی ہلاکت یا سے یزید پلید، عین سے عطش اور صاد سے صبر مراد لیا گیا ہے۔ (واللہ العالم)

۲) ذکر رحمت ربك عبدہ زکریا ۔۔۔ الآیہ

قبل ازیں سورہ آل عمران کی آیت ۳۸ سے لیکر آیت ۴۱ تک جناب زکریاؑ کے حالات کا تذکرہ کیا جا چکا ہے کہ وہ جناب ہارونؑ کی نسل سے تھے اور بنی اسرائیل کے دور کے عظیم نبی تھے اور رشتہ میں جناب مریم کے خالو تھے اور آپ کے والد ماجد جناب عمران کی وفات کے بعد جناب مریمؑ کی پرورش کی سعادت بھی آپ کو حاصل ہوئی جس طرح ہر شخص کو اولاد کی خواہش ہوتی ہے ان کے دل و دماغ میں بھی یہ خواہش مدت سے کروٹیں لے رہی تھی اور جب جناب مریمؑ کے پاس بے موسم کے پھل دیکھے تو یہ خواہش آتش فشاں بن کر پھٹ پڑی۔ اور بارگاہ خدا میں یوں چپکے سے التجا کی کہ اگر تو مریمؑ کو بے موسم کے پھل دے سکتا ہے تو مجھے بھی بے موسم کا پھل یعنی اولاد عطا فرما۔

عام مورخین کے بیان کے مطابق اس وقت جناب زکریاؑ کی عمر ایک سو اٹھارہ سال تھی۔ اور ان کی بیوی بھی بانجھ تھی۔ الغرض جو قصہ یہاں موجود ہے یہ قریباً انہی الفاظ کے ساتھ سورہ آل عمران کی آیت ۱۴۱ میں مذکور ہے۔ اور اس مقام پر اس کی تفسیر اور اس پر ہمارا عمومی تبصرہ گزر چکا ہے۔

قارئین اس مقام کی طرف رجوع فرمائیں۔ یہاں اس کے اعادہ و تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

۳) وانی خفت الموالی من وراءی۔۔۔الآیہ

اس جگہ اس قصہ میں یہ اضافہ ہے کہ جناب زکریاؑ نے اس لئے بھی اولاد اور وارث کی خواہش کی تھی کہ مجھے اپنے بھائی بندوں اور چچا زاد بھائیوں سے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ میرے مال و متاع پر قابض نہ ہو جائیں۔

کچھ لوگوں کے لئے لمحہ فکریہ (نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث)

جو لوگ ایک خودساختہ حدیث کی بناء پر اس بات کے قائل ہیں کہ نہ انبیاء کسی کا ورثہ پاتے ہیں اور نہ ان کا ورثہ کسی کو ملتا ہے۔ان کے لئے اس آیت اور اس جیسی بعض دوسری آیتوں میں لمحہ فکریہ موجود ہے۔کہ اگر یہ بات صحیح ہوتی تو جناب زکریاؑ اپنے ترکہ کا ذکر کیوں کرتے اور اس پر اپنے چچازادوں کے قبضہ کرنے سے کیوں ڈرتے؟ اور اگر یہ کہا جائے کہ یہاں ترکہ سے مراد علم نبوت ہے جیسا کہ جلالین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد العلم والنبوہ ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبوت ہو یا علم نبوت کیا وہ بھی کوئی ایسی چیز ہے کہ جسے غصب کر کے اس پر ناجائز قبضہ کرلیا جائے؟ اس سے واضح ہے کہ یہ ترکہ از قسم مال و متاع ہے علم یا نبوت نہیں۔اور اگر کوئی کہے کہ ان کے چچازاد بنی اسرائیل تھے اور وہ شرارتی لوگ تھے۔ان سے خطرہ تھا کہ کہیں دین کو خراب نہ کردیں تو اگر یہ بات تھی تو پھر خدا سے یہ کہتے یا اللہ! تو اپنے دین کی حفاظت کا کوئی انتظام کردے اپنے ہاں اولاد ہونے کی تمنا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ دین کا محافظ تو کوئی بھی اور کسی بھی خاندان کا چشم و چراغ ہو سکتا تھا۔

۴) یا یحیٰی خذ الکتاب۔۔۔الآیہ

نبوت عطا ہونے کا معیار اور سن و سال کیا ہے؟

یہاں کافی عبادت محذوف ہے مفہوم یہ ہے کہ ہم نے جناب زکریاؑ کو وہ لڑکا عطا فرمایا جس کی اسے بشارت دی تھی اور وہ بڑھا اور خاندان نبوت کی روایات کے مطابق جب تین برس کا ہوا تو ہم نے اسی لڑکپن میں اسے علم و حکمت یا فیصلہ کرنے کی قوت یا پھر نبوت عطا فرمائی۔ہمارے مذہبی عقیدہ کے مطابق خدا دار دنیا میں جن ہستیوں کے سر پر تاج نبوت رکھنا چاہتا ہے انہیں پیدائش کے ساتھ ہی خاص خصوصیات سے نواز کر پیدا کرتا ہے کیونکہ ع

سائے کہ نکواست از بہارش پیدا

وہ عوام کی طرح شکم مادر سے علم وفضل سے عاری اور ہنر وکمال سے خالی پیدا نہیں ہوتے۔ ہاں البتہ پھر جب خدائے علیم وحکیم کی مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے تو ان کو مبعوث فرماتا ہے اور ان سے اعلان نبوت کراتا ہے۔ خواہ جھولے میں کرائے جیسے جناب عیسیٰؑ سے کرایا، یا تین سال کی عمر میں کرائے جیسے جناب یحییٰ سے کرایا یا چالیس سال کی عمر تک پہنچنے کے بعد کرائے جیسے پیغمبر اسلامؐ سے کرایا۔ البتہ جب کسی کو ظاہر مرتبہ نبوت پر فائز کرتا ہے تو انہیں خصوصی طور پر علم وفہم اور فضل وکمال کی نعمت سے نوازتا ہے۔ علی بن اسباط بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ میں جناب امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب کہ ان کی عمر کل پانچ سال تھی میں نے غور سے ان کی طرف دیکھا تا کہ اپنے اصحاب کو ان کی وضع قطع بتا سکوں تو امام نے فرمایا خدا کا امامت کے معاملہ میں بھی وہی قانون ہے جو نبوت کے بارے میں ہے کہ کبھی بھرپور جوانی میں عطا کرتا ہے۔ فرماتا ہے **فلما بلغ اشدہ واستویٰ آیتناہ حکماً وعلماً** کہ جب وہ (موسیٰ) اپنی بھرپور جوانی کی منزل میں پہنچے تو ہم نے انہیں خاص حکم اور علم عطا فرمایا۔ اور کہیں فرماتا ہے **اتیناہ بحکم صبیا**۔ کہ جب ہم نے یحییٰ کو بچپن میں خاص حکم عطا فرمایا تو جس طرح یہ جائز ہے کہ خدا چالیس سال کی عمر میں حکم عطا فرمائے اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ لڑکپن میں ہی عطا کردے۔ (تفسیر مجمع البیان)

جناب یحییٰ خود پوری تندہی سے توراۃ پر عمل کرتے تھے اور لوگوں سے بھی کراتے تھے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے معاملہ میں بڑے سخت گیر تھے دور افتادہ علاقوں میں تشریف لے جاتے تھے اور لوگوں کو وعظ ونصیحت کرتے اور فاسقوں فاجروں کو توبہ کرا کے متقی و پرہیزگار بناتے اور ان کے حلقۂ دعوت وتبلیغ صرف عوام الناس تک ہی محدود نہ تھا بلکہ شاہی دربار بھی ان کی دعوت عزیمت سے لرزتا ہوا نظر آتا تھا چنانچہ اس دور کے بادشاہ کا اپنی بھتیجی پر دل آ گیا اور اسے گھر میں ڈالنا چاہا تو جناب یحییٰ نے مزاحمت کی اور اعلانیہ روکا کہ بھائی کی بیٹی سے نکاح جائز نہیں ہے اس پر وہ لڑکی برافروختہ ہوئی اور بادشاہ سے خواہش کی کہ اگر مجھ سے شادی کرنا ہے تو حق مہر میں یحییٰ کا سر تھال میں رکھ کر پیش کر۔ چنانچہ اس بدبخت نے ایسا ہی کیا۔ (تفسیر کاشف بحوالہ قصص الانبیاء)

جناب یحییٰ نے راہ حق میں سر کٹوا کر **یایحیٰ خذا الکتاب بقوۃ** کے فرمان کی تعمیل کی۔

چہ خوش رسمے بنا کر وند بخاک و خون غلطیون
خدا رحمت کنداں عاشقاں پاک طینت را

حضرت یحییٰ اور حضرت امام حسینؑ کے قصہ میں مماثلت

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ مکہ سے مدینہ اور مدینہ سے لے کر کربلا تک حضرت امام حسینؑ ہر منزل پر جناب یحییٰ کا ذکر کرتے تھے اور فرماتے تھے **ومن هوان الدنيا على الله عزوجل ان راس يحيیٰ بن زكريا اهدى الى بغي من بغايا بني اسرائيل**۔ اللہ کی نگاہ میں دنیا کی پستی کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہوگی کہ جناب یحییٰ بن زکریا کا سر بنی اسرائیل کے حرام زادوں میں سے ایک حرام زادے (ھیرودیس) کے حضور پیش کیا گیا۔ (مجمع البیان و کاشف)

بالکل اسی طرح سید الشہداء کا سر اقدس بنی امیہ کے بغایا میں سے ایک بغی کے سامنے طشت طلائی میں رکھ کر پیش کیا گیا۔

فليبك على الاسلام من كان باكيا

۵) والسلام عليه يوم ...الآيه

مروی ہے کہ انسان کی زندگی میں تین دن خصوصی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں اور بڑے سخت ہوتے ہیں

۱۔ جس دن انسان شکم مادر سے پیدا ہوتا ہے اور سابقہ مقام کو چھوڑ کر نئی دنیا میں آ کر قیام کرتا ہے۔

۲۔ جب وہ دار دنیا کو چھوڑ کر عالم آخرت کی طرف سفر اختیار کرتا ہے اور وہ مخلوق دیکھتا ہے جو اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

۳۔ جس دن میدان حشر میں حاضر ہوگا اور ساری زندگی کے اعمال کا حساب و کتاب دے گا۔

خدا نے جناب یحییٰؑ پر ان تینوں مواقع پر سلامتی نازل کی ہے اور انہی تین نازک مراحل پر جناب عیسیٰؑ نے اپنے اوپر سلامتی کی دعا کی ہے۔ **والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوما بعث حیاً**۔ (مریم۔۳۳)

سلامتی ہو مجھ پر جس دن میں پیدا ہوں اور سلامتی مجھ پر اس دن جب میں وفات پاؤں گا اور سلامتی ہو مجھ پر جب زندہ ہو کر محشور ہوں گا۔

آیات القرآن

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿٢٠﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿٢١﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿٢٢﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿٢٣﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿٢٦﴾ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۭ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾ يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۭ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۣ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۠ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِيْ ۡ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ

جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾ ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿٣٤﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٣٥﴾ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٣٦﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٣٧﴾ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٩﴾ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿٤٠﴾ۧ

ترجمۃ الآیات

(اے رسولؐ) اس کتاب میں مریم کا ذکر کیجئے۔ جب کہ وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر ایک مشرقی مکان میں گئیں (۱۶) اور پھر اس نے ان لوگوں کی طرف سے پردہ کرلیا پس ہم نے اس کی طرف اپنی جانب سے روح (یعنی فرشتہ) بھیجا تو وہ اس کے سامنے ایک تندرست انسان کی صورت میں نمودار ہوا (۱۷) مریم نے (گھبرا کر) کہا کہ اگر تو پرہیزگار آدمی ہے تو میں تجھ سے خدائے رحمن کی پناہ مانگتی ہوں (۱۸) اس (فرشتہ) نے کہا میں تو تمہارے پروردگار کا فرستادہ ہوں تاکہ تمہیں ایک پاکیزہ لڑکا دوں (۱۹) مریم نے کہا میرے ہاں لڑکا کیسے ہوسکتا ہے جبکہ کسی بشر نے مجھے چھوا تک نہیں ہے اور نہ ہی میں بدکردار ہوں (۲۰) فرشتہ نے کہا یونہی ہے (مگر) تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے وہ کام میرے لئے آسان ہے۔ اور یہ اس لئے بھی ہے کہ ہم اسے لوگوں کے لئے (اپنی قدرت کی) ایک نشانی قرار دیں اور اپنی طرف سے رحمت اور یہ ایک طے شدہ بات ہے (۲۱) پس وہ اس (لڑکے) کے ساتھ حاملہ ہوگئی پھر وہ اس حمل کو لئے ہوئے دور جگہ چلی گئی (۲۲) اس کے بعد دردزہ اسے کھجور کے درخت کے تنا کے پاس لے

گیا (اور) کہا کاش میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور بالکل نسیاً منسیاً (بھولی بسری) ہوگئی ہوتی (۲۳) اور ایک منادی نے اس کے نیچے سے آواز دی کہ (اے مریم) رنجیدہ نہ ہو۔ تیرے پروردگار نے تیرے نیچے ایک چھوٹی سی نہر جاری کردی ہے (۲۴) اور کھجور کے تنا کو پکڑ کر اپنی طرف ہلا۔ وہ تم پر تروتازہ اور پکی ہوئی کھجوریں گرائے گی۔ (۲۵) پس تو (خرمے) کھا اور (نہر کا پانی) پی اور (بیٹے کو دیکھ کر) اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر۔ پھر اگر کسی آدمی کو دیکھے اور (وہ تم سے کچھ پوچھے) تو (اشارہ سے) کہہ دینا کہ میں نے خدائے رحمن کے لئے (چپ کے) روزہ کی منت مانی ہے میں آج کسی آدمی سے بات نہیں کروں گی (۲۶) اس کے بعد وہ بچہ کو (گود میں) اٹھائے اپنی قوم کے پاس لائی۔ انہوں نے کہا اے مریم تو نے بڑا بُرا کام کیا ہے (۲۷) اے ہارون کی بہن! نہ تیرا باپ بُرا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بدکار تھی (۲۸) مریم نے (نومولود) بچہ کی طرف اشارہ کیا (کہ اس سے پوچھو کہ کہاں سے آیا؟) وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم اس سے کس طرح بات کریں گے جو ابھی گہوارہ میں (کمسن) بچہ ہے؟ (۲۹) (مگر) وہ بچہ بولا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے (۳۰) اور اس نے مجھے نماز (پڑھنے) اور زکوٰۃ (دینے) کا حکم دیا ہے جب تک کہ میں زندہ ہوں (۳۱) اور اس نے مجھے اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا بنایا ہے اور مجھے سرکش اور بدبخت نہیں بنایا (۳۲) سلامتی ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن زندہ کرکے اٹھایا جاؤں گا (۳۳) یہ ہے عیسیٰ بن مریم (اور یہ ہے) اس کے بارے میں وہ سچی بات جس میں لوگ شک کرتے ہیں (۳۴) یہ بات اللہ کے شایان شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے۔ پاک ہے اس کی ذات جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اسے کہتا ہے ہوجا تو وہ (کام) ہوجاتا ہے (۳۵) (عیسیٰؑ نے کہا) بے شک میرا اور تمہارا پروردگار اللہ ہے پس تم اس کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے (۳۶) پھر مختلف گروہ آپ کے بارے میں اختلاف کرنے لگے تو جن لوگوں نے کفر کو اختیار کیا ان کے لئے ہلاکت ہے جب وہ ایک بہت بڑے سخت دن کا سامنا کریں گے (۳۷) جس دن وہ ہمارے پاس آئیں گے تو اس دن ان کے کان کیسے سننے والے اور آنکھیں کیسی دیکھنے والی ہوں گی۔ مگر آج یہ ظالم کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہیں (۳۸) اور (اے رسولؐ) انہیں حسرت وندامت کے دن سے ڈرائیں جبکہ ہر بات کا

(آخری) فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور یہ لوگ غفلت میں پڑے ہیں اور ایمان نہیں لاتے (۳۹) (آخرکار) ہم ہی زمین کے اور جو کچھ اس کے اوپر ہے اس کے وارث ہوں گے اور سب ہماری طرف لوٹائے جائیں گے (۴۰)

تفسیر الآیات

۶) واذکر فی الکتاب مریم...الآیۃ

ہم سورہ آل عمران کی آیت ۳۵ اور اس کے بعد والی آیات کی تفسیر میں واضح کر آئے ہیں کہ جناب مریمؑ کی والدہ ماجدہ نے اپنی منت کے مطابق جناب مریمؑ کو عبادت کے لئے بیت المقدس میں بٹھا دیا تھا اور ان کی کفالت جناب زکریاؑ نے اپنے ذمہ لے لی تھی۔ اور یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ جناب مریمؑ بیت المقدس کی ایک محراب میں الگ تھلگ بیٹھ گئی تھیں اور وہ محراب بیت المقدس کے مشرقی حصہ میں تھی اور انہوں نے وہاں ایک خاص قسم کا پردہ بھی لٹکا رکھا تھا تاکہ نہ وہ کسی اجنبی کو دیکھ سکیں اور نہ کوئی اجنبی ان کو دیکھ سکے۔ لہٰذا جن بعض فضلاء نے جیسے مولانا ابوالکلام آزاد نے ترجمان القرآن میں مشرقی مکان سے ناصرہ بستی مراد لی ہے ان کو اشتباہ ہوا ہے کیونکہ ناصرہ بیت المقدس کے شمال میں واقع ہے اس کی مشرقی جانب نہیں ہے۔

۷) فارسلنا الیھا روحنا...الآیہ

بالاتفاق یہاں روحنا سے مراد جبرائیل ہیں جو ایک تندرست و توانا اور مکمل انسان کی شکل میں اچانک جناب مریمؑ کے سامنے آ گئے۔ ایک پاکدامن لڑکی جو لوگوں سے الگ تھلگ اور پردہ لٹکا کر پوری یکسوئی کے ساتھ اپنے خالق و مالک کی عبادت میں ہمہ تن مصروف ہو تو جب اس کو اچانک اس قسم کے منظر کا سامنا کرنا پڑے تو یقیناً وہ گھبرا جائے گی۔ چنانچہ جناب مریمؑ گھبرا گئیں اور کہنے لگیں کہ اگر تیرے دل میں خوف خدا ہے تو میں تجھ سے خدائے رحمن کی پناہ مانگتی ہوں۔ جبرائیل نے اس وقت یہ کہہ کر ان کی گھبراہٹ دور کر دی کہ میں انسان نہیں بلکہ آپ کے پروردگار کا فرستادہ فرشتہ ہوں۔ جو تمہیں ایک پاک و پاکیزہ فرزند کی بشارت دینے آیا ہوں۔ جبرائیلؑ کا یہ جواب سن کر جناب مریمؑ کی وہ گھبراہٹ دور تو ہو گئی مگر ایک دوسری وجہ سے پریشان ہو گئیں کہ بچہ تو مرد و زن کے ملاپ سے پیدا ہوتا ہے خواہ بطور نکاح ہو یا بطور زنا اور مجھے تو کسی مرد نے چھوا بھی نہیں؟ تو جبرائیلؑ نے ان کے دعویٰ کی تصدیق کرتے ہوئے وضاحت کر دی کہ تمہارا پروردگار کہتا ہے کہ میرے لئے بن باپ کے بچہ پیدا کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے بلکہ بالکل آسان ہے وہ فرماتا ہے کہ ہم عام عادی اسباب کے

خلاف اس لئے پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ اس مولود کو اپنی قدرت کاملہ کا معجزہ اور لوگوں کے لئے ذریعہ رحمت قرار دیں ان سب باتوں کا قبل ازیں سورہ آل عمران کی آیت ۴۵ قالت رب انی یکون لی ولد ولم یمسنی بشر اور اس کی بعد والی آیتوں میں تفصیل سے تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ اور اسی مقام پر یہ بھی واضح کیا جا چکا ہے کہ جناب اسماعیل واسحاق اور جناب یحییٰ وعیسیٰ علیہم السلام کی ولادتیں نیچریوں کے لئے تازیانہ عبرت ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اس کائنات کی ہر چیز اس طرح علل واسباب کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے کہ اگر خدا بھی اس قانون کے خلاف کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا (العیاذ باللہ)

کیا یہ ولادتیں نیچر کے نظام کے خلاف نہیں ہیں؟ اگر نہیں ہیں تو متعلقہ حضرات نے تعجب کیوں کیا؟ اور سوال وجواب کیوں کیا؟ بہرحال خدا مسبب الاسباب ہے وہ اسباب کا پابند نہیں ہے۔ یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید؟ الغرض آثار حمل کے نمودار ہونے کے بعد جناب مریمؑ کا اپنے عبادت والے مقام سے لے کر دور کے مقام یعنی بیت اللحم چلا جانا ایک فطری امر تھا۔ یہ ساری باتیں اس بات کی ناقابل رد دلیل ہیں کہ جناب عیسیٰؑ بن باپ کے صرف معجزانہ طور پر پیدا ہوئے۔ ورنہ مریمؑ کو یہ سب کچھ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

۸) لاهب لك ۔۔۔ الآية

ایک شبہ اور اس کا جواب

یہاں چونکہ جبرائیلؑ نے بچہ عطا کرنے کی نسبت اپنی طرف سے دی ہے ''کہ میں تمہیں لڑکا عطا کروں''۔ اسی سے بعض غلو نواز حضرات استدلال کیا کرتے ہیں کہ اولاد دینے کی نسبت غیر اللہ کی طرف جائز ہے تو اس کا جواب ظاہر ہے کہ جبرائیل چونکہ خوشخبری دینے والے بن کے آئے تھے۔ لہٰذا ان کی طرف یہ عطا کرنے کی نسبت مجازاً دے دی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مریم نے بن شوہر کے اولاد پیدا ہونے پر تعجب کیا تو جبرائیل نے کہا قال ربك هو علی هین تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ یہ کام میرے لیے آسان ہے اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ لڑکا دینا خدا کا کام ہے جبرئیل کا کام صرف خوشخبری دینا ہے اور بس۔

۹) فنادها من تحتها ۔۔۔ الآیہ

یہ منادی کون تھا؟

اس کے بائیں طرف سے ایک منادی نے ندا دی۔ یہ منادی کون تھا؟ جبرائیل یا نومولود بچہ؟ مفسرین کے درمیان اس میں اختلاف ہے بعض نے اسے جبرائیل کو اور بعض نے نومولود بچہ یعنی عیسیٰؑ کو مراد لیا ہے کہ اس

نے ماں کوتسلی دی کہ رنجیدہ نہ ہوخدا نے آپ کی خورد نوش کا بھی انتظام کر دیا ہے کہ چشمہ بھی ہے اور تازہ کھجوریں بھی۔ اور تیری عزت کی حفاظت کا بھی اہتمام کر دیا ہے کہ جب یہ نومولود گہوارہ میں کلام کرے گا تو شکوک و شبہات کے سب بادل چھٹ جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ فاضل طبرسی نے جناب عیسیٰ کے منادی ہونے کے قول کو ترجیح دی ہے کہ اگر اس سے مراد جبرائیل ہوتے تو وہ اوپر سے ندا دیتے نیچے سے نہ دیتے۔ اور علاوہ بریں جناب عیسیٰؑ کا ندا دینا جناب مریمؑ کی پریشانی کے ازالے کے لئے زیادہ موثر ہے۔ (مجمع البیان)

۱۰)فاما ترین من البشر احداً۔۔۔ الآیه

چپ کا روزہ سابقہ دور میں جائز تھا

بن بیاہی پارسا اور نیکو کار لڑکی کا اس طرح بچہ گود میں لے کر قوم کے سامنے آنا کوئی معمولی کام نہیں تھا۔ بڑا صبر آزما مرحلہ تھا۔ لہٰذا خدائے علیم و حکیم نے اس مرحلہ کے خوش اسلوبی سے طے کرنے کا یہ انتظام کیا کہ اس منادی کے ذریعہ سے جناب مریم کو کہہ دیا گیا کہ اگر کوئی آدمی دکھائی دے اور وہ اس سلسلہ میں کچھ پوچھ گچھ کرنا چاہے تو اسے اشارہ سے کہہ دینا کہ میں نے خدائے رحمن کی خوشنودی کے لئے چپ کا روزہ رکھا ہوا ہے۔ لہٰذا میں نے کسی انسان سے بات نہیں کرنا ہے۔ اس واقعہ سے واضح ہوتا ہے کہ اس دور میں چپ کا روزہ جائز تھا۔ مگر شریعت اسلامیہ میں ایسا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

۱۱)یا اخت هارون۔۔۔ الآیه

اے ہارون کی بہن! اس فقرہ کا مفہوم کیا ہے اور ہارون سے مراد کون ہے؟

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد جناب موسیٰؑ کے بھائی حضرت ہارون ہیں۔ اور چونکہ جناب مریمؑ انہی کے خاندان سے تھیں تو قاعدہ عرب کے مطابق جب کسی فرد کو کسی قبیلہ کی طرف منسوب کرنا ہو تو وہاں اخ اور اخت کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ یہ ایک بڑا پرہیز گار شخص تھا جس کی طرف نسبت کا مطلب یہ تھا کہ تم تو نیکی اور پارسائی میں ہارون کی بہن لگتی تھیں۔ نہ تیرا باپ برا تھا اور نہ ماں بدکار تھیں۔ پھر تم نے یہ کیا کیا؟ اور بعض کا خیال ہے کہ یہ ہاروں کوئی بدکردار آدمی تھا۔ اور ان لوگوں نے جناب مریمؑ کو طنزاً اخت ہارون کہا ہے۔ (تفسیر قمی)

۱۲)فاشارت الیه۔۔۔الآیه

قوم کی سخت دار و گیر اور بڑے ایراد و اعتراض کے باوجود جناب مریم بالکل خاموش رہیں اور حسب الحکم نومولود بچے کی طرف اشارہ کر دیا۔ مطلب یہ تھا کہ مجھ سے کیوں پوچھتے کہ میں یہ بچہ کہاں سے لائی خود بچہ سے پوچھو کہ وہ کہاں سے آیا؟ وہ لوگ پہلے ہی غصہ سے بھرے ہوئے تھے اب جناب کی یہ کاروائی دیکھ کر ان کے غصہ کا پارہ اور بھی چڑھ گیا کہ تو ہم سے مذاق کرتی ہے۔ بھلا ہم اس بچے سے کس طرح کلام کریں جو ہنوز گھورائے میں آرام کر رہا ہے۔ پس ان لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ وہ نومولود بچہ قدرت خدا سے گویا ہوا اور کہا۔ انی عبداللہ۔ میں خدا کا بندہ ہوں۔ یعنی خدا یا خدا کا بیٹا نہیں ہوں۔ اس نے مجھے کتاب اور نبوت عطا فرمائی ہے اور جہاں بھی جاؤں اس نے مجھے مبارک و مامون بنایا ہے بس عیسیٰؑ کا یہ کہنا تھا کہ معترضین کی زبانوں پر تالے لگ گئے اور زبانیں گنگ ہو گئیں، تنی ہوئی گردنیں جھک گئیں اور ان کو تسلیم کرنا پڑا کہ جس ماں کا بیٹا نبی ہو وہ بدکار نہیں ہو سکتی۔

۱۳)والسلام علی۔۔۔الآیه

ابھی اوپر آیت ۱۵ میں جناب یحییٰؑ کے تذکرہ میں ان تین مواقع کی اہمیت اور ان مواقع پر سلامتی کے مفہوم کی وضاحت کی جا چکی ہے۔

۱۴)ذالك عیسیٰ بن مریم۔۔۔الآیه

یہ ہے عیسیٰؑ ابن مریمؑ اور یہ ہے ان کے بارے میں سچی بات اور صحیح عقیدہ کہ وہ اللہ کے بندہ خاص اور صاحب شریعت رسول ہیں۔ وہ خدا نہیں ہیں اور نہ ہی خدا کے بیٹے ہیں اور نہ ہی تین (خدا، روح القدس اور عیسیٰ) میں سے ایک ہیں انہوں نے بارہا قوم سے کہا کہ میرا اور تمہارا پروردگار اللہ ہی ہے۔ اسی کی عبادت کرنا ہی سیدھا راستہ ہے۔

۱۵)فاختلف الاحزاب۔۔۔الآیه

نصاریٰ کے کئی گروہ آپس میں اختلاف کرنے لگے۔ بعض (یعقوبیہ) نے کہا کہ خود خدا عیسیٰ کی شکل میں زمین پر اتر آیا۔ بعض (نسطوریہ) نے کہا عیسیٰؑ اللہ کے بیٹے ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ خدا تین ہیں۔ جناب عیسیٰؑ ان میں سے ایک ہیں۔ اسلام و قرآن نے آخری فیصلہ کر دیا کہ عیسیٰ اللہ کے خاص بندے ہیں اور رسول ہیں۔ ھذا صراط مستقیم و خیر الامور اوسطھا ہم اس تفسیر کی دوسری جلد میں سورہ نساء کی آیت ۱۷ یا اھل لکتب لا تغلوا فی دینکم الآیۃ میں نصاریٰ کے ان مختلف فرقوں کے نظریات کا تذکرہ اور

ان کے باطل ہونے پر کماحقہ تبصرہ کر آئے ہیں اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

۱۶)وانذرھم یوم الحسرۃ...الآیه

قیامت کو یوم الحسرت اس لئے کہا جاتا کہ بعض آثار کے مطابق وہاں ہر نیک و بد حسرت وندامت کرتا ہوا نظر آئے گا۔ نیک حسرت کرے گا کہ مزید نیک عمل کیوں نہ کئے ورنہ آج جنت کے درجے اور بلند ہوتے۔ اور بدکار اس لئے حسرت کرے گا کہ بدکاری کیوں نہ چھوڑی اور نیکی کیوں نہ کی۔ آج جو باتیں پردہ خفا میں ہیں اور لوگ ان حقائق پر ایمان نہیں لا رہے کل فردائے قیامت جب ان سے پردہ ہٹ جائے گا اور جب سب حقائق مشاہدہ کا لباس پہن کر سامنے آجائیں گے تو پھر تو یہ لوگ بڑے سننے والے اور بڑے دیکھنے والے ہوں گے؟ لیکن اس دن حقائق کا ماننا کوئی فائدہ نہ دے گا ہاں البتہ آج کا ایمان لانا اور ماننا کل فائدہ دے گا۔

خواہی کہ کنی روز حشر خندہ بایدت
امروز ازمصیبت فرواکر گریستن

انانحن نرث الارض...الآیه

وارث وہ ہوتا ہے جو کسی کی موت کے بعد زندہ اور باقی رہ جائے۔ بنابریں جب کائنات کی ہر چیز آنی جانی اور فانی ہے۔ کل من علیها فان۔ اور بقا صرف ذات خدا کے لئے ہے ویبقی وجه ربك ذوالجلال والاکرام اس لئے زمین ہو یا اس کے اوپر رہنے والے سب کا حقیقی وارث خدا ہی ہے۔

آیات القرآن

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾ قَالَ

اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾

ترجمۃ الآیات

اور قرآن میں ابراہیمؑ کا ذکر کیجئے۔ بے شک وہ بڑے راست باز تھے (۴۱) جب انہوں نے اپنے (منہ بولے) باپ (حقیقی چچا) سے کہا کہ اے باپ! آپ ان چیزوں کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں اور نہ دیکھتی ہیں اور نہ آپ کو کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہیں (۴۲) اے باپ! میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا۔ آپ میری پیروی کیجئے میں آپ کو سیدھا راستہ دکھادوں گا (۴۳) اے باپ! شیطان کی پرستش نہ کیجئے (کیونکہ) بے شک خدائے رحمن کا وہ نافرمان ہے (۴۴) اے باپ! مجھے اندیشہ ہے کہ آپ پر خدائے رحمن کا عذاب نازل نہ ہوجائے اور آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں (۴۵) آزر نے کہا! اے ابراہیمؑ کیا تم میرے خداؤں سے روگردانی کرتے ہو؟ اگر تم باز نہ آئے تو میں تمہیں سنگسار کردوں گا۔ اور تم ایک مدت تک مجھ سے دور رہ جاؤ (۴۶) ابراہیمؑ نے کہا۔ (اچھا خدا حافظ) آپ پر میرا سلام! میں عنقریب اپنے پروردگار سے آپ کے لئے مغفرت طلب کروں گا۔ بے شک وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے (۴۷) اور میں آپ لوگوں سے اور ان سے جنہیں آپ اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہیں کنارہ کرتا ہوں۔ میں تو اپنے پروردگار کو ہی پکاروں گا۔ مجھے امید ہے کہ میں اپنے پروردگار کی دعاو پکار کی برکت سے نامراد نہیں رہوں گا (۴۸) پس جب وہ ان لوگوں کے اور ان کے خداؤں سے کنارہ کش ہوگئے تو ہم نے ان کو اسحاق و یعقوب جیسی اولاد

وعنایت فرمائی اور ہم نے سب کو نبی بنایا (۴۹) اور ہم نے ان ہستیوں کو اپنی (خاص) رحمت سے حصہ عطا کیا اور ان کے لئے سچائی کی زبان کو بلند قرار دیا (یعنی آئندہ نسلوں میں ان کے ذکر جمیل کی آواز بلند کی) (۵۰)

تفسیر الآیات

۱۸) واذ کر فی الکتب ۔۔۔ الآیۃ

انبیاء و مرسلین کے آباء و امہات موحد اور مسلمان ہوتے ہیں

یہ بات اپنے مقام یعنی علم کلام میں نا قابل رد دلائل و براہین سے ثابت کی جا چکی ہے کہ انبیاء و مرسلینؑ ہوں یا آئمہ طاہرینؑ ان کے آباؤ امہات کے سلسلہ جلیلہ میں حضرت آدمؑ تک کوئی کافر و مشرک نہیں ہوسکتا۔ بلکہ سب کے سب موحد و مسلمان ہوتے ہیں اور ہم نے بھی اپنی اعتقادی کتاب احسن الفوائد فی شرح العقائد میں بڑی مفصل بحث کر کے قرآن کی آیات اور فریقین کی مستند روایات نیز عقلی مسلمات کی روشنی میں اس موضوع کو واضح و آشکار کیا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی آیت یا روایت بظاہر اس مسلمہ قاعدہ کے منافی نظر آئے تو اس کی تاویل لازم ہوگی تا کہ یہ ظاہری تضاد ختم ہو جائے۔ اور اصل موضوع بے غبار اور بالکل آشکار ہو جائے۔ کئی لوگوں کے ذہن کی سوئی جناب ابراہیمؑ اور ان کے منہ بولے باپ اور حقیقی چچا پر آ کر رک جاتی ہے کہ جناب ابراہیمؑ انہیں بار بار یا ابت یا ابت اے میرے باپ اے میرے باپ کہہ کر پکارتے بھی جاتے ہیں اور پھر ان کے کھلم کھلا مشرک و بت پرست ہونے کا تذکرہ بھی کرتے جاتے ہیں۔ اور شرک سے روکتے بھی جاتے ہیں اور توحید پرستی کی دعوت بھی دیتے جاتے ہیں۔ مگر وہ ماننے کا نام بھی نہیں لیتے تو سوال کیا جاتا ہے کہ ع

چیست یاران طریق بعد ازیں تدبیر ما

تو جواباً عرض ہے کہ قبل ازیں سورہ انعام کی آیت ۷۴ وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً ۚ الآیۃ اور اس کی بعد والی آیات کی تفسیر میں بڑی تفصیل سے اور مورخین کے اجماع و اتفاق کی روشنی میں واضح کر آئے ہیں کہ جناب ابراہیمؑ کے والد ماجد کا نام تارخ تھا جو موحد و مسلمان تھا۔ اور یہ آزر جس کے گھر میں آپ نے پرورش پائی تھی یہ آپ کا تایا تھا اور منہ بولا باپ تھا۔ (تفسیر، رازی، اور تفسیر مظہری وغیرہ)

اس طرح یہ ایراد ھباء نشوراً ہو کر رہ جاتا ہے قارئین ذرا زحمت کر کے اس مقام کی طرف رجوع

فرمائیں تا کہ انہیں اطمینان کی دولت نصیب ہو جائے۔

۱۹) قال أراغب انت ۔۔۔ الآیۃ

چچا اور بھتیجا کی باہمی گفتگو کا نتیجہ؟

حضرت ابراہیمؑ کی اس مخلصانہ دعوت توحید اور شرک ترک کرنے کی مومنانہ نصیحت کے جواب میں میاں آزر بموجب الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ جناب خلیل کو دھمکی دیتے ہیں کہ تم اگر اپنے عقیدہ سے باز نہ آئے اور میرے خداؤں کی پرستش نہ کی تو میں تمہیں سنگسار کر دوں گا۔ الغرض اس کے بعد جناب ابراہیمؑ چچا کو سلام کر کے اور ان کے لئے خدا سے مغفرت طلب کرنے کا وعدہ کر کے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ اس استغفار کی حقیقت اور کیفیت قبل ازیں سورۃ توبہ کی آیت ۱۱۴ وما کان استغفار ابراهیم لابیه الا عن موعدة وعدها ایاه الایة میں تفصیل سے بیان کی چکی ہے۔ اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے تا کہ معلوم ہو کہ یہ طلب مغفرت صرف ایفائے عہد کی خاطر تھی اور جب جناب ابراہیمؑ کو یقین کامل ہو گیا کہ آزر دشمن خدا ہے تو تبرا منہ۔ تو آپ اس سے بالکل بیزار ہو گئے۔

۲۰) فلما اعتزلهم ۔۔۔ الآیۃ

ارشاد قدرت ہے کہ راہ حق اور توحید کی خاطر تمام ملک وقوم سے کنارہ کشی اختیار کر لی یعنی ایک خدا کی خوشنودی کے لئے تمام جھوٹے خداؤں اور ان کے پجاریوں کی ناراضی مول لی۔ اور کنعان میں آ کر اقامت اختیار کر لی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی نسل میں وہ برکت عطا فرمائی کہ تمام اسرائیلی اور اسماعیلی انبیاء کے سلسلہ جلیلہ کے بانی قرار پائے۔ سچ ہے کہ جو خدا کا ہو جائے تو خدا بھی اسی کا ہو جاتا ہے اور جو خدا کی خاطر لوگوں سے ناراض ہو تو خدا اس پر راضی ہو ہی جاتا ہے۔ **ونعم ماقیل۔**

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

۲۱) وجعلنا لهم لِسَان صدق ۔۔۔ الآیہ

اور ان کے لئے سچائی کی زبان کو اس طرح بلند و بالا کیا کہ آنے والی نسلوں میں ہمیشہ ان کا ذکر خیر ہوتا رہے گا۔ اور دنیا کی تینوں بڑی قومیں مسلمان، یہود اور نصاریٰ ہمیشہ عقیدت و احترام سے ان کا ذکر کرتے رہیں گے۔ اور خاص طور پر مسلمان تو سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام پر درود و سلام پڑھتے وقت جناب ابراہیمؑ اور ان کی آل پر بھی درود و سلام پڑھتے رہیں گے۔ ع

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

مطلب یہ ہے کہ جناب خلیلؑ کی اس دعا کا جوانہوں نے اپنے خالق سے مانگی تھی **واجعل لی لسان صدق فی الآخرین** (شعراء۔ ۸۴) مراد ذکر خیر ہے۔ مخفی نہ رہے کہ تفسیر قمی وصافی میں ایک روایت موجود ہے جس کی بناء پر یہاں ''علیاً'' سے حضرت علی علیہ السلام مراد لئے گئے ہیں۔ فراجع جبکہ خود حضرت امیر علیہ السلام سے لسان صدق کا مذکورہ بالا مفہوم ہی مروی ہے فرمایا **لسان الصدق للمرء یجعله الله فی الناس خیر من المال یا کله و یورثه** الخ۔ کسی بھی آدمی کے لئے خدا لوگوں میں جو لسان صدق یعنی ذکر جمیل قرار دیدے وہ اس مال سے بہتر ہے جسے آدمی کھا جائے اور بطور وراثت چھوڑ جائے۔ الخ (اصول کافی، کذا فی نہج البلاغہ بادنیٰ تفاوت) فتدبر

آیات القرآن

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى ۡاِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡاِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۠ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۡاِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۡوَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ ۡوَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۭ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿۵۸﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ﴿٦٠﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿٦١﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿٦٢﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿٦٣﴾ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾

ترجمۃ الآیات

اور (اے رسول) کتاب (قرآن) میں موسیٰ کا ذکر کیجئے! بے شک وہ اللہ کے برگزیدہ بندے اور نبی مرسل تھے (۵۱) اور ہم نے کوہ طور کی دائیں جانب سے آواز دی اور راز و نیاز کی باتیں کرنے کے لئے انہیں اپنا مقرب بنایا (۵۲) اور ہم نے انہیں اپنی خاص رحمت سے (بطور وزیر) ان کا بھائی ہارون عطا کیا جو نبی تھا (۵۳) اور (اے پیغمبرؐ) آپ کتاب (قرآن) میں اسماعیلؑ کا ذکر کیجئے جو عدہ کے سچے اور نبی مرسل تھے (۵۴) اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے اور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے (۵۵) اور (اے رسولؐ) آپ کتاب (قرآن) میں ادریسؑ کا ذکر کیجئے۔ بے شک وہ بڑے سچے نبی تھے (۵۶) اور ہم نے انہیں بڑے ہی اونچے مقام تک بلند کیا تھا (۵۷) یہ وہ نبی ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا۔ آدمؑ کی نسل سے اور ان کی نسل سے جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا اور ابراہیمؑ و اسرائیل (یعقوبؑ) کی نسل سے اور (یہ سب) ان لوگوں میں سے تھے جنہیں ہم نے راہ راست دکھائی اور منتخب کیا جب ان کے سامنے خدائے رحمن کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو وہ روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے تھے (۵۸) پھر ان کے بعد کچھ وہ ناخلف ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نمازوں کو ضائع کیا اور خواہشات کی پیروی کی پس وہ عنقریب گمراہی (کے

انجام) سے دوچار ہوں گے (۵۹) ہاں البتہ جو توبہ کرلیں، ایمان لائیں اور نیک عمل بجالائیں تو یہ لوگ بہشت میں داخل ہونگے اور ان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا (۶۰) وہ ہمیشہ رہنے والی جنتیں جن کا خدائے رحمن نے غائبانہ وعدہ کررکھا ہے۔ بے شک اس کا وعدہ (سامنے) آنے والا ہے (۶۱) وہ وہاں سلامتی کی صداؤں کے سوا کوئی بے ہودہ بات نہیں سنیں گے اور ان کا مقررہ رزق انہیں صبح وشام ملتا رہے گا (۶۲) یہ ہے وہ بہشت جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اس کو بنائیں گے جو پرہیزگار ہوگا (۶۳) (اے رسولؐ) ہم (فرشتے) آپ کے پروردگار کے حکم کے بغیر (زمین پر) نازل نہیں ہوتے جو کچھ ہمارے آگے ہے یا جو کچھ ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کچھ اسی کا ہے اور آپ کا پروردگار بھولنے والا نہیں ہے (۶۴) وہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کا پروردگار ہے پس اسی کی عبادت کرو، اور اس کی عبادت پر ثابت قدم رہو کیا تم اس کا کوئی ہمنام وہمسر جانتے ہو؟ (۶۵)

تفسیر الآیات

۲۲) واذ کروفی الکتب موسیٰ۔۔۔الآیہ

جناب موسیٰؑ کا اجمالی تذکرہ

جناب موسیٰ علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ بندے اور نبی مرسل تھے مخلص اگر لام کی زیر کے ساتھ ہو تو اس کا مطلب ہوتا ہے خلوص نیت سے کام کرنے والا بندہ۔ اور اگر مخلص لام کی زبر سے ہو جیسا کہ یہاں ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے اللہ کا خالص کیا ہوا یعنی منتخب بندہ۔ یعنی جناب موسیٰؑ کوئی عام آدمی نہیں تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے۔ یہاں ان کی دوسری صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ نبی ورسول تھے۔

نبی اور رسول میں فرق:

اب اس میں اختلاف ہے کہ آیا نبی ورسول ایک حقیقت کے دونام ہیں اور ان میں صرف اعتباری فرق ہے یا ان میں کوئی بنیادی فرق ہے؟ اور اگر ہے تو وہ کیا ہے؟ بعض پہلے نظریہ کے قائل ہیں کہ یہ ایک ہی حقیقت کے دونام ہیں۔ بس ان کے درمیان اعتباری فرق ہے یعنی اس لحاظ سے کہ وہ اللہ کا پیغام بندوں تک پہنچاتے ہیں رسول ہیں۔ اور اس لحاظ سے کہ خبر دینے والے ہیں (بنابریں کہ نبی، نباء سے مشتق ہے) نبی ہیں یا اس لحاظ سے

کہ وہ بلند مرتبہ ہوتے ہیں (بنابریں کہ نبی نبو سے مشتق ہے)۔اور جو دوسرے نظریہ کے قائل ہیں ان میں پھر اختلاف ہے کہ ان میں بنیادی فرق کیا ہے؟ عام مشہور یہ ہے کہ نبی عام ہے اور رسول خاص یعنی ہر رسول نبی ضرور ہوتا ہے مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر نبی رسول بھی ہو۔یعنی جو صاحب شریعت ہو اسے رسول کہا جاتا ہے اور نبی عام ہیں خواہ صاحب شریعت ہو یا نہ ہو۔(اوائل المقالات وغیرہ)

مگر احادیث اہلبیتؑ سے ان کے درمیان ایک اور فرق نمایاں ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی وہ ہے جو خواب میں فرشتہ کو دیکھتا ہے اور اس کی آواز سنتا ہے مگر بیداری کے عالم میں وحی کے وقت اسے نہیں دیکھتا مگر رسول وہ ہوتا ہے جو خواب میں بھی فرشتہ کو دیکھتا ہے اور اس کی آواز سنتا ہے اور بیداری کے عالم میں بھی وحی کے وقت فرشتہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔(اصول کافی وصافی وغیرہ)

۲۳) ونادینٰہ من جانب...الآیہ

اللہ کے متکلم ہونے کے مفہوم کی وضاحت

کوہ طور ایک مخصوص پہاڑ ہے جس پر خدا نے جناب موسیٰؑ سے بلا واسطہ کلام کیا ہے اور راز و نیاز کی باتیں کرنے کے لئے یہ بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے پہاڑ کی دائیں جانب سے صدا دینے سے جناب موسیٰؑ کی دائیں جانب مراد ہے کہ وہ آواز ان کی دائیں جانب سے آئی تھی۔ورنہ ظاہر ہے کہ پہاڑ کا کوئی دایاں بایاں نہیں ہوتا اور کئی بار اس حقیقت کی وضاحت کی جاچکی ہے کہ خدا کے متکلم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کلام کا موجد ہے وہ کلام پیدا کرتا ہے جس چیز میں چاہے پیدا کردے جس کے لئے کسی زبان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

۲۴) ووھبنا لہ من رحمتنا...الآیہ

خدا نے جناب موسیٰؑ کو دعوت وارشاد کے لئے جب دربار فرعون میں جانے کا حکم دیا تھا تو جناب موسیٰؑ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا تھا۔واجعل لی وزیرا من اھلی ھارون اخی اشدد بہ ازری۔ یااللہ میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا اور اس کے ذریعہ سے میری پشت مضبوط فرما۔(طہ۔۲۹-۳۱) تو خدا نے ان کی درخواست منظور کرتے ہوئے فرمایا تھا۔اوتیت سئولک یا موسیٰ۔اے موسیٰ تمہاری درخواست منظور ہوگئی ہے (طہ۔۳٦) یہاں بھی اسی احسان کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

۲۵) واذکر فی الکتب اسماعیل...الآیہ

ایفائے عہد کی اہمیت

وعدہ کی وفا اس قدر اہم صفت جلیلہ ہے کہ اس کی وجہ سے خدا اپنے نبی مرسل کی مدح وثنا کر رہا ہے۔ ارشاد قدرت ہے کہ **اوفوا بالعهد ان العهد کان مسئولا**۔ وعدہ کی وفا کرو۔ کیونکہ اس کے بارے میں باز پرس کی جائے گی۔

مروی ہے کہ آپ نے ایک بندہ سے ایک خاص مقام پر ملنے کا وعدہ کیا۔ لہٰذا آپ تو وہاں پہنچ گئے مگر وہ شخص اپنا وعدہ بھول گیا۔ تو آپ نے تین دن تک وہاں اس کا انتظار کیا (مجمع البیان) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ پورے ایک سال تک آپ نے اس شخص کا وہاں انتظار کیا تب وہ آیا۔ (ایضاً) اس لئے خداوند عالم اپنے خاص بندوں کی یہ صفت بیان کرتا ہے کہ **یوفون بالعهد** کہ وہ اپنے کئے ہوئے وعدوں کی وفا کرتے ہیں (الدھر)

٢٦) وکان یامر اهله۔۔۔الآیه

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب اسماعیلؑ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کے بھی بڑے پابند تھے۔ اور بموجب حکم الٰہی **وانذر عشیرتك الاقربین** دعوت تبلیغ کا آغاز اپنے گھر والوں سے کرتے تھے اور انہیں نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیتے تھے۔ ارشاد قدرت ہے۔ **یا ایها الذین امنوا قوا انفسکم واهلیکم نارا**۔ اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

یہ اسماعیلؑ کون بزرگ تھے؟

عام طور پر تو یہی مشہور ہے کہ ان جناب اسماعیلؑ سے حضرت خلیل خدا کے مشہور فرزند جناب اسماعیل ہی مراد ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ اور بزرگوار ہیں اور جناب حزقیل کے فرزند ہیں خدا نے ان کو ایک قوم کی طرف مبعوث کیا تھا جنہوں نے ان کے سر اور چہرہ کی کھال کھینچ لی تھی اور ہر چند کہ خدا نے فرمایا کہ آپ جو چاہیں میں وہی سزا قوم کو دیتا ہوں۔ مگر انہوں نے عفو و درگزر سے کام لیا اور خدا کے ثواب پر اکتفا کیا۔ (مجمع البیان) واللہ العالم

٢٧) واذکر فی الکتاب ادریس۔۔۔الآیه

جناب ادریسؑ کا مختصر تذکرہ

مشہور یہ ہے کہ یہ بڑے سچے نبی جناب نوحؑ سے پہلے گزرے ہیں اور یہ جناب نوحؑ کے پردادا تھے

(مجمع البیان) توراۃ میں اخنوخ کے نام سے آپ کا تذکرہ کیا گیا ہے درس وتدریس کی کثرت کی وجہ سے آپ کو ادریس کہا گیا ہے (ایضاً)

عام تاریخی حوالوں سے کے مطابق علم نجوم وہیت، علم حساب، خیاطی اور فن تحریر و کتابت کے آپ موجد ہیں۔(ایضاً)

۲۸) ورفعنٰہ مکاناً علیاً ۔۔۔الآیہ

جناب ادریسؑ کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کا بیان

یہود ونصاریٰ کے عقیدہ کے مطابق تو آپ کو زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا مگر مسلمانوں میں اختلاف ہے کہ یہاں مکاناً علیاً سے کیا مراد ہے؟ کیا آپ کو زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا اور آپ اس وقت زندہ ہیں۔ چنانچہ شب معراج چوتھے آسمان پر پیغمبر اسلامؐ سے ان کی ملاقات بھی ہوئی تھی ۔مشہور یہی ہے مگر اس پر قرآن وسنت سے کوئی تسلی بخش دلائل موجود نہیں اور بعض اخبار سے ایک فرشتے کا آپ کو اپنے پروں پر اٹھا کر آسمان پر لے جانا اور چوتھے اور پانچویں آسمان کے درمیان ان کی روح کا قبض ہونا مذکور ہے۔(نور الثقلین)

یا اس سے مرتبہ اور شان ومقام کی بلندی مراد ہے۔بعض مفسرین سے یہی مفہوم منقول ہے۔واللہ العالم

۲۹) اولئك الذین ۔۔۔الآیہ

یہ عظیم الشان اور جلیل القدر ہستیاں جن کا تذکرہ یہاں کیا گیا ہے اور ان کا نسل آدم سے ذریت ابراہیمؑ وغیرہ سے تعلق ہے یہ سب کے سب اپنی عظمتوں کے باوجود خدا کے سچے عبادت گزار، شب زندہ دار، روزہ دار اور پرہیز گار بندے تھے اور ان کی بندگی اور خدا خوفی کا یہ عالم تھا کہ جب ان کے سامنے آیات الٰہیہ کی تلاوت کی جاتی تھی تو ان کی آنکھیں اشکبار ہوجاتی تھیں اور وہ سجدہ الٰہی میں بے ساختہ گر جاتے تھے ان پر اللہ نے انعام کیا اور کامرانیوں کے لئے چن لئے گئے۔

۳۰) فخلف من بعدھم خلف ۔۔۔الآیہ

خلف کی لام پر اگر زبر ہو تو یہ لفظ نیک اولاد کے معنی میں اور اگر وہ ساکن ہو تو بری اولاد کے معنی میں استعمال ہوتی ہے مطلب یہ کہ ان اللہ کے نیکوکار بندوں کے بعد جانشین کچھ وہ اولادیں ہوئیں جنھوں نے نمازوں کو ضائع و برباد کردیا اور خواہشات نفس کی پیروکار ہوگئیں۔ وہ یاد رکھیں کہ زود یا بدیر انہیں اپنے برے اعمال کے نتیجہ کا سامنا کرنا پڑے گا۔اور اپنے کئے کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا کیونکہ مکافات عمل کا قانون اٹل ہے۔

گندم از گندم بروید جوز جو
از مکافات عمل غافل مشو؟

جب انبیاء ومرسلین کی اولاد کا یہ حال ہے تو باقی لوگوں کی اولاد کا حال کیا ہوگا؟ وہ لوگ جن کے باپ دادا کی زندگیاں اطاعت خدا اور رسول میں گزریں اور جو زندگی بھر اپنے قول وعمل سے دین حق کی نشر واشاعت کرتے رہے۔آج ان کی اولاد یں ننگ اسلاف نظر آتی ہیں اور ان کی بدکرداریاں اور ناہنجاریاں دیکھ کر لوگ اسلام سے بھی متنفر ہو رہے ہیں۔آہ

ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ
ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے

۳۱) الامن تاب وامن۔۔۔الآیہ

توبہ کے برکات

ہاں البتہ جو توبہ کرلیں، ایمان لائیں اور نیک عمل بجالائیں تو ان پر خدا کی رحمتوں اور کامرانیوں کے بند دروازے کھل جائیں گے۔کیونکہ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں ہے۔نیز ان کے لئے جنتوں کے بند دروازے بھی کھول دیئے جائیں گے۔جن کا خدا نے بن دیکھے غائبانہ طور پر وعدہ کر رکھا ہے جن میں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔اور جو چاہیں گے وہ حاضر پائیں گے۔اور انہیں صبح وشام مقررہ کھانا ملا جایا کرتا رہے گا اور سلامتی کی صداؤں کے سوا ان کے کانوں میں کسی بے ہودہ بات کی آواز نہیں آئے گی۔بکرۃ وعشیا کی لفظوں سے مستفاد ہوا کہ صرف صبح وشام کھانا کھانا صحت کے لئے بہت مفید ہے جبکہ ہر وقت چرتے چگتے رہنا اور کچھ نہ کچھ پیٹ میں بھرتے رہنا صحت کے لئے از حد مضر ہے مخفی نہ رہے کہ توبہ کے بارے میں اس قسم کی ایک آیت سورہ انعام میں نمبر ۵۴ پر گزر چکی ہے اور وہیں توبہ اور اس کے شرائط اور آداب پر گفتگو کی جا چکی ہے وہاں رجوع کریں۔

۳۲) وما نتنزل الا بامر ربك۔۔۔الآیہ

اس آیت کی شانِ نزول

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن جبرئیل سے فرمایا۔آپ جس قدر میرے پاس آتے ہیں اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟اس پر جبرائیلؑ نے کہا کہ ہمارا آنا آپ کے پروردگار کے حکم کے تابع ہے جب

وہ حکم دیتا ہے تو آجاتے ہیں اور جب وہ حکم نہیں دیتا تو پھر ہم نہیں آ سکتے (مجمع البیان، خزائن العرفان) اس سے واضح ہے کہ ملائکہ کی باگ ڈور اوران کی بست وکشاد خالق کون ومکان کے قبضہ قدرت میں ہے **وھم بامرہ یعملون**۔ اور وہ اسی کے حکم کے مطابق کام کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ جو بعض غالی لوگ کہا کرتے ہیں کہ فرشتے آئمہ اہلبیتؑ کے حکم کے تابع ہیں اور سب کچھ انہی کے حکم کے مطابق کرتے ہیں یہ نظریہ مخالف قرآن ہونے کی وجہ سے بالکل غلط اور باطل ہے۔

۳۳) فاعبدہ۔۔۔الآیہ

پیغمبر اسلامؐ اوران کے نام لیواؤں کو حکم دیا جارہا ہے کہ عبادت صرف خدا کی کرو۔ اوراس پر ثابت قدم رہو۔ اوراس کی عبادت کے راستہ میں جس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑے انہیں خندہ پیشانی سے برداشت کرو۔ اور صبر کے ہتھیار کے ساتھ ان کا مقابلہ کرو۔ کیونکہ ؎

مشکلے نیست کہ آساں نشود
اما مردے باید کہ ہراساں نشود

آیات القرآن

وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ۝٦٦ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ۝٦٧ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ۝٦٨ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ۝٦٩ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ۝٧٠ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝٧١ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ۝٧٢ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ۝٧٣ وَكَمْ

اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿٧٤﴾ قُلْ مَنْ كَانَ فِي
الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا
الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ
جُنْدًا ﴿٧٥﴾ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ
خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿٧٦﴾ اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا
وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿٧٧﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ
عَهْدًا ﴿٧٨﴾ كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿٧٩﴾
وَّنَرِثُهُ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿٨٠﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً
لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ
عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾

ترجمۃ الآیات

اور (غافل) انسان کہتا ہے کہ جب میں مرجاؤں گا تو کیا پھر زندہ کر کے نکالا جاؤں گا؟ (٦٦)
کیا انسان کو یاد نہیں رہا کہ ہم ہی نے اس کو اس سے پہلے پیدا کیا جبکہ وہ کچھ بھی نہیں تھا (٦٧)
تو قسم ہے تمہارے پروردگار کی کہ ہم ان کو اور شیطانوں کو اکٹھا کریں گے پھر ان سب کو جہنم
کے اردگرد گھٹنوں کے بل حاضر کریں گے (٦٨) پھر ہم ہر گروہ میں سے اس شخص کو جدا کریں
گے جو خدائے رحمن کے مقابلہ میں زیادہ سرکش تھا (٦٩) پھر ہم ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ
کون اس (جہنم) میں داخل ہونے کا زیادہ سزاوار ہے؟ (٧٠) اور تم میں سے کوئی بھی
ایسا نہیں ہے جو جہنم پر وارد نہ ہو (جو وہاں سے نہ گزرے) یہ حتمی طے شدہ فیصلہ ہے جس کا پورا
کرنا تمہارے لئے پروردگار کے ذمہ ہے (٧١) پھر جو پرہیزگار ہوں گے ہم انہیں نجات
دے دیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل چھوڑ دینگے (٧٢) جب ان کے سامنے

ہماری واضح آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کافر لوگ ایمان لانے والوں سے کہتے ہیں کہ (دیکھو ہم) دونوں گروہوں میں سے رہائش گاہ کس کی اچھی ہے اور محفل کس کی زیادہ شاندار ہے (۷۳) حالانکہ ہم ان سے پہلے کتنی ایسی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جو ساز و سامان اور ظاہری شان و شوکت میں ان سے بڑھی ہوئی تھیں (۷۴) آپ کہہ دیجئے! کہ جو کوئی گمراہی میں مبتلا ہو تو خدائے رحمن اسے برابر ڈھیل دیتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب یہ لوگ اسے دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ وعید ہوا ہے خواہ وہ (یہاں کا) عذاب ہو یا قیامت کی گھڑی کا! تب انہیں معلوم ہوگا کہ مکان کے لحاظ سے زیادہ برا کون ہے اور لاؤ لشکر کے اعتبار سے زیادہ کمزور کون ہے؟ (۷۵) اور اللہ ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت میں اور اضافہ کرتا ہے اور جو باقی رہنے والی نیکیاں ہیں وہ تمہارے پروردگار کے نزدیک ثواب اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہیں (۷۶) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے ہماری آیتوں کا انکار کیا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے مال ضرور دیا جائے گا اور اولاد بھی (۷۷) کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا ہے؟ یا اس نے خدائے رحمن سے کوئی عہد و پیمان حاصل کر لیا ہے؟ (۷۸) ہرگز ایسا نہیں ہے جو کچھ یہ کہتا ہے ہم اسے لکھ لیں گے۔ اور اس کے عذاب میں برابر اضافہ کرتے جائیں گے (۷۹) وہ جو کہتا ہے (کہ اس کے پاس مال و اولاد ہے) اس کے وارث ہم ہی ہوں گے۔ اور یہ تو اکیلا ہماری بارگاہ میں حاضر ہوگا (۸۰) اور ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر بہت سے خدا بنا رکھے ہیں تاکہ وہ ان کے لئے عزت و قوت کا باعث ہوں (۸۱) ہرگز ایسا نہیں ہے وہ عنقریب ان کی عبادت کا انکار کریں گے اور ان کے مخالف ہوں گے (۸۲)

تفسیر الآیات

۳۴) ویقول الانسان۔۔۔ الآیہ

یہاں انسان سے کون انسان مراد ہے؟

ظاہر ہے کہ اس سے ہر انسان مراد نہیں ہے بلکہ آخرت کا منکر یعنی کافر یا پھر موجودہ دور کا روشن خیالی کا دعویدار کیمونسٹ مراد ہے اسلام نے جس قدر عقیدہ آخرت اور بعث بعد الموت پر زور دیا ہے اور اصرار کیا ہے

کفار کو اسی قدر اس سے انکار تھا۔ اور پھر اس پر اصرار اور اسے تسلیم کرنے پر ہرگز تیار نہ تھے۔ اور برابر یہی کہتے تھے کہ جب ہم مر جائیں گے اور ہمارے اجزاء بکھر جائیں گے تو پھر دوبارہ ہمیں کس طرح زندہ کیا جائے گا اور قرآن نے ہمیشہ یہ عام فہم جواب دیا ہے کہ جو قادر مطلق تمہیں پہلے نیستی سے نکال کر ہستی میں لایا ہے، اور تمہیں خلعت وجود عطا کی ہے اس کے لئے تمہیں دوبارہ زندہ کرنا کوئی مشکل کام نہیں بلکہ بالکل آسان ہے۔ لہٰذا یہ عقیدہ خلاف عقل نہیں ہے بلکہ اس کا انکار خلاف عقل ہے۔

۳۵) فوربك لنحشرنهم...الآيه

خداوند عالم قسم کھا کر فرما رہا ہے کہ ہم ان منکروں کو اور انہیں گمراہ کرنے والے جنی وانسی شیطانوں کو بھی ان کے ساتھ جکڑ پکڑ کر گھٹنوں کے بل حاضر کریں گے اور پھر سب کو واصل جہنم کیا جائے گا۔

۳۶) ثم لننزعن...الآيه

لفظ شیعہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی کی وضاحت

ا۔ لغت عرب میں لفظ شیعہ کے معنی جماعت اور گروہ کے ہیں جو کسی اچھے یا برے معاملہ پر باہم متفق ہوں اور ۲۔ اصطلاح میں اس خاص مسلک کے لوگوں پر اس لفظ کا اطلاق کیا جاتا ہے جو پیغمبر اسلامؐ کے بعد آپ کا مخصوص خلیفہ اور امام حضرت علیؑ اور ان کی اولاد امجاد میں سے گیارہ حضرات کو جانتے اور مانتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں یہ لفظ اپنے لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی جب یہ کافر لوگ اپنے شیطانوں سمیت جہنم کے اردگرد گھٹنوں کے بل حاضر کر دیئے جائیں گے تو پھر ان کی چھانٹی کی جائے گی اور سب سے پہلے جہنم میں ڈالنے کے لئے سب سے بڑے سرکش یعنی اس گروہ کے سرغنہ اور لیڈر کو چھانٹا جائے گا اور اس کے بعد اس کو جو اس سے کم اور دوسروں سے زیادہ سرکش ہوگا۔ وعلیٰ ھذا القیاس اور پھر اس جرم و گناہ کے مطابق اسے سزا دی جائے گی یعنی بڑے گناہ گار کو سزا بھی بڑی دی جائے گی اور چھوٹے گناہ والے کو چھوٹی سزا دی جائے گی۔ وھکذا

۳۷) وان منكم الا واردها...الآيه

ان منکم کے مخاطب کون ہیں اور ورود کا مفہوم کیا ہے؟

مفسرین میں اختلاف ہے کہ "منکم" کے مخاطب کون ہیں؟ مشہور یہ ہے کہ یہ خطاب اور اس جمع مذکر حاضر کا مرجع تمام مسلم و کافر اور موحد و مشرک اور سب نیک و بد انسان ہیں۔ اس تفسیر کی بناء پر ورود کے معنی دخول

کے نہیں ہوں گے (کہ تم سب جہنم میں داخل ہوگے) بلکہ اس کے معنی عبور و مرور اور مشاہدہ کے ہوں گے کہ تم سب لوگ جہنم کے پاس سے گزرو گے اور بچشم خود اس کا مشاہدہ کرو گے۔ پس جو صاحب ایمان اور نیکوکار ہوں گے وہ اس سے بچا لئے جائیں گے اور جو کافر و بدکار ہوں گے وہ اس میں گرا دیئے جائیں گے اور پل صراط سے گزرنے کا مطلب یہی ہے کہ جو جہنم کے اوپر بچھائی جائے گی جس سے سب لوگ گزارے جائیں گے کچھ لوگ اس کے اوپر سے برق لامع کی طرح برق رفتاری سے گزر جائیں گے اور بعض تیز رو گھوڑے کی مانند وغیرہ وغیرہ ارشاد قدرت ہے کہ ان الذین سبقت لهم من الحسنى اولئك عنها مبعدون (الانبیاء۔۱۰۱) اور جن لوگوں کے واسطے ہماری طرف سے بھلائی مقرر ہو چکی ہے وہ اس (جہنم) سے دور رکھے جائیں گے۔ لہٰذا وہ اس میں داخل ہی نہیں ہوں گے اور جن نا قابل اعتماد روایات میں وارد ہے کہ ورود کے معنی دخول کے ہیں کہ سب مومن و کافر اور نیک و بد ایک بار جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔

ان میں بھی صراحت موجود ہے کہ جہنم اہل ایمان کو کوئی ضرر و زیاں نہیں پہنچائے گی۔ بلکہ ان کے لئے بوداً و سلاما (ٹھنڈی) ہو جائے گی۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے مخاطب اور مرجع صرف کفار اور منکرین حق ہیں جن کا ذکر پہلے چلا آ رہا ہے اور بیان کیا جا چکا ہے کہ الذین هم اولیٰ بها صلیاً (کہ ہم بہتر جانتے ہیں کہ جہنم میں داخل ہونے کا کون زیادہ سزاوار ہے) بنا بریں ورود کے معنی دخول کے ہیں کہ اللہ کا یہ قانون حتمی ہے کہ ایسے لوگ جہنم میں داخل ہوں گے اور یہ قانون قدرت کبھی ٹلنے والا نہیں ہے۔

۳۸) واذا تتلی علیهم ایاتنا ۔۔۔الآیہ

چونکہ سورہ مریم جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ وہ آنحضرتؐ کے مکی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہے جبکہ مسلمان بالکل بے سروسامانی اور عسرت و تنگدستی کی حالت میں تھے اور کفار و مشرکین مرفہ الحال اور فارغ البال آنحضرتؐ اہل ایمان کی مجلس میں بیٹھتے تو وہ مسکینوں اور بے نواؤں کی مجلس ہوتی۔ اور کفار جہاں بیٹھتے تو وہ امراء و اعیان کی محفل ہوتی۔ لہٰذا جب وہ جنت کی بشارتیں اور اس کی نعمتوں کا ذکر سنتے تو تمسخر اڑاتے ہوئے مسلمانوں سے کہتے کہ تم ہی بتاؤ کہ ہم میں اور تم میں سے رہائش گاہ کس کی اچھی ہے اور محفل کس کی زیادہ شاندار اور بارونق ہے؟ تو اگر ہم باطل پر ہوتے تو اس طرح مرفہ الحال کیوں ہوتے اور اگر تم حق پر ہوتے تو اس طرح خستہ حال کیوں ہوتے؟ یہ ہے کافرانہ سوچ اور یہ ہے ان کی سوچ کا انداز جو مادہ و مادیات کے محور کے اردگرد گھومتی ہے اور ایمان و روحانیت کی کوئی چیز ان کے ہاں موجود نہیں ہے۔

۳۹) و کم اهلکنا قبلهم ۔۔۔الآیة

مذکورہ بالا پست سوچنے والے لوگوں کو جو دنیا کے مال ومنال اور اس کے جاہ وجلال کو ہی صداقت و محبوبیت کی علامت قرار دیتے تھے یہ جواب دیا جارہا ہے کہ اگر تمہارا یہ خیال درست ہے کہ جس کے پاس دنیا کی ریل پیل ہو اس پر خدا زیادہ راضی ہوتا ہے تو پھر خدا نے ان قوموں کو ہلاک و برباد کیوں کیا جو ساز وسامان اور نام نمود میں تم سے کہیں بہتر تھیں؟

پھر وضاحت کی ہے کہ جس چیز کو تم خدا کی خوشنودی کی علامت قرار دے رہے ہو یہ تو اس کا قانون امہال ہے کہ وہ گمراہوں اور بدکاروں کو ڈھیل پر ڈھیل دیتا ہے تاکہ شاید وہ توبہ وانابہ کرلیں اور گمراہی چھوڑ کر راہ راست پر آجائیں۔ اور جب یہ مدت ختم ہوجاتی ہے تو پھر یا دنیا میں عذاب نازل ہوجاتا ہے یا پھر قیامت کی گھڑی آجاتی ہے۔

٤٠) والباقيات الصالحات ... الآيه

باقیات صالحات کی مکمل وضاحت سورہ کہف کی آیت المال والبنون زينة الحيوٰة الدنيا و الباقيات الصالحات خير عند ربك ثواباً و خيراً املا (کہف۔٤٦) کی تفسیر میں کردی گئی ہے۔ وہاں رجوع کیا جائے۔

٤١) افرأيت الذى كفر باياتنا ... الآيه

اس آیت کا شان نزول

فریقین کی کتب حدیث میں یہ روایت ملتی ہے کہ ایک مسلمان نے عاص بن وائل (عمرو بن العاص کے والد) سے کچھ قرضہ لینا تھا۔ اور وہ اس کی ادائیگی میں پس وپیش کرتا تھا۔ جب اس نے بعث بعد الموت کا ذکر سنا تو مسلمان سے طنزاً کہا کہ تم اس موقع پر مجھ سے قرضہ کی رقم لے لینا۔ (تفسیر کاشف و بخاری و مسلم)

یہ کافروں کا عمومی انداز فکر تھا کہ جس طرح ہم یہاں خوش حال ہیں اسی طرح آئندہ بھی ہم پر ان نعمتوں کی بارش ہوتی رہے گی۔ چنانچہ ہم سورہ کہف کی آیت ٣٦ میں پڑھ آئے ہیں ولئن رددت الى ربى لا جدن خيراً منها منقلباً۔ اور اگر بالفرض میں اپنے پروردگار کے ہاں لوٹایا گیا تو یقینا میں وہاں اس سے بھی بہتر جگہ پاؤں گا۔ ع

دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

٤٢) اطلع الغيب ... الآيه

مذکورہ بالا کا فرانہ انداز فکر کی رد کی جارہی ہے کہ کیا اس مغرور اور سرکش انسان نے غیب کی باتیں دیکھ لی ہیں؟ یا خدا سے کوئی عہد و پیمان حاصل کر لیا ہے؟ اور جب کچھ بھی ایسا نہیں ہے تو گھمنڈ کس بات پر ہے؟ اور غرور کس چیز پر؟ ہم اس کے جرائم کی فہرست میں یہ جملہ بھی لکھ دیں گے اور اسے اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا اور یہ جس جائیداد و اولاد کا ذکر کر رہا ہے اس کے وارث تو ہم ہیں وہ سب کچھ تو ہمارے پاس رہ جائے گا اور وہ اکیلا ہمارے پاس آئے گا جیسا کہ دنیا میں اکیلا گیا تھا۔

۴۳) واتخذوا من دون اللہ ۔۔۔ الآیہ

ان بدبختوں نے اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو اس لئے خدا مانا تھا کہ وہ ان کے لئے باعث عزت وتقویت ہوں گے کہ دنیا میں ان کی حاجت برآری کریں گے اور آخرت میں شفاعت وسفارش کریں گے۔ مگر وہ تو ان کی خواہش کے خلاف اس کی عبادت کا انکار کریں گے کہ ہم نے تو کبھی نہیں کہا تھا کہ ہماری عبادت کرو اور وہ ان کی مدد کرنے کی بجائے الٹا ان کے مخالف ہو جائیں گے۔ اور ع

جن پر تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے ۔ کا سماں ہوگا

آیات القرآن

اَلَمۡ تَرَ اَنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا الشَّيٰطِيۡنَ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ تَؤُزُّهُمۡ اَزًّا ۟ۙ‏ ﴿۸۳﴾ فَلَا تَعۡجَلۡ عَلَيۡهِمۡ‌ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمۡ عَدًّا ۚ ﴿۸۴﴾ يَوۡمَ نَحۡشُرُ الۡمُتَّقِيۡنَ اِلَى الرَّحۡمٰنِ وَفۡدًا ۙ ﴿۸۵﴾ وَّنَسُوۡقُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرۡدًا ۘ ﴿۸۶﴾ لَا يَمۡلِكُوۡنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَهۡدًا ۘ ﴿۸۷﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحۡمٰنُ وَلَدًا ؕ ﴿۸۸﴾ لَقَدۡ جِئۡتُمۡ شَيۡـًٔـا اِدًّا ۙ ﴿۸۹﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرۡنَ مِنۡهُ وَتَنۡشَقُّ الۡاَرۡضُ وَتَخِرُّ الۡجِبَالُ هَدًّا ۙ ﴿۹۰﴾ اَنۡ دَعَوۡا لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدًا ۚ ﴿۹۱﴾ وَمَا يَنۡۢبَغِىۡ لِلرَّحۡمٰنِ اَنۡ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ؕ ﴿۹۲﴾ اِنۡ كُلُّ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اِلَّاۤ اٰتِى الرَّحۡمٰنِ عَبۡدًا ؕ ﴿۹۳﴾ لَقَدۡ اَحۡصٰٮهُمۡ وَعَدَّهُمۡ عَدًّا ؕ ﴿۹۴﴾ وَكُلُّهُمۡ

اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿٩٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿٩٧﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾

ترجمۃ الآیات

اے (رسولؐ) کیا آپ نے دیکھا کہ ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے جو انہیں برابر اکساتے رہتے ہیں (۸۳) آپ ان کے بارے میں جلدی نہ کیجئے ہم تو اچھی طرح ان کے دن گن رہے ہیں (۸۴) جس دن ہم پرہیزگاروں کو اپنے حضور مہمانوں کی طرح لائیں گے (۸۵) اور مجرموں کو پیاسے جانوروں کی طرح جہنم کی طرف ہانک کر لیجائیں گے (۸۶) انہیں شفاعت کا کوئی اختیار نہ ہوگا سوائے اس کے جس نے اللہ سے عہد لے لیا ہوگا (۸۷) اور وہ (نصاری) کہتے ہیں کہ خدا نے اپنا ایک بیٹا بنا رکھا ہے (۸۸) تم نے یہ ایسی سخت بری بات کہی ہے (۸۹) کہ قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں (۹۰) کیونکہ وہ کہہ رہے ہیں کہ خدائے رحمن کا بیٹا ہے (۹۱) اور یہ بات رحمن کے شایان شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے (۹۲) آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ خدائے رحمن کی بارگاہ میں بندہ بن کر حاضر ہونے والے ہیں (۹۳) اس (اللہ) نے ان سب کا احاطہ کر رکھا ہے اور انہیں اچھی طرح شمار کر رکھا ہے (۹۴) اور قیامت کے دن ان میں سے ہر ایک تنہا تنہا اس کی بارگاہ میں حاضر ہوگا (۹۵) بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بجا لائے۔ان کے لئے عنقریب خدائے رحمن (لوگوں کے دلوں میں) محبت قرار دے گا (۹۶) اے (رسولؐ) ہم نے اس (قرآن) کو آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے تاکہ آپ پرہیزگاروں کو خوشخبری سنائیں اور جھگڑالو قوم کو ڈرائیں (۹۷) اور ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قومیں ہلاک کی ہیں کیا آپ ان میں سے کسی کو بھی محسوس کرتے ہیں یا ان کی کوئی بھنک بھی سنتے ہیں (۹۸)

تفسیر الآیات

۴۴)الم تر ...الآیه

کافروں پر شیطانوں کے چھوڑنے کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

ارسال کے معنی جس طرح بھیجنے کے ہیں اسی طرح چھوڑنے کے بھی ہیں۔کہا جاتا ارسل فلان الکلب علی الصید فلاں نے شکار پر کتا چھوڑا۔ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں کہ ہم نے کافروں پر شیطانوں کو چھوڑ دیا ہے کہ وہ انہیں حق کے خلاف اکسا رہے ہیں۔اس کا ایک مطلب تو یہ ہوا کہ ہم نے شیطانوں کے کافروں کی طرف جانے اوران کوحق کے خلاف اکسانے میں کوئی رکاوٹ پیدانہیں بلکہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا ہےاوردوسرا مطلب یہ ہے کہ کافروں سے یہ سلوک کافروں کی اپنی غلط روش اوررفتار کا قدرتی نتیجہ ہے ارشادقدرت ہے ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض له شیطانا فهو له قرین (زخرف۔۳۶) جو(مورکھ) خدا کی یاد سے آنکھ بند کرلیتے ہیں ہم ان پر کوئی شیطان مسلط کردیتے ہیں پس وہی ان کا ساتھی بن جاتا ہے۔ یہ قانون قدرت ہے کہ جوایسا کرتا ہےتواس کے ساتھ ایسا ہوتا ہےلہٰذا یہ لوگ اپنی کافرانہ حرکتوں سے باز نہیں آئیں گے اور نہ شیطان ان کو باز آنے دیں گے کیونکہ وہ ہر وقت انہیں اکسارے ہیں۔

۴۵)فلا تعجل علیهم...الآیه

کفار کے معاملہ میں جلدی نہ کرنے کا مفہوم

پیغمبراسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوتسلی دی جارہی ہے کہ آپ کفار کی سزا کے معاملہ میں جلدی نہ کریں کیونکہ عذاب کے نازل کرنے میں جو دیر ہورہی ہے وہ ہمارے قانون،مکافات عمل اورقانون امہال کا حصہ ہے۔ یہ دیراس لئے ہورہی ہے کہ ان لوگوں کے دن گنے جارہے ہیں جوابھی پورے نہیں ہوئے۔لہٰذا جب ان کے دن پورے ہوجائیں گے۔تونتیجہ تو سامنے آئے گا چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا۔ہنوز سورہ مریم کے نزول کو پورے دس سال بھی نہیں گزرے تھے کہ جنگ بدر میں وہ فیصلہ ہوگیا جس کے دن گنے جارہے تھے الغرض اگر لمبی زندگی اچھی ہےتوصرف نیکوکار اہل ایمان کے لئے ورنہ کافروں اور بدکاروں کے لئےتو یہ وبال جان ہے۔ ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لهم خیر لانفسهم انما نملی لهم لیزدادوا اثما ولهم عذاب مهین۔(آل عمران:۱۷۸)

۴۶)یوم نحشر المتقین۔۔۔الآیه

وفد وافد کی جمع ہے جس کے معنی وارد ہونے والے مہمان کے ہیں اور ورد وارد کی جمع ہے جس کے معنی پیاسے جانور کے ہیں۔اس طرح آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ متقیوں اور پرہیزگاروں کو اس طرح خدائے رحمن کی بارگاہ میں حاضر کیا جائے گا جس طرح معزز مہمان کو لایا جاتا ہے اور مجرموں کو اس طرح جہنم کی طرف ہانک کر لایا جائے گا جس طرح پیاسے جانوروں کو گھاٹ پر لایا جاتا ہے اس انداز بیان سے متقین کی جو تعظیم اور مجرمین کی جو توہین ظاہر ہوتی ہے اور جو اس میں بلاغت پائی جاتی ہے وہ ارباب ذوق کے لئے کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے۔

۴۷)لا یملکون الشفاعة۔۔۔الآیه

کچھ شفاعت کے بارے میں

قبل ازیں شفاعت کے موضوع پر مفصل تبصرہ کیا جا چکا ہے کہ شفاعت کا صحیح اسلامی مفہوم کیا ہے؟ اسلامی عقیدہ شفاعت اور عیسائیوں کے عقیدہ کفارہ میں کیا فرق ہے؟ شفاعت کون کریں گے؟ کن کی شفاعت کی جائے گی؟ اور کن باتوں میں شفاعت ہوگی؟ ان سب باتوں کی کما حقہ وضاحت کی جا چکی ہے یہاں صرف دو باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ شفاعت کون کریں گے اور کن کی شفاعت کی جائے گی؟ یعنی شفاعت وہ ہستیاں کریں گی جن کو خدا کی طرف سے عہد یعنی پروانہ ملا ہوگا اور اسی کی شفاعت ہوگی جس نے ایمان لا کر خدا اور رسول سے ربط وضبط رکھ کر خدا سے استحقاق کا پروانہ حاصل کیا ہوگا۔مزید تفصیلات کے لئے (ج ا) مذکورہ بالا مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

۴۸)وقالوا اتخذ الرحمن۔۔۔الآیه

خدا کی اولاد کی نفی کا بیان

ولد کے معنی اولاد کے ہیں یہ لفظ واحد جمع اور مذکر ومونث سب میں استعمال ہوتا ہے۔ یہود ہوں یا نصاریٰ یا بعض قبائل عرب وہ کسی نہ کسی طرح خدا کی اولاد کے قائل تھے۔اور خدا نے قرآن میں متعدد مقامات پر بڑے شد ومد سے اس کی نفی کی ہے جیسے سورہ بقرہ کی آیت ۱۱۶ وقالوا اتخذ الله ولداً سبحانه۔۔۔الآیة۔ سورہ نساء کی آیت ۱۷۱ سبحانه ان یکون له ولد۔۔۔الآیه اور سورہ انعام آیت ۱۰۱ انی یکون له ولد

ولم تکن له صاحبة۔۔۔الآیہ وغیرہ وغیرہ۔مگر جس قدر شدت اور سخت لب ولہجہ کے ساتھ یہاں اس کی نفی کی گئی ہے اس کی نظیر پورے قرآن میں نظر نہیں آتی۔قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں، زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر زمین پر گر پڑیں۔کیوں؟ اس لئے کہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا کی اولاد ہے۔حالانکہ یہ بات اس کے شایان شان نہیں ہے اور جو کوئی آسمان و زمین میں ہے وہ سب بندہ بن کر اس کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے، یعنی اولاد بن کر نہیں۔

اس پر زور نفی کی وجہ:

اس امر کے بہت سارے وجوہ واسباب ہیں بعض یہ ہیں۔

۱۔ ہر ولد اپنے والد کی شبیہ ہوتا ہے جبکہ خدا کی کوئی شبیہ نہیں ہے۔

۲۔ والد اولاد کا محتاج ہوتا ہے جبکہ خدا کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔

۳۔ اولاد والد کا جز ہوتی ہے جبکہ اللہ وہ واحد ہے جس کا کوئی جز نہیں ہے۔

۴۔ کائنات کی ہر شئے مملوک خدا ہے اور جو مملوک ہوتا ہے وہ اولاد نہیں ہوتا اور جو مالک ہوتا ہے وہ والد نہیں ہوتا ہے

۵۔ اولاد باپ کی شریک ہوتی ہے اور خدا کا کوئی شریک نہیں ہے۔وغیرہ وغیرہ

۴۹) ان الذین آمنوا۔۔۔الآیہ

یہ آیت اہلبیتؑ بالخصوص حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے

جو لوگ کامل طور پر ایمان لائے اور تمام نیک عمل بھی بجا لائے۔اللہ اپنی قدرت کاملہ سے لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈالے گا۔ظاہر ہے کہ ان دو صفتوں کے حامل اور فرد کامل حضرت علیؑ اور اولاد علیؑ ہیں۔اسی امت مسلمہ کے بارے میں جناب خلیل نے بھی دعا کی تھی فا جعل افئدة الناس تهوی الیهم (ابراہیم۔۷۔۳) انسانوں کے دلوں کو اس طرح قرار دے کہ ان کی طرف مائل ہوں۔

ربیع بن انسؓ سے منقول ہے کہ کہا اذا احب الله عبداً طرح محبته فی قلوب اهل السماء و فی قلوب اهل الارض۔(تفسیر بتیان) جب اللہ اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کی محبت اہل آسمان اور اہل زمین کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔

جناب محمد بن احمد کلبی، صاحب تسہیل، رقمطراز ہیں۔ قبل ان هذه الایه نزلت فی علی بن

ابیطالب علیہ السلام کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

اور شیخ مراغی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں ۔ اخرج ابن مردویه والدیلمی عن البراء ان رسول الله قال لعلی قل اللھم اجعل لی عندك عهداً و اجعل لی فی صدور المومنین وداً فنزلت الایه ۔ ابن مردویہ اور دیلمی براء سے روایت کرتے ہیں کہ ان کا بیان ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا علی! یوں دعا کرو اے اللہ اپنی بارگاہ میں میرے لئے عہد قرار دے اور مومنوں کے دلوں میں میری محبت ڈال پس اس وقت یہ آیت نازل ہوئی (بحوالی تفسیر کاشف) ابن عباسؓ کا قول ہے کہ مامن مومن الا و فی قلبه محبة لعلی کوئی بھی مومن ایسا نہیں جس کے دل میں محبت علیؑ نہ ہو (مجمع البیان) بہر حال یہی وہ ذوات مقدسہ ہیں جن کی محبت کو خداوند عالم نے بطور اجر ورسالت تمام امت مسلمہ پر واجب و لازم قرار دیا ہے۔ قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ،

۵۰) فانما یسرنه بلسانك ۔۔۔الآیه

اسی قسم کی ایک آیت سورہ یوسف میں گزر چکی ہے اور وہیں ہم نے واضح کیا ہے کہ بیشک قرآن آسان ہے مگر جب بیان کرنے والی زبان پیغمبرؐ اسلام کی ہو لیکن اگر ان کے بیان وکلام سے ہٹ کر قرآن پڑھا جائے تو پھر اس کو سمجھنا آسان نہیں ہے لہٰذا جو لوگ یہ ڈھنڈورا پیٹا کرتے ہیں کہ قرآن بالکل آسان ہے اور وہ کسی تفسیر کا محتاج نہیں ہے انہیں اس آیت کی روشنی میں اپنے اس دعویٰ پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔

۵۱) و کم اهلکنا قبلهم ۔۔۔الآیه

اس قسم کی ایک آیت اس سورہ کی آیت ۷۴ میں و کم اهلکنا قبلهم من قرن ۔۔۔الآیه اور اس سے پہلے سورہ اسراء آیت ۱۷ و کم اهلکنا من القرون من بعد نوح ۔۔۔الایه میں گزر چکی ہے وہیں اس کی تفسیر گزر چکی ہے۔ الغرض اس پیرایہ میں پیغمبر اسلامؐ کو تسلی دی جارہی ہے کہ آپ اپنا فریضہ انذار و تبشیر اور تبلیغ جاری رکھیں اور اس کی پروا نہ کریں کہ کون سن کر مان رہا ہے اور کون انکار کر رہا ہے کیونکہ

بر رسولاں بلاغ باشد وبس

اور اس میں آپ کے مخالفین کو تہدید بھی کی جارہی ہے کہ تم لوگ اپنے ظاہری جاہ وجلال اور مال ومنال اور ہمارے امہال پر نہ اتراؤ اور ہو سکے تو تاریخ میں ذکر گذشتگان پڑھو اور دیکھو

مٹے ناموں کے نشان کیسے کیسے ؟

کتنی قومیں اپنے کفر وشرک اور مختلف گناہوں کی پاداش میں ہمارے عذاب کی گرفت میں آ کر صفحہ ہستی

سے اس طرح نیست ونابود ہوچکی ہیں کہ آج ان کا کوئی نام ونشان موجود نہیں ہے۔مطلب یہ کہ اگر تم نے اپنی روش نہ بدلی تو تمہارا انجام بھی ان قوموں سے مختلف نہ ہوگا کہ

تمہاری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

سورہ مریم کی تفسیر آج بتاریخ 21 جولائی 2002 بوقت گیارہ بجے شب بخیر وخوبی اپنے اختتام کو پہنچی والحمدللہ۔وانا الاحقر محمد حسین النجفی ،بقلمہ سرگودھا

سورہ طٰہٰ کا مختصر تعارف

وجہ تسمیہ:

جس کلمہ سے اس سورہ مبارکہ کا آغاز ہوا ہے وہی اس کا نام یعنی طہٰ ہو گیا ہے۔

اس سورہ کا زمانہ نزول:

تاریخی شواہد سے مستفاد ہوتا ہے کہ اس سورہ کا زمانہ نزول سورہ مریم کے نزول کے بعد ہے یعنی ہجرت حبشہ کے دوراں یا اس کے بعد یہ سورہ مبارکہ نازل ہوئی ہے یہ سورۃ طہٰ مکی ہے اس کی ۱۳۵ آیات اور آٹھ رکوع ہیں۔

اس سورۃ کے موضوعات ومضامین کی اجمالی فہرست

۱۔ سب سے پہلے تو قرآن کے منزل من اللہ ہونے کا تذکرہ کیا گیا ہے اور یہ کہ وہ ڈرنے والوں کے لئے نصیحت ہے۔

۲۔ جناب موسیٰؑ کی ولادت سے لے کر ان کے مبعوث برسالت ہونے اور اس کے بعد دربار فرعون کے جانے کے تفصیلی واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

۳۔ اگرچہ جناب موسیٰ کے واقعات دوسری کئی سورتوں میں بھی بیان کئے گئے ہیں مگر جو تفصیلات اور مفید اضافہ جات یہاں پائے جاتے ہیں وہ دوسرے مقامات پر نہیں ملتے۔

۴۔ پیغمبرؐ اسلام اور جناب موسیٰؑ بن عمران کے حالات میں بڑی مماثلت پائی جاتی ہے جس طرح یہاں پیغمبرؐ اسلام کسی لاؤلشکر کے بغیر صرف بھائی علی کے ہمراہ کفار قریش سے نبرد آزما ہیں بالکل اسی طرح جناب موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی ہارون کو ہمراہ لے کر فرعون جیسے جبار وسرکش حکمران سے ٹکرا جاتے ہیں وہاں قادر مطلق ان کو کامیاب کرتا ہے اور یہاں بھی وہی قادر اور توانا خدا پیغمبر اسلام کی تائید غیبی کرتا ہے اور انہیں اپنے مقصد میں کامران فرماتا ہے۔

۵۔ جو ہتھکنڈے فرعونیوں نے جناب موسیٰؑ کے خلاف استعمال کئے تھے وہی کفار قریش پیغمبر اسلامؐ کے خلاف استعمال کرتے ہیں لیکن جس طرح سب مکروفریب کے باوجود ناکامی فرعون کا مقدر تھی یہاں بھی نامرادی مشرکین کی مقدر قرار پائی۔

۶۔ جناب موسیٰؑ کی ولادت کے بعد ان کی والدہ کا انہیں تابوت میں رکھ کر دریا میں ڈالنے کا تذکرہ۔

۷۔ جناب موسیٰؑ کا بارگاہ خدا میں اپنے بھائی ہارون کی وزارت کے لئے دعا کرنے اور اسکا قبول ہونے کا تذکرہ۔

۸۔ سامری کی گئو سالہ سازی اور اس کا انجام؟ اور بنی اسرائیل کی کم عقلی اور کوتاہ اندیشی کا تذکرہ۔

۹۔ آدمؑ و ابلیس کی کشمکش کا تذکرہ۔

۱۰۔ شجرہ ممنوعہ کے پاس جانے کی نہی تنزیہی تھی تحریمی نہیں تھی۔

۱۱۔ اوقات نماز کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۱۲۔ حضرت رسول خداؐ اور مسلمانوں کو صبر و ثبات کی وصیت کے ساتھ ساتھ یہ حقیقت بھی بیان کی گئی کہ خدا منکروں، مجرموں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ پہلے انہیں ڈھیل دیتا ہے اور جب مہلت کے دن پورے ہو جائیں تو پھر اس طرح پکڑتا ہے کہ کوئی چھڑا نہیں سکتا وغیرہ وغیرہ۔

اس سورہ کے پڑھنے کے فضائل

(۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا سورہ طہ کی تلاوت کو ترک نہ کرو کیونکہ خدا اس سورہ کی ہمیشہ تلاوت کرنے والے کو دوست رکھتا ہے اور بروز قیامت اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دے گا۔ اور اسے اس قدر ثواب عطا فرمائے گا کہ وہ راضی ہو جائے گا۔ (ثواب الاعمال)

(۲) اور جو شخص اس سورہ کو لکھ کر اور سبز رنگ کے ریشم میں باندھ کر اپنے پاس رکھے تو اس سے چند فوائد حاصل ہوں گے۔

(الف) جہاں شادی کرنا چاہتا ہے وہاں ہو جائے گی اور اس کی خواہش رد نہیں کی جائے گی۔

(ب) اگر دو گروہ باہم برسر پیکار ہوں۔ اگر یہ درمیان میں چلا جائے گا تو وہ الگ الگ ہو جائیں گے

(ج) اگر کسی جابر حاکم کے پاس جائے تو اس کے شر سے محفوظ رہے گا۔ اور اس کی حاجت برآری ہوگی۔

(د) اگر کسی قوم کی اصلاح احوال کے لئے جائے گا تو کامیاب ہوگا۔

(۳) اگر کوئی شخص اس سورہ کی آیت ۱۳۱ تا ۱۳۲ یعنی لا تمدن عینیك سے للتقویٰ تک زعفران سے لکھے اور اپنے دائیں بازو پر باندھ کر خواستگاری کے لئے جائے تو باذن اللہ کامیابی ہوگی۔ (تفسیر البرہان)

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ طٰهٰ ۚ﴿١﴾ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى ۙ﴿٢﴾
اِلَّا تَذۡكِرَةً لِّمَنۡ يَّخۡشٰى ۙ﴿٣﴾ تَنۡزِيۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَالسَّمٰوٰتِ
الۡعُلٰى ؕ﴿٤﴾ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى ﴿٥﴾ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى
الۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا وَمَا تَحۡتَ الثَّرٰى ﴿٦﴾ وَاِنۡ تَجۡهَرۡ بِالۡقَوۡلِ فَاِنَّهٗ
يَعۡلَمُ السِّرَّ وَاَخۡفٰى ﴿٧﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰى ﴿٨﴾ وَهَلۡ
اَتٰٮكَ حَدِيۡثُ مُوۡسٰى ۘ﴿٩﴾ اِذۡ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهۡلِهِ امۡكُثُوۡۤا اِنِّىۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا
لَّعَلِّىۡۤ اٰتِيۡكُمۡ مِّنۡهَا بِقَبَسٍ اَوۡ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿١٠﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰٮهَا
نُوۡدِىَ يٰمُوۡسٰى ؕ﴿١١﴾ اِنِّىۡۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخۡلَعۡ نَعۡلَيۡكَ ۚ اِنَّكَ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ
طُوًى ؕ﴿١٢﴾ وَاَنَا اخۡتَرۡتُكَ فَاسۡتَمِعۡ لِمَا يُوۡحٰى ﴿١٣﴾ اِنَّنِىۡۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا
فَاعۡبُدۡنِىۡ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكۡرِىۡ ﴿١٤﴾ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخۡفِيۡهَا
لِتُجۡزٰى كُلُّ نَفۡسٍۢ بِمَا تَسۡعٰى ﴿١٥﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنۡهَا مَنۡ لَّا يُؤۡمِنُ بِهَا
وَاتَّبَعَ هَوٰٮهُ فَتَرۡدٰى ﴿١٦﴾ وَمَا تِلۡكَ بِيَمِيۡنِكَ يٰمُوۡسٰى ﴿١٧﴾ قَالَ هِىَ عَصَاىَ ۚ
اَتَوَكَّؤُا عَلَيۡهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِىۡ وَلِىَ فِيۡهَا مَاٰرِبُ اُخۡرٰى ﴿١٨﴾ قَالَ
اَلۡقِهَا يٰمُوۡسٰى ﴿١٩﴾ فَاَلۡقٰٮهَا فَاِذَا هِىَ حَيَّةٌ تَسۡعٰى ﴿٢٠﴾ قَالَ خُذۡهَا وَلَا
تَخَفۡ ٚ سَنُعِيۡدُهَا سِيۡرَتَهَا الۡاُوۡلٰى ﴿٢١﴾ وَاضۡمُمۡ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ
تَخۡرُجۡ بَيۡضَآءَ مِنۡ غَيۡرِ سُوۡٓءٍ اٰيَةً اُخۡرٰى ۙ﴿٢٢﴾ لِنُرِيَكَ مِنۡ اٰيٰتِنَا
الۡكُبۡرٰى ۚ﴿٢٣﴾ اِذۡهَبۡ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٢٤﴾

ترجمۃ الآیات

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ طا۔ ھا (۱) ہم نے اس لئے آپ پر قرآن نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں (۲) بلکہ (اس لئے نازل کیا ہے کہ) جو (خدا سے) ڈرنے والا ہے اس کی یاددہانی ہو (۳) (یہ) اس ہستی کی طرف سے نازل ہوا ہے جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا ہے (۴) وہ خدائے رحمن ہے جس کا عرش پر اقتدار قائم ہے (۵) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور جو کچھ زمین کے نیچے ہے سب اسی کا ہے (۶) اگر تم پکار کر بات کرو (تو تمہاری مرضی) وہ تو راز کو بلکہ اس سے بھی زیادہ مخفی بات کو جانتا ہے (۷) وہ الٰہ ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے ۔سب اچھے اچھے نام اسی کے لئے ہیں (۸) کیا آپ تک موسیٰؑ کا واقعہ پہنچا ہے (۹) جب انہوں نے آگ دیکھی تو انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم (یہیں) ٹھہرو۔ میں نے آگ دیکھی ہے شاید تمہارے لئے ایک آدھ انگارا لے آؤں یا آگ کے پاس راستہ کا کوئی پتا پاؤں؟ (۱۰) تو جب اس کے پاس گئے تو انہیں آواز دی گئی کہ اے موسیٰ (۱۱) میں ہی تمہارا پروردگار ہوں! پس اپنی جوتیاں اتار دو (کیونکہ) تم طویٰ نامی ایک مقدس وادی میں ہو (۱۲) اور میں نے تمہیں (پیغمبری کیلئے) منتخب کیا ہے۔ پس (تمہیں) جو کچھ وحی کی جاتی ہے اسے غور سے سنو (۱۳) بے شک میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ پس میری عبادت کرو اور میری یاد کے لئے نماز قائم کرو (۱۴) یقیناً قیامت آنے والی ہے میں اسے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو اس کی سعی و کوشش کا معاوضہ مل جائے (۱۵) پس (خیال رکھنا) کہیں وہ شخص جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی خواہش نفس کا پیرو ہے تمہیں اس کی فکر سے روک نہ دے ورنہ تم تباہ ہو جاؤ گے (۱۶) اور اے موسیٰ! تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ (۱۷) کہا وہ میرا عصا ہے میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لئے (درختوں سے) پتے جھاڑتا ہوں اور میرے لئے اس میں اور بھی کئی فائدے ہیں (۱۸) ارشاد ہوا اے موسیٰ! اسے پھینک دو (۱۹) چنانچہ موسیٰ نے اسے پھینک دیا تو وہ ایک دم دوڑتا ہوا سانپ بن گیا (۲۰) ارشاد ہوا اسے پکڑ لو۔ اور ڈرو نہیں ہم ابھی اسے اس کی پہلی حالت کی طرف لوٹا دیں گے (۲۱) اور اپنے

ہاتھ کوسمیٹ کر اپنے بازو کے نیچے (بغل میں) کرلو وہ کسی برائی و بیماری کے بغیر چمکتا ہوا نکلے گا یہ دوسری نشانی ہوگی (۲۲) تا کہ ہم آپ کو اپنی بڑی نشانیوں سے کچھ دکھائیں (۲۳) جاؤ فرعون کے پاس کہ وہ بڑا سرکش ہو گیا ہے (۲۴)

تفسیر الآیات

۱) طه...الآیه

بعض کا خیال ہے کہ یہ خدا کا نام ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ پیغمبر اسلام کا نام ہے اور بعض کا خیال ہے کہ بنی عک کی لغت میں طه کے معنی یا رجل کے ہیں اور فاضل رازی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف نسبت دے کر یہ روایت نقل کی ہے کہ طاء سے اہلبیتؑ کی طہارت اور ھا سے ان کی ہدایت مراد ہے (تفسیر کبیر) جو لوگ قائل ہیں کہ یہ آنحضرتؐ کے ناموں میں سے ایک نام ہے بعید نہیں ہے کہ ان کا یہ نظریہ اسی روایت پر مبنی ہو۔ کیونکہ طہارت اور ہدایت اہلبیتؑ کے مصدر و مرکز آپؐ ہی ہیں۔ (تفسیر کاشف) بعض کا خیال ہے کہ بطور رمز و کنایہ طا طہارت اور ھا ہدایت کے لئے استعمال ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے یا طاھراً من الذنوب یا ھادی الخلق الی علام الغیوب۔ اے گناہوں سے پاک اور اے خلق خدا کے راہنما۔ نیشا پوری نے ایک اور توجیہہ نقل کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ بحساب جمل طا کا عدد نو اور ھا کا پانچ ہے جس کا مجموعہ چودہ ہے مطلب یہ ہے کہ اے چودھویں کے چاند (نیشا پوری) اور آلوسی نے اس توجیہہ کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ کانہ قیل بدر سماء عالم الامکان۔ اے عالم امکان کے آسمان کے ماہ تم۔ اے فلک وجود کے چودھویں کے چاند۔ (روح المعانی) (بحوالہ ضیاء القرآن ازہری) اسی عدد کے نقطہ نگاہ سے بعض نے یہاں تک کہہ دیا کہ اس سے چہاردہ معصوم مراد ہیں (حاشیہ ترجمہ فرمان) مگر ہماری ناچیز تحقیق وہی ہے کہ جو ہم الم سے لے کر اب تک برابر حروف مقطعات کے ذیل میں پیش کرتے آرہے ہیں ں کہ یہ ان متشابہات میں سے ہیں اور قدرت کے وہ سربستہ راز ہیں جنہیں اس کے اور راسخون فی العلم کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ واللہ العالم

۲) مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡكَ الۡقُرۡاٰنَ...الآیه

اس آیت کی شان نزول

مشہور یہ ہے کہ حضرت رسول خداؐ اس سورہ کے نزول سے پہلے عبادت خدا میں بڑی مشقت اٹھاتے

رہتے تھے۔ یہاں تک کہ امامین علیہما السلام سے مروی ہے کہ آپ نماز کی حالت میں پاؤں کی انگلیوں پر زور دے کر کھڑے ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ متورم ہوجاتی تھیں (تفسیر قمی) اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ ایک پاؤں پر کھڑے ہوکر نماز پڑھتے تھے (نور الثقلین) علاوہ بریں آپ کافروں کے کفر اور مشرکین کے شرک کرنے اور ان کے اسلام نہ لانے پر بہت کڑھتے تھے جس کا تذکرہ کئی آیات میں کیا گیا ہے جیسے **لعلك باخع نفسك الایکونوا مومنین**۔ کہ شاید آپ اس غم میں کڑھ کڑھ کر اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے کہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے؟ تو خداوند عالم نے از راہ شفقت و رافت یہ سورہ نازل کر کے آپ سے کہا کہ آپ میری عبادت کرنے میں اس قدر مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟ اور کفار کے ایمان نہ لانے پر اس قدر افسوس کیوں کرتے ہیں؟ میں نے اس لئے تو آپ پر قرآن نہیں اتارا کہ آپ اپنے آپ کو مشقت میں ڈالیں اور ناقابل برداشت زحمت برداشت کریں؟ یہ قرآن تو پس خدا سے ڈرنے والوں کے لئے نصیحت اور یاددہانی ہے اور کافروں کے لئے اتمام حجت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن ایمان والوں کے لئے سراسر نعمت و رحمت ہے اور بے ایمانوں کے لئے نقمت و عذاب اے میرے حبیب آپ کا کام میرا پیغام پہنچانا ہے منوانا آپ کا کام نہیں پھر پریشان کیوں ہوتے ہیں؟

۳) الرحمن علی العرش۔۔۔ الآیہ

اس جیسی ایک آیت قبل ازیں سورہ اعراف نمبر ۵۴ میں گزر چکی ہے **ثم استوی علی العرش۔۔۔ الآیہ** اور وہیں اس کی تفسیر گزر چکی ہے کہ وہ کائنات کی تدبیر و فرمانروائی کے اقتدار اعلیٰ پر اس طرح فائز ہے جو اس کے شایان شان ہے اس سے دنیاوی بادشاہوں کی طرح کسی تخت حکومت پر بیٹھنا مراد نہیں ہے۔ کیونکہ وہ جسم و جسمانیت سے منزہ و مبرا ہے۔ تفصیل کے خواہشمند حضرات مذکورہ مقام کی طرف رجوع کریں۔

۴) وان تجھر بالقول۔۔۔ الآیہ

سرّ اور اخفی میں فرق؟

تم بلند آواز سے اسے پکارو تو تمہاری مرضی مگر وہ تو ایسا **سمیع و علیم** ہے جو راز کو بھی جانتا ہے اور اس سے زیادہ مخفی بات کو بھی۔ سر سے مراد وہ راز کی بات ہے جو اپنے کسی خاص الخاص دوست سے در پردہ کہی جائے (اور آگے اسے بھی اس راز کے افشاء کرنے کی ممانعت کی جائے) اور اخفی وہ بات ہے جو ابھی لبوں پر آئی ہی نہ ہو۔ بلکہ صرف نہاں خانہ دل میں موجود ہو خدا سب کو جانتا ہے کیونکہ **واللہ علیم بذات**

الصدور (یعنی وہ ان باتوں کو جانتا ہے جو ہنوز نہاں خانہ دل میں موجود ہیں اور ابھی تک دہان وزبان تک آئی ہی نہ ہوں (آل عمران۔۱۰۴)

۵) له الاسماء الحسنیٰ۔۔۔الآیه

قبل ازیں سورہ کہف میں اس قسم کی ایک آیت گزر چکی ہے قل ادعوا الله اور ادعو الرحمن ایاً ما تدعو فله الاسماء الحسنیٰ (کہف۔۱۱۰) اور وہیں اس کی تفسیر بھی گزر چکی ہے۔ بہرحال اس کے تمام صفاتی نام بڑے خوبصورت ہیں جو اس کی کسی نہ کسی صفت کمال پر دلالت کرتے ہیں جیسے رحمن اس کی رحمت پر حکیم اس کی حکمت پر اور علیم اس کے علم وفضل اور کامل اس کے کمال پر دلالت کرتا ہے۔

۶) وهل اتاك حديث موسیٰ۔۔۔الآیه

جناب موسیٰ ؑ کے اس قصہ کا پس منظر

جب مصر میں حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں ایک قبطی قتل ہو گیا تھا اور آپ کو جب اپنی گرفتاری کا خطرہ محسوس ہوا تو مصر سے نکل گئے اور مدین میں جناب شعیبؑ کے ہاں پناہ گزیں ہوئے۔ اور چند سال جناب شعیبؑ کی بکریاں چرانے کے بعد ان کی بیٹی سے آپ کی شادی ہوئی۔ اب آپ اپنی بیوی کو ہمراہ لیکر مصر جا رہے تھے کہ راستہ میں یہ واقعہ پیش آیا۔ جاڑے کا موسم تھا رات کا سماں اور جناب موسیٰؑ جزیرہ نمائے سینا کے جنوبی علاقے سے گزر رہے تھے کہ آپ راستہ بھول گئے۔ سردی کی شدت اور بیوی کو وضع حمل کے آثار نمودار ہوئے۔ اس حالت میں آپ خاصے پریشان تھے کہ دور سے آگ دکھائی دی۔ آپ خوش ہوئے اور اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو میں کچھ آگ لاتا ہوں تاکہ سردی سے بچنے کا کچھ انتظام ہو جائے۔ یا کم از کم مصر کے راستہ کا ہی کچھ پتہ چل جائے کہ کدھر ہے؟

۷) فلما اتاها۔۔۔الآیه

جب جناب موسیٰؑ وہاں پہنچے جہاں آگ کا احساس ہوا تھا تو دیکھا کہ ایک سرسبز وشاداب درخت ہے جسے نور کی تجلیوں نے گھیر رکھا ہے اور آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ روشنی نے اسے ڈھانپ رکھا ہے مگر اس کا کوئی پتہ تک جلتا نہیں ہے۔ موسیٰؑ یہ عجیب منظر دیکھ کر ابھی تعجب ہی کر رہے تھے کہ ایک صدا نے ان کو اور بھی چونکا دیا۔ یا موسیٰ انا ربك۔۔۔الآیه اے موسیٰؑ میں تیرا پروردگار ہوں۔ ادب واحترام کا تقاضا ہے کہ جوتیاں اتار دو کیونکہ آپ ایک مقدس وادی میں موجود ہیں۔ یہ واقعہ کوہ طور کے دامن میں پیش آیا۔ جو آپ کے دائیں جانب

تھا اور یہ آواز صرف ایک طرف سے نہیں بلکہ ہر طرف سے آرہی تھی۔ مطلب یہ تھا کہ یہ آگ نہیں بلکہ تمہارے پروردگار کی ایک تجلی ہے۔ جناب موسیٰؑ نے نور بھی دیکھا اور آواز بھی سنی۔ مگر ان کے علاوہ وہاں کوئی چیز نہ تھی۔ حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ **ان الله لا یدرك بالحواس ولا یقاس بالناس الذی کلم موسیٰ تکلیماً و اراہ من آیاته عظیماً بلا جوارح ولا ادوات**۔ اللہ وہ ہے جو ظاہری حواس سے محسوس نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کا لوگوں پر قیاس کیا جا سکتا ہے جس نے موسیٰؑ سے اس طرح کلام کیا جس طرح کرنے کا حق ہے اور ان کو اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں مگر بغیر آلات وادوات کے (نہج البلاغہ) مخفی نہ رہے کہ یہ جوتے کا حکم محض ادب و احترام کی خاطر تھا کہ جوتے اتار کر ننگے پاؤں حاضر ہوں۔ یہ بالکل غلط ہے کہ وہ جوتے حرام جانور کی کھال کے تھے کیونکہ یہ بات ایک نبی کی شایان شان نہیں ہے (یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی)

۸) وانا اخترتك۔۔۔الآیه

میں نے تمہیں اپنی نبوت و رسالت کے لئے منتخب کیا ہے پس جو وحی کی جا رہی ہے اسے غور سے سنو۔ اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں سورہ اعراف میں آیت نمبر ۱۴۳ پر گزر چکی ہے۔ اور وہیں اس کی تفسیر بھی گزر چکی ہے۔ الغرض جناب موسیٰؑ کی نبوت تین بنیادوں پر قائم تھی۔

(۱) خدا کی توحید و وحدانیت (**لا اله الا انا**)

(۲) اخلاص فی العبادۃ (**فاعبدنی واقم الصلوٰۃ لذکری**)

(۳) بعث بعد الموت (**ان الساعة آتية اكاد اخفيها**)

اللہ نے چونکہ اس کا وقت مخفی رکھا ہے اس لئے میں بھی مخفی رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ایک تو لوگ اس وقت کے آنے کے منتظر رہیں اور دوسرے اس سے ڈریں اور اس کے لئے تیاری کریں۔ اور پھر قیامت کے دن اپنے اعمال کی پوری پوری جزا حاصل کر سکیں۔

خلاصہ کلام:

اس گفتگو کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ جناب موسیٰؑ گئے تھے تو آگ لینے کے لئے مگر لائے نبوت۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

خدا کے فضل و سلوک کا موسیٰ سے پوچھئے حال
کہ جائیں آگ کو لینے ، پیمبری مل جائے

۹) وما تلك بيمينك۔۔۔الآیه

اکثر و بیشتر تو سوال کسی نامعلوم چیز کو معلوم کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔لیکن کبھی کبھار بعض اور مقاصد کے لئے بھی سوال کیا جاتا ہے جیسے کسی کو اپنے سے مانوس کرنے کے لئے اظہار، انس و محبت کے لئے۔ چنانچہ خدا کا یہ سوال کہ اے موسیٰؑ! تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ اسی دوسری قسم سے تھا اس لئے جناب موسیٰؑ نے جواب میں طول کلام سے کام لیا ہے۔ کیونکہ

الکلام مع الحبیب حبیب

لہٰذا بموجب

لذیذ بود کلام دراز تر گفتم

آپ نے جواب میں غیر معمولی طوالت کی ہے۔ نیز اس سے یہ مقصد بھی تھا کہ اگر وہی عصا ابھی یا کبھی سانپ بن جائے تو انہیں یقین ہو جائے کہ یہ معجزہ ہے۔ چنانچہ خدا نے پہلا حکم یہ دیا کہ اسے پھینک دو۔ پس جب انہوں نے اسے پھینکا تو وہ اچانک سانپ بن گیا اور دوڑنے لگا۔ جناب موسیٰؑ یہ منظر دیکھ کر خوفزدہ ہوئے۔ ارشاد ہوا۔ اسے پکڑ لو اور ڈرو نہیں۔ ہم اسے ابھی اس کی پہلی حالت کی طرف پلٹا دینگے۔ اس سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ عصا کا زمین پر پھینکنا تو جناب موسیٰؑ کا فعل تھا مگر عصا کا اژدھا بنانا اور پھر اسے اپنی اصلی صورت کی طرف لوٹانا خدا کا فعل تھا پس معلوم ہوا کہ معجزہ فعل خدا ہوتا ہے اور دوسرا حکم یہ دیا کہ اپنے ہاتھ کو سمیٹ کر اپنے بازو کے نیچے یعنی بغل میں کرلو۔ وہ کسی عیب اور بیماری کے بغیر چمکتا ہوا نظر آئے گا۔ چنانچہ جب انہوں نے ایسا کیا تو جب ہاتھ باہر نکالا تو وہ ''ید بیضا'' (ایسا چمکتا ہوا ہاتھ) تھا جسے دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں۔ اس میں نہ کوئی برائی تھی اور نہ برص کی کوئی بیماری تھی بلکہ یہ سفید اور چمک دمک خدائی ضیاء و نور کی وجہ سے تھی۔ یہ عصا کے بعد جناب موسیٰؑ کے نو معجزات میں سے دوسرا معجزہ تھا۔

۱۰) اذھب الی فرعون۔۔۔الآیه

سر دست یہ دو معجزے دے کر حکم دیا کہ جاؤ فرعون کے پاس کیونکہ وہ بڑا سرکش بن گیا ہے۔ یعنی اسے راہ راست پر لانے کی کوشش کرو۔ لعله یتذکر او یخشی۔ شاید کہ اسے نصیحت حاصل ہو جائے۔ یا اس کے اندر خوف خدا پیدا ہو جائے اور اس طرح خدائی دعویٰ سے دست بردار ہو جائے اور بندگی اختیار کرلے۔

آیات القرآن

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ﴿۲۵﴾ وَ یَسِّرْ لِیْۤ اَمْرِیْ ﴿۲۶﴾ وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ
لِّسَانِیْ ﴿۲۷﴾ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ﴿۲۸﴾ وَ اجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِی ﴿۳۰﴾
اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ ﴿۳۱﴾ وَ اَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ ﴿۳۲﴾ كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا ﴿۳۳﴾
وَّ نَذْكُرَكَ كَثِیْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا ﴿۳۵﴾ قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ
سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَ لَقَدْ مَنَنَّا عَلَیْكَ مَرَّةً اُخْرٰۤى ﴿۳۷﴾ اِذْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى
اُمِّكَ مَا یُوْحٰۤى ﴿۳۸﴾ اَنِ اقْذِفِیْهِ فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ فَلْیُلْقِهِ
الْیَمُّ بِالسَّاحِلِ یَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّیْ وَ عَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَ اَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً
مِّنِّیْ ۚ۬ وَ لِتُصْنَعَ عَلٰى عَیْنِیْ ﴿۳۹﴾ اِذْ تَمْشِیْۤ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ
عَلٰى مَنْ یَّكْفُلُهٗ ؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰۤى اُمِّكَ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ ؕ۬
وَ قَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّیْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۫ فَلَبِثْتَ
سِنِیْنَ فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ ۙ۬ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ یّٰمُوْسٰى ﴿۴۰﴾ وَ اصْطَنَعْتُكَ
لِنَفْسِیْ ﴿۴۱﴾ اِذْهَبْ اَنْتَ وَ اَخُوْكَ بِاٰیٰتِیْ وَ لَا تَنِیَا فِیْ ذِكْرِیْ ﴿۴۲﴾ اِذْهَبَاۤ
اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۴۳﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰى ﴿۴۴﴾
قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَاۤ اَوْ اَنْ یَّطْغٰى ﴿۴۵﴾ قَالَ لَا تَخَافَاۤ
اِنَّنِیْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَ اَرٰى ﴿۴۶﴾ فَاْتِیٰهُ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ
مَعَنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ وَ لَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ
وَ السَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿۴۷﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَاۤ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى

مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿٤٨﴾ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿٤٩﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿٥٠﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿٥١﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ﴿٥٢﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۭ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿٥٣﴾

ترجمۃ الآیات

موسیٰؑ نے کہااے میرے پروردگار! میرا سینہ کشادہ فرما۔ (حوصلہ فراخ کر) (۲۵) اور میرے کام کو میرے لئے آسان کر (۲۶) اور میری زبان کی گرہ کھول دے (۲۷) تا کہ لوگ میری بات کو سمجھ سکیں (۲۸) اور میرے خاندان میں سے میرے بھائی (ہارون) کو میرا وزیر بنا (۳۰) اس کے ذریعے سے میری کمر کو مضبوط بنا (۳۱) اسے میرے کام (رسالت) میں میرا شریک بنا (۳۲) تا کہ ہم کثرت سے تیری تسبیح کریں (۳۳) اور کثرت سے تیرا ذکر کریں (۳۴) بے شک تو ہمارے حال کو خوب دیکھ رہا ہے (۳۵) خدا نے فرمایا اے موسیٰ! تمہاری درخواست منظور کر لی گئی ہے (۳۶) اور ہم ایک مرتبہ اور بھی تم پر احسان کر چکے ہیں (۳۷) جب ہم نے تمہاری ماں کی طرف وحی بھیجی جو بھیجنا تھی (جواب بذریعہ وحی تمہیں بتائی جا رہی ہے) (۳۸) کہ اس (موسیٰؑ) کو صندوق میں رکھ اور پھر صندوق کو دریا میں ڈال دے پھر دریا اسے کنارہ پر پھینک دے گا (اور) اسے وہ شخص (فرعون) اٹھائے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور اس (موسیٰ) کا بھی دشمن ہے میں نے تم پر اپنی محبت کا اثر ڈال دیا (جو دیکھتا وہ پیار کرتا) اور اس لئے کہ تم میری خاص نگرانی میں پرورش پائے (۳۹) اور وہ وقت یاد کرو جب تمہاری بہن چل رہی تھی اور (فرعون کے اہل خانہ سے) کہہ رہی تھی کہ کیا میں تم لوگوں کو ایسی (دایہ) بتاؤں جو اس کی پرورش کرے؟ اور اس طرح ہم نے تمہیں تمہاری ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور رنجیدہ نہ ہو اور تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا تو ہم نے تمہیں اس غم سے نجات دی اور ہم نے تمہاری ہر طرح آزمائش کی۔ پھر تم کئی

برس تک مدین کے لوگوں میں رہے اور پھر اے موسیٰ! تم اپنے معین وقت پر (یہاں) آ گئے (۴۰) اور میں نے تمہیں اپنی ذات کے لئے منتخب کر لیا (۴۱) (سو اب) تم اور تمہارا بھائی میری نشانیوں کے ساتھ (فرعون کے پاس) جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا (۴۲) تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ کہ وہ سرکش ہو گیا ہے (۴۳) اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا کہ شاید وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے (۴۴) ان دونوں نے کہا اے ہمارے پروردگار! ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا سرکشی کرے؟ (۴۵) ارشاد ہوا تم ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں۔ سب کچھ سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں (۴۶) تم (بے دھڑک) اس کے پاس جاؤ۔ اور کہو کہ ہم تیرے پروردگار کے پیغمبر ہیں۔ سو تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ روانہ کر اور ان کو تکلیف نہ پہنچا۔ ہم تیرے پاس تیرے پروردگار کی طرف سے معجزہ لے کر آئے ہیں اور سلامتی ہے اس کے لئے جو ہدایت کی پیروی کرے (۴۷) بے شک ہماری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ عذاب اس کے لئے ہے جو (آیات اللہ کو) جھٹلائے اور (اس کے احکام سے) روگردانی کرے (۴۸) اور فرعون نے کہا اے موسیٰ! تمہارا پروردگار کون ہے؟ (۴۹) موسیٰ نے کہا ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو خلقت بخشی پھر راہنمائی فرمائی (۵۰) فرعون نے کہا پھر ان نسلوں کا کیا ہوگا جو پہلے گزر چکی ہیں؟ (۵۱) موسیٰؑ نے کہا ان کا علم میرے پروردگار کے پاس ایک کتاب میں ہے میرا پروردگار نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے (۵۲) وہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو گہوارہ بنایا ہے اور اس میں تمہارے لئے راستے بنائے اور آسمان سے پانی برسایا۔ تو ہم نے اس سے مختلف اقسام کے نباتات کے جوڑے پیدا کئے (۵۳) خود بھی کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو بھی چراؤ۔ بے شک اس (نظام قدرت) میں صاحبان عقل کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں (۵۴)

تفسیر الآیات

(۱۱) قال رب اشرح لی۔۔۔ الآیه

جناب موسیٰؑ کی دعائیں

جب جناب موسیٰؑ کو خدا سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا اور ظاہری منصب رسالت پر فائز ہوئے۔ اور

خدا نے انہیں فرعون کے پاس جا کر فریضہ رسالت ادا کرنے کا حکم دیا تو جناب موسیٰؑ نے اس وقت خدا سے چند دعائیں مانگیں۔

ا۔ میرا سینہ کشادہ کردے اور حوصلہ فراخ کردے تا کہ اس راستہ میں جس قدر مشکلات ومصائب پیش آئیں۔ میں بڑی فراخ حوصلگی سے ان کا مقابلہ کرسکوں۔

۲۔ اپنی خاص توفیق سے میرا یہ کام آسان کردے اور میری کامیابی کے غیبی اسباب مہیا کردے۔

۳۔ میری زبان کی گرہ کھول دے۔

آیا یہ اپنے اندر خطابت پیدا کرنے کا استعارہ ہے کہ میرے اندر تقریر کرنے کا ایسا ملکہ پیدا کردے کہ میں عمدہ تقریر کرسکوں اور لوگوں کو اچھے انداز میں اپنا مافی الضمیر سمجھا سکوں یا واقعی آپ کی زبان میں کوئی گرہ یا لکنت تھی مفسرین اسلام میں یہی دوسری بات زیادہ مشہور ہے۔ظواہر قرآن سے بھی اسی مطلب کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ:

الف۔ جناب موسیٰ جب خدا سے استدعا کرتے ہیں کہ میرے بھائی ہارون کو میرے ہمراہ بھیج تو اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں۔ **واخی هارون هو افصح منی لسانا** کہ میرا بھائی ہارون زبان کے اعتبار سے مجھ سے زیادہ فصیح ہے۔(قصص۔۳۴)

ب۔ فرعون نے جناب موسیٰؑ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا تھا کہ یہی تمہارا رسول ہے جو **لا یکاد یبین** جو اپنا مدعا بھی **کما حقه** بیان نہیں کرسکتا۔(زخرف۔۵۲)

ج۔ یہ دعا کہ میری زبان کی گرہ کھول دے۔

د۔ اس دعا کے قبول ہونے کے بعد جناب موسیٰؑ کا قادر الکلام ہوجانا بھی اس بات کی دلیل ہے۔ کہ واقعی جناب موسیٰؑ کی زبان میں کچھ نقص تھا۔ یہ الگ بات ہے یہ نقص یا لکنت خلقی طور پر تھی یا بناء بر مشہور جب انہوں نے بچپن میں فرعون کی ڈاڑھی پکڑی تھی اور اس کے منہ پر طمانچہ مارا تھا۔اور فرعون نے انہیں قتل کرنا چاہا اور اس کی بیوی نے کہا کہ بچہ جو ہوا۔اس پر گرفت کا کیا مطلب! تو فرعون نے آزمائش کے لئے دو (۲) طشت منگوائے اور ایک میں جواہرات اور دوسرے میں انگارے رکھوائے اور جناب موسیٰؑ کے سامنے رکھ دیئے۔ جناب موسیٰؑ نے اپنی فطری صلاحیت کی بنا پر جواہرات کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا۔مگر خدائے جبرائیل کے ذریعہ انگاروں والے طشت پر رکھ دیا۔اور انہوں نے ایک انگارہ اٹھا کر منہ میں ڈال دیا۔جس سے فرعون کو تو یقین آگیا کہ موسیٰؑ نے جو کچھ کیا ہے وہ ان کے بچپنے کی وجہ سے ہے شرارت کے تحت نہیں ہے۔لہٰذا اس طرح ان کی جان تو

بچ گئی مگر زبان جل گئی اور اس کی وجہ سے زبان میں لکنت پیدا ہوگئی۔ واللہ العالم

۴۔ میرے بھائی ہارونؑ کو میرا وزیر اور شریک کار نبوت بنا۔

(تا کہ ہم تیری تسبیح بھی زیادہ کیا کریں اور تیرا ذکر بھی زیادہ کیا کریں)

جناب ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے سگے بھائی تھے۔ اور آپ سے تین سال بڑے تھے اور ان کا انتقال بھی جناب موسیٰؑ سے تین سال پہلے ہوا۔ (مجمع البیان)

خداوند عالم نے جناب موسیٰؑ کی درخواست منظور کر لی

خدا نے یہ فرمایا کہ قد اوتیت سولك موسیٰ۔ اے موسیٰؑ تمہاری درخواست منظور کر لی گئی ہے۔ سینہ کشادہ ہو گیا۔ معاملہ آسان ہو گیا اور زبان کی گرہ کھل گئی اور حضرت ہارونؑ کو آپ کا وزیر اور شریک کار بنا دیا گیا۔

علیؑ و ہارونؑ کے درمیان مماثلت

علامہ جلال الدین سیوطی اپنی تفسیر در منثور ج ۴ ص ۲۹۵ طبع مصر پر رب الشرح کی تفسیر کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ پیغمبرؐ اسلام نے بارگاہ خدا میں عرض کیا کہ اللھم انی اسئلك بما سئلك اخی موسیٰ ان تشرح لی صدری وان تیسر لی امری..... اللھم اشدد ازری باخی علی فاجابه الی ذلك۔ یا اللہ! میں بھی تیری بارگاہ میں وہی دعا کرتا ہوں جو میرے بھائی موسیٰؑ نے کی تھی۔ کہ میرا سینہ کشادہ کر دے، میرا معاملہ آسان کر دے۔ اور میرے بھائی علیؑ کے ذریعہ سے میری کمر مضبوط کر دے۔ تو اللہ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی۔ گویا کہ سورہ الم نشرح اسی دعا کا جواب ہے کہ الم نشرح لك صدرك ووضعنا عنك وزرك الذی انقض ظهرك... الآیہ۔ اور پیغمبر اسلامؐ کی اس حدیث شریف کی صحت وصداقت پر محدثین کا اتفاق ہے کہ فرمایا یا علی انست منسی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی (بخاری، مسلم، سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ المصابیح، مسند امام احمد، متدرک حاکم، کنز العمال وغیرہ وغیرہ)

اس کے متعلق فاضل گنجی نے کفایۃ الطالب میں کہا ہے کہ هذا حدیث متفق علی صحته۔ کہ اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے۔ اور آخر میں حاکم نیشاپوری صاحب متدرک کا یہ قول نقل کیا ہے هذا حدیث دخل فی حد التواتر۔ کہ یہ حدیث حد تواتر میں داخل ہوگئی ہے۔

یہی وہ حقیقت ہے جس کا غدیر خم کے مقام پر خدا کے تاکیدی حکم یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك کے تحت پیغمبرؐ اسلام نے اپنے تاریخی خطبہ میں من کنت مولاہ فعلی مولاہ فرما کر

اعلان فرمایا جس کے بعد دین اسلام مکمل ہوگیا۔ **الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا** (والحمدللہ)۔

۱۲) اذاوحینا الی امك۔۔۔الآیه

قبل ازیں سورہ نحل میں آیت **واوحینا الی النحل** کی تفسیر میں ہم اس بات کی وضاحت کر چکے ہیں کہ وحی جس کے لغوی معنی اشارہ خفیہ کے ہیں جو صرف مخاطب کو معلوم ہو اور کبھی اس کا اطلاق قلبی الہام والقاء اور فطری صلاحیت پر بھی ہوتا ہے۔ تو جو وحی نبیوں کے ساتھ مخصوص ہے وہ وحی نبوت ہے جو ان کو بالواسطہ یا بلاواسطہ خدا کی طرف سے ہوتی ہے جو سرکار خاتم الانبیاء پر ختم ہوگئی اور جو وحی انبیاء کے علاوہ دوسروں کو ہوتی ہے وہ قلبی الہام والقاء کے معنی میں ہوتی ہے جیسے یہاں ہے کہ **اوحینا الی ام موسیٰ**۔ کہ ہم نے مادر موسیٰؑ کو وحی کی یعنی ان کے دل میں یہ الہام والقاء کیا کہ بچے کو صندوق میں رکھ کر اسے دریا میں ڈال دے اور اوحینا الی النحل میں فطری صلاحیت مراد ہے کہ ہم نے اس کی فطرت میں چھتہ بنانے کی صلاحیت ودیعت کر دی ہے اس قسم کی وحی کا سلسلہ اب بھی جاری ہے اور جاری رہے گا۔ **ونفس وما سواها فالهمها فجورها وتقواها**۔

مادر موسیٰؑ کا نام کیا تھا؟

عام طور پر سوال کیا جاتا ہے کہ جناب موسیٰؑ کی مادر گرامی کا نام کیا ہے؟ تو ہمیں اس کی اصلی وجہ تو معلوم نہیں کہ عام لوگ اس معاملہ میں کیوں خاص دلچسپی لیتے ہیں؟ بہرحال عام طور پر تاریخی کتابوں میں آپ کے چند نام درج ہیں جو یہ ہیں۔

۱۔ یوخائیل۔ یہ مشہور نام ہے۔

۲۔ یوخاپند۔

۳۔ نخیب۔ (حیات القلوب، ج۱، قصص الانبیاء۔ جزائری وغیرہ)

مخفی نہ رہے کہ خداوند عالم نے یہاں اپنے مخصوص احسانات گنوائے ہوئے جناب موسیٰؑ کو خطاب کر کے واقعات دہرائے ہیں اب وہ تاریخ ماضی کا حصہ بن چکے ہیں قرآن وحدیث میں جابجا مذکور ہیں اور خواص وعوام کو معلوم ہیں۔

۱۳) اذ تمشی اختك۔۔۔الآیه

خدا نے مادر موسیٰؑ سے وعدہ کیا تھا کہ تیرے بچے کو تیرے پاس لوٹاؤں گا اور تیری گود میں ہی اس کی

پرورش کراؤں گا۔ چنانچہ قادر مطلق نے اس کا انتظام یوں کیا کہ جب آسیہ زوجہ فرعون کی کنیزیں جو دریا میں نہانے کے لئے گئی ہوئی تھیں وہ صندوق اٹھا کر لائیں جس میں جناب موسیٰؑ موجود تھے۔ تو جب آسیہ نے صندوق کھولا اور اس میں ایک پیارا سا بچہ دیکھا تو خدائے بموجب **القیت علیك محبةً منی**۔ آسیہ کے دل میں اس کی محبت ڈال دی اس لئے اس نے فوراً فرعون سے کہا۔ قرۃ عین لی ولک۔ یہ تو میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ (قصص۔۹)

مگر جب دودھ پلانے کے لئے عورتیں بلائی گئیں تو موسیٰؑ نے ان کا دودھ پینے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ خدا نے خاص مصلحت کے تحت اس پر ان کا دودھ حرام کر دیا تھا۔ **وحرمنا علیه المراضع من قبل**۔ (قصص۔۱۲)

اس اثناء میں جناب موسیٰؑ کی بہن اپنی ہیئت بدل کر فرعون کے گھر پہنچ گئی جو اپنی والدہ کی ہدایت کے مطابق صندوق کے ساتھ ساتھ دریا کے کنارے جا رہی تھی۔ اور اہل خانہ کی پریشانی دیکھ کر بولی میں تمہیں ایک ایسی دایہ بتاتی ہوں جو اچھی طرح بچہ کی پرورش کرے گی۔ پھر مادر موسیٰؑ کا نام لیا چنانچہ انہیں بلایا گیا تو بچہ جھک کر ان کی گود میں چلا گیا اور بڑی رغبت سے ان کا دودھ پیا۔ سو فرعون نے بچہ انہی کے حوالے کیا اور پرورش کے لئے ان کا وظیفہ بھی مقرر کیا۔ اس طرح خدا نے موسیٰؑ کو اپنی ماں کی گود میں لوٹانے کا وعدہ پورا کیا۔

یہ راز تھا جناب موسیٰؑ کے دوسری عورتوں کے دودھ نہ پینے میں

کئی کم علم اور کوتاہ اندیش جناب موسیٰؑ کے زنان مصر کا دودھ نہ پینے سے خیال کرتے ہیں کہ نبی اپنی ماں کے علاوہ کسی عورت کا بالخصوص کافرہ عورت کا دودھ نہیں پی سکتا۔ اور پھر اسی خیال محال کی بناء پر پیغمبرؐ اسلام کے جناب حلیمہ سعدیہ کے دودھ پینے کا انکار کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ محض قیاس ہے اور وہ بھی مع الفارق۔ جناب موسیٰ کے دودھ نہ پینے کی وجہ یہاں بیان کر دی گئی ہے۔ جو پیغمبرؐ اسلام کے وقت موجود نہ تھی۔ علاوہ بریں جناب حلیمہ سعدیہ کافرہ نہ تھیں بلکہ مومنہ اور موحدہ تھیں اور ملت ابراہیمیؑ پر تھیں (سادس بحار الانوار)

۱۴) وقتلت نفساً ۔۔۔ الآیه

جناب موسیٰؑ کی جن باتوں سے آزمائش کی گئی ان میں سے ایک قبطی کا قتل بھی شامل تھا۔ جناب موسیٰؑ گزر رہے تھے کہ دیکھا کہ ایک اسرائیلی اور دوسرا قبطی باہم گتھم گتھا ہیں۔ **فاستغاثه الذی من شیعته علی الذی من عدوہ**۔ تو اسرائیلی نے جو جناب موسیٰؑ کا شیعہ (پیرو) تھا اس نے جناب موسیٰؑ کے دشمن (قبطی)

کے خلاف استغاثہ کیا۔ اور جناب موسیٰؑ نے اسے ایک ایسا مکا رسید کیا کہ وہ مر گیا۔ جس کی وجہ سے آپ کو مصر کو چھوڑنا پڑا اور مدین میں جناب شعیبؑ کے ہاں پناہ لینا پڑی اور بالآخر دس سال کے بعد واپس مصر آئے۔

۱۵) فقولا له قولاً لینا ... الآیه

وعظ و پند کے آداب

یہاں جو موسیٰؑ و ہارونؑ کو ہدایت کی جا رہی ہے کہ فرعون سے نرم لب و لہجہ میں گفتگو کرنا اور ہرگز سخت و کرخت لہجہ اختیار نہ کرنا۔ یہ بات کسی بھی واعظ و مبلغ کے لئے بنیادی اہمیت کی حامل ہے کہ اسے ایسا نرم گفتار اور بلند کردار ہونا چاہیے اور اسے اس خوش اسلوبی سے بات کرنا چاہیے کہ سامعین کے دل و دماغ میں اتر جائے۔ ہم اس موضوع پر قبل ازیں آیت شریفہ **ادع الی سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة** کی تفسیر میں بڑی تفصیل جمیل کے ساتھ خطباء و واعظین کے آداب و شرائط پر گفتگو کر چکے ہیں اور اسی مقام پر اس آیت کا بھی حوالہ دیا گیا ہے کہ موسیٰؑ جیسے اولوالعزم نبی کو حکم دیا جا رہا ہے کہ فرعون جیسے ملحد و کافر کے ساتھ نرم لہجہ میں گفتگو کریں تو آج کے دور کا مولوی جو سخت و کرخت لب و لہجہ میں مسلمانوں سے خطاب کرتا ہے۔ اسے غور کرنا چاہیے کہ آیا اس کا مقام موسیٰ بن عمران سے بلند تر ہے یا آج کا عام مسلمان فرعون سے پست تر ہے اور جب کوئی بات بھی نہیں ہے تو یہ بیان و کلام میں نرمی و گداز کی بجائے گری و غلظت کیوں ہے؟ ع

صلائے عام ہے یا ران نکتہ داں کے لئے

نیز **لعله یتذکر او یخشی** سے مستفاد ہوتا ہے کہ ایک مخلص ہادی و راہنما کو اپنی تبلیغ کے نتائج سے نا امید نہیں ہونا چاہیے۔ نہ معلوم کب کس پر اثر ہو جائے؟

۱۶) قال فما بال القرون ... الآیه

جب فرعون نے اس سوال پر کہ اے موسیٰ! تمہارا پروردگار کون ہے؟ جناب موسیٰؑ نے یہ جواب دیا کہ ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو خلقت اور مناسب صورت بخشی ہے اور پھر مقصد خلقت کی طرف اس کی راہنمائی کی ہے۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فرعون کو شرارت سوجھی اور یہ سوال داغ دیا کہ پھر پہلی نسلوں کا کیا حال ہے جو گزر چکیں۔ جو تمہارے پروردگار کو نہیں مانتی تھیں۔ اور دوسرے ارباب کی پرستش کرتی تھیں؟ مقصد یہ تھا کہ جب موسیٰ جواب دیں گے وہ نسلیں سب گمراہ تھیں عذاب الٰہی کی مستحق!

تو فرعون کو موسیٰؑ کے خلاف لوگوں کو بھڑکانے اور اکسانے کا بہانہ ہاتھ لگ جائے گا کہ دیکھو یہ تمہارے

آباؤ کو گمراہ اور عذاب کا مستحق ٹھہراتا ہے جیسا کہ باطل نواز لوگ ہمیشہ اہل حق کے خلاف اس قسم کے اوچھے ہتھیار استعمال کرتے رہے ہیں اور ان کے خلاف فضا کو مکدر کرنے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تو جناب موسیٰؑ نے بڑا حکیمانہ اور مدبرانہ جواب دے کر فرعون کے منصوبہ کو خاک میں ملا دیا۔ فرمایا

''وہ جیسے کچھ بھی تھے، اب وہ اپنے پروردگار کی سرکار میں پہنچ چکے ہیں اور ان کے کردار کا پورا ریکارڈ اللہ کے ایک نوشتہ میں محفوظ ہے۔ وہ ان کے حالات وکوائف کو بہتر جانتا ہے۔ میرے پاس ان کے اعمال کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ میرا رب بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔ ان کی بجائے ہمیں تو اپنی فکر ہونی چاہیے کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور کیا کرنا چاہیے؟ اور ہماری موجودہ روش ورفتار کا انجام کیا ہوگا؟ اور کیا ہونے والا ہے؟''

۱۷) الذی جعل لکم الارض۔۔۔ الآیہ

ایسے معلوم ہوتا ہے کہ لاینسیٰ پر جناب موسیٰؑ کا کلام ختم ہو گیا اور یہ خالق کون ومکان اور مالک دوجہاں کا کلام حق ترجمان ہے جس میں اس نے بطور تذکیر اپنی قدرت کاملہ کی چند نشانیاں بیان کی ہیں۔ اور آخر میں فرماتا ہے اس سارے نظام میں صاحبان عقل کے لئے بہت بڑی نشانیاں موجود ہیں کہ اس کائنات کا خالق ومالک اور پالک بلاشرکت غیرے صرف ایک ہے۔ وھو الواحد القھار

آیات القرآن

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾ وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿۵۶﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۰﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿۶۱﴾ فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ

اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿٦٣﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿٦٤﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿٦٥﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿٦٦﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿٦٧﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿٦٨﴾ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿٦٩﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ﴿٧٠﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۭ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۡ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴿٧١﴾ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٧٢﴾

ترجمۃ الآیات

اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ تمہیں نکالینگے (۵۵) اور ہم نے اس (فرعون) کو اپنی سب نشانیاں دکھائیں مگر اس پر بھی اس نے جھٹلایا اور انکار کیا (۵٦) اور کہا اے موسیٰ! کیا تم اس لئے ہمارے پاس آئے ہو کہ اپنے جادو کے زور سے ہمیں ہماری سرزمین سے نکال دو؟ (۵۷) سو ہم بھی تمہارے مقابلہ میں ویسا ہی جادو لائیں گے لہٰذا تم (مقابلے کے لئے) ہمارے اور اپنے درمیان ایک ایک وعدہ گاہ مقرر کرو۔ جن کی نہ ہم خلاف ورزی کریں اور نہ تم۔ اور وہ وعدہ گاہ ہو بھی ہموار اور

کھلے میدان ہیں (۵۸) موسیٰؑ نے کہا تمہارے لئے وعدہ کا دن جشن والا دن ہے اور یہ کہ دن چڑھے لوگ جمع کر لئے جائیں (۵۹) اس کے بعد فرعون واپس چلا گیا اور اپنے سب مکروہ فریب (داؤ) جمع کئے اور پھر (مقابلہ کے لئے) آ گیا (۶۰) موسیٰؑ نے (فرعونیوں سے) کہا افسوس ہے تم پر۔ اللہ پر جھوٹا بہتان نہ باندھو۔ ورنہ وہ کسی عذاب سے تمہارا قلع قمع کر دے گا۔ اور جو کوئی بہتان باندھتا ہے وہ ناکام و نامراد ہوتا ہے (۶۱) پھر وہ اپنے معاملہ میں باہم جھگڑنے لگے اور پوشیدہ سرگوشیاں کرنے لگے (۶۲) (آخرکار) انہوں نے کہا کہ یہ دونوں جادوگر ہیں جو چاہتے ہیں اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہاری سرزمین سے نکال دیں اور تمہارے اعلیٰ مثال طریقہ کار کو مٹا دیں (۶۳) لہٰذا تم اپنی سب تدبیریں (داؤ پیچ) جمع کرو۔ اور پرا باندھ کر (مقابلہ میں) آ جاؤ۔ یقیناً وہی فلاح پائے گا جو غالب آئے گا۔ (۶۴) ان لوگوں (جادوگروں) نے کہا اے موسیٰ تم پہلو پھینکو گے یا پہلے ہم پھینکیں؟ (۶۵) موسیٰؑ علیہ السلام نے کہا نہیں۔ بلکہ تم ہی (پہلے) پھینکو! پس اچانک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کی وجہ سے موسیٰ کو دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں (۶۶) (یہ منظر دیکھ کر) موسیٰ نے اپنے دل میں کچھ خوف محسوس کیا (۶۷) ہم نے کہا (اے موسیٰ) ڈرو نہیں بے شک تم ہی غالب رہو گے (۶۸) اور جو تمہارے دائیں ہاتھ میں (عصا) ہے اسے پھینک دو۔ یہ ان کی سب بناوٹی چیزوں کو نگل جائے گا۔ جو کچھ انہوں نے بنایا ہے وہ جادوگر کہیں بھی آئے (جائے) کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا (۶۹) چنانچہ (ایسا ہی ہوا کہ) سب جادوگر (بے ساختہ) سجدے میں گرا دیئے گئے (اور) کہنے لگے ہم ہارونؑ اور موسیٰ کے پروردگار پر ایمان لائے ہیں (۷۰) فرعون نے کہا تم اس پر ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں یہی تمہارا وہ بڑا (جادوگر) ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے۔ اب میں ضرور تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کٹواتا ہوں اور تمہیں کھجور کے تنوں پر سولی دیتا ہوں پھر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم (دونوں) میں اور موسیٰؑ میں سے کس کا عذاب سخت اور دیرپا ہے (۷۱) جادوگروں نے کہا ہمارے پاس جو کھلی نشانیاں آ چکی ہیں ہم ان پر اور اس ذات پر جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ کبھی تجھے ترجیح نہیں دیں گے۔ بے شک تو جو فیصلہ کرنا چاہتا ہے وہ تو (زیادہ سے زیادہ) اسی دنیاوی زندگی (کے ختم کرنے کا) فیصلہ

کرسکتا ہے(۷۲) ہم تو اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے ہیں تا کہ وہ ہماری خطاؤں کو اور اس جادوگری کو جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا معاف کر دے۔ ہمارے لئے اللہ ہی بہتر ہے اور وہی زیادہ دیر پا ہے(۷۳) بے شک جو کوئی مجرم بن کر اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوگا اس کے لئے وہ جہنم ہے جس میں وہ نہ مرے گا اور نہ جیئے گا(۷۴) اور جو کوئی مومن بن کر اس کی بارگاہ میں حاضر ہوگا جب کہ اس نے نیک عمل بھی کئے ہوں گے ان کے لئے بڑے بلند درجے ہیں(۷۵) (اور) ہمیشہ رہنے والے باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ اس کی جزاء ہے جو پاکباز رہا(۷۶)

تفسیر الآیات

۱۸) منہا خلقنکم...الآیۃ

انسان کے زمین سے پیدا ہونے کا مفہوم؟

تمام آدمی حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں اس لئے ان کی کنیت ابوالبشر ہے تو جب وہ مٹی سے پیدا ہوئے ہیں تو ظاہر ہے کہ اس طرح گویا بنص قرآن انی خالق بشراً من طین ہر انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے نیز آدمی نطفہ سے پیدا ہوتا ہے اور نطفہ مختلف غذاؤں سے بنتا ہے اور سب غذائیں زمین سے پیدا ہوتی ہیں اس طرح بھی انسان کی اصل مٹی ہے۔

صاحب تفسیر کاشف نے حضرت رسولؐ خدا کی ایک حدیث نقل کی ہے فرمایا۔ الارض امکم وھی برۃ بکم زمین تمہاری ماں ہے اور وہ تمہارے ساتھ بڑا نیک سلوک کرتی ہے۔ ہاں وہ ماں ہے کیونکہ ہم اسی سے پیدا ہوئے اور وہ ہم سے نیک سلوک کرتی ہے۔ کیونکہ وہ ماں کی طرح ہماری غذا کا اہتمام کرتی ہے۔ (تفسیر کاشف، ج۵، ص۲۲۳)

جناب امیرؑ کی طرف سے یہ اشعار منسوب ہیں فرمایا:

النا‌س من جهة التمثال اکفاء
ابوهم آدم والام حواء
فان یکن لهم فخریفا خرون

به فالطين والماء

بہرحال مرنے کے بعد آدمی پھر اسی زمین میں دفن کیا جاتا ہے اور پھر قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرکے اسی زمین سے نکالا جائے گا۔ بہرحال اگرچہ انسان کی خلقت کئی عناصر و اجزا سے ہوتی ہے۔ مگر اس میں طینی عنصر غالب ہے جس طرح کہ جنات میں ناری عنصر کا غلبہ ہے۔

۱۹) ولقد اريناه اٰياتنا ۔۔۔ الآية

ہم نے فرعون کو سب نشانیاں دکھائیں۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم نے ازل سے ابد تک کائنات کی سب نشانیاں دکھائیں بلکہ اس کا صاف اور سادہ مطلب یہ ہے کہ وہ سب نشانیاں اور معجزات جو حضرت موسیؑ کو عطا ہوئے تھے۔ وہ سب فرعون کو دکھا دیئے گئے۔ مگر اس ہٹ دھرم نے سب کو جھٹلایا اور انکار کیا۔

۲۰) قال اجئتنا لتخرجنا ۔۔۔ الآية

چاہیے تو یہ تھا کہ جناب موسیؑ کی صداقت کے اس قدر دلائل و بینات دیکھ کر فرعون ایمان لے آتا اور اپنی رعایا کو بھی ایمان لانے کا حکم دیتا۔ مگر اقتدار کا نشہ، عیش و عشرت کی لذت اور حکومت کی مطلق العنانی اور آزادی کس طرح اس کی اجازت دے سکتی تھی۔ اس کے برعکس بموجب الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے جب موسیٰ پر سحر و ساحری کا الزام عائد کر دیا کہ تم شعبدہ بازی اور سحر و ساحری کے کرتب دکھا کر اور لوگوں پر اپنا رعب جما کر ہمیں یہاں سے نکالنے اور خود اقتدار کی کرسی پر قبضہ کرنے کا پروگرام بنا رہے ہو۔ سچ ہے المرأ يقيس على نفسه ہر شخص دوسرے کا اپنے اوپر قیاس کرتا ہے چونکہ خود فرعون سحر و ساحری اور کہانت میں گرفتار تھا۔ اس لئے جناب موسیٰؑ کے معجزات کو سحر و ساحری اور خود ان کو ساحر ٹھہرایا۔ مخفی نہ رہے کہ ہم سحر و ساحری کی حقیقت اور اس کی اصلیت پر اس تفسیر کی پہلی جلد میں یعنی سورہ بقرہ کی آیت ۱۰۲ واتبعوا ما تتلوا الشياطين على ملك سليمان الآيه۔ کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں وہاں رجوع کیا جائے۔

۲۱) قال موعدكم يوم الزينة ۔۔۔ الآية

چونکہ فرعون نے جناب موسیٰؑ کو مقابلہ کا چیلنج دے دیا کہ ہم بھی تمہاری سحر و ساحری کے مقابلہ میں ویسا ہی سحر لاتے ہیں۔ لہٰذا اس مقابلہ کے لئے کوئی تاریخ اور مکان مقرر کرو اور تاریخ ایسی ہو کہ اس میں سب خورد و کلاں جمع ہوں۔ اور جگہ ایسی کہ ہموار بھی ہو۔ اور کھلا میدان بھی اور بقولے مسافت کے لحاظ سے دونوں فریقوں کے لئے برابر بھی۔ جناب موسیٰؑ نے فوراً چیلنج قبول کر لیا۔ اور اس کے لئے الزينة کا دن بوقت چاشت مقرر

کیا۔ یہ یوم الزینۃ مصریوں کا کوئی قومی تہوار اور جشن تھا جس میں سب لوگ اکٹھے ہوتے تھے اور بقولے یہ ان کی کوئی عید تھی یا کوئی میلہ ٹھیلہ تھا۔ بہرحال یہ جشن بڑے پیمانے پر اور کھلے میدان میں منایا جاتا تھا اور پھر وقت بھی بڑا عمدہ یعنی چاشت کا منتخب کیا گیا۔

۲۲) فتولیٰ فرعون و جمع کیدہ۔۔۔الآیہ

اس آیت میں بڑے ایجاز و اختصار سے ایک طویل داستان کو سمیٹ دیا گیا ہے۔ فرعون نے کس طرح اپنی ترکیب و تدبیر اور داؤ کو اکٹھا کیا۔ پھر مقررہ تاریخ پر آ گیا فرعون نے کس طرح پورے ملک سے کس طرح بڑے بڑے جادوگر بلائے، کس طرح انہیں انعام و اکرام کے لالچ دیئے۔ اور پھر کس طرح مقررہ تاریخ پر پورے شاہانہ ساز و سامان اور کروفر کے ساتھ میدان میں آیا۔ اور پھر کس طرح خدائے قہار و جبار نے اسے ذلیل و رسوا کیا اور جناب موسیٰؑ کی فتح و فیروزی کے کس طرح جھنڈے گڑھے اور کس طرح جادوگران فرعون ایمان لائے اور میدان جناب موسیٰؑ و ہارونؑ کے ہاتھ میں رہا۔

یہ سب باتیں قبل ازیں سورہ اعراف میں آیت ۱۱۲ سے لے کر آیت ۱۲۶ تک تفصیل سے گزر چکی ہیں اور ان پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ لہٰذا اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے اعادہ و تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۳) قال موسیٰ ویلکم۔۔الآیۃ

جب مقررہ تاریخ آئی اور فرعون اپنے مقربین اور جادوگروں کے جھرمٹ میں بڑے شان و شوکت سے بیٹھا ہوا ہے مجمع ہے یا آدمیوں کا ایک سمندر ہے جو ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ دوسری طرف اللہ کے دو بندے عام سادہ اور عادی لباس میں ملبوس مگر جلال و جمال نبوت سے آراستہ بھی پہنچ جاتے ہیں اور اپنی حقانیت کا جادو یوں جگاتے ہیں کہ مقابلہ شروع ہونے سے پہلے جناب موسیٰؑ پیغمبرانہ شان سے خطاب فرماتے ہیں۔ ویلکم لا تفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب قد خاب من افتریٰ۔ افسوس ہے تم پر اللہ پر جھوٹا بہتان نہ باندھو ورنہ وہ اپنے کسی عذاب سے تمہارا قلع قمع کر دے گا۔ اور جو افترا پردازی کرتا ہے وہ ناکام و نامراد ہوتا ہے نبی مرسلؑ کی دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے یہ جملے اپنا کام کر گئے۔ اور جادوگروں میں کھلبلی مچ گئی کہ جادوگر ایسا کلام نہیں کر سکتا۔ لہٰذا ان کا مقابلہ نہیں کرنا چاہیے۔ فتنازعوا بینھم۔ پھر اس اختلاف کو ختم کرنے کے لئے پوشیدہ سرگرمیاں ہونے لگیں۔ واسروا النجویٰ۔ بالآخر مقابلہ کرنے کا فیصلہ ہوا۔ جو ہوا۔ اور میدان جناب موسیٰؑ اور ہارونؑ کے ہاتھ رہا جس کی تفصیل سورہ اعراف میں گزر چکی ہے۔

۲۴)فاوجس فی نفسہ خیفۃ۔۔۔الآیۃ

جادوگروں کی رسیوں اور لاٹھیوں کو دوڑتا ہوا محسوس کر کے جناب موسیٰؑ کے دل میں جو خوف پیدا ہوا تھا وہ اپنی جان کے بارے میں نہیں تھا۔ جیسا کہ کئی مفسرین نے لکھا ہے بلکہ یہ خوف باطل کے غالب آ جانے کا تھا کہ کہیں عامۃ الناس ان جادوگروں کے یہ کرتب دیکھ کر مغالطہ کا شکار نہ ہو جائیں اور باطل کو حق نہ سمجھ بیٹھیں۔ چنانچہ امیر علیہ السلام فرماتے ہیں **ما او جس موسیٰ خیفۃ علی نفسہ و لکن خاف من دول الضلال وغلبۃ الجھال**۔ یعنی جناب موسیٰؑ اپنی جان کے لئے نہیں ڈرے تھے بلکہ ان کا ڈر اس لئے تھا کہ کہیں گمراہی کا تسلط اور جاہلوں کا غلبہ نہ ہو جائے۔ اور ان کی قوم شبہ میں نہ پڑ جائے۔ (نہج البلاغہ)

۲۵)قلنا لا تخف انك۔۔۔الآیۃ

خدا جو ان دونوں بھائیوں کے ساتھ تھا اور ان کی خود نگرانی کر رہا تھا اس نے فرمایا۔ **لا تخف**۔ اے موسیٰؑ! ڈرو نہیں یقیناً تم ہی غالب رہو گے۔ ذرا عصا تو پھینکو۔ پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے؟ پھر وہی ہوا جس کا خدا نے وعدہ کیا تھا۔ **جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا**۔

۲۶)قال امنتم لہٗ قبل۔۔۔الآیۃ

فرعون کے اس قول کا عام ترجمہ تو وہی ہے جو عام مترجمین و مفسرین نے کیا ہے اور ہم نے بھی انہی کے مطابق کیا ہے۔ مگر اس کا ایک اور مفہوم بھی ہو سکتا ہے جو بعض مفسرین نے اختیار کیا ہے کہ جب جادوگروں نے موسیٰ کا معجزہ دیکھ کر اور چونکہ یہ صاحبان فن تھے یہ سمجھ گئے کہ جو عصا اژدھا بن کر ان کی رسیوں کو نگل گیا ہے یہ معجزہ ہے جادو نہیں ہے ایمان لائے اور سجدہ میں گر گئے۔ تو فرعون نے ان سے کہا "تم تو ایمان لا چکے تھے اس پر اس سے پہلے کہ میں نے تمہیں مقابلہ کی اجازت دی تھی۔ وہ تو تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو کا فن سکھایا ہے"۔

یعنی یہ تمہاری سب کی ملی بھگت تھی کہ اس طرح جلد تم اس کے سامنے سپر انداز ہو گئے اور اس کا کلمہ پڑھنے لگے۔ لہٰذا تم بھی ہمیں اس سرزمین سے نکالنے اور خود اس پر قبضہ کرنے کی سازش میں موسیٰؑ کے شریک ہو۔ جیسا کہ سورہ اعراف کے الفاظ یہ ہیں **ان ھذا لمکر مکر تموہ فی المدینۃ لتخرجوا منھا اھلھا**۔

اس لئے اس نے اور بڑی دھمکی دی کہ میں مخالف سمتوں سے تمہارے ہاتھ پاؤں کٹواؤں گا۔ (جس کی تفصیل سورہ اعراف کی آیت ۱۱۷ میں گزر چکی ہے)۔ فراجع

بہر حال اس مفہوم کی یقین کے ساتھ نفی نہیں کی جا سکتی۔ واللہ العالم۔ چنانچہ اس کمبخت نے اپنی دھمکی

کو عملی جامہ پہنایا تھا تا کہ اس کی دھاک بیٹھ جائے اور کوئی اور شخص ایمان نہ لائے۔

۲۷) قالو الن نؤثرك ...الآیة

ان نو مسلم جادوگروں کے قول کا عام مفہوم اور ترجمہ تو وہی ہے جو ہم نے ترجمہ میں اختیار کیا ہے اسی بناء پر **والذی فطرنا** میں واو عاطفہ ہے اور اس جملہ کا ماجاءنا پر عطف ہے۔ اور ترجمہ یہ کہ "ہمارے پاس حق کی جو نشانیاں آچکی ہیں ہم ان پر اور اس ذات پر جس نے ہمیں پیدا کیا ہے کبھی تجھے ترجیح نہیں دیں گے"۔ مگر بعض مفسرین نے **والذی فطرنا** کی واو کو قسمیہ قرار دے کر اس کے یہ معنی کئے ہیں کہ "ہمیں اس کی قسم جس نے ہمیں پیدا کیا ہم ہرگز تجھے ترجیح نہیں دیں گے، ان روشن دلیلوں پر جو ہمارے پاس آئی ہیں"۔ اس مفہوم کے امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ واللہ العالم

۲۸) انما تقضی هذه ...الآیة

اس آیت کا بھی مفہوم تو وہی ہے جو ہم نے عام مفسرین و مترجمین کی طرح اختیار کیا ہے مگر اس کا ایک دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ تو دنیا کی زندگی ہے جیسے تیسے (اچھی یا بری) گزر جائے گی ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہم تو صرف چاہتے ہیں کہ ہماری آخرت کی زندگی سنور جائے اور عاقبت سدھر جائے۔

۲۹) انه من یات ربه مجرماً ...الآیة

بظاہر جادوگروں کا کلام **والله خیروا بقی** پر ختم ہوگیا ہے اور یہ کلام ان کے کلام پر منجانب اللہ اضافہ ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ حکمت آمیز کلمات انہی جادوگروں کی زبان سے نکلے ہوں کہ جو شخص مجرم بن کر اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوگا۔ اس سے اگلی آیت میں ہے **ومن یاته مومنا قد عمل الصالحات**۔ اور جو شخص مومن بن کر اور نیک عمل کر کے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوگا۔ اگر مجرم کے بالمقابل صرف مومن کی لفظ ہوتی تو پھر تو مومن سے مسلمان اور مجرم سے کافر سمجھا جاتا۔ مگر یہاں مجرم کے مقابلہ میں مومن صالح کی لفظ لائی گئی ہے جس سے مستفاد ہوتا ہے کہ مجرم کے لفظ میں کافر بھی داخل ہے اور بدکار مسلمان بھی۔ **والله ذوالفضل العظیم**

۳۰) ومن یاته مومنا ...الآیة

دوسری عام آیات قرآنیہ اور احادیث معصومیہ کی طرح یہاں بھی اخروی فوز و فلاح، بلندی درجات حاصل کرنے اور جنت الفردوس کی جاگیر کا پٹہ حاصل کرنے کے لئے دونوں چیزوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ایک

ایمان اور دوسرا نیک کام۔ سچ ہے ان الذین آمنو وعملوا الصالحات اولئك هم اصحاب الجنة هم فيها خالدون۔

آیات القرآن

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰىٓ ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿٧٧﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿٧٨﴾ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿٧٩﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿٨٠﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿٨١﴾ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿٨٢﴾ وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٨٣﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿٨٤﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿٨٥﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ؕ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ﴿٨٦﴾ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿٨٧﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۬ فَنَسِيَ ﴿٨٨﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿٨٩﴾

ترجمۃ الآیات

اور ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں (بنی اسرائیل) کو لے کر نکل جاؤ پھر (عصا مار کر) ان کے لئے سمندر سے خشک راستہ بناؤ۔ نہ تمہیں پیچھے سے ان کے پکڑے جانے کا خطرہ ہو اور نہ ہی (غرق وغیرہ کا) کوئی اندیشہ (۷۷)۔ پھر فرعون نے اپنی فوجوں کے ساتھ ان کا پیچھا کیا تو انہیں سمندر نے ڈھانپ لیا جیسا کہ ڈھانپنے کا حق تھا (۷۸) اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ ہی کیا کوئی راہنمائی نہیں کی (۷۹)۔ اے بنی اسرائیل! ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دی اور تم سے کوہ طور کی دائیں جانب توراۃ دینے کا قول وقرار کیا۔ اور تم پر من وسلویٰ نازل کیا (۸۰)۔ تم سے کہا گیا کہ جو پاکیزہ روزی تمہیں دی گئی ہے اس سے کھاؤ اور اس کے بارے میں سرکشی نہ کرو (حد سے نہ گزرو) نہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا اور جس پر میرا غضب نازل ہوجائے وہ ہلاک ہی ہوگیا (۸۱)۔ اور جو کوئی توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل بجالائے اور پھر راہ راست پر قائم رہے تو میں اس کو بہت ہی بخشنے والا ہوں (۸۲)۔ اے موسیٰ! اپنی قوم سے پہلے کیا چیز تمہیں جلدی لے آئی؟ (۸۲)۔ موسیٰ نے کہا! وہ لوگ میرے نقش قدم پر آرہے ہیں اور اے میرے پروردگار! میں اس لئے جلدی تیری بارگاہ میں حاضر ہوگیا ہوں کہ تو خوش ہوجائے (۸۴)۔ ارشاد ہوا ہم نے تمہارے بعد تمہاری قوم کو آزمائش میں ڈال دیا ہے اور سامری نے انہیں گمراہ کردیا ہے (۸۵)۔ پس موسیٰؑ غصہ میں افسوس کرتے ہوئے اپنی قوم کی طرف لوٹے (اور) کہا اے میری قوم! کیا تمہارے پروردگار نے تم سے بڑا اچھا وعدہ نہیں کیا تھا؟ تو کیا تم پر (وعدے سے) زیادہ مدت گزر گئی؟ یا تم نے چاہا کہ تمہارے رب کا غضب تم پر نازل ہو؟ اس لئے تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی؟ (۸۶)۔ قوم نے کہا کہ ہم نے اپنے اختیار سے تو آپ سے وعدہ خلافی نہیں کی (البتہ بات یوں ہوئی) کہ ہمیں اس جماعت کے زیوارات جمع کرکے لانے پر آمادہ کیا گیا اور یہ سامری ایک (سنہرا) بچھڑا نکال کر لایا۔ جس سے گائے کی سی آواز نکلتی تھی (۸۷)۔ تو لوگوں نے کہا یہی تمہارا خدا ہے اور موسیٰؑ کا بھی جسے وہ بھول گئے ہیں (۸۸)۔ کیا وہ اتنا بھی نہیں دیکھتے کہ وہ (گئوسالہ) ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ ہی وہ ان کو نقصان یا نفع پہنچانے کا کوئی اختیار رکھتا ہے (۸۹)

تفسیر الآیات

۳۱)ولقد اوحینا ۔۔۔الآیۃ

حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کے مصر چھوڑنے کا قصہ

جب موسیٰؑ وفرعون کے مقابلہ میں یا حق و باطل کے مقابلہ میں، یا معجزہ و جادو کے مقابلہ میں جناب موسیٰؑ اور حق کو فتح مبین حاصل ہوئی۔ اوران کی فتح وفیروزی کے ملک میں ڈنکے بجنے لگے اوراس معاملہ نے فرعون اور فرعونیوں کی کمر توڑ کرر کھ دی۔ توفرعون نے اپنی دانست اور مشیروں کے مشورہ سے اپنی سلطنت کی بقاء کی خاطر حضرت موسیٰؑ وہارونؑ کے قتل کا منصوبہ بنایا کہ جب وہ نہیں رہیں گے تو ان کی وجہ سے اسکی حکومت کو جو خطرہ ہے وہ ٹل جائے گا۔ بہر حال خدا نے وحی کے ذریعہ جناب موسیٰؑ کو اس بات کی اطلاع دی اور حکم دیا کہ ایک رات مقرر کر کے سب اسرائیلی اور غیر اسرائیلی مسلمانوں کے ہمراہ یہاں سے نکل جائیں۔ چنانچہ پروگرام کے مطابق ایک بہت بڑے قافلے کی صورت میں ہجرت میں روانہ ہوئے جدھر جانا تھا ادھر سمندر تھا اور ادھر فرعون کے تعاقب کا کھٹکا بھی تھا۔ مگر خدا نے پیشگی تسلی دے دی کہ لاتخاف درکا ولاتخشی نہ تمہیں پیچھے سے پکڑے جانے کا کوئی ڈر ہے اور نہ ہی غرق وغیرہ کا کوئی اندیشہ۔ دوسری طرف فرعون کو بھی ان کی ہجرت کی بھنک پڑ گئی اور وہ ایک لشکر جرار لے کر ان کے تعاقب میں نکلا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ادھر جناب موسیٰؑ کا قافلہ ساحل سمندر پر پہنچا اور ادھر فرعون اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گیا ایک طرف سمندر کا پانی ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور دوسری طرف فرعون کے لشکر کا سمندر موجیں مار رہا ہے۔ جناب موسیٰؑ کا قافلہ درمیان میں گھر گیا اور لوگ گھبرا گئے۔ کہا انا لمدر کون۔ ہم تو پکڑے گئے۔ جناب موسیٰؑ نے انہیں اطمینان دلایا کہ گھبراؤ نہ۔ ان ربی معی سیھدین۔ میرا پروردگار میرے ساتھ ہے وہ میری راہنمائی فرمائے گا۔ اسی وقت خدا نے جناب موسیٰؑ کو وحی کے ذریعے حکم دیا فاضرب بعصاك البحر کہ سمندر پر عصا مارو۔ چنانچہ حسب حکم جب انہوں نے عصا مارا تو فانفلق سمندر شگافتہ ہوگیا۔ فکان کل فرق کالطود العظیم۔ اور ہر ٹکڑا ایک ٹیلہ کی طرح کھڑا ہوگیا۔ الغرض خدا نے بارہ خشک راستے بنائے اور ہر قبیلہ ایک الگ راستہ سے سمندر میں داخل ہوا اور سلامتی سے پار ہوگیا۔

۳۲)فاتبعھم فرعون بجنودہ۔۔۔الآیۃ

جب فرعون نے سمندر میں خشک راستے دیکھے تو وہ بھی اپنے لشکر سمیت سمندر میں داخل ہوگیا۔ اور

جب سمندر کے وسط میں پہنچا تو خدا نے سمندر کو روانی کا حکم دے دیا۔ پس وہ رواں دواں ہو گیا اور پانی نے فرعون اور اس کے لشکر کو ڈھانپ لیا۔ جبکہ بنی اسرائیل دوسرے کنارے پر یہ ہولناک منظر دیکھ رہے تھے۔ مخفی نہ رہے کہ یہ سب واقعات سورہ بقرہ آیت ۵۰ اور سورہ اعراف آیت ۱۳۶ میں بھی گزر چکے ہیں۔ واضح رہے کہ سورہ یونس کی آیت ۹۰ میں مذکور ہے کہ جب فرعون غرق ہونے لگا تو کہہ اٹھا امنت انه لا اله الا الذی امنت به بنو اسرائیل وانا من المسلمین۔ مگر اس سے کہا گیا۔ الان وقد عصیت قبل و کنت من المفسدین۔ کیونکہ جب موت سامنے آ جائے تو پھر کوئی ایمان لانا فائدہ نہیں دیتا۔ یوم یاتی بعض آیات ربك لا ینفع نفسا ایمانها۔

۳۳) وواعدنا کم جانب الطور...الآیة

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب موسیٰؑ کو کوہ طور پر بلایا گیا تھا تو انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ اپنی قوم کو بھی ہمراہ لائیں۔ تاکہ بچشم خود و بگوش خود ان سے خدا کی ہمکلامی اور توراۃ کے عطا ہونے کا ایمان افروز منظر دیکھ سکیں اور سن بھی سکیں۔ مگر جب جناب موسیٰؑ تنہا کوہ طور پر پہنچ گئے تو خدا نے پوچھا اے موسیٰؑ! اپنی قوم سے پہلے کیا چیز تمہیں جلدی لے آئی؟ تو عرض کیا کہ تیری خوشنودی کی تڑپ۔ اور قوم بھی میرے پیچھے پیچھے آ رہی ہے۔ ارشاد ہوا ہم نے تمہاری قوم کی آزمائش کی ہے۔ اور سامری نے انہیں گمراہ کر دیا ہے یہ سن کر جناب موسیٰؑ غصے سے بھرے ہوئے اور افسوس کرتے ہوئے واپس آئے۔ اور قوم کو لعنت ملامت کی۔ یہ سب تفصیلات سورہ اعراف کی آیت ۱۴۸ واتخذ قوم موسیٰ من بعدہ من حلیهم عجلاً الآیۃ سے آیت ۱۵۵ تک میں گزر چکی ہیں۔

۳۴) ونزلنا علیکم المن...الآیة

بنی اسرائیل پر بادل کے سایہ کرنے اور من وسلویٰ کے نازل کرنے کے خدائی احسان و امتنان کا سورہ بقرہ کی آیت ۵۷ میں ذکر ہو چکا ہے اور وہیں اس کی تفسیر بھی گزر چکی ہے۔ چونکہ خدا نے بنی اسرائیل کو ارض مقدسہ شام میں وہاں کے

حکمران عمالقہ سے جہاد کر کے وہاں رہنے اور حکمرانی کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر انہوں نے دریا عبور کر کے اس حکم کے خلاف ورزی کی تھی جس کی پاداش میں چالیس سال تک وادی سینا میں دھکے کھاتے رہے۔

۳۵) کلوا من طیبات...الایة

یہ آیت سورہ بقرہ کی آیت ۵۷ میں گزر چکی ہے اور سورۃ بقرہ میں اس کی تفصیلات بیان کی جا چکی ہیں

اور طیبات کی وضاحت اور اس امر کا اباحت کے لئے ہونا نہ کہ وجوب کیلئے۔یعنی اگر کھانا چاہو تو کھا سکتے ہو۔ان امور کی تفسیر گزر چکی ہے۔اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے

۳۶)۔وانی لغفار لمن تاب...الآیۃ

بخشش گناہان کے شرائط

اس آیت مبارکہ سے واضح ہوا کہ جب چار شرائط پائی جائیں۔تب خدائے غفار گناہ معاف کرتا ہے اور یہ چاروں شرائط ایک ہی سلسلہ کی ایسی چار کڑیاں ہیں کہ ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔

۱۔ توبہ کرے یعنی جو گناہ کر رہا تھا اس سے باز آ جائے۔

۲۔ اور یہ باز تب آئے گا کہ بے ایمان تھا تو اب ایمان لے آئے۔

۳۔ اور ایمان تب پختہ ہوگا کہ جب عمل صالح بجالائے۔

۴۔ اور عمل صالح کا ثبوت تب ملے گا کہ جب اس راہ راست اور اس روش پر ثابت قدم بھی رہے۔

واضح رہے کہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں فضائل کی آیت ۸ کے ذیل میں ثابت البنانی کا قول نقل کیا ہے کہ ثم اھتدی الی ولایۃ اھلبیتہ یعنی یہ چیز تب فائدہ دیں گی کہ جب بندہ خاندان نبوت کی ولایت کی طرف راہ پائے گا۔اور یہی مفہوم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا ثم اھتدی الی ولایتنا اھل بیت یعنی ہم اہل بیت نبوت کی ولایت کی طرف رہنمائی حاصل کرے۔(مجمع البیان)

۳۷)۔قالوا ما اخلفنا موعدك...الآیۃ

قوم موسیٰؑ کا عذر لنگ

ابھی اوپر ذکر ہو رہا تھا کہ جب کوہ طور پر خداوند عالم نے جناب موسیٰؑ سے ان کی قوم کی آزمائش میں مبتلا ہونے اور اس کے گمراہ ہونے کا تذکرہ کیا تو جناب موسیٰؑ خشمناک حالت میں افسوس کرتے ہوئے آئے اور قوم کی لعنت ملامت شروع کی جو متن قرآن میں مذکور ہے۔تو قوم نے عذر گناہ بدتر از گناہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے اپنے اختیار سے تو آپ سے وعدہ خلافی نہیں کی۔ ولکن حملنا اوزارا من زینۃ القوم۔البتہ اصل بات یوں ہے کہ ہم پر قوم کے زیورات کا بوجھ تھا جو ہم نے اتار کے پھینک دیا۔اس طرح جب سونا جمع ہو گیا تو آگے سب کچھ سامری نے کیا۔اور اس زیور کو گلا کر ایک گئو سالہ تیار کیا۔اور کہا کہ یہی تمہارا اور موسیٰؑ کا خدا ہے۔تا آخر قصہ جو پوری تفصیل کیساتھ سورہ اعراف کی آیت ۱۴۷ سے لیکر آیت ۱۵۵ تک مذکور ہے اور اسی مقام پر

زیوارت کو آگ میں پگھلا کر ایک خاص فنی تکنیک سے گوسالا بنانے جس سے ہوا کے گزرنے کی وجہ سے گائے کی سی آواز نکلتی تھی یا اس میں غرق فرعون کے وقت جبرئیل کے گھوڑے کے سموں کے نیچے کی مٹی ڈالنے کی وجہ سے یہ آواز پیدا ہوتی تھی۔ان سب باتوں پر گفتگو ہو چکی ہے۔یہاں خواہ مخواہ مفسرین نے موشگافیاں کی ہیں کہ آیا یہ زیورات بنی اسرائیل کے اپنے تھے؟ یا فرعونی قوم یعنی قبطی قوم کے تھے؟ اور اگر اس قوم کے تھے تو پھر ان کے ہاتھ کس طرح لگے؟ آیا یہ ان سے مانگ کر لائے تھے؟ یا دھوکہ سے لائے تھے۔یا ان کے غرق ہوجانے کی بعد جب سمندر کی موجوں نے انکی لاشیں ساحل پر پھینکیں تو جو زیور اس دور کی رسم کے مطابق مردوں نے پہنے ہوئے تھے یہ بنی اسرائیل نے اتار لئے تھے؟ وغیرہ وغیرہ یہ سب قول مختلف مفسرین نے اختیار کئے ہیں جیسا کہ تفہیم القرآن، معارف القرآن اور ضیاء القرآن کے قارئین پر پوشیدہ نہیں ہے اور کئی عربی تفاسیر میں بھی یہ لایعنی بحث موجود ہے۔ہم سمجھتے ہیں کہ یہ محض تطویل لا طائل ہے۔اور رجم بالغیب ہے۔یا پھر محرف تورات پر اعتماد کرنے کے سوا اس کا کوئی اور مدرک نہیں ہے۔اگرچہ بنی اسرائیل سے کوئی بھی قبیح حرکت بعید نہیں ہے۔مگر انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ کسی مستند ثبوت کے بغیر مخالف کے بارے میں بھی الزام تراشی سے اجتناب کرنا چاہئے۔ہمارے مفسرین اور مترجمین کو لفظ حملنا اوزارا۔(کہ ہم پر قوم کے زیوارت کا بوجھ لادا گیا)۔نے دھوکہ دیا کہ اتنے زیورات تو تھے کہ بنی اسرائیل انکے بوجھ کے تلے دب گئے۔

لیکن اگر آیت کا ترجمہ یوں کیا جائے کہ ''ہمیں اس جماعت کے زیوارات جمع کر کے لانے پر آمادہ کیا گیا اور یہ طرح سامری نے ڈالی، تو یہ سارا گورکھ دھندا ختم ہوجائے گا اور اس آیت کا مفہوم سورہ اعراف کی آیت ۱۴۸ کے عین مطابق بھی ہوجائے گا۔جس سے مستفاد ہوتا ہے کہ وہ زیورت جن کو پگھلا کر یہ گوسالہ بنایا گیا تھا وہ بنی اسرائیل کے اپنے تھے قبطی قوم کے نہیں تھے۔ارشاد ہوتا ہے۔**واتخذ قوم موسیٰ من بعدہ من حلیھم عجلا جسدالہ خوار**۔(سورہ اعراف ۱۴۷)

جناب موسیٰؑ کے کوہ طور پر جانے کے بعد ان کی قوم نے اپنے زیورات سے گوسالہ کی مورت بنائی جس سے گائے کی سی آواز نکلتی تھی۔۔۔۔**والحمد للہ علی وضوح الحق**

آیات القرآن

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ

حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿٩١﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ
ضَلُّوْٓا ﴿٩٢﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿٩٣﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ
بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ
اِسْرَآءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿٩٤﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾ قَالَ
بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ
فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿٩٦﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي
الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۪ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ
اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي
الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ
عِلْمًا ﴿٩٨﴾ كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ
مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿٩٩﴾ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿١٠٠﴾
خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ؕ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿١٠١﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ
وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ﴿١٠٢﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ
اِلَّا عَشْرًا ﴿١٠٣﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ
لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿١٠٤﴾

ترجمۃ الآیات

اور ہارونؑ نے اس سے پہلے ہی ان سے کہہ دیا تھا کہ اے میری قوم! تم اس (گوسالہ) کی وجہ سے آزمائش میں پڑ گئے ہو۔ اور یقینا تمہارا پروردگار خدائے رحمٰن ہے سو تم میری پیروی کرو۔ اور میرے حکم کی تعمیل کرو (۹۰) موسیٰ نے کہا اے ہارون! جب تم نے دیکھا کہ یہ لوگ

گمراہ ہو گئے ہیں (۹۲) تو تمہیں کس چیز نے میری پیروی کرنے سے روکا؟ کیا تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی ہے؟ (۹۳) ہارونؑ نے کہا! اے میرے ماں جائے! میری ڈاڑھی اور میرا سر نہ پکڑیئے! مجھے تو یہ ڈر تھا کہ کہیں آپ یہ نہ کہیں کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا۔ اور میری بات کا خیال نہیں کیا (یا میرے حکم کا انتظار نہ کیا؟) (۹۴)۔ (بعد ازاں) کہا اے سامری! تیرا کیا معاملہ ہے؟ (۹۵) اس نے کہا کہ میں نے ایک ایسی چیز دیکھی جو اور لوگوں نے نہیں دیکھی تو میں نے (خدا کے) فرستادہ کے نقش قدم سے ایک مٹھی (خاک) اٹھالی۔ اور اسے (اس گوسالہ میں) ڈال دیا۔ میرے نفس نے مجھے یہ بات سمجھائی (اور میرے لئے آراستہ کر دی) (۹۶) موسیٰ نے کہا جا چلا جا! تیرے لئے اس زندگی میں یہ (سزا) ہے تو کہتا رہے گا کہ مجھے کوئی نہ چھوئے (کہ میں اچھوت ہوں) اور تیرے لئے (آخرت میں عذاب) کا ایک وعدہ ہے جو تجھ سے ٹلنے والا نہیں ہے۔ اور اب دیکھ اپنے اس معبود کو جس کی پرستش پر تو جم بیٹھا رہا۔ ہم (پہلے) اسے جلائیں گے اور پھر اسکی راکھ کو اڑا کر سمندر میں بہائیں گے (۹۷) اے لوگو! تمہارا الٰہ تو بس اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ اور وہ ہر چیز کا علمی احاطہ کئے ہوئے ہے (۹۸) (اے رسول) ہم اس طرح گزرے ہوئے واقعات کی کچھ خبریں آپ سے بیان کرتے ہیں اور ہم نے اپنی طرف سے آپ کو ایک نصیحت نامہ (قرآن) عطا کیا ہے (۹۹) جو کوئی اس سے روگردانی کرے گا تو وہ قیامت کے دن (اپنے اس جرم کا) بوجھ اٹھائے گا (۱۰۰) ایسے لوگ ہمیشہ اسی حالت میں گرفتار رہیں گے اور قیامت کے دن یہ بوجھ بڑا برا بوجھ ہو گا (۱۰۱) جس دن صور پھونکا جائے گا تو ہم مجرموں کو اس طرح محشور کریں گے کہ ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی (۱۰۲) وہ آپس میں چپکے چپکے کہیں گے کہ تم (دنیا اور برزخ میں) کوئی دس دن ہی رہے ہو گے (۱۰۳) ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہہ رہے ہوں گے جبکہ انکا سب سے زیادہ صائب الرائے یہ کہتا ہو گا کہ تم تو بس ایک دن رہے ہو (۱۰۴)

تفسیر الآیات

۳۸)۔ولقد قال ھارون...الآیۃ

حضرت ہارونؑ کی قوم کو فہمائش

اس ارشاد قدرت سے واضح وعیاں ہے کہ جب بنی اسرائیل سامری کے کھڑے کئے ہوئے فتنہ میں مبتلا ہو رہی تھی تو جناب ہارونؑ نے اپنا فرض ادا کرتے ہوئے انہیں غلط روش ورفتار پر روکا ٹوکا۔اور واضح کیا کہ یہ گئو سالہ تمہارا خدا نہیں ہے بلکہ تمہارا خدا خدائے رحمن ہے۔میری پیروی کرو اور میرے حکم کی تعمیل کرو۔مگر قوم نہ مانی اور اس کی اکثریت گمراہ ہوگئی۔

۳۹)۔یاھارون مامنعك...الآیۃ

جب جناب موسیٰؑ غصہ سے بھرے اور افسوس کرتے ہوئے واپس آئے اور قوم کی حالت زار دیکھی تو جوش حق میں اپنے خلیفہ اور قوم کے نگران جناب ہارونؑ سے غضبناک لب ولہجہ میں یوں مخاطب ہوئے۔جب قوم گمراہ ہو رہی تھی تو تم نے بھی میری پیروی نہ کی۔اور میرے حکم کا پاس نہ کیا؟ اور یہ کلام کرتے وقت ان کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے اپنا ایک ہاتھ جناب ہارونؑ کے سر کے اوپر اور دوسرا ٹھوڑی کے نیچے رکھا۔جسکی تفصیل و تاویل سورۃ اعراف کی آیت ۱۵۰ کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

ایضاح:- واضح رہے کہ الا تتبعن کا صحیح ترجمہ وہی ہے جو ہم نے اور عام مفسرین نے کیا ہے مگر اس کا ایک اور مفہوم بھی ہوسکتا ہے جسے بعض مترجمین نے اختیار کیا ہے اور وہ ہے کہ ''جب تم نے دیکھا کہ وہ گمراہ ہوگئے ہیں تو تم (ثابت افراد کو ہمراہ لیکر) میرے پاس (کوہ طور پر) کیوں نہ آ گئے؟

۴۰)۔قال یابنأم لا تاخذ...الآیۃ

جناب ہارونؑ کا حقیقی عذر

جناب ہارونؑ نے کہا میرے ماں جائے! میری ڈاڑھی اور سر نہ پکڑیئے۔امر بالمعروف کے فریضہ کو جو درجہ میرے لئے ممکن تھا وہ میں نے زبانی طور پر ادا کر دیا کہ لوگو یہ گوسالہ تمہارا خدا نہیں ہے بلکہ تمہارا خدا وہ ہے جو خدائے رحمن ہے۔میری اطاعت کرو۔اور میرے حکم کی تعمیل کرو۔مگر قوم نہ مانی۔

اب مزید برآں دو ر درجے اور تھے ایک یہ کہ میں ان گمراہوں سے بھڑ جاؤں اور دوسرا یہ کہ ثابت قدم قلیل جماعت ہمراہ لے کر آپ کے پاس آجاؤں؟ پہلا طریقہ میرے لئے ممکن نہ تھا کیونکہ میں کمزور تھا ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی ۔(اعراف۔۱۵۰) قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیں۔ اور دوسرا راستہ اس لئے اختیار نہ کیا کہ اس طرح خطرہ تھا کہ قوم میں تفرقہ پڑ جائے اور قوم مستقل طور پر دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گی اور آپ کی واپسی سے اصلاح کی جو امید وابستہ تھی وہ بھی ختم ہو جاتی ۔ چنانچہ حقیقت حال کے انکشاف کے بعد جناب موسیٰ نے اپنی اور اپنے بھائی کی مغفرت کی دعا کی ۔ قال رب اغفرلی ولاخی

(۴۱)۔قال فما خطبك یاسامری ...الآیة

سامری کے جواب کا صحیح مفہوم کیا تھا؟

جب جناب موسیٰ ادھر سے فارغ ہوئے تو سامری کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کی سرزنش کرتے ہوئے فرمایا اچھا اسے سامری تیرا کیا معاملہ ہے؟ تو نے یہ کیا کیا؟ اس نے جو جواب دیا اس کے سمجھنے میں قدیم اور جدید مفسرین میں اختلاف ہے ۔ قدیم کا اتفاق ہے اور یہی ہمارے نزدیک اشہر واظہر ہے کہ جب فرعون کی فوج دریا میں داخل نہیں ہو رہی تھی تو خدا نے جبرائیل کو انسانی شکل میں ایک گھوڑے پر سوار کر کے بھیجا اور جب انہوں نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈالا تو انکی دیکھا دیکھی فرعون کی فوج بھی دریا میں داخل ہو گئی

بہرحال سامری نے کہا کہ میں نے دیکھا (جو دوسرے لوگوں نے نہیں دیکھا) ۔ کہ جبرائیل کا گھوڑا جہاں قدم رکھتا تھا۔ وہاں خشک گھاس سرسبز ہو جاتا اور وہاں کی مٹی حرکت کرنے لگتی تھی۔ تو میں نے اس کے نشان قدم کی مٹھی بھر خاک اٹھالی۔ اور اس بے جان قالب میں ڈالدی تو اس کی برکت سے اس میں حیات کے آثار ظاہر ہو گئے ۔ بناء بریں رسول سے مراد (جبرائیل) ہیں۔ اب فی الواقع یہ بات صحیح تھی یا غلط نہ قرآن یہ بتاتا ہے اور نہ ہمیں اس فتنہ پرداز شخص کے جواب کی صحت وسقم سے کوئی غرض ہے ہم یا قدیم مفسرین تو صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ سامری نے جو جواب دیا تھا۔ اس کا مفہوم یہی تھا اور اس کا وہ مطلب نہیں تھا جو ابو مسلم اصفہانی نے یا جدید مفسرین نے بیان کیا ہے " مجھے رسول یعنی موسیٰ یا ان کے دین میں وہ کمزوری نظر آئی جو دوسرے لوگوں کو نظر نہیں آئی ۔ لہذا میں نے ایک حد تک تو اس کے نقش قدم کی پیروی کی ۔ مگر بعد ازاں اسے بالکل چھوڑ دیا " کیونکہ یہ مفہوم قرآنی فصاحت و بلاغت اور اس کے عربی مبین ہونے کی شان سے بہت بعید ہے اور ایک پہلی

معلوم ہوتی ہے۔ بہرکیف جناب موسیٰؑ نے دنیا وآخرت میں سامری کیلئے جو سزا تجویز کی ہے اس سے یہی واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے اس شیطان نما انسان کے اس جواب پر اپنے اطمینان کا اظہار نہیں کیا ہے۔

سامری کون تھا؟

اس میں سخت اختلاف ہے کہ یہ سامری کون تھا؟ کس ملک کا باشندہ تھا اور کس قوم وقبیلہ کا فرد تھا؟ مفسرین نے یہاں بڑی موشگافیاں کی ہیں۔کوئی کہتا ہے کہ یہ شخص قریہ سامرہ کا باشندہ تھا۔کوئی کہتا ہے کہ قدیم مصری زبان میں پردیسی اور غیر ملکی شخص کو سمر کہتے تھے بنا بریں سامری کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ شخص جو اسرائیلی نہ تھا اور مصر سے اسرائیلیوں کے ساتھ ہو گیا تھا۔اور کوئی کہتا ہے کہ یہ سمیری قوم کا فرد تھا اور اس قوم کا تعلق عراق سے تھا وغیرہ وغیرہ۔مگر ہمیں لسان العرب اور تاج العروس کی تحقیق زیادہ پسند ہے لکھا ہے السامرۃ قبیلۃ من قبائل بنی اسرائیل و قوم من الیهود یخالفونهم فی بعض دینهم الیه نسب السامری الذی جعل العجل الذی سمع له خوار۔(لسان العرب، ج ۴، صفحہ ۳۸۰ طبع بیروت) یعنی بنی اسرائیل کے کئی قبائل میں سے ایک خاص قبیلہ کا نام السامرہ ہے اور جس شخص نے گوسالہ بنایا تھا اور اسکی پرستش کرائی تھی وہ اسی قبیلہ کا فرد تھا۔اور یہ قبیلہ یہودی ہے اگرچہ بعض عقائد میں دوسرے یہودیوں سے اختلاف رکھتا ہے۔

(۴۲)۔قال فاذهب فان لك فی الحیوة۔۔۔الایة

سامری کو اسکے اس نا قابل معافی جرم پر دو سزائیں دی گئیں ایک دنیا میں اور دوسری آخرت میں۔ دنیا میں اسے یہ سزا دی گئی کہ وہ زندگی بھر کہتا رہے گا کہ مجھے کوئی نہ چھوئے۔ مجھے کوئی ہاتھ نہ لگائے کیونکہ میں اچھوت ہوں اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسے مسلم جماعت سے خارج کر دیا گیا۔اور اسکے ساتھ بول چال، لین دین، کھانے پینے اور جینے مرنے غرضیکہ تمام سماجی تعلقات قطع کر دیئے گئے اور اس کے دل میں بھی انسانوں سے نفرت پیدا ہوگئی اس لئے وہ جنگل میں وحشی جانوروں کے ساتھ رہتا تھا۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں واصل جہنم ہو گیا۔اور آخرت کا عذاب جہنم اس سے بھی زیادہ سخت اور زیادہ تکلیف دہ ہے۔

ایک علمی لطیفہ

فاضل رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں اس مقام پر ابوالقاسم انصاری کا ایک علمی لطیفہ نقل کیا ہے جس کا یہاں پیش کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جادوگران فرعون مشرک تھے مگر جناب موسیٰؑ کا ایک ہی معجزہ یعنی عصا کا اژدہا بننا دیکھ کر خدا اور موسیٰؑ پر اس طرح ایمان لائے کہ سخت اندوہناک طریقہ پر جانیں

قربان کردیں۔مگران کے پائے ثبات میں لغزش نہیں ہوئی۔مگر بنی اسرائیل نے وہ معجزہ بھی دیکھا، پھر جادوگروں کا ایمان بھی دیکھا۔ بعدازاں مدت دراز تک یکے بعد دیگرے جناب موسیٰؑ کے پورے نو معجزات دیکھے پھر آخر کار عصا مارنے سے سمندر میں بارہ خشک راستے بھی بنتے دیکھے اور دشمن کو اپنے سامنے اپنے لاؤلشکر سمیت ہلاک و برباد ہوتے بھی دیکھا مگر جونہی سمندر سے باہر نکلے اور کچھ لوگوں کو گائے کی پرستش کرتے دیکھا تو جناب موسیٰؑ سے کہنے لگے۔ اجعل لنا الھا کما لھم آلھہ ہمارے لئے بھی اسی طرح خدا بناؤ جو جس طرح ان لوگوں کے خدا ہیں۔اور جب سامری نے گوسالہ بنایا اور اس سے آواز نکلتے دیکھی تو اس کی پوجا پاٹ شروع کردی یہ ہیں بنی اسرائیل ان کو پہچانیئے۔جن کی آج اسرائیل پر حکومت ہے اور مسلمان ان سے بھلائی کی امید رکھتے ہیں

ہم کو ہے ان سے وفا کی امید
جو نہیں جانتے کہ وفا کیا ہے؟

۴۳)۔وانظر الی الھك الذی۔۔۔الآیة

سامری کے گوسالہ کا انجام

آج اپنے معبود کو دیکھ کہ ہم اس کا حشر کیا کرتے ہیں؟ ہم پہلے اسے جلائیں گے پھر اس کی راکھ ہوا میں اڑا کر سمندر میں بہائیں گے۔ظاہر ہے کہ اس طرح بے جان اور بے شعور گوسالہ کو سزا دینا مطلوب نہیں ہے بلکہ اس کے پجاریوں کو سرزنش اور تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ وہ کتنا مجبور اور بے بس ہے کہ اپنا دفاع بھی نہیں کرسکتا۔ پھر وہ خدا کس طرح ہوسکتا ہے۔؟؟

۴۴)۔وقد اتینك من لدنا۔۔۔الآیة

جب جناب موسیٰؑ کی داستان ختم ہوگئی تو پھر اسی قرآن کا ذکر شروع ہوگیا جس کا تذکرہ سورہ کے آغاز میں کیا گیا تھا۔یعنی جس طرح جناب موسیٰؑ کو کتاب ہدایت دی گئی تھی۔اسی طرح ہم نے آپ کو بھی ایک کتاب ہدایت عطا کی ہے جو سراسر سرمایہ پند و نصیحت ہے اور اس کے منکروں کے ساتھ وہی سلوک ہوگا جو منکرین توراۃ کے ساتھ ہوا تھا۔

۴۵)۔یوم ینفخ فی الصور۔۔۔الآیة

جس دن صور پھونکا جائے گا اور تمام مجرم لوگ محشور کئے جائیں گے تو ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی کیوں؟ پیاس کی شدت سے! دہشت کے مارے یا بے نور ہوں گی یعنی اندھی ہوں گی یہ بدشکل ہونے کا استعارہ ہے کہ

ان کے چہرے سیاہ ہونگے اور آنکھیں نیلی ہوں گی۔

۴۶)۔یتخافتون بینہم...الآیۃ

وہ چپکے چپکے کہیں گے کہ تم دنیا میں یا برزخ میں ہر دور میں کوئی دس ہی دن ٹھہرے ہوں گے؟ اور جوان میں بڑا صائب الرائے اور بڑا سمجھدار تھا وہ کہے گا کہ تم صرف ایک دن ہی رہے ہوگے۔ اور کچھ اس سے بھی کم مدت یعنی ایک گھنٹہ بتائیں گے۔ مالبثوا غیر ساعۃ اس سے واضح ہوتا ہے کہ لوگ جس قیامت کے منکر تھے جب اسے اور اس کے شدائد و مصائب کو دیکھیں گے تو حواس باختہ ہوکر اپنی دنیوی اور برزخی زندگی کو بالکل قلیل سمجھیں گے۔ اور پھر اپنی آخرت کو تباہ کرنے پر کف افسوس ملیں گے کہ ہم نے چندروزہ حیات مستعار اور اس کی عیش و عشرت کی خاطر آج کی یہ حیات جاودانی برباد کر لی۔ مگر اس وقت کا کف افسوس ملنا انہیں کوئی فائدہ نہ دے گا۔

آیات القرآن

وَيَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡجِبَالِ فَقُلۡ يَنۡسِفُهَا رَبِّىۡ نَسۡفًا ۝١٠٥ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفۡصَفًا ۝١٠٦ لَّا تَرٰى فِيۡهَا عِوَجًا وَّلَاۤ اَمۡتًا ۝١٠٧ يَوۡمَئِذٍ يَّتَّبِعُوۡنَ الدَّاعِىَ لَا عِوَجَ لَهٗ‌ ۚ وَخَشَعَتِ الۡاَصۡوَاتُ لِلرَّحۡمٰنِ فَلَا تَسۡمَعُ اِلَّا هَمۡسًا ۝١٠٨ يَوۡمَئِذٍ لَّا تَنۡفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنۡ اَذِنَ لَهُ الرَّحۡمٰنُ وَرَضِىَ لَهٗ قَوۡلًا ۝١٠٩ يَعۡلَمُ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ وَلَا يُحِيۡطُوۡنَ بِهٖ عِلۡمًا ۝١١٠ وَعَنَتِ الۡوُجُوۡهُ لِلۡحَىِّ الۡقَيُّوۡمِ‌ ؕ وَقَدۡ خَابَ مَنۡ حَمَلَ ظُلۡمًا ۝١١١ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلۡمًا وَّلَا هَضۡمًا ۝١١٢ وَكَذٰلِكَ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفۡنَا فِيۡهِ مِنَ الۡوَعِيۡدِ لَعَلَّهُمۡ يَتَّقُوۡنَ اَوۡ يُحۡدِثُ لَهُمۡ ذِكۡرًا ۝١١٣ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الۡمَلِكُ الۡحَـقُّ‌ ۚ وَلَا تَعۡجَلۡ بِالۡقُرۡاٰنِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يُّقۡضٰٓى اِلَيۡكَ وَحۡيُهٗ‌ وَقُلْ رَّبِّ زِدۡنِىۡ عِلۡمًا ۝١١٤ وَلَقَدۡ عَهِدۡنَاۤ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنۡ قَبۡلُ فَنَسِىَ وَلَمۡ نَجِدۡ لَهٗ عَزۡمًا ۝١١٥

ترجمۃ الآیات

(اے رسولؐ) لوگ آپ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ (قیامت کے دن کہاں جائیں گے)؟ تو آپ کہہ دیجئے! کہ میرا پروردگار انکو (ریزہ ریزہ کرکے) اڑا دے گا (۱۰۵) پھر ان کی جگہ زمین کو اس طرح چٹیل میدان بنا دے گا (۱۰۶) کہ تم اس میں نہ کوئی ناہمواری دیکھو گے اور نہ بلندی (۱۰۷) اس روز لوگ ایک پکارنے والے (اسرافیل) کے پیچھے اس طرح سیدھے آئیں گے جس میں کوئی کجی نہ ہوگی اور خدا کے سامنے اور سب آوازیں دب جائین گی پس تم قدموں کی آہٹ کے سوا کچھ نہیں سنو گے (۱۰۸) جو کچھ لوگوں کے آگے ہے (آنے والے حالات میں) اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے (گزرے ہوئے واقعات میں) وہ سب کچھ جانتا ہے مگر لوگ اپنے علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے (۱۱۰) سب کے چہرے حی و قیوم کے سامنے جھکے ہوئے ہوں گے اور جو شخص ظلم کا بوجھ اٹھائے گا وہ ناکام و نامراد ہو جائے گا (۱۱۱) اور جو کوئی نیک کام کرے درآنحالیکہ وہ مومن بھی ہو تو اسے نہ ظلم و زیادتی کا اندیشہ ہوگا اور نہ کمی و حق تلفی کا (۱۱۲) اور اس طرح ہم نے اس (کتاب) کو عربی زبان میں قرآن بنا کر نازل کیا ہے اس میں وعید و تہدید بیان کی ہے تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں یا وہ ان میں نصیحت پذیری پیدا کر دئے (۱۱۳) بلند و برتر ہے اللہ جو حقیقی بادشاہ ہے اور (اے پیغمبرؐ) جب تک قرآن کی وحی آپ پر پوری نہ ہو جائے اس (کے پڑھنے) میں جلدی نہ کیا کیجئے اور دعا کیجئے کہ اے میرے پروردگار میرے علم میں اور اضافہ فرما (۱۱۴) اور ہم نے اس سے پہلے آدمؑ سے عہد لیا تھا مگر وہ بھول گئے اور ہم نے ان میں عزم و ثبات نہ پایا (۱۱۵)

تفسیر الآیات

۴۷)۔ یسئلونك عن الجبال۔۔۔الآیة

اس آیت کی شان نزول

مروی ہے کہ کسی شخص نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ جو کہتے ہیں کہ

قیامت کے دن یہ سارا نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا تو پھر اتنے بڑے بڑے پہاڑ کہاں جائیں گے؟ تو خدانے جواب میں یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ اے میرا پیغمبرؐ! آپ اس کے جواب میں کہیں کہ قادر مطلق انہیں زمیں سے اکھیڑ کر اور انکو خاک بنا کر فضاء میں اڑادے گا۔ اور جہاں یہ پہاڑ تھے اس جگہ کو اس طرح ہموار اور چٹیل میدان بنادے گا کہ تمہیں اس میں نہ کوئی ہمواری نظر آئے گی اور نہ کوئی اونچ نیچ اور نشیب و فراز دکھائی دے گی (تفسیر کاشف وغیرہ)

۴۸)۔یو مئذ یتبعون الداعی ۔۔۔الآیۃ

قیامت کے دن ایک داعی کی پکار پر لوگوں کا لبیک کہنا

اس دن جب سب لوگ ایک داعی کے پیچھے اس طرح خاموشی سے چلیں گے کہ قدموں کی آہٹ کے یا چپکے سے کرنے والوں کی کھسر پھسر کے سوا اور کوئی آواز نہیں سنیں گے کیونکہ قیامت اور اس کے ہولناک مناظر کی وجہ سے ایک دہشت انگیز سناٹا چھایا ہوا ہوگا اور سب کے ہوش اڑے ہوئے ہوں گئے۔ اور زبانیں گویا گنگ ہوں گی۔ مخفی نہ رہے کہ یہاں داعی پکارنے والے سے مراد جناب اسرافیلؑ ہیں۔ کیونکہ روایات کے مطابق صور پھونکنا انہی کی ڈیوٹی ہے ایک اور جگہ ارشاد قدرت ہے۔ یوم یدع الداع الی شئی نکر خشعا ابصارھم یخرجون من الاجداث کانھم جراد منتشر مھطعین لی الداع یقول الکافرون ھذا یوم عسر (القمر۔۶ تا ۸)

''جس دن داعی (پکارنے والا) ایک ناخوشگوار چیز کی طرف بلائے گا تو لوگ آنکھیں نیچی جھکائے ہوئے قبروں سے یوں نکل پڑیں گے کہ گویا پھیلی ٹڈیاں ہیں اور لوگ گردنیں بڑھائے بلانے والے کی طرف دوڑتے جاتے ہوں گے اور کافر کہیں گے کہ یہ تو بڑا سخت دن ہے''۔ اس سے معلوم ہوا کہ داعی کی پکار حق ہے اور اس پر لوگوں کا اس طرح لبیک کہتے ہوئے اس کے پیچھے دوڑنا بھی برحق ہے کہ کوئی بھی اس کی خلاف ورزی کی جرات نہیں کرسکے گا۔

۴۹)۔یومئذ لا تنفع الشفاعۃ ۔۔۔الآیۃ

کچھ شفاعت کے بارے میں

قبل ازیں کہیں تفصیلا اور کہیں اجمالا شفاعت کے موضوع پر بلکہ ابھی اوپر سورہ مریم کی آیت (۸۸) لا یملکون الشفاعۃ الا من اتخذ عند الرحمن عھدا۔ کی تفسیر میں ہم شفاعت کا شرعی مفہوم اور اس کا

اثبات کر چکے ہیں ۔مگر یہ بات طے شدہ ہے کہ شفاعت وہی بزرگوار کریں گے جو خدا سے اس کا عہد و پیمان لے چکے ہوں گے ۔ اور انہی خوش قسمت افراد کی کریں گے جن کا دین و مذہب خدا کو پسند ہوگا ۔ **ولا یشفعون الالمن ارتضی** (انبیاء ۲۸)**من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ** (بقرہ ۲۵۵) کون ہے جو اللہ کی اجازت کے بغیر کسی کی شفاعت کرے؟ یہاں بھی اسی حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے کہ اس دن شفاعت کوئی فائدہ نہیں دے گی سوائے اس کے جس کو خدا اجازت دے گا ۔ یہاں استثناء موجود ہے ۔ جو مستثنٰی میں اس کے ثبوت پر دلالت کرتا ہے ۔ لہذا اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ اسلام میں شفاعت نہیں ہے تو بلاخوف رد کہا جا سکتا ہے کہ اس شخص نے قرآن پڑھا نہیں ہے اور اگر پڑھا ہے تو پھر اسے سمجھا نہیں ہے ۔مگر یاد رہے یہ شفاعت امتحان میں رعائتی نمبروں پر پاس کرانے کی مانند ہے عیسائیوں کے عقیدہ کفارہ کی طرح نہیں ہے ۔

۵۰) ۔یعلم ما بین ایدیھم ۔۔۔الاٰیۃ

اس جیسی ایک آیت سورہ بقرہ کی آیت (۲۵۵ ۔آیت الکرسی میں) گزر چکی ہے **یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشئی من علمہ الا بما شاء الآیۃ** اور وہیں اس کی تفسیر بھی گزر چکی ہے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے

۵۱) ۔وعنت الوجوہ للحی القیوم ۔۔۔الآیۃ

قیامت کے دن کوئی سردار ہوگا یا رعایا، کوئی آقا ہوگا یا غلام یا کوئی شاہ ہوگا یا گدا ۔مگر سب کے چہرے یعنی سب لوگ حی و قیوم کے سامنے جھکے ہوئے ہوں گے ۔ آیت الکرسی میں حی و قیوم کے مفہوم کی وضاحت کی جا چکی ہے ۔

۵۲) ۔وقد خاب من حمل ظلما ۔۔۔الآیۃ

جو ظالم ہے وہ خائب و خاسر ہوگا

ظلم خواہ شرک کی صورت میں ہو (**ان الشرک لظلم عظیم**) یا ظلم علی العباد کی شکل میں ہو (**لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار**) بہرحال جس کا دامن ظلم کی آلودگی سے ملوث ہوگا وہ خسارہ اٹھائیگا ۔ اور یقینا ناکام و نامراد ہوگا اور وہ شخص سب سے بڑھ کر فائدہ میں رہے گا جو ایمان کے ساتھ خلق خدا کو فائدہ پہچانے میں لوجہ اللہ ساعی اور کوشاں رہا ہوگا

۵۳) ۔ومن یعمل من الصالحات ۔۔۔الآیۃ

اعمال کی قبولیت کا دارومدار ایمان پر ہے

اس آیت کی نظیر سورہ نحل آیت ۹۷ میں گزر چکی ہے **ومن عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مومن الآیۃ** اوراسی مقام پر ہم قرآن وسنت کی روشنی میں بڑی وضاحت سے ثابت کر آئے ہیں کہ کوئی مرد نیک کام کرے یا کوئی عورت اس کے عمل کی قبولیت کا دارومدار بہرحال ایمان پر ہے۔ پس اگر اس کے اندر ایمان ہے یعنی اس کا عقیدہ صحیح ہے تو پھر اس کے اعمال بھی قبول ہیں اور اگر عقیدہ صحیح نہیں ہے تو پھر کسی عمل صالح کی قبولیت کا کوئی امکان نہیں ہے اطمینان کیلئے مذکورہ مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

۵۴)۔و کذالك انزلناہ قرانا عربیا ۔۔۔الآیۃ

قرآن کو عربی میں نازل کرنے کی حکمت

اس قسم کی ایک آیت سورہ یوسف کی آیت ۲ گزر چکی ہے۔ **انا انزلناہ قرانا عربیا لعلکم تعقلون** اوراسی مقام پر اس کی تشریح وتفسیر کی جا چکی ہے۔ لہذا اسی مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔ الغرض قرآن مبین میں (جو کہ **ام الالسنہ** ہے یعنی تمام زبانوں کی ماں یعنی اصل ہے) نازل کرنے اوراس میں مختلف طریقوں اسلوبوں سے وعید وتہدید کرنے کی غرض وغایت خلاق عالم نے دو چیزیں قرار دی ہیں۔ اول یہ کہ لوگ متقی و پرہیزگار بن جائیں۔ دوسرے یہ کہ زیادہ نہیں تو کم ازکم ان کی نصیحت پذیری کے آثار تو نمودار ہو جائیں۔

۵۵)۔ولا تعجل بالقرآن ۔۔۔الآیۃ

وحی مکمل ہونے سے پہلے قرآن پڑھنے میں جلدی کرنے کی ممانعت

برادران اسلامی نے تو اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ "جبرائیل" جب وحی لے کر آتے تو آنحضرت قرآن ان کے پڑھنے کے ساتھ خود بھی پڑھنے لگتے کہ بھول نہ جاؤں اس کو پہلے منع فرمایا تھا۔ یہاں اور تسلی کر دی تھی کہ اس کا یاد رکھوانا اور لوگوں میں پہنچوانا ذمہ ہمارا ہے (موضح القرآن) یہ بات ہمارے نزدیک شان رسالت کے منافی ہے۔ ہمارے علامہ طبرسی نے مذکرہ بالا مفہوم نقل کرنے کے بعد دو مفہوم اور بیان کئے ہیں جو شان رسالت کے منافی نہیں ہیں۔ (۲) اگر کبھی وحی کے نزول میں تاخیر ہو جائے تو اس کے لئے جلدی نہ کیجئے۔ (۳) جب تک خالق اکبر کی طرف سے کسی حصہ قرآن کی مکمل تشریح نہ آ جائے اس حصہ کے لوگوں تک پہنچانے میں جلدی نہ کریں

۔بہرحال پیغمبر اسلام کو تسلی دی جارہی ہے کہ قرآن کا اتارنا اور اس کا پڑھانا خدا کے ذمہ ہے لہذا آپ کو اس سلسلہ میں کسی قسم کی جلدی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ارشاد قدرت ہے لا تحرك به لسانك لتعجل به ان علينا جمعه و قرآنه فاذا قرانه فاتبع قرآنه ان علينا بيا نه (قیامہ۔١٦ تا١٩)

٥٦)۔ وقل رب زدني علما...الآية

پیغمبر اسلامؐ کی اپنے علم میں اضافہ کی خدا سے دعا کرنا

پورے قرآن میں خدائے تعالیٰ کا اپنے محبوب پیغمبر کو صرف علم میں اضافہ کرنے کی دعا کی تعلیم وتلقین کرنا اور کسی اور چیز کے طلب کرنے کا حکم نہ دینا ایک تو اس بات کی ناقابل رد دلیل ہے۔کہ خدا کے نزدیک علم سے بڑھ کر کوئی اور دولت نہیں ہے اور دوسری اس بات کی دلیل ہے کہ علم عطا کرنے والا خدا ہے جس کے فیض وجود کی کوئی حد نہیں ہے اور وہاں بخل کا نام نہیں ہے اور لینے والے مصطفیٰؐ ہیں جن کے دامن طلب میں کوئی تنگی اور کوتاہی نہیں ہے۔لہذا اب تک دینے والا خدا برابر دے رہا ہے اور لینے والا لے رہا ہے (اصول کافی وصافی) لہذا یا دینے والا جانتا ہے کہ اس نے دیا کتنا؟ یا لینے والا جانتا ہے کہ اس نے لیا کتنا؟ کسی اور کو دخل اور معقولات دینے کی ضرورت کیا ہے؟

سرخدا کی عارف سالک بکس نگفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید ؟

٥٧)۔ ولقد عهدنا الى آدم...الآية

آدمؑ کے ترک اولیٰ کا تذکرہ

ہم نے آدمؑ سے پہلے ہی عہد لے لیا تھا کہ اس درخت کے پاس نہ جانا مگر وہ بھول گئے اور ہم نے ان میں عزم وثبات نہ پایا۔بظاہر دونوں چیزیں عصمت انبیاء کے منافی نظر آتی ہیں۔مگر ہم تفسیر کی پہلی جلد میں ص ١٢٢ سے لے کر صفحہ ١٢٦ تک عصمت آدم پر جس قدر ایرادات کئے گئے ہیں یا کئے جاسکتے ہیں ان سب کا تذکرہ کر کے ان کے مختصر مگر جامع اور مقنع جوابات سپرد قلم وقرطاس کر آئے ہیں اور ثابت کر آئے ہیں کہ وہ ترک اولی تھا کوئی گناہ نہ تھا وہاں رجوع کیا جائے۔اور جہاں تک انبیاء کے سہو ونسیان کا تعلق ہے۔اس موضوع پر بقدر ضرورت ہم تفسیر کی پانچویں جلد کے آخر میں یعنی سورہ کہف ٧٣ قال لا تو اخذني بما نسيت الآية کی تفسیر میں تبصرہ کر چکے ہیں اطمینان قلب کی خاطر اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔انشاءاللہ تعالیٰ

آیات القرآن

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾
فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ
فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا
وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى
شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا
وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۚ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۖ﴿۱۲۱﴾
ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا
بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ
هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ
مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ
اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ
وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ
بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ
اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾

ترجمۃ الآیات

اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدمؑ کے سامنے سجدہ میں گر جاؤ

۔(چنانچہ) ابلیس کے سوا سب سجدے میں گر گئے (۱۱۶) سو ہم نے کہا اے آدمؑ! یہ آپ کا اور آپ کی زوجہ کا دشمن ہے یہ کہیں آپ دونوں کو جنت سے نکلوا نہ دے؟ ورنہ مشقت میں پڑ جائیں گے (۱۱۷) بیشک تم اس میں نہ کبھی بھوکے رہو گے اور نہ ننگے (۱۱۸) اور نہ یہاں پیاسے رہو گے اور نہ دھوپ کھاؤ گے (۱۱۹) پھر شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا (اور) کہا اے آدمؑ! کیا میں تمہیں بتاؤں ہمیشگی والا درخت اور نہ زائل ہونے والی سلطنت (۱۲۰) پس ان دونوں نے اس (درخت) میں سے کچھ کھایا۔تو ان پر ان کے قابل ستر مقامات ظاہر ہو گئے اور وہ اپنے اوپر جنت کے پتے چپکانے لگے اور آدمؑ نے اپنے پروردگار کے امر ارشادی) کی خلاف ورزی کی اور (اپنے مقصد میں) ناکام ہوئے (۱۲۱) اس کے بعد ان کے پروردگار نے انہیں برگزیدہ کیا (چنانچہ) ان کی توبہ قبول کی اور ہدایت بخشی (۱۲۲) فرمایا (اب) تم زمین پر اتر جاؤ ایک دوسرے کے دشمن ہو کر پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ گمراہ ہو گا اور نہ بد بخت ہو گا (۱۲۳) اور جو کوئی میری یاد سے روگردانی کرے گا تو اس کے لئے تنگ زندگی ہو گی۔ اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا محشور کریں گے۔(۱۲۴) وہ کہے گا اے میرے پروردگار تو نے مجھے اندھا کیوں محشور کیا ہے حالانکہ میں آنکھوں والا تھا؟ (۱۲۵) ارشاد ہو گا اسی طرح ہماری آیات تیرے پاس آئی تھیں اور تو نے انہیں بھلا دیا اسی طرح آج تجھے بھی بھلا دیا جائے گا اور نظر انداز کر دیا جائے گا (۱۲۶) اور جو کوئی حد سے تجاویز کرے اور اپنے پروردگار کی بات پر ایمان نہ لائے تو ہم اسے اسی طرح (دنیا میں) سزا دیتے ہیں اور آخرت کا عذاب تو اور بھی بڑا سخت اور پائیدار ہے (۱۲۷) کیا (اس بات سے بھی) انہیں ہدایت نہ ملی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی نسلیں (ان گناہوں کی پاداش میں) ہلاک کر دیں جن کے مکانوں میں (آج) یہ چلتے پھرتے ہیں بے شک اس میں صاحبان عقل کیلئے خدا کی قدرت کی بڑی نشانیاں ہیں (۱۲۸)

تفسیر الایات

۵۸۔ واذقلنا للملآئکة اسجدوا ۔۔۔ الآیة

جناب آدمؑ اور ابلیس کا قصہ

یہ داستان قبل ازیں متعدد مقامات پر گزر چکی ہے جیسے سورہ بقرہ آیت ۳۴ سورہ اعراف آیت ۱۰ سورہ حجر آیت ۳۰ سورہ اسراء آیت ۲۱ اور سورہ کہف آیت ۵۱ وغیرہ لہذا ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے بالخصوص سورہ بقرہ میں بالتفصیل مذکور ہے۔

۵۹۔ ان لك الا تجوع ۔۔۔ الآیة

جناب آدمؑ کو خدا کی یاد دہانی

گویا خدائے رحیم وکریم نے جناب آدمؑ کو دو باتوں میں سے ایک بات کے اختیار کرنے کا اختیار دیا اور ہر بات کا نفع ونقصان بھی واضح کر دیا۔ اگر میری اطاعت کی اور شیطان کی بات نہ مانی۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تو ہوگا اور یہ جنت جس میں نہ بھوک ہے نہ پیاس نہ برہنگی ہے اور نہ تنگی نہ بیماری اور نہ لاچاری نہ سردی اور نہ گرمی اور نہ کوئی رنج وملال اور نہ موت بلکہ خوشحالی ہی خوشحالی ہے اور فارغ البالی ہی فارغ البالی ہے اور اگر شیطان کی بات مان لی۔ تو پھر جنت سے نکلنا پڑے گا اور اس دنیا میں جانا پڑے گا جس میں شدائد بھی ہیں اور مصائب بھی بیماریاں بھی ہیں اور لاچاریاں بھی مختلف پریشانیاں بھی ہیں اور لوگوں کی سرکشیاں بھی ہیں اور طغیانیاں بھی اور سب سے بڑھ کر موت۔ بایں ہمہ تحذیر وتقریر شیطان رجیم خدا کے نام کی جھوٹی قسمیں کھا کے جناب آدمؑ کو فریب دینے میں کامیاب ہو گیا۔ اور اس کی وجہ سے جناب آدمؑ کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ عیاں راچہ بیان کی مصداق ہیں۔ ایسا کیوں ہوا؟ اس کی تفصیل سورہ بقرہ کی آیت ۳۴ تا ۳۸ کی تفسیر میں آپ ملاخطہ فرما سکتے ہیں۔

۶۰۔ فوسوس الیه الشیطان ۔۔۔ الآیة

شیطان نے کس طرح جناب آدمؑ کے اندر وسوسہ ڈالا اور کن لطائف الحیل سے انہیں شجرہ ممنوعہ کا پھل کھانے پر آمادہ کیا۔ اسکی تفصیل سورہ بقرہ کے اندر مذکورہ بالا مقام پر گزر چکی ہے وہاں رجوع کیا جائے۔

۶۱۔ عصیٰ آدم ۔۔۔ الآیة

سورہ بقرہ کے مذکورہ بالا مقام پر عصیاں اور غوایت کی بھی کما حقہ وضاحت کی جا چکی ہے کہ عصیاں کے معنی حکم عدولی کے ہیں۔ لہذا دیکھا جائے گا کہ وہ حکم کس قسم کا ہے۔ اگر وجوبی ہے تو اس کی خلاف ورزی گناہ ہوگی اور اگر وہ حکم ارشادی ہے تو اس کی خلاف ورزی ترک اولیٰ کہلائے گی۔ گناہ نہیں ہوگی۔ ہم نے وہاں ثابت کیا ہے کہ یہ امر ارشادی تھا۔ اس طرح غوایت کے ایک مشہور معنی گمراہی کے ہیں مگر اس کے دوسرے معنی ناکامی و نامرادی کے بھی ہیں کہ جب کوئی آدمی کسی مقصد کے حصول کی خاطر کوئی کام کرے اور وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے تو اسے بھی غوایت کہا جاتا یہاں غوایت کا لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ تفصیل پہلی جلد میں ملاحظہ کیجائے۔

(۲۶)۔ ثم اجتباہ ربہ فتاب ۔۔۔ الآیۃ

سورہ بقرہ کے مذکورہ بالا مقام پر اس بات کی بھی وضاحت کی جا چکی ہے کہ توبہ ہمیشہ گناہ پر ہی نہیں کی جاتی۔ بلکہ ترک مستحب بلکہ ترک اولی پر بھی کی جاتی ہے کیونکہ حسنات الابرار سیئات المقربین۔ اس سلسلہ میں بھی مذکورہ بالا مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

(۶۳)۔ من اعرض عن ذکری ۔۔۔ الآیۃ

یاد خدا سے روگردانی کرنے سے تنگ زندگی کا مفہوم

اس ارشاد خداوندی کہ ''جو کوئی میری یاد سے روگردانی کرے گا تو اس کے لئے تنگ زندگی ہوگی'' تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کی روزی تنگ ہوگی اور تنگدستی میں مبتلا ہوگا اور یاد خدا کرنے والوں کی روزی فراخ ہوگی تاکہ یہ ایراد کیا جائے کہ مشاہدہ تو اسکے خلاف شاہد ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو یاد خدا سے غافل ہے وہ کروڑ پتی ہونا تو کجا اگر ہفت اکلیم کا مالک بھی ہو جائے تب بھی اسے سکون نفس اور اطمینان قلب نصیب نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ توکل اور قناعت کے مفہوم سے نا آشنا ہے۔ یہ آئے دن اخبارات میں بڑے دولتمندوں اور سرمایہ داروں کی خودکشی کی خبریں اس بات کی شاہد صادق ہیں۔ بخلاف یاد خدا منانے والوں کے کہ باوجود نان جوینہ نہ رکھنے کے امن و اطمینان اور سکون نفس کی دولت سے ایسے مالا مال ہیں۔ تو یہ سب کچھ یاد خدا منانے اور توکل و قناعت کے مفہوم سے آشنائی کا ثمرہ ہے۔ ارشاد قدرت ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ خبردار! خدا کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے

(۶۴)۔ و نحشرہ یوم القیامۃ اعمیٰ ۔۔۔ الآیۃ

بعض مفسرین نے اس اندھے محشور ہونے کی یہ تاویل کی ہے کہ وہ دلیل و برہان سے اندھا ہوگا۔ بعض

نے کہا کہ وہ جنت سے اندھا ہوگا وغیرہ۔لیکن یہ تاویل بالکل علیل ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اندھا پن یہاں اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے جیسا کہ آیت میں بیان کردہ سوال و جواب سے واضح و آشکار ہے۔ اور یہی بات احادیث سے بھی ثابت ہے۔اس کی تاویل کرنے کی ہرگز کوئی ضرورت نہیں ہے۔اور یہ اللہ کی یاد سے غفلت برتنے کی دوسری سزا ہے کہ تجھے اندھا محشور کیا گیا اور بالکل نظرانداز کر دیا گیا۔

۶۵)۔ کذالك نجزی ۔۔۔ الآیة

قانون مکافات عمل کا بیان

یہ بات طے شدہ ہے کہ الدنیا مذرعة الاخرة کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے ہر شخص جو کچھ یہاں بو کر جاتا ہے وہی فصل وہاں جا کر کاٹتا ہے از مکافات عمل غافل مشو گندم از گندم بروید جوز جو لہذا جو شخص یہاں ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا وہ وہاں جنت کی صورت میں اس کی جزا پائے گا اور جو کفر وعصیاں کرے گا اور حدود بندگی سے تجاوز وعدوان کرے گا یعنی آیات الہیہ پر ایمان نہیں لائے گا اور حدود الہیہ سے تجاوز کرے گا اس کیلئے آخرت کا عذاب بڑا سخت اور بڑا دیر پا ہے۔

۶۶)۔ افلم یهدیهم ۔۔۔الآیة

کفار مکہ اور مشرکین عرب کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ جو قومیں اپنے کفر وعصیاں اور سرکشی وطغیاں کی پاداش میں حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹا دی گئی ہیں جیسے قوم نوح ولوط اور عاد وثمود وغیرہ جنکے مکانات پر آج یہ لوگ چل پھر رہے ہیں۔

کیا ان واقعات وحادثات نے بھی ان کیلئے سرمایہ ہدایت فراہم نہیں کیا؟ اور انہیں خواب غفلت سے نہیں جگایا؟۔۔کہ جب یہ انہی ہلاک شدہ قوموں جیسے کام کر رہے ہیں تو ان کا انجام بھی انہی جیسا ہو سکتا ہے؟ اگر کوئی عقل کا اندھا عبرت حاصل نہ کرے تو اس کی مرضی ورنہ صاحبان عقل وخرد کیلئے ان سانحات میں بڑا سامان عبرت موجود ہے۔

آیات القرآن

وَلَوۡلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتۡ مِنۡ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ فَاصۡبِرۡ عَلٰى مَا يَقُوۡلُوۡنَ وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ وَقَبۡلَ

غُرُوۡبِهَا ۚ وَمِنۡ اٰنَآئِ الَّيۡلِ فَسَبِّحۡ وَاَطۡرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرۡضٰى ﴿۱۳۰﴾ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيۡنَيۡكَ اِلٰى مَا مَتَّعۡنَا بِهٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡهُمۡ زَهۡرَةَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۙ لِنَفۡتِنَهُمۡ فِيۡهِ ؕ وَرِزۡقُ رَبِّكَ خَيۡرٌ وَّاَبۡقٰى ﴿۱۳۱﴾ وَاۡمُرۡ اَهۡلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصۡطَبِرۡ عَلَيۡهَا ؕ لَا نَسۡـَٔلُكَ رِزۡقًا ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُكَ ؕ وَالۡعَاقِبَةُ لِلتَّقۡوٰى ﴿۱۳۲﴾ وَقَالُوۡا لَوۡلَا يَاۡتِيۡنَا بِاٰيَةٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمۡ تَاۡتِهِمۡ بَيِّنَةُ مَا فِى الصُّحُفِ الۡاُوۡلٰى ﴿۱۳۳﴾ وَلَوۡ اَنَّاۤ اَهۡلَكۡنٰهُمۡ بِعَذَابٍ مِّنۡ قَبۡلِهٖ لَقَالُوۡا رَبَّنَا لَوۡلَاۤ اَرۡسَلۡتَ اِلَيۡنَا رَسُوۡلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّذِلَّ وَنَخۡزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلۡ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوۡا ۚ فَسَتَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ اَصۡحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهۡتَدٰى ﴿۱۳۵﴾

ترجمۃ الآیات

اور (اے رسولؐ) اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک بات طے نہ کردی گئی ہوتی اور ایک (مہلت کی) مدت معین نہ ہوچکی ہوتی تو (عذاب) لازمی طور پر آچکا ہوتا (۱۲۹) سو آپ ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے اور رات کے اوقات میں بھی اور دن کے اول و آخر میں اپنے پروردگار کی حمد و ثناء کے ساتھ تسبیح کیجئے تاکہ آپ راضی ہوجائیں (۱۳۰) اور جو کچھ ہم نے مختلف لوگوں کو آزمائش کیلئے دنیا کی زیب و زینت اور آرائش دے رکھی ہے اس کی طرف نگاہیں اٹھا کر بھی نہ دیکھیں اور آپ کے پروردگار کا دیا ہوا رزق بہتر ہے اور زیادہ پائیدار ہے (۱۳۱) اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور خود بھی اس پر قائم و برقرار رہیں ہم آپ سے روزی طلب نہیں کرتے ۔ ہم تو خود آپ کو روزی دیتے ہیں اور انجام بخیر تو پرہیزگاری کا ہی ہے (۱۳۲) اور یہ لوگ (اہل مکہ) کہتے ہیں کہ (رسول) ہمارے پاس اپنے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی (معجزہ) کیوں نہیں لاتے ۔ کیاان کے پاس اگلی کتابوں کا کھلا ہوا ثبوت نہیں آیا

؟(۱۳۳)اور اگر ہم اس (رسول) سے پہلے انہیں عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یہ کہتے اے ہمارے پروردگار! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا؟ کہ ہم ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے تیری آیتوں کی پیروی کرتے (۱۳۴) آپ کہہ دیجئے! کہ ہرا یک اپنے (انجام کا) انتظار کر رہا ہے سو تم بھی انتظار کرو۔عنقریب تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ سیدھی راہ والے کون ہیں؟ اور ہدایت یافتہ کون ہیں؟ (۱۳۵)

تفسیر الآیات

۶۷۔ ولو لا کلمه سبقت...الآية

عذاب استیصال کے نازل نہ ہونے کی وجہ؟

باوجود یکہ یہ امت ان تمام برے اعمال کا ارتکاب کر رہی ہے جنکی وجہ سے سابقہ امتوں پر عذاب نازل ہوتا رہا ہے مگر پھر بھی اس پر عذاب نازل نہیں ہو رہا۔تو اس کی ایک وجہ تو خدا کا قانون مہلت ہے کہ وہ عذاب کے نازل کرنے میں جلدی نہیں کرتا اور دوسری وجہ جو حقیقی وجہ ہے وہ یہ کہ رحمۃ للعالمین کی برکت وکرامت سے ان کی امت پر مجموعی اور استیصالی عذاب نازل نہیں کرتا۔اور قیامت تک ان کو مہلت دے دی ہے ورنہ کب کا عذاب نازل ہو چکا ہوتا۔وما كان الله معذبهم وانت فيهم۔

۶۸۔ فاصبر على مايقولون...الآية

لوگوں کی زیادتیوں پر پیغمبر اسلامؐ کو صبر کا حکم دیا جاتا ہے

تاریخ شاہد ہے کہ کفار ومشرکین پیغمبر اسلام کو مختلف توہین آمیز ناموں سے یاد کرتے تھے جیسے ساحر، شاعر، مفتری اور مجنون وغیرہ وغیرہ۔تو خداوند عالم آنحضرت کو اس پر صبر وضبط کرنے کا حکم دے رہا ہے لان من صبر انتصر جو صبر کرتا ہے وہ مظفر ومنصور ہوتا ہے اور الصبر مفتاح الفرج صبر کشائش کی کنجی ہے۔اور صبر کرنا عزائم امور میں سے ہے۔بقول شاعر

قیل ان الاله ذو ولد و قیل ان لرسول قد کهنا
اذا مانجی الله والرسول معافکیف انا

لوگ کسی کو بھی معاف نہیں کرتے
نہ نبیوں کو ،نہ اماموں کو ، نہ خود خدا کو
غالبؔ برا نہ مان جو واعظ برا کہے
ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے ؟

۶۸)۔ وسبح بحمد ربك ۔۔۔الآیة

ان اوقات مخصوصہ میں تسبیح کرنے سے کیا مراد ہے

اکثر مفسرین اسلام نے اس سے نماز پنجگانہ اپنے مقررہ اوقات پر پڑھنا مراد لیا ہے

(۱)۔ چنانچہ طلوع آفتاب سے پہلے سے نماز صبح مراد ہے۔

(۲)۔ اور غروب آفتاب سے پہلے نماز عصر مراد ہے۔

(۳،۴) اور رات کے اوقات سے مغرب وعشاء کی نمازیں مراد ہیں۔

(۵) اور دن کے دونوں کناروں سے نماز ظہر مراد ہے جو دن کے پہلے حصہ کے آخری کنارے اور دوسرے حصہ کے ابتدائی کنارہ پر پڑھی جاتی ہے۔

نیز غروب آفتاب سے پہلے میں ظہر وعصر دونوں کو داخل کیا جا سکتا ہے جس طرح کہ دن اور رات کے دونوں کناروں سے نماز صبح ومغرب بھی مراد لی جاسکتی ہے۔اس طرح یہ تکرار وتاکید اور ادبی تفنن تعبیر پر محمول کی جائے گی۔اور بعید نہیں ہے کہ اس تسبیح سے مراد یہی تسبیحات اربعہ سبحان اللہ ،والحمد للہ ، و لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وغیرہ مراد ہوں۔اور اس سے مراد ہر حالت میں خدا کی یاد کرنا مقصود ہو۔ بناء بریں یہ آیت قرآن مجید کی ایک دوسری آیت کی مانند ہوگئی جس میں۔

خدا نے اپنے خاص بندوں کی یہ علامت بیان کی ہے کہ الذین یذ کرون اللہ قیاما وقعوداو علی جنو بہم (آل عمران ۔۱۹۱) کہ وہ اٹھتے ، بیٹھتے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے خدا کا ذکر کرتے ہیں اس مفہوم کی تائید حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی اس روایت سے ہوتی ہے جو اسی آیت کی تفسیر میں وارد ہے۔ فرمایا کہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے دس دس بار یہ تسبیح پڑھے لا الہ اللہ وحدہ لا شریك له ،له الملك وله الحمد یحی ویمیت وهو حی لا یموت بیده الخیر و هو علی کل شئی قدیر (نور الثقلین)۔

٦٩)۔ لا تمدن عینیك ۔۔۔ الآیة

اس آیت کی شان نزول

ابورافع بیان کرتے ہیں کہ ایک بار پیغمبر اسلامؐ کے ہاں کچھ مہمان آئے اور آپ نے مجھے ایک یہودی کے پاس یکم رجب تک ادھار پر کچھ آٹا وغیرہ لینے کیلئے بھیجا۔ چنانچہ میں گیا یہودی سے بات کی۔ مگر اس نے ادھار دینے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ گروی کے بغیر ادھار نہیں دوں گا۔ میں بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہوا۔ ماجرا بیان کیا تو آپ کو دکھ ہوا اور فرمایا اگر وہ مجھے ادھار دے دیتا تو یقینا میں ادا کر دیتا۔ کیونکہ میں آسمان پر بھی امین ہوں اور زمین پر بھی۔ بعد ازاں اپنی زرہ گروی رکھنے کیلئے میرے حوالہ کی تو خدا نے اس کی تسلی کیلئے یہ آیت نازل فرمائی (تفسیر طبری مجمع البیان)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس وقت حضرت رسول خدا لیٹے ہوئے تھے آپ سیدھے اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا۔

من لم یتعز بعزاء الله لقطعت نفسه حسرات علی الدنیا ومن یتبع بصره مافی ایدی الناس یطل حزنه ، ولا یشفی غیظه ، ومن لم یر الله علیه نعمة الافی مطعمه و مشربه نقص علمه و دنی عذابه ۔ جو اللہ کی دی ہوئی تسلی سے دلاسا حاصل نہ کرے اس کا دنیا پر رنج و ملال سے کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور جس کی نگاہ اس کے درپے رہے گی جو کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے تو اس کا حزن وغم طویل ہوگا اور اس کا غصہ کبھی فرو نہیں ہوگا۔ اور جو اللہ کی نعمت کا تصور صرف کھانے اور پینے کی چیزوں تک محدود سمجھتا ہو تو اس کا علم ناقص ہوگا اور عذاب اس کے قریب ہوگا (ایضا) یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کبھی دنیاداروں اور سرمایہ داروں کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تھے اور اپنے خود اختیاری فقر و فاقہ میں مگن رہتے تھے اور جب دنیادار لوگ اپنے مال و دولت کی کثرت و فراوانی پر فخر و مباہات کرتے تھے تو آپ الفقر فخری کہہ کر اپنے فقر و فاقہ پر فخر و ناز کرتے تھے۔ اور وہ جانتے تھے کہ رزق ربک خیر و ابقی ۔ کہ اللہ کا رزق بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

٧٠)۔ وامر اهلك بالصلوة ۔۔۔ الآیة

اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دینا

اس اختلاف سے قطع نظر کہ یہ حکم خصوصی طور پر آنحضرت کو ہے یا یہ حکم عام ہے کہ سب اہل ایمان کو خود

بھی نماز پڑھنی چاہئے اور اپنے اہل وعیال کو بھی اس کے پڑھنے کا حکم دینا چاہئے۔ بہر حال اس حکم کی تکمیل کرنا آپ کے لئے انسب واولیٰ ہے حالانکہ آنحضرت کے اہلبیت تو عصمت وطہارت اور عبادت واطاعت الٰہی کا وہ پیکر ہیں جن کیلئے اس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

آنحضرت کا نوماہ تک نماز کے وقت علی و بتول علیہا السلام کے دروازہ پر جانا اور آیت تطہیر کا پڑھنا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کے نزول کے بعد کم وبیش نوماہ تک ہر نماز کے وقت علی و بتول علیہا السلام کے دروازہ پر تشریف لے جاتے اور فرماتے الصلوۃ رحمکم اللہ بعد ازاں آیت تطہیر کی تلاوت فرماتے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا۔(تفسیر درمنشور، رازی، مجمع البیان وغیرہ)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا امرہ اللہ ان یخص اھلہ دون الناس لیعلم الناس ان لا ھلہ عند اللہ منزلۃ لیست للناس فامر ھم مع الناس عامۃ ثم امر ھم خاصہ (مجمع البیان)

خداوند عالم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ خاص طور پر اپنے اہلبیت کو نماز کا خصوصی حکم دیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اہلبیت کو خدا کے نزدیک وہ منزلت ومقام حاصل ہے جو دوسرے لوگوں کو نہیں اس لئے ان کو عام لوگوں کے ساتھ پہلے عمومی حکم دیا پھر خصوصی حکم دیا۔

ایضاح

چونکہ سورہ طہٰ مکی ہے۔ اور علی وبتول کی شادی ہجرت کے بعد مدینہ میں ہوئی ہے لہذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ آیت مدنی ہے جو مکی سورہ میں درج ہوگئی ہے یا پھر دوبار نازل ہوئی ہے۔ فتدبر

۷۱)۔ وقالو الولا یاتینا ۔۔۔ الایۃ

کفار کا ایراد اور اس کا جواب

باوجودیکہ پیغمبر اسلام نے اپنی صداقت پر متعدد معجزات پیش کئے جن میں سے قرآن آپ کا سب سے بڑا معجزہ خالدہ تھا۔ مگر اس کے باوجود کفار قریش کا یہ کہنا کہ رسول اپنے پروردگار کی طرف سے ہمارے پاس

کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے؟ اس لئے ان کا مدعا اپنے فرمائشی معجزے ہیں جو دھاندلی یا مذاق کے طور پر فرمائش کرتے تھے۔ ان کے اس ناجائز مطالبہ کی رد کرتے ہوئے خدائے حکیم فرما رہا ہے کہ اگر یہ لوگ ایمان لانا چاہتے تو جو کچھ سابقہ آسمانی صحیفوں جیسے توراۃ وانجیل وغیرہ میں پیغمبر اسلام کی تشریف آوری اور انکی خصوصی علامات کے بارے میں واضح بیانات موجود ہیں کیا وہ کافی ووافی نہ تھے؟ یا کیا انہوں نے آسمانی کتابوں میں نہیں پڑھا کہ اگر فرمائشی معجزہ دکھایا جائے تو پھر جو ایمان نہ لائے وہ خدا کے عذاب سے نہیں بچ سکتا۔ اور پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ جو کچھ سابقہ آسمانی کتابوں میں ہے قرآن اس کی توضیح وتشریح ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان لانا ہی نہیں چاہتے اس لئے عذر اور بہانے تلاش کر رہے ہیں کیونکہ خوئے بدرا بہانہ بسیار مخفی نہ رہے کہ اس قسم کی بعض آیات سورۃ بقرہ آیت ۱۱۸ اور سورہ یونس آیت ۲۰ وغیرہ کے مختلف مقامات پر مع تفسیر گزر چکی ہیں۔

۷۲)۔ ولو انا اھلکنھم ۔۔۔ الآیۃ

خدا اتمام حجت کے بغیر عذاب نازل نہیں کرتا

یہ بات طے شدہ ہے کہ جب تک حجت تمام نہ ہو جائے تب تک خدائے عادل وعلیم کسی قوم پر عذاب نازل نہیں کرتا۔ اور اس نے لوگوں کی ناقدری کے باوجود انبیاء مرسلین اسی اتمام حجت کے مقصد کیلئے بھیجے ہیں (رسلا مبشرین و منذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل (نساء ۱۶۵)

میں نے مبشر ومنذر بنا کر رسول بھیجے تا کہ ان کے آجانے کے بعد لوگوں پر حجت تمام ہو جائے اس لئے فرما رہا ہے کہ اگر ہم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھیجنے یا قرآن مجید کے نازل کرنے سے پہلے ان لوگوں کو ہلاک و برباد کر دیتے تو یہی لوگ کہتے ۔ اے ہمارے پروردگار تو نے ہماری طرف نہ کوئی رسول بھیجا تا کہ ہم ذلیل ورسوا ہونے سے بچ جاتے اور تیری آیات کی پیروی کر کے کامیاب وکامران ہوتے۔ لہذا آنحضرت کو بھیج کر اور قرآن نازل کر کے حجت تمام کر دی گئی ہے تا کہ کوئی بہانہ نہ بنا سکے اور کوئی عذر پیش نہ کر سکے۔ قل فللہ الحجہ البالغہ۔

۷۳)۔ قل کل متربص ۔۔۔ الایۃ

ہر جماعت، ہر گروہ اور ہر شخص اپنے انجام کا انتظار کر رہا ہے۔ اہل اسلام، اسلام کے غلبہ اور اس کی فتح و فیروزی کا انتظار کر رہے ہیں اور کفار اسلام کے مٹنے اور مسلمانوں کے خاتمہ کا انتظار کر رہے ہیں۔ اور جو اہل ایمان ہیں وہ جناب عیسیٰؑ کے نزول اور فخر عیسیٰؑ حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور موفور السرور کا

انتظار کرر ہے ہیں۔

انهم يرونه بعيدا ونر اه قريبا ۔عنقریب معلوم ہوجائے گا کہ سیدھی راہ پر چلنے والے کون ہیں؟ اور گمراہ کون ہیں اور ہدایت یافتہ کون ہیں۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا! **والله نحن السبيل الذى امر كم الله بأتبا عه و نحن والله الصراط المستقيم ونحن والله الذين امر الله بطاعتهم** ۔بخدا ہم ہی وہ راستہ ہیں جس پر چلنے کا خدا نے تمہیں حکم دیا ہے۔اور ہم ہی صراط مستقیم ہیں۔اور بخدا ہم ہی وہ ہستیاں ہیں جن کی پیروی کا خدا نے تمہیں حکم دیا ہے(تفسیر قمی)

آج بتاریخ 29 جولائی 2002ء بمطابق 18 جمادی الاولی بروز سوموار 3 بجے دن سورۃ طہ کی تفسیر بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوئی اور اس کے ساتھ سولھواں پارہ بھی ختم ہو گیا

والحمد اللہ رب العلمین وصلی اللہ علی سیدنا ونبینا محمد وآلہ الطاھرین

وآنا الاحقر محمد حسین النجفی بقلمہ

سورۃ الانبیاء کا مختصر تعارف

وجہ تسمیہ

چونکہ اس سورہ مبارکہ میں بہت سے انبیاء کا تذکرہ کیا گیا ہے اس لئے اس کا نام سورۃ الانبیاء رکھا گیا ہے۔

عہد نزول:

اس سورہ کے مضامین اور انداز بیان سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ یہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی کے اواخر میں نازل ہوئی ہے۔ سورہ انبیاء مکی ہے اس کی ۱۱۲ آیتیں اور ۷ رکوع ہیں۔

اس سورہ کے مضامین وموضوعات کی اجمالی فہرست

(۱)۔ قرآن کا حادث ہونا۔

(۲)۔ اہل ذکر سے سوال کرنے کا حکم

(۳)۔ کفار مکہ کے اس زعم باطل کا دلائل سے ابطال کہ کوئی بشر رسول نہیں ہوسکتا۔

(۴)۔ تکوینی اور عقلی دلیلوں سے توحید کا اثبات۔

(۵)۔ خدا کے فعال کا عبث نہ ہونے بلکہ مبنی بر حکمت ہونے کا تذکرہ

(۶)۔ آنحضرت اور قرآن پر کفار کے مختلف مگر بودے ایرادات اور ان کے جوابات۔

(۷)۔ حق و باطل کی کشمکش میں حق کے غالب آنے اور باطل کے مٹ جانے کا بیان۔

(۸)۔ توحید، نبوت اور معاد کے بارے میں کفار کے بعض شبہات اور ان کے جوابات۔

(۹)۔ فرشتوں کے بارے میں کفار کے خیالات کا ابطال اور ان کے اوصاف کا بیان۔

(۱۰)۔ چند انبیاء علیہم السلام کی مقدس سیرتوں کا تذکرہ۔

(۱۱)۔ برہان تمانع سے توحید پروردگار کا اثبات۔

(۱۲)۔ توحید پروردگار تمام انبیاء اکرام کا پیغام ہے۔

(۱۳)۔ ہر جاندار کی زندگی کا دارومدار پانی پر ہے۔

(۱۴)۔ کفار کے اس نظریہ کی رد کہ زندگی صرف چند روزہ کھیل ہے۔

(۱۵) ہر متنفس نے موت کا ذائقہ ضرورت چکھنا ہے۔

(۱۶) جناب خلیل خدا کا آتش نمرود میں جھونکا جانا اور اس کا ٹھنڈا ہو جانا۔

(۱۸) یاجوج وماجوج کا تذکرہ

(۱۹) کفار کی اس غلط فہمی کا ازالہ کہ ان کی تکذیب کے باوجود عذاب کا نہ آنا آپ کے نبی نہ ہونے کی دلیل ہے۔

(۲۰) اس حقیقت کا بیان کہ اخروی فوز وفلاح اور کامیابی کا دارومدار دین اسلام کی مقدس تعلیمات پر عمل کرنے پر ہے

(۲۱) عظمت قرآن کا تذکرہ

(۲۲) پیغمبر اسلام کے رحمۃ للعالمین ہونے کا بیان وغیرہ وغیرہ

اس سورہ کی فضیلت اور اس کی تلاوت کرنے کا ثواب

۱۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے۔ فرمایا جو شخص سورۃ انبیاء کی تلاوت کرے گا تو محشر کے دن خدا اس کا حساب آسانی سے لے گا اور وہ تمام انبیاء اس سے مصافحہ کریں گے جن کا قرآن میں تذکرہ کیا گیا ہے (مجمع البیان)

۲۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا جو شخص اس سورہ سے محبت کرتے ہوئے اس کی تلاوت کرے وہ جنت الفردوس میں نبیوں کے ہمراہ ہوگا۔ اور دنیاوی زندگی میں لوگوں کی نگاہوں میں اس کا رعب ہوگا۔ (نور الثقلین)

۳۔ جس شخص کو تفکرات اور بیماری وغیرہ کی وجہ سے تسکین نہ آتی ہو وہ اسے سورہ کو لکھ کر اپنی کمر سے باندھ کر سو جائے باذن اللہ وہ اس پریشانی سے نجات پائے گا (البرہان)

۴۔ اور اگر اسے ہرن کی جھلی پر لکھی کر اور اپنی کمر سے باندھ کر سو جائے جو عالم خواب میں عجائبات دیکھے گا (ایضا) واللہ العالم

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُہُمۡ وَہُمۡ فِیۡ غَفۡلَۃٍ مُّعۡرِضُوۡنَ ۚ﴿۱﴾ مَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ ذِکۡرٍ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ مُّحۡدَثٍ اِلَّا اسۡتَمَعُوۡہُ وَ ہُمۡ یَلۡعَبُوۡنَ ۙ﴿۲﴾ لَاہِیَۃً قُلُوۡبُہُمۡ ؕ وَ اَسَرُّوا النَّجۡوَی ٭ۖ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا ٭ۖ ہَلۡ ہٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ ۚ اَفَتَاۡتُوۡنَ السِّحۡرَ وَ اَنۡتُمۡ تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۳﴾ قٰلَ رَبِّیۡ یَعۡلَمُ الۡقَوۡلَ فِی السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ ۫ وَ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۴﴾ بَلۡ قَالُوۡۤا اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍۭ بَلِ افۡتَرٰىہُ بَلۡ ہُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلۡیَاۡتِنَا بِاٰیَۃٍ کَمَاۤ اُرۡسِلَ الۡاَوَّلُوۡنَ ﴿۵﴾ مَاۤ اٰمَنَتۡ قَبۡلَہُمۡ مِّنۡ قَرۡیَۃٍ اَہۡلَکۡنٰہَا ۚ اَفَہُمۡ یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۶﴾ وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ فَسۡـَٔلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷﴾ وَ مَا جَعَلۡنٰہُمۡ جَسَدًا لَّا یَاۡکُلُوۡنَ الطَّعَامَ وَ مَا کَانُوۡا خٰلِدِیۡنَ ﴿۸﴾ ثُمَّ صَدَقۡنٰہُمُ الۡوَعۡدَ فَاَنۡجَیۡنٰہُمۡ وَ مَنۡ نَّشَآءُ وَ اَہۡلَکۡنَا الۡمُسۡرِفِیۡنَ ﴿۹﴾ لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ کِتٰبًا فِیۡہِ ذِکۡرُکُمۡ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۰﴾

ترجمۃ الآیات

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ لوگوں کے حساب کتاب (کا وقت) قریب آ گیا ہے اور وہ غفلت میں پڑے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔(۱) ان کے پروردگار کی طرف سے کوئی نئی یاددہانی ان کے پاس آتی ہے۔ تو وہ اسے کھیل کود میں لگے

ہوئے سنتے ہیں۔(۲)ان کے دل بالکل غافل ہیں اور یہ ظالم چپکے چپکے سرگوشیاں کرتے ہیں کہ یہ شخص (رسول) اس کے سوا کیا ہے؟ تمہاری ہی طرح کا ایک بشر ہے کیا تم آنکھوں سے دیکھتے ہوئے (اورسوجھ بوجھ رکھتے ہوئے) جادو (کی بات) سنتے جاؤ گے؟(۳)(پیغمبر اسلامؐ) نے کہا کہ میرا پروردگار آسمان اور زمین کی ہر بات کو جانتا ہے (کیونکہ) وہ بڑا سننے والا (اور) بڑا جاننے والا ہے(۴) بلکہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) خوابہائے پریشان ہیں (نہیں) بلکہ یہ اس نے خود گھڑلیا ہے۔ بلکہ وہ تو ایک شاعر ہے (اور اگر ایسا نہیں ہے) تو پھر ہمارے پاس کوئی معجزہ لائے جس طرح پہلے رسول (معجزات کے ساتھ) بھیجے گئے تھے(۵) ان سے پہلے کوئی بستی بھی جسے ہم نے ہلاک کیا وہ تو ایمان لائی نہیں تو کیا یہ ایمان لائیں گے؟(۶)(اے رسول) اور ہم نے آپ سے پہلے بھی مردوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا تھا جن کی طرف وحی کیا کرتے تھے۔ اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھ لو(۷) اور ہم نے ان رسولوں کو کبھی ایسے جسم کا نہیں بنایا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ہمیشہ زندہ رہنے والے تھے(۸) پھر ہم نے ان سے جو وعدہ کیا تھا اسے سچا کر دکھایا(۹) پس نجات دی جن کو ہم نے چاہا اور زیادتی کرنے والوں کو ہلاک کر دیا بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ہی ذکر ہے کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟(۱۰)

تشریح الالفاظ

(۱)النجوی نجوی کے معنی رازونیاز کی بات ہے ۔(۲)اصغاث أحلام اضغاث ضغث کی جمع ہے جس کے معنی گفتگو کو غلط ملط کرنے کے ہیں اور احلام حلم کی جمع ہے جس کے معنی خواب کے ہیں اور ڈراؤنے خواب جو بیان نہ ہوسکیں۔(۲)۔المسرفین۔ یہ اسراف سے مشتق ہے جس کے معنی حد سے تجاوز کرنے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱) اقترب للناس حسابھم ...الآیات

قیامت کے قریب ہونے کا مطلب

یہاں حساب کتاب سے مراد قیامت ہے کیونکہ انسان کے تمام اقوال واعمال کا مکمل حساب وکتاب قیامت کو ہی ہوگا۔ تو گویا یہ آیت جس میں خداوند عالم فرماتا ہے اقتربت الساعة و انشق القمر قیامت بالکل قریب آ گئی ہے چاند شق ہوگیا ہے۔

باوجود یہ کہ عرصہ دراز گزر گیا اور ہنوز قیامت نہیں آئی اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس کے آنے میں ابھی کتنی دیر اور لگے گی؟ مگر پھر بھی اسے ''قریب'' کہا گیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ یقینا آنے والی ہے اور یہ حقیقت نا قابل انکار ہے کہ ع

غیر بعید کل ماھو آت یعنی

جو چیز یقینا آنے والی ہے وہ بعید نہیں ہے بلکہ بالکل قریب ہے اور اس کے یقینی الوقوع ہونے کی وجہ ہی سے اس مطلب کو صیغہ ماضی سے تعبیر کیا گیا ہے اور دیگر اشراط الساعۃ یعنی قرب قیامت کی دوسری علامتوں کے علاوہ ایک علامت پیغمبر اسلامؐ کی بعثت بھی ہے جو فرماتے ہیں بعثت انا و الساعۃ کھاتین کہ میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ہیں یعنی میں ایسے وقت پر مبعوث ہوا ہوں کہ اب میرے بعد قیامت ہی آئے گی کوئی نیا نبی درمیان میں نہیں آئے گا۔ (مجمع البیان)

اس کے باوجود لوگ خواب غفلت میں سوئے ہوئے ہیں کہ انہیں آخرت اور اس کے حساب وکتاب اور اس کی جزاوسزا کی کوئی فکر نہیں اور ادھر کوئی توجہ ہی نہیں ہے۔ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں الناس نیام اذا ماتوا فانتبھوا لوگ خواب غفلت میں سوئے ہوئے ہیں۔ جب مریں گے تو پھر جاگیں گے (نہج االبلاغہ) لیکن اس وقت کا جاگنا کوئی فائدہ نہ دے گا۔ نیز فرماتے ہیں حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا۔ اپنے نفوس کا خود حساب کتاب کرلو۔ قبل اس کے کہ تمہارا حساب لیا جائے۔ (ایضا)۔ نیز فرمایا الیوم عمل ولا حساب و غداً حساب ولا عمل۔ آج عمل ہی عمل ہے کوئی حساب نہیں ہے اور کل حساب کا دن ہوگا اور کوئی عمل نہ ہوگا۔ (ایضا)

۲) ما یاتیھم من ذکر ۔۔۔الآیۃ

قرآن قدیم نہیں ہے

یہاں بالا اتفاق ذکر سے مراد قرآن مجید ہے جیسا کہ خداوند عالم نے بار بار قرآن کو ذکر کہا ہے جیسے ۔ انانحن نزلنا الذکر و اناله لحافظون (حجر ۹) کہ ہم نے ہی ذکر یعنی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں ۔ وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس مانزل الیھم (نحل ۔ ۴۴) ہم نے آپ کی طرف ذکر یعنی قرآن نازل کیا ہے تا کہ آپ لوگوں کو کھول کر بتائیں کہ ان کی طرف کیا نازل کیا گیا ہے ۔ اس آیت نے قرآن کو حادث کہا ہے ''وفی ھذہ الایۃ دلالۃ علی ان القرآن محدث ہے ۔آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن حادث ہے ۔(تفسیر بتیان)

قدیم ہونا اللہ کی وہ صفت خاص ہے کہ کوئی چیز اس میں اس کی شریک نہیں ہے قرآن آیت آیت اور سورہ سورہ ہو کر حالات وواقعات کے مطابق نازل ہوا ہے ۔حضرت امام رضا علیہ السلام نے بھی س آیت کے ساتھ قرآن کے حادث ہونے پر استدلال کیا ہے (احتجاج طبرسی) مخفی نہ رہے کہ کھیل کود میں رہتے ہوئے قرآن سننے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسے اس طرح توجہ اور سنجیدگی کے ساتھ نہیں سنتے جس طرح کلام اللہ کو سننا چاہئے ۔ بلکہ وہ آیات الہیہ کا مذاق اڑاتے ہیں ۔

۳) ۔واسروا النجوی الذین ظلموا ۔۔۔الآیۃ

اسروا کی واو ضمیر جمع سے بدل ہے اور ایک لغت کی بناء پر اسروا کا فاعل ہے ۔مطلب یہ ہے کہ ظالم لوگ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہوئے دو باتیں کہتے ہیں ایک یہ کہ یہ پیغمبر تو بالکل تمہارے جیسا بشر ہے ۔اور یہ کہ اس کے کلام میں جو تاثیر ہے یہ جادو کا اثر ہے تو کیا تم جان بوجھ کر اپنے جیسے آدمی کے جادو کے چکر میں پڑتے ہو؟

کفار کے انکار کے وجوہ؟

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ کفار قریش کے ایمان نہ لانے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی ایمان لانے سے منع کرنے کے دو سبب تھے ۔ایک یہ کہ پیغمبرؐ تو انہیں کی طرح ایک انسان ہیں ۔جبکہ ان کے خیال محال کے مطابق پیغمبر کو کوئی فرشتہ ہونا چاہئے اور دوسرے یہ کہ ان کے کلام میں جو تاثیر ہے یا یہ معجزہ کے نام سے جو کچھ یہ پیش کر رہے ہیں یہ معجزہ نہیں بلکہ جادو ہے ۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ باجود اپنے انتہائی تعصب اور بغض اور عناد

کے یہ مانتے تھے کہ پیغمبر اسلام کی ذات اور ان کی تعلیم میں یقینا تاثیر اور کشش پائی جاتی ہے۔ البتہ وہ اس تاثیر کو آپ کی سیرت و کردار کی بلندی اور آپ کی پاکیزہ تعلیم و تلقین کی تاثیر یعنی حق کی تاثیر ماننے کیلئے تیار نہ تھے۔ لہذا وہ اپنے دل کو خوش رکھنے کیلئے اور دوسرے لوگوں کو طفل تسلیاں دینے کیلئے کہتے تھے کہ یہ جادو کی تاثیر ہے اور یہ اسی کا اثر و نفوذ ہے۔ ع

دل کو خوش رکھنے کی خاطر یہ خیال اچھا ہے۔

سچ ہے۔

شجر ہے فرقہ آرائی تعصب ہے ثمر اس کا
یہ وہ پھل ہے جو جنت سے نکلواتا ہے آدمؑ کو

۴)۔ قال ربی یعلم القول۔۔۔الآیۃ

کفار کے خرافات اور ان کا جواب

یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ ایک سرکش اور گمراہ انسان کیلئے حقیقت کا اقرار و اعتراف کرنے سے زیادہ مشکل اور کوئی بات نہیں ہوتی۔ لہذا وہ مختلف حیلے بہانے بناتا ہے اور حق سے فرار کی راہیں تلاش کرتا ہے۔ مگر حقیقت بھی چونکہ حقیقت ہوتی ہے وہ بھی اپنے آپ کو منوائے بغیر نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ کفار کی بدحواسی اور حیرانگی کا یہ عالم ہے کہ قرآن اور تعلیم اسلام کو کبھی شعر و شاعری کہتے ہیں، کبھی سحر و ساحری کہتے ہیں اور کبھی افتراء پردازی اور کبھی من گھڑت داستان کہتے ہیں اور اس طرح ہر لحظہ اپنا رویہ بدل رہے ہیں اور یہ کسی ایک بات پر اتفاق نہیں کرتے گویا زبان حال سے کہہ رہے ہیں۔

کبھی گرتا ہوں مینا پر، کبھی جھکتا ہوں ساغر
پر میری بے ہوشیوں سے ہوش ساقی کے بکھرتے ہیں

اور ایک روایت میں ہے کہ کفار قریش اپنے دار الندوہ میں اکٹھے ہوتے تھے اور یہ ساری بھانتوں بھانت کی باتیں ہوتی تھیں۔ (ابن ہشام)

بہرحال ان سب خرافات کے جواب میں خلق عظیم کا مالک صرف یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار ہر اس بات کو جانتا ہے جو آسمان و زمین میں کہی جائے کیونکہ وہ بڑا سننے والا اور بڑا جاننے والا ہے۔ یعنی تمہاری خفیہ اور علانیہ باتوں جھوٹے پراپیگنڈوں کو سن رہا ہے اور تمہاری مذبوحی حرکتوں کو دیکھ رہا ہے۔ اور وہی قادر مطلق اپنی قدرت کاملہ تمہارے تمام حربوں کو ناکام بنائے گا مجھے ترکی بترکی جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

۵)۔ فلیا تنا بآیه...الآیة

کفار کا ایک اور مطالبہ اور اس کا جواب

کفار کا ایک مطالبہ یا اعتراض یہ بھی تھا اگر آپ واقعی پیغمبرؐ ہیں تو پھر ہمارے پاس کوئی ایسا معجزہ کیوں نہیں لاتے جیسے سابقہ انبیاء لاتے تھے جیسے جناب صالحؑ کا ناقہ اور موسیٰؑ کا عصا وغیرہ وغیرہ۔ اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ سابقہ انبیاء کے جن معجزات کا تم پیغمبر اسلامؐ سے مطالبہ کررہے ہو تو یہ بتاؤ کہ کیا اس دور کے لوگ وہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے تو اسے ہلاک کردیا جاتا ہے۔ جیسے سابقہ بعض قومیں ہلاک ہوئیں۔ لہذا اگر تمہارا مطالبہ پورا کردیا گیا اور پھر بھی تم ایمان نہ لائے تو برباد کردیے جاؤ گے۔ تمہارا منہ مانگا معجزہ نہ دکھانا تم پر خدا کا خاص فضل ہے تاکہ ابدی ہلاکت سے بچ جاؤ۔

۶)۔ وما ارسلنا قبلك...الآية

کفار کے بشریت انبیاء والے ایراد کا جواب

کفار چونکہ بار بار اپنے ابا وانکار کی بنیاد اس بات پر رکھتے تھے کہ پیغمبرؐ اسلام چونکہ ہماری طرح کے بشر ہیں۔ طعام کھاتے ہیں اور بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔ مالهذا الرسول یاکل الطعام و یمشی فی الا سواق اس لئے ان پر ایمان نہیں لائے تو خدائے علیم وحکیم جواب میں فرمارہا ہے کہ میرا ہمیشہ سے یہ دستور چلا آرہا ہے کہ میں جب نبی ورسول بھیجتا ہوں تو انسانوں سے ہی بھیجتا ہوں۔ لہذا سابقہ انبیاء کو باوجود ان کے بشر ہونے کے ماننے اور خاتم الانبیاء کو ان کے بشر ہونے کی وجہ سے نہ ماننے کی کیا وجہ ہے؟ واضح رہے کہ قبل ازیں سورہ نحل آیت ۴۳ میں یہی آیت ان کنتم لا تعلمون تک گزر چکی ہے۔ اور وہیں اس کی تفسیر گزر چکی ہے۔ اور اسی مقام پر اھل الذکر کی وضاحت بھی کی جاچکی ہے کہ اس سے گو بظاہر اھل کتاب مراد ہیں مگر در حقیقت اس کے مصداق اہلبیت نبوتؐ ہیں اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

لمحہ فکریہ

اگر خدا ہمارے دور کے غلاۃ، مفوضہ اور شیخیہ کو توفیق دے تو وہ قرآنی حقائق کی روشنی میں سوچیں کہ کفار مشرکین اور ان کے عقائد ونظریات میں کس قدر مماثلت پائی جاتی ہے؟ وہ بھی کہتے تھے کہ نبی بشر وانسان نہیں ہوسکتا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ

۱۔ نبی بشر و انسان نہیں ہوتے اور انکی نوع اور ہوتی ہے۔

۲۔ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ نبی کھانا نہیں کھاتے۔ نبی کھانے پینے اور دیگر بشری لوازم سے منزہ ہوتے ہیں۔

۳۔ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ نبی مر نہیں سکتا یہ بھی کہتے تھے کہ نبی و امام موت کا ذائقہ نہیں چکھ سکتا۔ فهل من مدکر

۷)۔ ثم صدقنا هم الوعد۔۔۔الآیة

خدا نے اپنے وعدے ہمیشہ سچے کر دکھائے

ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے ہمیشہ سے جس فتح و فیروزی کے وعدے کئے کتب الله لا غلبن انا اور سلی ان الله قوی عزیز ۔(المجادلہ ۲۱) انا لننصر رسلنا و الذین آمنو افی الحیوة الدنیا و یوم یقوم الا شهاد۔(غافر ۵۱) اور مکذبین و کافرین کی ہلاکت کی جو وعید کی ہے ہمیشہ ان پر عمل کیا ہے اور ہمیشہ انبیاء اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات ہے اور حد سے بڑھنے والوں یعنی کفار و مشرکین کی سزا دی ہے ومن اصدق من الله قیلا ؛ ومن اوفی بعهده من الله

۸)۔ لقد انزلنا الیکم کتابا۔۔۔الآیة

یہاں ذکر سے کیا مراد ہے؟

کیونکہ لفظ ذکر کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔اس لئے مختلف مفسریں و مترجمین نے اس کے مختلف معنی کئے ہیں۔

(الف)۔اس میں تمہارے لئے نصیحت ہے (ب)۔ اس میں تمہارے لئے عزو شرف ہے۔

(ج)۔ اس میں تمہارے لئے اخلاق ہے۔ (د)۔اس میں تمہارے لئے دین و دنیا کے مسائل کا تذکرہ ہے وغیرہ وغیرہ اگر ذکر کو اپنے عمومی معنی میں بھی لیا جائے تو اس میں معنویت پائی جاتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پیغمبر اسلام کی آمد اور قرآن کے نزول سے پہلے عربوں کو کوئی جانتا بھی نہیں تھا۔مگر اب جو اس قوم کے کائنات کے گوشے گوشے میں تذکرے ہیں اور اس پر سینکڑوں کتابیں لکھی جارہی ہیں تو یہ پیغمبر اسلام اور قرآن کا فیضان ہے۔گویا آنحضرت اور قرآن زبان حال سے کہہ رہے ہیں منم کرو دمش رستم داستان و گرنہ ہلے بودر سیستان

نیز اس کو قریش کی ان بھانتوں بھانت باتوں کا جواب بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ جو قرآن کے متعلق کہتے تھے جو آیت ۵ میں بیان کی گئی ہیں کہ اس کتاب میں کوئی ایسی انوکھی بات تو بیان نہیں کی گئی جو تمہاری سمجھ میں نہ آئے۔ بلکہ اس میں تو تمہارا ہی حال احوال بیان کیا گیا ہے۔ اور تمہاری ہی فطرت وطبیعت اور تمہارے ہی آغاز وانجام کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور تمہاری ہی دنیا وآخرت کی فوز وفلاح کی باتوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ وبس

آیات القرآن

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ⑪ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ⑫ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ⑬ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ⑭ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ⑮ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ⑯ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ⑰ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ⑱ وَلَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ⑲ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ⑳ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ㉑ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ㉒ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ㉓ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِىَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِىْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ㉔

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴿۲۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ﴿۲۷﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ﴿۲۸﴾ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴿۲۹﴾

ترجمة الآيات

اور کتنی ہی بستیاں ہیں جو ہم نے برباد کردیں۔ کیونکہ وہ ظالم تھیں (ان کے باشندے ظالم تھے) اوران کی جگہ اور قوم کو پیدا کردیا (۱۱) جب انہوں نے ہمارا عذاب محسوس کیا تو ایک دم وہاں سے بھاگنے لگے (۱۲) (ان سے کہا گیا) بھاگو نہیں (بلکہ) اپنی آسائش کی طرف لوٹو جو تمہیں دی گئی تھی۔ اور اپنے گھروں کی طرف لوٹو۔ تاکہ تم سے پوچھ گچھ کی جائے (۱۳) ان لوگوں نے کہا ہائے ہماری بدبختی بے شک ہم ظالم تھے (۱۴) وہ برابر یہی پکارتے رہے یہاں تک کہ ہم نے انہیں کٹی ہوئی کھیتی کی طرح (اور) بجھی ہوئی آگ کی طرح کردیا (۱۵) اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کو کھیل تماشے کے طور پر پیدا نہیں کیا (۱۶) اگر ہم کوئی دل بستگی کا سامان چاہتے تو اپنے پاس سے ہی کر لیتے مگر ہم ایسا کرنے والے نہیں (۱۷) بلکہ ہم باطل پر حق کی چوٹ لگاتے ہیں جو اس کا بھیجا نکال دیتی ہے (سر کچل دیتی ہے) پھر یکا یک باطل مٹ جاتا ہے۔ افسوس ہے تم پر ان باتوں کی وجہ سے جو تم بناتے ہو (۱۸) جو کوئی آسمانوں میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے سب اسی کیلئے ہے اور جو اس کی بارگاہ میں ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر و سرکشی نہیں کرتے اور نہ ہی تھکتے ہیں (۱۹) وہ رات دن اس کی تسبیح کرتے ہیں کبھی ملول ہو کر وقفہ نہیں کرتے (۲۰) کیا انہوں نے زمینی (مخلوق) سے ایسے معبود بنائے ہیں جو مردوں کو زندہ کردیتے ہیں (۲۱)

اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کوئی اور خدا ہوتا تو دونوں کا نظام برباد ہو جاتا پس پاک ہے اللہ جو عرش کا مالک ہے ان باتوں سے جو لوگ بناتے ہیں (۲۲) وہ جو کچھ کرتا ہے اس کے بارے میں اس سے باز پرس نہیں کی جاسکتی (ہاں البتہ) ان لوگوں سے باز پرس کی جائے گی (۲۳) ان لوگوں نے اللہ کے علاوہ اور خدا بنائے ہیں؟ کہئے کہ اپنی دلیل پیش کرو۔ یہ (قرآن) میرے ساتھ والوں کی (کتاب) ہے اور مجھ سے پہلے والوں کی (کتابیں بھی) ہیں (ان سے کوئی بات میرے دعویٰ کے خلاف نکال کر لاؤ۔ بلکہ اکثر لوگ حق کو نہیں جانتے (اس لئے) اس سے روگردانی کرتے ہیں (۲۴) اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا رسول نہیں بھیجا جس کی طرف یہ وحی نہ کی ہو کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ پس تم میری ہی عبادت کرو (۲۵) اور وہ کہتے ہیں کہ خدائے رحمن نے اولاد بنا رکھی ہے وہ (اس سے) پاک ہے بلکہ وہ فرشتے تو اس کے بندے ہیں (۲۶) جو بات کرنے میں بھی اس سے سبقت نہیں کرتے اور اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں (۲۷) اللہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ کسی کی شفاعت نہیں کرتے سوائے اس کی جس سے خدا راضی ہو۔ اور وہ اس سے ڈرتے رہتے ہیں (۲۸) اور جو (بالفرض) ان میں سے یہ کہدے کہ اللہ کے علاوہ میں خدا ہوں۔ تو ہم اسے جہنم کی سزا دیں گے ہم ظالمون کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں (۲۹)

تشریح الالفاظ

۱) و کم قصمنا قصم یقصم قصما کے معنی ہلاک کرنے کے ہیں۔ (۲) یر کضون رکض کے معنی تیزی سے ڈورنے کے ہیں (۳) حصد یحصد کے معنی فصل کے کاٹنے کے ہیں (۴) خامدین خمود کے معنی آگ بھڑک کے ختم ہونے کے ہیں (۵) فیدمغہ کے معنی دماغ تک زخمی کرنے کے ہیں۔ (۶) دمغ الحق علی الباطل کے معنی ہیں حق کا باطل کو مٹانا ہے۔

تفسیر الآیات

۹)۔ و کم قصمنا من قریة۔۔۔الآیة

بقاء اصلح کا قانون قدرت

وہ بستیاں کیوں ہلاک ہوئیں ان کے باشندے کیوں برباد ہوئے اور ان کی جگہ خدا نے ایک اچھی قوم کیوں لا کھڑی کی؟ اگر نظام قدرت پر غور وفکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا ایک عالمگیر قانون ہے کہ جب حق وباطل میں کشاکش شروع ہو جائے تو پھر قانون قدرت یہ ہے کہ حق باقی رہتا ہے کیونکہ اس کی بقاء لوگوں کیلئے مفید ہے اور باطل مٹ جاتا ہے کیونکہ وہ لوگوں کیلئے ضرررساں ہے۔لہذا اس قانون قدرت کی رو سے بقاوارتقاع حق کا مقدر ہے۔اور نابودی وفناء باطل کا نوشتہ تقدیر ہے۔قل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل کان زهوقا اس طرح یہ پیغمبر اسلام کی تکذیب کرنے والوں کیلئے وعید وتہدید ہے کہ اگر تم اپنی روش سے باز نہ آئے تو تمہارا انجام پہلی تکذیب کنندہ قوموں جیسا ہو سکتا ہے۔

۱۰)فلما احسوا باسنا۔۔۔الآیة

تکذیب حق کرنے والوں کی حالت راز کی تصویر کشی

ان آیات میں حق کو جھٹلانے والوں کی حالت زار کی بڑے عمدہ انداز میں تصویر کشی کی گئی ہے کہ جب وہ عذاب الٰہی کے نزول کے آثار کو دیکھتے ہیں تو بے تحاشا بھاگنا شروع کر دیتے ہیں تو ان سے کہا جاتا ہے کہ اب بھاگو مت! کیونکہ اس سے کوئی مفر نہیں ہے بلکہ اپنے اسائش کدوں اور عیش وعشرت کے مکانوں کی طرف لوٹ کر جاؤ اور اپنی محافل عیش وطرب جماؤ تا کہ شاید اب بھی تم سے سوال و جواب کیا جائے۔اور تمہارے مشوروں سے استفادہ کیا جائے۔آہ

الا ن اذا علقت له مخالبنابه
یر جو االنجاة ولات حین مناص

وہ اس وقت اپنے جرائم کا اقرار بھی کرتا ہے اور اپنے ظلم وزیادتی کا اعتراف بھی اور واویلا بھی بہت کرتا ہے۔مگر جب عذاب آجائے تو پھر ٹلتا نہیں ہے۔لہذا انہیں کٹی ہوئی کھیتی اور بجھی ہوئی آگ کی طرح بنا دیا جاتا ہے۔اور ان کو نیست نابود کر دیا جاتا ہے۔

۱۱)۔ وما خلقنا السماء ۔۔۔الآیۃ

کافرون اور جاہلوں کا نظریہ حیات اور اس کا ابطال

ہر دور کے کافروں اور جاہلوں کا یہ نظریہ رہا ہے کہ یہی چند روزہ حیات مستعار ہے اور یہی چند دنوں کی بہار ہے جو آدمی گزار کر عدم آباد کی طرف چلا جاتا ہے۔ نہ کوئی دوسری زندگی ہے اور نہ کوئی جزا و سزا ہے اور نہ کوئی حساب و کتاب اور نہ کوئی باز پرس۔ لہذا اس زندگی میں دل کھول کر داد عیش دینی چاہئے۔ اور یہ کہ یہ سارا نظام کائنات محض عبث و بے مقصد ہے۔ خدائے حکیم اور قرآن کریم نے بار بار اس باطل نظریہ کی پرزور الفاظ میں تردید کی ہے۔ اور واضح کیا ہے کہ یہ سارا نظام کائنات ایک عظیم مقصد اور بلند غرض و غایت کی خاطر قائم کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ آثا کو دیکھ کر ان کے موثر پر، تدبیر کو دیکھ کر مدبر پر اور نظام قدرت کو دیکھ کر کائنات کے منتظم اعلیٰ کی ہستی پر استدلال کیا جائے۔ اور پھر اپنے مقصد حیات کو سمجھ کر اس کے مطابق عمل کر کے اپنی ابدی زندگی کو سنوارا جائے۔ مخفی نہ رہے کہ اس قسم کی ایک آیت سورہ آل عمران میں ۱۹۱ پر بھی گزر چکی ہے یتفکرون فی خلق السموت والارض ربنا ما خلقت هذا باطلا اور اس مقام پر ان بعض حکمتوں اور مصلحتوں کا تذکرہ بھی کیا جا چکا ہے جو خلقت آسمان و زمین اور دیگر کائنات کی پیدائش میں پوشیدہ ہیں۔ وہاں رجوع کیا جائے ۔سبحانك فقنا عذاب النار۔

۱۲)۔ لو اردنا ان نتخذ لهوا ۔۔۔الآیۃ

لہو کے معنی جہاں کھیل تماشہ کے ہیں وہاں اس کے ایک معنی دل بستگی کے سامان یعنی زن و بچہ کے بھی ہیں۔ بنابریں اس آیت سے پہلے معنی کے اعتبار سے مطلب یہ ہوگا کہ اگر ہم اس نظام ہستی کو کھیل تماشا بنانا چاہتے تو بنا سکتے تھے۔ کون ہمیں اس سے منع کر سکتا تھا مگر یہ بات ہماری قدرت و حکمت کے شایان نہیں ہے۔ اور دوسرے معنی کے لحاظ سے مفہوم یہ ہوگا کہ اگر ہم زن و بچہ سے دل بہلانا چاہتے تو پھر اپنے ہاں سے ضرور اس کا انتظام کرتے پھر یہ نظام دنیا کے ڈول ڈالنے کا مقصد کیا تھا؟ مخفی نہ رہے کہ ان کے کنا فاعلین میں ان نافیہ ہے جس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ ''مگر ہم ایسا کرنے والے نہیں ہیں'' اور بعض نے اسے شرطیہ قرار دیتے ہوئے اس کے یہ معنی کئے ہیں ''اگر ہم ایسا کرنا چاہتے'' مگر آیت کے سیاق و سباق کو سامنے رکھتے ہوئے اسے نافیہ قرار دینا انسب و اولیٰ ہے۔

۱۳)۔ بل نقذف بالحق علی الباطل ۔۔۔الآیۃ

یہاں خدائے علیم وحکیم کے اسی عالمگیر قانون تصادم حق و باطل کی طرف اشارہ ہے جو ہم ابھی اوپر حاشیہ نمبر ۹ کے ذیل میں بیان کر آئے ہیں کہ حق و باطل اور اصلح وغیر اصلح کی کشمکش وتزاحم میں قانون قدرت یہ ہے کہ وہ حق اور اصلح کو باقی رکھتا ہے۔ اور باطل اور غیر اصلح کو مٹا دیتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے وہ حق کے ہتھیار سے باطل پر وہ کاری ضرب لگاتا ہے۔ جو اس کا بھیجا نکال دیتی ہے اور اسے بالکل کچل کے رکھ دیتی ہے۔ اس طرح ایک دم باطل فنا ہو جاتا ہے۔ اور کارگاہ ہستی میں صرف حق کی جلوہ آرائی باقی رہ جاتی ہے۔ والحمدللہ

۱۴)۔ ولہ من فی السموت۔۔۔ الآیۃ

توحید پروردگار کا ثبوت اور شرک کا بطلان

یہاں پھر اس موضوع پر گفتگو کا آغاز ہو رہا ہے جو پیغمبر اسلامؐ اور مشرکین عرب کے درمیان ہر قسم کے نزاع کا محور و مرکز تھی۔ یعنی یہ کہ کائنات کا خالق و مالک واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ آسمان ہو یا زمین یا ان کی مخلوق یا وہ جو اللہ کے نزدیک کوئی مقام و مرتبہ رکھتے ہیں یعنی فرشتے اور انبیاء وغیرہ یہ سب اللہ کے مملوک و مخلوق ہیں ان میں کوئی اللہ کی اولاد یا اس کی خدائی میں کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ اس کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں کبھی ملول خاطر ہو کر وقفہ نہیں کرتے ہیں۔ کیا انہوں نے ایسے خودساختہ معبود بنا رکھے ہیں جو مردوں کو زندہ کر کے کھڑا کر سکتے ہیں؟ حالانکہ اللہ رب العزت کے سوا کسی میں ایسا کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ وہی مارنے اور جلانے والا ہے۔ اللہ یحی و یمیت

۱۵)۔ لو کان فیھما الھۃ۔۔۔ الآیۃ

توحید پروردگار پر دلیل تمانع

اس آیت مبارکہ میں اس دلیل کی طرف اشارہ ہے جسے متکلمین دلیل تمانع کہتے ہیں اور اسے ان کے ہاں توحید کے بارے میں کلیدی حیثیت حاصل ہے اسے مختلف طریقوں سے بیان کیا جاتا ہے جن میں سے عام فہم اور مختصر بیان یہ ہے کہ اگر ایک سے زیادہ (دو یا اس سے بھی زیادہ) خدا فرض کئے جائیں تو پھر یہ بھی ممکن ہوگا کہ ان کے درمیان تمانع ہو یعنی ایک دوسرے کے خلاف ارادہ کریں مثلا ایک خدا ایک مخصوص وقت میں زید کو پیدا کرنا چاہے اور دوسرا اسے اسوقت پیدا نہ کرنا چاہے یا ایک خدا اسے مالدار بنانا چاہے اور دوسرا غریب و نادر بنانا چاہے تو اب صورت حال تین حال سے خالی نہیں ہے یا تو دونوں کا مدعا حاصل ہو جائے گا۔ اور یہ محال ہے کیوں کہ اس طرح اجتماع نقیضین لازم آتا ہے یا ایک کا مدعا حاصل ہو جائے گا۔ اور دوسرا ناکام رہے گا تو بنا بریں

جو قادر قوی ہوگا خدا وہی ہوگا اور جو مجبور و مقہور ہوگا وہ خدا نہیں ہوگا یا پھر دونوں آپس میں لڑتے جھگڑتے رہیں گے اور کسی کا بھی مدعا حاصل نہیں ہوگا تو اس صورت میں نظام کائنات درہم برہم اور ریزہ ریزہ ہوجائے گا۔ اسی دلیل جمیل کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے **لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا** پس کائنات میں نظم و ترتیب کا ہونا اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ منتظم اعلیٰ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے **وھو المطلوب**

۱۶)۔ **لا یسئل عما یفعل۔۔۔الآیۃ**

ایک غلط استدلال کا ابطال

وہ لوگ جو عدل الٰہی کے قائل نہیں ہیں وہ اس قسم کی آیتوں سے یہ غلط استدلال کیا کرتے ہیں کہ اللہ چونکہ بادشاہ ہے اس کے لئے نہ کوئی چیز لازم ہے۔ اور نہ کوئی چیز اس کیلئے قبیح اور نہ ہی اس کے افعال کا کوئی معیار ہے۔ لہذا وہ اگر کسی مطیع و فرمانبردار بندے کو جہنم میں ڈال دے اور کسی انتہائی بدکردار کو جنت میں داخل کر دے تو اس سے کوئی پوچھ نہیں سکتا۔ اور وہ جو چاہے کرے سب ٹھیک ہے۔ یہ خیال بالکل محال ہے۔ بلکہ اس آیت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ چونکہ وہ حقیقی عادل ہے اور اس کے سب افعال عدل و انصاف اور حکمت و مصلحت پر مبنی ہیں اور وہ خیر محض ہیں کہ شر کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا اس سے یہ سوال کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے کہ اس نے ایسا کیوں کیا ہے اور ویسا کیوں کیا ہے اور ویسا کیوں نہیں کیا؟ کیونکہ عادل سے یہ سوال نہیں کیا جا سکتا کہ تو نے عدل کیوں کیا ہے اور نہ صادق سے کہا جا سکتا ہے کہ تو نے سچ کیوں بولا ہے؟ الغرض جس طرح کسی غیر طبیب کا حکیم و ڈاکٹر پر یہ اعراض کرنا کہ تو نے یہ نسخہ کیوں لکھا ہے اور فلاں کیوں نہیں لکھا سراسر جہالت و حماقت ہے۔ اسی طرح خدائے عادل پر یہ اعتراض کرنا کہ اس نے ایسا کیوں کیا ہے یہ جہالت بھی ہے اور ضلالت بھی!!۔ ہاں چونکہ بندے کبھی صحیح کام کرتے ہیں اور کبھی غلط اور کبھی نیک کام کرتے ہیں اور کبھی برا تو خدا بزرگ و برتر کو انکا مواخذہ و محاسبہ کرنے کا حق حاصل ہے۔

۱۷)۔ **ھذا ذکر من معی۔۔۔الآیۃ**

شرکاء کی نفی پر عقلی دلیلوں کے تذکرہ کے بعد اب اس کی نفی پر ایک اور عقلی دلیل پیش کی جا رہی ہے۔ مخفی نہ رہے کہ ھذا ذکر من معی مبتداء و خبر ہے اور **ذکر من قبلی** میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اس جملہ کا پہلے جملہ پر عطف ہے۔ بناء بریں معنی یہ ہوں گے یہ قرآن میرے ساتھ والوں کی اور مجھ سے پہلے گزرے ہوؤں کی کتاب ہے۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ دوسرا جملہ مستانفہ ہے۔ بناء بریں معنی یہ ہوں گے کہ یہ قرآن تو میرے

ساتھ والوں کی کتاب ہے۔ اور جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں ان کی بھی کتابیں توراۃ، انجیل وغیرہ ہیں۔

اسی بناء پر مترجمین نے ترجمہ میں اختلاف کیا ہے بہرحال مطلب واضح ہے کہ قرآن مجید بھی موجود ہے اور دوسری تمام آسمانی کتابیں اور صحیفے بھی موجود ہیں جب سب کتابوں میں توحید کا ہی اعلان ہے اور کسی کتاب میں بھی شرک کی تعلیم نہیں دی گئی اور نہ اس کی حمایت کی گئی ہے تو پھر یہ اور معبود کہاں سے آ گئے پس جب ان کے وجود پر کوئی عقلی یا نقلی دلیل موجود نہیں ہے تو پھر اس کے باوجود ان کا اقرار کرنا جہل و نادانی کے سوا کیا ہے؟؟ بل اکثرھم لا یعلمون الحق

۱۸)۔ وما ارسلنا من قبلك ...الآیة

تمام داعیان حق یعنی انبیاء کی مرکزی دعوت ایک تھی

گویا یہ آیت سابقہ آیت کی تفسیر ہے اور اس حقیقت کی تشریح ہے کہ ہر عہد اور ہر دور میں ہر نبی و رسول کی مرکزی دعوت یہی رہی ہے کہ خدا ایک ہے لہذا اسی کی عبادت و پرستش کرو۔ اس سے واضح ہے کہ پیغمبر اسلام اور قرآن نے کسی نئی دعوت کا اعلان نہیں کیا۔ بلکہ انبیاء کی دعوت پر ہی اپنی دعوت کی بنیاد رکھی ہے۔ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ انا فاعبدون۔ لہذا ان کا اقرار اور اس کا انکار؟؟ ع بسوخت عقل زحیرت کہ این چہ بوالعجبی است اگر کسی کو اس حقیقت سے اختلاف ہے تو وہ ثبوت پیش کرے۔ ایتونی بکتاب من قبل ھذا او اثارۃ من علم ان کنتم صادقین۔

۱۹)۔ وقالوا اتخذ الرحمن ولدا ...الآیة

خدا کی اولاد کی نفی کا اعلان

چونکہ یہودی جناب عزیر کو اللہ کا بیٹا اور عیسائی جناب عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا اور بعض قبائل عرب ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ اور ان کو خدا کے ہاں اپنا شفیع و سفارشی سمجھتے تھے۔ یقولون ھئولا شفعاء نا تو خداوند عالم ان لوگوں کے زعم باطل کی تردید کرتے ہوئے واضح کر رہا ہے کہ یہ سب میرے وہ مکرم اور معصوم بندے ہیں جو کسی قول و فعل میں میرے حکم سے سبقت نہیں کرتے۔ بلکہ میرے ہی حکم پر عمل کرتے ہیں اور جہاں تک ان کی شفاعت کا تعلق ہے تو وہ تمہاری مرضی کے مطابق نہیں کریں گے بلکہ وہ خدا کی منشاء مرضی کے مطابق کریں گے۔ لہذا وہ موحدین و مرضیین کی شفاعت کریں گے مغضوبین اور مشرکین کی ہرگز شفاعت نہیں کریں گے

۲۰)۔ ومن يقل منهم انى اله۔۔۔الآية

اصول کی ہمہ گیری کا اظہار

اگر چہ اللہ کے ان مکرم ومحترم بندوں سے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ عصمت کی وجہ سے وہ خدائی کا دعویٰ کریں ۔مگر اصول کی ہمہ گیری ظاہر کرنے کی خاطر یہ مفروضہ قائم کیا جارہا ہے کہ اگر بفرض محال اللہ کے یہ معزز بندے بھی خدائی کا دعویٰ کریں تو ہم ان کو جہنم کی سزا دیں گے ۔تا بہ دیگراں چہ رسد؟ یہ ایسے ہی ہے جیسے خداوند عالم پیغمبر اسلام کو خطاب کر کے فرماتا ہے لئن اشركت ليحبطن عملك (زمر۔۶۵) اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے سب عمل ضائع ہوجائیں گے ۔حالانکہ پیغمبر اسلام جیسی عظیم ہستی کیلئے شرک کرنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے کہ اگر بفرض محال وہ بھی شرک کا ارتکاب کریں ان کے عمل اکارت ہوجائیں گے تو دوسرے لوگوں کی حیثیت کیا ہے؟

آیاتــ القــرآن

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ۝۳۰ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۠ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ۝۳۱ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ۝۳۲ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ۝۳۳ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَا۠ئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ۝۳۴ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ۝۳۵ وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ۝۳۶ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ

عَجَلٍ ؕ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾

ترجمۃ الآیات

کیا کافر اس بات پر غور نہیں کرتے کہ آسمان اور زمین پہلے آپس میں ملے ہوئے تھے پھر ہم نے دونوں کو جدا کیا۔ اور ہم نے (پہلے) ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا ہے۔ کیا یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لاتے؟ (۳۰) اور ہم نے زمین میں پہاڑ قرار دیئے تاکہ وہ لوگوں کو لے کر ڈھلک نہ جائے اور ہم نے ان (پہاڑوں) میں کشادہ راستے بنائے تاکہ وہ راہ پائیں (اور منزل مقصود تک پہنچ جائیں) (۳۱) اور وہ وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا۔ سب (اپنے اپنے) دائرہ (مدار) میں تیر رہے ہیں (۳۳) اور ہم نے آپ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشگی نہیں دی تو اگر آپ انتقال کر جائیں تو کیا یہ لوگ ہمیشہ (یہاں) رہیں گے؟ (۳۴) ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے اور ہم تمہیں برائی اور اچھائی کے ساتھ آزماتے ہیں (آخر کار) تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے (۳۵) اور (اے رسول) جب کافر آپ کو دیکھتے ہیں تو بس وہ آپ کا مذاق اڑاتے ہیں (اور کہتے ہیں) کیا یہی وہ شخص ہے جو (برائی سے) تمہارے خداؤں کا ذکر کرتا ہے؟ حالانکہ وہ خود خدائے رحمن کے ذکر کے منکر ہیں (۳۶) انسان جلد بازی سے پیدا ہوا ہے میں عنقریب تمہیں اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھلاؤں گا۔ بس تم مجھ سے جلدی کا مطالبہ نہ کرو (۳۷) اور وہ کہتے ہیں کہ اگر آپ سچے ہیں تو یہ (قیامت کا) وعدہ کب پورا ہوگا؟ (۳۸) کاش ان کافروں کو

اس وقت کا کچھ علم ہوتا۔ جب یہ لوگ آگ کو نہیں روک سکیں گے نہ اپنے چہروں سے اور نہ اپنی پشتوں سے اور نہ ہی ان کی کوئی مدد کی جائے گی (۳۹) بلکہ وہ (گھڑی) اچانک ان پر آجائے گی۔ اور انہیں مبہوت کر دے گی پھر نہ تو وہ اسے ہٹا سکیں گے اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی (۴۰) بے شک ان پیغمبروں کا مذاق اڑایا گیا جو آپ سے پہلے تھے تو اسی (عذاب) نے ان مذاق اڑانے والوں کو گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ (۴۱)

تفسیر الالفاظ

(۱) رتقا۔ رتق کے معنی جڑنے کے ہیں (۲) ففتقناھما۔ فتق کے معنی جدا ہونے کے ہیں
(۳) رواسی۔ یہ راسیہ کی جمع ہے جس کی معنی بھاری بھر کم پہاڑ کے ہیں (۴) تمید بھم ماد یمید میدا کے معنی ہلنے اور حرکت کرنے اور ڈھلکنے کے ہیں (۵) فحاق۔ حاق یحیق کے معنی احاطہ کرنے اور گھیرنے کے ہیں

تفسیر الآیات

(۲۱)۔ اولم یر الذین کفروا۔۔۔الآیۃ

قرآن کتاب ہدایت ہے علم ہیئت یا سائنس کی کوئی کتاب نہیں ہے

ہم تفسیر کی پہلی جلد میں ھدی للمتقین کی تفسیر میں بڑی وضاحت کے ساتھ یہ بات ثابت کر آئے ہیں کہ قرآن کتاب ہدایت ہے۔ یہ فلکیات یا فلسفہ یا سائنس کی کوئی کتاب نہیں ہے۔ کیونکہ ان علوم کے نظریات روز بروز بدلتے رہتے ہیں مگر قرآن کے بیان کردہ حقائق اٹل رہتے ہیں۔ لہٰذا اس نظریہ کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے کہ ان انسانی علوم کے بیان کردہ نظریات کی تائید قرآن کے مجمل اشارات سے کی جائے۔ کیونکہ اگر کل کلاں وہ نظریات بدل گئے تو پھر کیا کیا جائے گا۔ جیسا کہ مشاہدہ شاہد ہے کہ فلکیات کے بارے میں جو کچھ ہم نے شرح چغمینی یا تشریح الافلاک وغیرہ کتابوں میں پڑھا تھا آج وہ نظریات پادر ہوا ہو چکے ہیں ہاں البتہ قرآن اگر ضمنی طور پر کبھی کبھار ان علوم کے بارے میں چند الفاظ میں جو حقائق بیان کر دیتا ہے یہ لوگ صدیوں کی تحقیقات اور تجربات کے بعد اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن نے بیان کیا ہے کہ پہلے آسمان و زمین متصل و متلاحق یعنی

باہم جڑے ہوئے تھے۔ بعد میں ان کو ایک دوسرے سے جدا کیا گیا۔ چنانچہ موجودہ تحقیقات بھی یہی کہتی ہیں کہ کائنات کی ابتدائی شکل ایک تودہ جیسی تھی اور سورج ایک بھڑکتا ہوا شعلہ تھا۔ جس کی حرکت بہت تیز تھی جو بتدریج کم ہوئی اور پھر سکڑتا گیا اور اسی حرکت کی تیزی کی وجہ سے اس سے چند ٹکڑے ٹوٹ کر جدا ہو گئے۔ اور اس کے ارد گرد چکر لگانے لگے۔ اسی سے ہمارا نظام شمسی بنا اور انہی جدا شدہ ٹکڑوں میں ایک ٹکڑا ہماری یہ زمین ہے جس پر ہم آباد ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس رتق وفتق کا ایک مفہوم یہ مروی ہے کہ پہلے آسمان کا منہ اس طرح بند تھا کہ اس سے بارش کا ایک قطرہ نہیں برستا تھا اور زمین کا منہ اس طرح بند تھا کہ اس سے ایک تنکا بھی نہیں اگتا تھا۔ خدا نے آسمان میں مسام بنائے جن سے بارش برسنے لگی اور زمین کا منہ کھولا تو اس سے مختلف قسم کی نباتات اگنے لگی (تفسیر صافی وغیرہ)

۲۲)۔ وجعلنا من الماء ۔۔۔ الآیۃ

اس آیت کا مفہوم؟

اس آیت کو ظاہر پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے کہ خدا نے ہر جاندار کو نطفہ سے پیدا کیا ہے اور ظاہر ہے کہ نطفہ بھی پانی ہی ہے جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر فرماتا ہے کہ واللہ خلق کل دابۃ من ماء (نور ۴۵) کہ خدا نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا ہے اور اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ خدا نے ہر جاندار کی حیات کا سبب پانی کو قرار دیا ہے اور اس کی زندگی اور بقاء کا دارومدار پانی پر رکھا ہے ہاں البتہ ملائکہ کی خلقت کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ اس میں پانی کو کچھ دخل ہے یا نہیں؟ اگر ثابت ہو گیا کہ نہیں ہے تو پھر ہم اس آیت کو تخصیص دے دیں گے۔ وما من عام الا وقد خص۔

۲۳)۔ وجعلنا فی الارض رواسی ۔۔۔ الآیۃ

اس قسم کی ایک آیت سورہ نحل میں نمبر ۱۵ پر گزر چکی ہے والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم وانھارا وسبلا لعلکم تھتدون۔ اور وہیں اس کی مفصل تفسیر بھی گزر چکی ہے۔ لہذا قارئین کرام اسی مقام کی طرف رجوع کرنے کی زحمت کریں۔

مخفی نہ رہے کہ لعلھم تھتدون تا کہ تم لوگ راہ پاؤ کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا نے پہاڑوں کو اس طرح متصل چٹان کی طرح نہیں بنایا کہ لوگ آمدورفت نہ کر سکیں۔ بلکہ انکے درمیان درے قرار دیئے ہیں تا کہ لوگ آجا سکیں اور منزل مقصود تک پہنچ سکیں۔ اور دوسرا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عقلمند لوگ تخلیق

کائنات میں صناع ازل کی صنعت وحکمت کے جلوے دیکھ کر ہدایت پاجائیں اور اعتراف حقیقت کر کے راہ راست پر آجائیں۔

وجعلنا السماء سقفا ۔۔۔الآیۃ

یہ عظیم بلندی اور عظیم احاطہ کے اعتبار سے آسمان زمین کیلئے بمنزلہ ایسی چھت کے ہے جو ہر قسم کی شکست وریخت سے محفوظ ہے اور ایسی مستحکم چھت ہے کہ اس کے گرنے یا اس میں کسی قسم کے شگاف پڑنے کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ جل الخالق

وھو الذی خلق الیل والنھار ۔۔الآیۃ

شب وروز اور آفتاب وماہتاب کی خلقت کے بعض فوائد

قبل ازیں مناسب مقامات پر اس موضوع پر تبصرہ کیا جاچکا ہے کہ کارخانہ قدرت کی کوئی بھی چیز بے کار اور بے فائدہ نہیں بلکہ ہر چیز میں بیسیوں فوائد پوشیدہ ہیں۔ جوں جوں انسانی علم وتحقیق آگے بڑھ رہے ہیں توں توں یہ فوائد واضح ہورہے ہیں۔

بہرحال ان چیزوں کا انسانی زندگی سے گہرا تعلق ہے مثلاً اگر دن کاروبار کرنے اور روزی کمانے کیلئے ہے تو رات آرام کرنے کیلئے اور سورج وچاند روشنی پہنچانے کیلئے ہیں اور حساب وکتاب کرنے کیلئے۔ اگر ہمیشہ دن ہوتا یا ہمیشہ رات ہوتی تو دنیا میں یہ چمک دمک نہ ہوتی۔ اگر صرف تمازت آفتاب کی شدت ہوتی تو ہر چیز جل جاتی اور اگر صرف چاند کی روشنی اور سردی کی حدت ہوتی تو دنیا برف کے نیچے دب جاتی۔ حکیم مطلق نے ہر چیز میں توازن اور اعتدال قائم کیا ہے تاکہ کائنات اسی طریقہ پر چل سکے۔

کل فی فلك یسبحون ۔۔۔الآیۃ

اجرام فلکی کے افلاک میں گردش کرنے کا تذکرہ

یعنی صرف سورج وچاند ہی نہیں بلکہ تمام اجرام فلکی اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔ قدیم ہیئت دان آسمان اور فلک کو ایک ہی چیز جانتے تھے اور ان کو ایک ٹھوس جسم مانتے تھے کہ جس میں خرق والتیام ممکن نہیں ہے اور اس میں یہ تارے کھونٹیوں کی طرح جڑے ہوئے ہیں۔ مگر اب اس نظریہ کا بطلان عیاں ہوچکا ہے اور واضح ہوچکا ہے کہ آسمان اور فلک دو چیزیں ہیں۔ فلک لغت میں دائرہ اور ہر گول چیز کو کہا جاتا ہے۔

اوراصطلاح میں یہ کوئی جسم دار چیز نہیں ہے بلکہ اس مدار کو فلک کہا جاتا ہے جس میں شمس وقمر اور دوسرے اجسام فلکی گردش کرتے ہیں اور یہ مدار آسمان سے بہت نیچے خلاوفضا میں ہیں۔اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ سورج بھی اپنے مدار پر حرکت کرتا ہے۔فلاسفر اور سائنس دان پہلے اس کا انکار کرتے تھے۔مگر اب وہ بھی اس حقیقت کا اقرار کرتے ہیں۔

٢٧)۔ **وما جعلنا لبشر ...الآیة**

انسان کی یہ طبعی کمزوری ہے کہ جب اس کا کسی سے بغض وعناد حد سے بڑھ جائے تو پھر وہ اتنا اپنی زندگی کا خواہش مند نہیں رہتا جتنا اپنے مخالف کی موت کی تمنا کرتا ہے۔کفار کا پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ بھی کچھ اسی قسم کا معاملہ تھا۔جب انہوں نے دیکھا کہ ان کی کوشش اور کاوشوں کے علی الرغم اسلام پھر بھی پھیل رہا ہے اور روز بروز ترقی کر رہا ہے تو اب وہ اپنی طفل تسلی کیلئے پیغمبر اسلام کی موت کی آرزو کرنے لگے اور کہنے لگے

نتربص به ریب المومنون۔ہم اس کے بارے میں موت کی گردش کے منتظر ہیں۔ایک نہ ایک دن تو ان کی زندگی کا چراغ گل ہوجائے گا۔تو اس کے ساتھ انکا دین بھی ختم ہوجائے گا۔اس آیت میں کفار کی اس طفلانہ بلکہ احمقانہ خواہش کا جواب دیا جارہا ہے کہ بے شک ہر جاندار نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی کو حیات جاودانی نہیں دی ہے۔لہذا یہ بتاؤ کہ اگر پیغمبر اسلامؐ کا انتقال ہوگیا تو کیا تم ہمیشہ زندہ رہو گے؟۔تو جب تم نے بھی ضرور مرنا ہے تو کسی کی موت پر خوش ہونے کا کیا مطلب؟ونعم ما قیل

اے دوست ہر جنازہ دشمن چوں بگزری
شادی مکن کہ بر تو ہمیں ماجر ا رود ؟

لہٰذا

جو زندہ ہے وہ موت کی تکلیف سہے گا
جب احمد مرسلؐ نہ رہے تو کون رہے گا ؟

اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ انکی وفات سے انکا دین بھی ختم ہوجائے گا تو یہ تمہاری خام خیالی ہے۔اور ان کی موت وحیات سے ان کے دین کی بقاء پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔اس کی بقاء کا ضامن خدا ہے **والله متم نوره ولو کره المشر کون ؟**

٢٨)۔ **ونبلو کم بالشر والخیر فتنة...الآیة**

انسان کو رنج وراحت میں مبتلا کرنے کا فلسفہ

یہاں شر اور خیر سے بالاتفاق نیکی اور بدی مراد نہیں ہے بلکہ اس سے رنج وراحت، مفلسی اور امیری، بیماری اور صحت وغیرہ مراد ہے۔ الغرض ہر اچھی اور پسندیدہ چیز خیر ہے اور ہر ناپسندیدہ چیز شر ہے۔ ارشاد قدرت ہے کہ ان حالات میں مبتلا کر کے ہم لوگوں کی آزمائش کرتے ہیں تاکہ دیکھا دکھایا جائے کہ اس کی عطا کردہ نعمتوں کا شکریہ کون ادا کرتا ہے اور اس کی نازل کردہ مصیبتوں پر صبر کون کرتا ہے؟ لہذا عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہر حالت میں آزمائشی پہلو کو ملحوظ خاطر رکھا جائے اور اس آزمائش سے کامیاب ہو کر نکلنے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ کیونکہ۔ عند الامتحان یکرم الرجل او یہان

۲۹)۔ واذا راك الذين۔۔۔الآية

کفار کی حالت پر نکیر

پیغمبر اسلامؐ جب کبھی لوگوں کے ان خود ساختہ معبودوں کا شکوہ شکایت کرتے جن کا ان لوگوں پر نہ کوئی احسان ہے اور نہ کوئی انعام یا پھر اس خدائے رحمن کی حمد وثناء کرتے جس کے احسانات کی کوئی حد نہیں ہے تو کفار کو آنحضرت کے ہر کام واقدام پر اعتراض تھا۔ اور ان کو حق وحقیقت کے اظہار پر ایراد تھا۔ خداوند عالم ان کی اسی روش کا تذکرہ کررہا ہے۔ کہ جب وہ پیغمبر اسلام کو دیکھتے ہیں تو تمسخر کے لب ولہجہ میں کہتے ہیں یہی وہ شخص ہے جو تمہارے خداؤں کا (برائی سے) ذکر کرتا ہے؟ مگر وہ اپنی روش ورفتار پر نگاہ نہیں کرتے جو اپنے خدائے مہربان کا انکار کررہے ہیں جس کے احسانات کے بوجھ سے ان کی کمر خمیدہ ہے۔ سچ ہے ؎

عين الرضا عن كل عيب كليلة
كما ان عين السخط تبدى المساويا

۳۰)۔ خلق الانسان۔۔۔الآية

انسان کا عجلت پسند ہونا

عربوں کا محاورہ ہے کہ جس شخص میں جو صفت زیادہ پائی جائے وہ اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ اسی صفت سے پیدا ہوا ہے مثلاً جو شخص زیادہ شریف ہو اس کے متعلق کہتے خلق من کرم تو یہ شرافت سے پیدا ہوا ہے۔ اور جو بڑا کمینہ ہو اس کے متعلق کہتے ہیں کہ خلق من لوم تو یہ کمینگی سے پیدا ہوا ہے۔ اسی محاورہ کے مطابق کہا

گیا ہے کہ خلق الانسان من عجل کہ انسان جلد بازی سے پیدا ہوا ہے۔اور جلد بازی سے اس کا خمیر ہوا ہے۔
مطلب یہ کہ انسان میں جہاں کچھ طبعی خوبیاں اور کچھ خامیاں ہیں وہاں اس کی ایک طبعی کمزوری اس کی عجلت پسندی بھی ہے جو گویا اس کی طبیعت میں داخل ہے ۔ یہی مفہوم اس کے بعد والے فقرہ سے زیادہ مناسب ہے کہ میں عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا۔ بشرطیکہ تم مجھ سے جلدی نہ کرو۔

۳۱)۔ ویقولون متی ھذا الوعد...الآیۃ

بروز قیامت کفار کی حالت زار کا بیان

اس کی عجلت پسندی کا یہ بھی ایک ثبوت ہے کہ وہ کہتا کہ یہ وعدہ (قیامت) کب پورا ہوگا؟ ارشاد ہوتا ہے کہ کاش! ان لوگوں کو معلوم ہوتا کہ جب وہ گھڑی اچانک آجائے گی۔ اور عذاب الٰہی کی آگ چاروں طرف سے انہیں گھیر لے گی تو وہ نہ اسے پھیر سکیں گے اور نہ ہی اس سے اپنا منہ اور پیٹھ سے روک سکیں گے۔ اور اس وقت نہ ان کی کوئی مدد کی جائے گی اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔

۳۲)۔ ولقد استھزی برسل...الآیۃ

یہی آیت سورہ انعام میں نمبر ۱۰ پر گزر چکی ہے اور وہیں اس کی تفسیر بھی گزر چکی ہے کہ کس طرح پیغمبر اسلام کو تسلی دی جارہی ہے کہ کفار کے تمسخر اڑانے سے دل تنگ اور پریشان خاطر نہ ہوں آپ سے پہلے بھی لوگ پیغمبروں کا مذاق اڑاتے رہے ہیں اور پھر خود اسی عذاب کی زد میں آتے رہے ہیں جس کا مذاق اڑاتے تھے۔ لہذا تاریخ ایک بار پھر اپنے آپ کو دہرا رہی ہے تو ان لوگوں کا انجام بھی ان لوگوں سے مختلف نہ ہوگا۔

آیات القرآن

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ﴿۴۳﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴿۴۴﴾ قُلْ اِنَّمَآ

اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٥٠﴾

ترجمۃ الآیات

(اے رسول) کہہ دیجئے! کون ہے جو رات میں یا دن میں خدائے رحمن (کے عذاب) سے تمہاری حفاظت کر سکتا ہے؟ بلکہ یہ لوگ اپنے پروردگار کے ذکر سے منہ موڑے ہوئے ہیں (۴۲) کیا ہمارے علاوہ ان کے ایسے خدا ہیں جو ان کی حفاظت کر سکیں؟ وہ (خودساختہ) خدا تو خود اپنی مدد نہیں کر سکتے اور نہ ہی ہماری طرف سے ان کو پناہ دی جائے گی (اور نہ تائید کی جائے گی) (۴۳) بلکہ ہم نے انہیں اور ان کے آباؤاجداد کو (زندگی کا) سروسامان دیا یہاں تک کہ ان کی لمبی لمبی عمریں گزر گئیں (عرصہ دراز گزر گیا) کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے اطراف سے برابر گھٹاتے چلے آ رہے ہیں تو کیا وہ غالب آ سکتے ہیں (۴۴) آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تمہیں صرف وحی کی بناء پر (عذاب سے) ڈراتا ہوں مگر جو بہرے ہوتے ہیں وہ دعا و پکار نہیں سنتے جب انہیں ڈرایا جائے (۴۵) اور جب انہیں تمہارے پروردگار کے عذاب کا ایک جھونکا بھی چھو جائے تو وہ کہہ اٹھیں گے کہ ہائے افسوس بے شک ہم ظالم تھے (۴۶) ہم قیامت کے دن صحیح تولنے والے میزان (ترازو) قائم کریں گے۔ پس کسی شخص پر ذرا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر کوئی (عمل) رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اسے (وزن میں) لے آئیں گے اور حساب لینے والے ہم ہی کافی ہیں (۴۷) بے شک ہم نے موسیٰؑ و ہارون کو

فرقان، روشنی اور پرہیز گاروں کیلئے نصیحت نامہ عطا کیا (۴۸) جو بے دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں نیز جو قیامت سے بھی خوف زدہ رہتے ہیں (۴۹) اور یہ (قرآن) بابرکت نصیحت نامہ ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے۔ کیا تم اس کا انکار کرتے ہو (۵۰)

تشریح الالفاظ

(۱) یکلوأ کم ۔ کلاء یکلاء کے معنی حفاظت کرنے کے ہیں۔ ۲۔ الموازین یہ المیزان کی جمع ہے جس کے معنی ترازو کے ہیں (۳) الفرقان: اس کے معنی حق و باطل میں فرق کرنے والے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

(۳۳)۔ قل من یکلؤ کم ... الآیة

اس آیت کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

اس آیت کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں (۱) ایک یہ کہ وہ کون ہے جو شب و روز میں اللہ کے عذاب سے تمہاری حفاظت کر سکتا ہے۔ بناء بریں یہاں ''عذاب اللہ'' محذوف ماننا پڑے گا (۲) دوسرے یہ کہ شب و روز میں جو حادثے پیش آتے ہیں۔ ان سے اللہ کے بدلے تمہیں کون بچا سکتا ہے؟ بناء بریں من اللہ کے معنی بدلا من اللہ ہوں گے۔

(۳۴)۔ ام لھم الھة ... الآیة

مشرکین کے خودساختہ خداؤں کی بے بسی

کیا یہ لوگ کچھ ایسے خدا رکھتے ہیں جو ہمارے سوا ان کی حفاظت کر سکتے ہیں؟ جبکہ وہ اتنے بے بس ہیں کہ خود اپنی مدد نہیں کر سکتے۔ تو تمہاری مدد کیا کریں گے؟۔ ہاں البتہ ایک صورت ہو سکتی تھی کہ وہ تمہاری مدد کرتے اور وہ یہ تھی کہ ہماری نصرت و تائید ان کو حاصل ہوتی۔ مگر وہ انہیں حاصل نہیں ہے۔ تو پھر وہ کس طرح تمہاری حفاظت اور مدد کر سکتے ہیں۔

مخفی نہ رہے کہ اہل عربیت نے یصحبون کے کئی معانی بیان کئے ہیں۔ اظہر یہ ہے کہ اس کے معنی

پناہ دینے کے ہیں۔ نیز یہ لفظ نصرت و تائید کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ان کو نہ پناہ دی جائے گی اور نہ ان کی تائید وحمایت کی جائے۔ **وهو يجير و لا يجار عليه** (المومنون۔ ٨٨)

٣٥)۔ بل متعنا هٰؤلآء ... الآية

ان لوگوں کی سرکشی کا سبب

جب ہم نے انہیں اور ان کے آباء واجداد پر اپنے لطف و کرم کی مسلسل بارشیں برسائیں اور عرصہ دراز تک انہیں (دنیوی زندگی کے سروسامان سے نوازا حتی کہ لمبی لمبی عمریں گزر گئیں تو وہ یہ خیال کر کے مغرور اور سرکش ہو گئے کہ یہ سب کچھ ان کے ذاتی استحقاق کی بنیاد پر ہے اور وہ اپنی اس خوشحالی و مرفہ الحالی کو لازوال سمجھنے لگے۔ مگر جب ان کی مہلت کی مدت ختم ہو گئی اور انہیں عذاب کے ایک جھونکے نے چھوا تب آنکھوں سے غفلت کا پردہ چاک ہوا اور پکار اٹھے۔ ہائے بدبختی! بے شک ہم ہی ظالم ہیں جب کہ اسی سورۃ کی آیت ١٤ میں یہ حقیقت بیان کی جا چکی ہے

٣٦)۔ افلا يرون انا ناتي الارض ... الآية

اس جیسی ایک آیت سورہ رعد کی آیت ٤١ میں گزر چکی ہے۔ **اولم يروا انا ناتي الارض ننقصها من اطرافها** ... الاية اور وہیں اس کی تفسیر بھی گزر چکی ہے۔ ہم نے وہاں بیان کیا ہے کہ عام مفسرین نے تو زمین کو اس کے اطراف وجوانب سے برابر گھٹاتے چلے آنے کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ ہم اسلامی فتوحات کے ذریعہ سے کفار کے قبضہ والی زمینوں کو گھٹاتے (اور مسلمانوں کے قبضہ والی زمینوں کو) بڑھاتے چلے جائیں گے مگر اس کی باطنی تفسیر علماء کی موت سے بھی کی گئی ہے۔ مذکورہ بالا مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

٣٧)۔ قل انما انذركم بالوحي ... الآية

''پہلے جملہ میں خطاب سے اس کا تقاضا یہ تھا کہ تم بہرے ہو اس لئے نہیں سنتے؟ مگر یہ انداز سخت کلامی کا ہوتا ہے۔ لہذا دوسرے جملہ کو بصیغہ غائب کے عمومی طور پر لایا گیا ہے کہ جو بہرے ہوا کرتے ہیں۔ وہ پکارنے والے کی آواز کو نہیں سنا کرتے اس کے بعد آخر تک صیغے غائب کے ہیں جیسے کسی اور جماعت کا ذکر ہے۔ حالانکہ مراد وہی مخاطب افراد ہیں جن سے آغاز کلام میں تخاطب تھا۔ یہ بھی ایک قسم ہے قرآن مجید کے انداز کی جس سے دنیا سبق حاصل کر سکتی ہے۔ (فصل الخطاب۔ جلد ٥)۔

۴۸)۔ ونضع الموازین۔۔۔الآیۃ

میزان عدل کا اجمالی تذکرہ

بروز قیامت میزان قائم کرنے اور یہ کہ اس سے مراد کیا ہے؟ اور اس کا صحیح اسلامی مفہوم کیا ہے؟ ہم اس موضوع پر سورہ اعراف کی آیت ۸ والوزن یو مئذالحق فمن ثقلت موا زینہ فا ولئك هم المفلحون۔۔۔الآیہ۔ کی تفسیر میں مفصل گفتگو کرکے ماھوالحق؟ کا اظہار کر چکے ہیں: ہم اپنے قارئین کرام کو مذکورہ بالا مقام کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیں گے۔اور مزید تحقیق کی خاطر ہماری کتاب احسن الفوائد کا مطالعہ فرمائیں۔

مخفی نہ رہے کہ الموازین القسط مضاف مضاف الیہ نہیں بلکہ موصوف اور صفت ہیں اور یہاں موصوف جمع ہے اور صفت مفرد تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب صفت مصدر ہو تو وہ جمع کی صفت واقع ہوسکتا ہے

۳۰)۔ ولقدا تینا موسی وھارون۔۔۔الآیۃ

توراۃ کا تذکرہ

یہاں سے بعض انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر شروع ہورہا ہے کہ انکی زندگیوں کے چیدہ چیدہ حالات و کمالات اور اپنے مقاصد کے حاصل کرنے کے سلسلہ میں پیش آمدہ بعض مشکلات اور تکالیف اور پھر ان پر ان کے صبر وثبات کا تذکرہ بڑے اختصار سے کیا گیا ہے۔تا کہ داعیان حق کو اس سے اخلاص اور استقامت کا درس حاصل ہو۔یہاں فرقان سے مراد توراۃ ہے جو ہر آسمانی صحیفہ کی طرح حق و باطل میں فرق کرنے والی ہے۔وہ ایسی روشنی ہے جس سے باطل کے اندھیرے دور ہوجاتے ہیں اور وہ ان پرہیز گاروں کیلئے نصیحت نامہ ہے جو دیکھے بغیر خدا سے ڈرتے ہیں اور قیامت سے لرزاں وترساں رہتے ہیں۔اللھم اجعلنا منھم بحق النبی وآلہ الطاھرین۔

۴۰)۔ وھذا ذکر مبارك۔۔۔الآیۃ

قرآن بابرکت کتاب ہے کیونکہ وہ ہمیشہ برقرار رہنے والی کتاب ہے اس کے منسوخ ہونے کا کوئی امکان نہیں اس لئے اس کے برکات دائمی ہیں۔یہ پند ہے اس کیلئے جو پند حاصل کرنا چاہے۔یہ عبرت ہے اس کیلئے جو عبرت حاصل کرنا چاہے۔اور باعث برکت ہے اس کیلئے جو اوامر ونواہی پر عمل کرکے اپنی دنیا وآخرت کو سدھارنا چاہے۔

آیات القرآن

وَلَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿٥١﴾ اِذْ قَالَ
لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿٥٢﴾ قَالُوْا
وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿٥٣﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ فِيْ
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٤﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿٥٥﴾ قَالَ
بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ
مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٥٦﴾ وَ تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا
مُدْبِرِيْنَ ﴿٥٧﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿٥٨﴾
قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٩﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى
يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٠﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤى اَعْيُنِ النَّاسِ
لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالُوْۤا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٢﴾
قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٣﴾
فَرَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْۤا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا
عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّ لَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْۤا
اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى
اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿٧٠﴾ وَ نَجَّيْنٰهُ

وَلُوطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ
وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ
بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ
الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ
مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ
فٰسِقِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾

ترجمۃ الآیات

اور یقیناہم نے اس (عہد موسوی) سے پہلے ابراہیم کو (ان کے مقام کے مطابق) سوجھ بوجھ عطافرمائی تھی اور ہم ان کو خوب جانتے تھے (۵۱) جب آپ نے (منہ بولے) باپ اوراپنی قوم سے کہا یہ مورتیں کیسی ہیں جن (کی عبادت) پرتم جمے بیٹھے ہو (۵۲) انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے (۵۳) آپ نے کہا تم بھی اور تمہارے باپ دادا بھی کھلی ہوئی گمراہی میں تھے (۵۴) انہوں نے کہا کیا تم ہمارے پاس کوئی حق بات (سچا پیغام) لے کرآئے ہو یا صرف دل لگی کررہے ہو؟ (۵۵) آپ نے کہا (دل لگی نہیں) بلکہ تمہارا پروردگار وہ ہے جو آسمانوں اورزمین کا پروردگار ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے اور میں اس بات کے گواہوں میں سے ایک گواہ ہوں (۵۶) اور بخدا میں تمہارے بتوں کے ساتھ (کوئی نہ کوئی) چال ضرور چلوں گا جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے (۵۷) چنانچہ آپ نے ان کے ایک بڑے بت کے سوا باقی سب کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے تا کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں (۵۸) ہمارے خداؤں کے ساتھ کس نے یہ سلوک کیا ہے ؟ بے شک وہ ظالموں میں سے ہے (۶۰) انہوں نے کہا تو پھرا سے (پکڑ کر) سب لوگوں کے سامنے لاؤ تا کہ وہ گواہی دیں (۶۱) (چنانچہ آپ لائے گئے) ان لوگوں نے کہا اے ابراہیم ! کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے؟ ابراہیم نے کہا۔ بلکہ ان کے

بڑے بت نے یہ سب کارروائی کی ہے ان بتوں ہی پوچھ لو اگر وہ بول سکتے ہیں (٦٣) وہ لوگ (ابراہیم کا یہ جواب سن کر) اپنے دلوں میں سوچنے لگے اور آپس میں کہنے لگے واقعی تم خود ہی ظالم ہو (٦٤) پھر انہوں نے (خجالت سے) سر جھکا کر کہا کہ تم جانتے ہو کہ یہ (بت) بات نہیں کرتے (٦٥) آپ نے کہا تو پھر تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں فائدہ پہنچا سکتی ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتی ہیں (٦٦) تف ہائے تم پر اور ان (بتوں) پر جنکی تم اللہ کو چھوڑ کر پرستش کرتے ہو۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے ؟ (٦٧) ان لوگوں نے کہا اگر کچھ کرنا چاہتے ہو تو اسے آگ میں جلا دو ۔ اور اپنے خداؤں کی مدد کرو (٦٨) چنانچہ انہوں نے آپ کو آگ میں ڈال دیا ہم نے کہا اے آگ ! ٹھنڈی ہو کر اور ابراہیم کے لئے سلامتی کا باعث بن جا۔ (٦٩) ان لوگوں نے ابراہیم کے ساتھ چالبازی کرنا چاہی تھی مگر ہم نے انہیں ناکام کر دیا (٧٠) اور ہم نے انہیں اور لوط کو نجات دی اور اس سرزمین (شام) کی طرف لے گئے جسے ہم نے دنیا جہان والوں کیلئے بابرکت بنایا ہے (٧١) اور ہم نے اسحاق (جیسا بیٹا) اور مزید یعقوب (جیسا پوتا) عطا فرمایا اور سب کو صالح بنایا (٧٢) اور ہم نے انہیں ایسا امام (پیشوا) بنایا جو ہمارے حکم سے (لوگوں) کو ہدایت کرتے تھے اور ہم انے انہیں نیک کاموں کے کرنے ، نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی کی اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے (٧٣) اور ہم نے لوط کو حکمت اور علم عطا کیا۔ اور انہیں اس بستی سے نجات دی جس کے باشند ے گندے کام کیا کرتے تھے واقعی وہ قوم بڑی بری اور نافرمان تھی (٧٤) اور ہم نے اس (لوط) کو اپنی رحمت میں داخل کیا۔ بے شک وہ بڑے نیکوکاروں میں سے تھے (٧٥)

تشریح الالفاظ

(١) التماثیل ۔ یہ تمثال کی جمع ہے جس کے معنی مورت کے ہیں (٢) ۔ لاکیدن کید کے معنی چال چلنے کے ہیں۔

(٣) جزاذ ۔ اس کے معنی ٹکڑے ٹکڑے کے ہیں (٤) نکسو اعلی رؤ سھم کا مفہوم یہ ہے کہ ذلت سے سر جھکا لئے

تفسیر الآیات

۴۱)۔ ولقد اتینا ابراھیم ۔۔۔الایۃ

جناب موسیٰ وہارون کے اجمالی تذکرہ کے بعد پیغمبر اسلام کے جداعلیٰ جناب ابراہیم خلیلؑ خدا کا قدرے تفصیل سے تذکرہ کیا جارہا ہے اوراس ضمن میں کلمہ حق کی خاطر کن مصائب وآلام کی کٹھالیوں میں ان کو ڈالا گیا۔ اور وہ کس طرح کندن ہوکران سے نکلے اور کس طرح صبرواستقامت کا مظاہرہ فرمایاان امور کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔

مخفی نہ رہے کہ چونکہ قریش کے لوگ جناب خلیل کی اولاد تھے ان کے بنائے کعبہ کی وجہ سے اسی عرب میں ان کومجدوشرف حاصل تھا مگر تھے مشرک توخلیل کے ان واقعات سے ان لوگوں کے مشرکانہ نظریات پر کاری ضرب لگتی ہے۔ کہ جس خلیل کی اولا ہونے اوران کے بنائے ہوئے کعبہ کے مجاور ہونے کے ناطے سے ان کا لوگوں میں بھرم قائم ہے ان کا قول وفعل کیا تھا۔ اوران کی روش ورفتار کیا ہے؟ نیز واضح رہے کہ قبل ازیں چند مقامات پر جناب ابراہیم کا ذکر خیر ہو چکا ہے جیسے سورہ بقرہ آیات ۱۲۴ تا ۱۴۱، ۱۵۸، ۲۶۰ سورہ انعام آیات ۷۴ اسورہ التوبہ آیت۔ ۱۱۴۔سورہ ہود آیت ۶۹ تا۷۶۔ سورہ ابراہیم آیات ۳۵ تا۴۱۔ سورہ الحجر آیات ۵۰ تا۶۰۔سورہ نحل آیات ۱۲۰ تا ۱۲۳۔لہٰذاان مقامات کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

مفسرین میں اختلاف ہے کہ اس رشد سے کیا مراد ہے جوان کے مرتبہ ومقام کے لائق خدانے انہیں موسیٰ اور ہارون بلکہ پیغمبر اسلامؐ سے بھی پہلے عطا کیا تھا؟ بعض مفسرین نے اس سے خدا کی معرفت اوراس کی توحید کے دلائل مراد لئے ہیں اور بعض نے غلط اور صحیح بات میں تمیز کرنے کی صلاحیت مراد لی ہے اور بعض نے اس سے نبوت مراد لی ہے اور بظاہر یہی اظہر ہے الله اعلم حیث یجعل رسالته (مجمع البیان) ہم ان کے حالات کوخوب جانتے تھے کہ وہ اس مرتبہ کے اہل ہیں

۴۲)۔ اذقال لابیہ ۔۔۔الآیۃ

ہم قبل ازیں کسی مناسب مقام پر محدثین ومورخین کا اس بات پر اجماع پیش کر چکے ہیں کہ جناب ابراہیم کے والد ماجد کا نام تارخ تھا جو کہ مومن وموحد تھا۔ اور یہ آزر جس کا بار بار ''اب'' کے لفظ سے تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ آپ کے تایا اورمنہ بولے باپ تھے۔

۴۳)۔ ماھذہ التماثیل ۔۔۔الآیۃ

تمثال اس صورت کو کہا جاتا ہے جو اللہ کی کسی مخلوق کے مشابہ ہاتھوں سے بنائی جائے مگر اس میں جان نہ ہو۔یعنی صرف مورت ہو۔جناب خلیل نے بڑے تحقیر آمیز لہجہ میں ان کی روش پر طنز کرتے ہوئے فرمایا۔''یہ مورتیاں کیا ہیں جن کی عبادت پر تم جمے بیٹھے ہو؟ قوم نے وہی کورکورانہ اور مقلدانہ جواب دیا کہ چونکہ ہم نے باپ دادا کو ان کی پرستش کرتے دیکھا ہے لہذا ہم بھی کر رہے ہیں اس پر جب جناب ابراہیم نے یہ فرمایا کہ تم بھی گمراہ ہو اور تمہارے باپ دادا بھی تو وہ لوگ اپنے باپ دادا کی گمراہی کی بات سن کر حیران و پریشان ہو جاتے ہیں۔اور پوچھتے ہیں کہ آپ یہ بات سچ مچ کہہ رہے یا مزاح کر رہے ہیں؟

۴۴)۔ قال بل ربکم رب السموت ۔۔۔الآیۃ

آپ نے فرمایا یہ مزاح اور دل لگی نہیں بلکہ حقیقت ہے تمہارے بت خدا نہیں ہیں بلکہ تمہارا پروردگار وہ ہے جو آسمان و زمین کا پروردگار ہے اور خالق بھی اور میں اس صداقت کا گواہ ہوں۔

۴۵)۔ وتاللہ لا کیدن ۔۔۔الآیۃ

بخدا میں تمہارے ان بتوں کے ساتھ کوئی ایسی چال ضرور چلوں گا کہ تم لوگ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔کہ جن کی تم پرستش کرتے ہو اور جنہیں اپنے نفع و نقصان اور موت و حیات کا مالک و مختار جانتے ہو وہ تم سے بھی زیادہ عاجز اور بے بس ہیں۔اور یہ صرف تمہارا وہم ہے یا پھر روایتی عقیدت کہ تم انہیں قادر و قیوم مانتے ہو۔

۴۶)۔ فجعلھم جذاذاً ۔۔۔الآیۃ

اس قوم کا کوئی قومی تہوار تھا جب نمرود اور اس کی رعایا سب وہاں چلے گئے۔تو جناب خلیلؑ خدا کچھ طعام اور کلہاڑا ہاتھ میں لے کر ان کے مرکزی صنم کدہ میں داخل ہوئے جس میں تمام بت رکھے تھے۔پھر وہ ایک ایک بت کے پاس جاتے اور طعام پیش کر کے کہتے لے کھا اور بات کر مگر وہ بت بات نہ کرتا تو کلہاڑے سے اس کے ہاتھ پاؤں توڑ دیتے۔الغرض سب بتوں کے ساتھ یہی کیا اور آخر کار جب سب سے بڑا بت باقی بچ گیا تو کلہاڑا اس کے گلے میں ڈال دیا۔اور اسے نہ توڑا اور جب بادشاہ اور اس کی رعایا تہوار سے واپس آئے اور اپنے صنم کدہ میں قدم رکھا تو دیکھا کہ ان کے بتوں کا حشر نشر ہو چکا ہے۔تو یہ منظر دیکھ کر کہرام ماتم بپا ہو گیا اور شور بلند ہوا کہ جس نے بھی ہمارے خداؤں سے یہ سلوک کیا ہے وہ بڑا ظالم ہے۔اسے پکڑ و اور سب لوگوں کے سامنے لاؤ۔الغرض تلاش شروع ہوئی اور آخر کار جناب ابراہیمؑ کو پکڑ کر دربار میں پیش کیا گیا۔

۴۷)۔ قالو اانت فعلت ۔۔۔الایۃ

قوم کا سوال اور جناب خلیل کا حکیمانہ جواب

پوچھ گچھ شروع ہوئی اے ابراہیم! کیا تم نے یہ کارروائی کی ہے؟ جناب خلیل نے بڑے اطمینان کے ساتھ جواب دیا ''بلکہ ان کے اس بڑے بت نے یہ سب کارروائی کی ہے ان سے پوچھ لو اگر یہ بول سکتے ہیں ''برادران اسلامی کی بعض کتابوں میں جناب ابراہیم کے تین جھوٹوں میں سے اسے ایک جھوٹ قرار دیا گیا ہے (العیاذ باللہ)

حضرت امام جعفر صادق علیہ اسلام فرماتے ہیں کہ جناب ابراہیم نے جھوٹ نہیں بولا ۔ بلکہ یہ فرمایا کہ اپنے بتوں سے پوچھو اگر یہ بول سکتے ہیں تو پھر ان کے بڑے نے یہ سب کارروائی کی ہے اور اگر نہیں بول سکتے تو پھر اس نے یہ کارروائی نہیں کی ''پس نہ بت بولے اور نہ ابراہیمؑ نے جھوٹ بولا ۔ (عیون الاخبار)

الغرض یہ بات مطلق نہیں بلکہ مشروط ہے کہ اگر یہ بات کر سکتے ہیں تو پھر یہ کام ان کے بڑے نے کیا ہے جناب خلیلؑ کا مدبرانہ جواب سن کر وہ لوگ اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر سوچنے لگے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے' کہ واقعی تم خود ظالم ہو کہ ایسے عاجز اور بے بس بتوں کی پرستش کرتے ہو؟

مگر ضمیر کا یہ فیصلہ کچھ زیادہ دیر پا ثابت نہ ہوا اور وہ بہت جلد ظلم وتشدد کرنے پر اتر آئے جیسا کہ جہل و تعصب اور باطل کا شیوہ و شعار ہے کہ جب وہ دلیل و برہان سے حق کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو پھر تشدد کا ہتھیار استعمال کرتا ہے ۔یہی وجہ ہے عموما ثم نکثو اعلی رؤسھم کا ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ شرم اور خجالت کی وجہ سے ان کے سر جھک گئے ۔

مگر موقع اور محل اس مفہوم کو قبول نہیں کرتا ۔ سیاق وسباق کلام سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ ضمیر کے ہاتھوں مجبور ہو کر تھوڑی دیر کیلئے حقیقت کا اظہار تو کر بیٹھے مگر بہت جلد انکی جہالت وضلالت ان پر مسلط ہو گئی اور ان کی عقل وسوچ اوندھی ہوئی ۔اورانہوں نے اس کے خلاف سوچنا اور کہنا شروع کر دیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کلام نہیں کرتے جناب ابراہیم نے اس موقع پر ناصحانہ وحکیمانہ کلام کیا ۔مگر بے سود ۔ ع

مرد نا داں پر کلام نرم و نازک بے اثر

۴۸)۔ قالو احرقوہ ۔۔۔ الآیۃ

فیصلہ ہو گیا کہ ابراہیم کو آگ میں جلا دیا جائے

جناب ابراہیم کو قید خانہ میں ڈال دیا گیا اور انہیں جلانے کے لئے تاریخ مقرر کر دی گئی۔ بہت ساری لکڑیاں اکٹھی کی گئیں اس طرح آگ روشن کی گئی کہ اوپر سے کوئی پرندہ بھی پرواز کر کے نہیں گزر سکتا تھا۔ اور کوئی آدمی قریب نہیں جا سکتا تھا۔ لہذا اب وہ پریشان ہوئے کہ جناب ابراہیم کو کس طرح آگ میں جھونکا جائے۔ ابلیس نے انہیں منجنیق کی تدبیر سمجھائی چنانچہ جب جناب ابراہیمؑ کو اس میں بٹھایا گیا۔ تو ملاء اعلی کے ساکنین میں کھلبلی مچ گئی۔ فرشتوں نے کہنا شروع کیا کہ تمام روئے زمین پر یہی ایک شخص ہی تو تھا جو خدا کی توحید بیان کرتا تھا اور اس کی عبادت کرتا تھا۔ آج اسے جلایا جا رہا ہے خدا نے فرمایا اگر وہ مجھ سے دعا کریں گے تو میں ان کی کفایت کروں گا اور انہیں بچا لوں گا۔ اس داد و فریاد میں چونکہ جناب جبرائیل پیش پیش تھے۔ خدا نے فرمایا کہ تم زمین پر جاؤ اور میرے خلیل کی خدمت میں اپنی خدمات پیش کرو۔ چنانچہ جبرائیل چشم زدن میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے ابراہیم! میرے لائق کوئی خدمت؟ جناب خلیل نے بڑے موحدانہ انداز میں فرمایا اما الیك فلا و اما الی رب العلمین فنعم۔ میں محتاج ضرور ہوں مگر تمہارا نہیں رب العلمین کا محتاج ہوں۔ خدا نے جب ان کی شان توکل دیکھی تو آگ کو حکم دیا۔

(۴۹)۔ یانار کونی بردا ... الآیة

کہ اے آگ ٹھنڈی ہو جا۔ مروی ہے کہ آگ اس قدرت ٹھنڈی ہوئی کہ جناب ابراہیم کے دانت بجنے لگے۔ ارشاد ہوا ہے کہ سلاما علی ابراہیم کہ ابراہیم کیلئے سلامتی کا باعث بن جا کہ میرا خلیل آرام و سکون سے وقت گزار سکے۔ اس کے حکم سے مراد خدا کا تکوینی ارادہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کے متعلق ہو جائے تو وہ ہو جاتی ہے اس ارادہ کو دوسری جگہ کن سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس موقع پر جناب خلیل کی دعا

اس موقع پر جناب خلیل کی مختلف روایات میں مختلف دعائیں منقول ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ یوں دعا کی یا اللہ یا واحد یا احد یا صمد یا من لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفواً احد نجنی من النار برحمتك (تفسیر صافی) ایک اور روایت میں یہ دعا ہے کہ اللھم انی اسئلك بحق محمد وال محمد لما نجیتنی منھا۔ (احتجاج طبرسی)

ایک روایت صادقی کا تذکرہ

مروی ہے کہ جب جناب ابراہیم کو آتش نمرودی میں جھونکا جا رہا تھا تو نمرود ایک بلند عمارت میں یہ منظر دیکھنے کیلئے بیٹھا تھا۔ لہذا جب آگ ٹھنڈی ہوگئی تو خدا نے جبرئیل کو انسانی شکل میں جناب خلیلؑ کے پاس بھیجا جو اس حالت میں آپ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ نمرود نے خیال کیا کہ یہ ابراہیم کا رب ہے۔ تو وہ کم بخت اگرچہ اتنا بڑا معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہ لایا۔ مگر اتنا ضرور کہا۔ من اتخذ الھا فلیتخذ مثل الہ ابراھیم۔ جو شخص کوئی خدا ماننا چاہے تو ابراہیم کے خدا جیسا خدا تلاش کرے۔ (تفسیر صافی)

۵۰)۔ وارادوا به کیدا ۔۔۔ الآیة

اس طرح انہوں نے جناب ابراہیم کے خلاف چالبازی کی تھی مگر ہم نے جناب خلیلؑ کو نجات دے دی اور ان لوگوں کو اخسرین الاخسرین (سب گھاٹا والوں سے زیادہ گھاٹا اٹھانے والے) بنا دیا اور اپنے مقصد میں ناکام کر دیا اور خلیلؑ کی شان کو اوپر بڑھایا۔ اور ان کو ارض مقدسہ (شام کے علاقہ کنعان) کی طرف لے گئے جسے ہم نے دنیا جہان کیلئے بابرکت بنایا ہے۔ جو مختلف مادی اور روحانی برکتوں کا مرکز ہے۔ مادی اس طرح کہ وہ علاقہ بڑا زرخیز ہے اور روحانی اس طرح کی اس خطے میں سب سے زیادہ نبی مبعوث ہوئے ہیں۔

۵۱)۔ ووھبنا له اسحاق ۔۔۔ الآیة

اور اپنے فضل وکرم سے جناب خلیلؑ کو اسحاق جیسا فرزند اور مزید برآں یعقوب جیسا پوتا عطا فرمایا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

حالانکہ جناب سارہ کے بطن سے صرف بیٹے کیلئے دعا کی تھی۔ مگر خدا نے پوتا دے کر بقاء نسل کا بھی انتظام کر دیا

۵۲)۔ وجعلناھم آئمة ۔۔۔ الآیة

امام ہدایت وامام غوایت کا تذکرہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ الآئمة فی کتاب اللہ امامان۔ الخ ۔۔۔ اللہ کی کتاب سے ثابت ہے کہ امام دو قسم کے ہوتے ہیں جن کے بارے میں خدا فرماتا ہے۔ وجعلنا ھم آئمة یھدون بامرنا الآیة۔ ہم نے کچھ ایسے امام بنائے ہیں جو لوگوں کو ہمارے حکم کے مطابق ہدایت کر

تے ہیں دوسرے وہ جن کے بارے میں خدا فرماتا ہے ”وجعلنا ھم آئمۃ یدعون الی النار۔اور ہم نے کچھ ایسے امام بھی بنائے ہیں جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلا رہے ہیں“۔(اصول کافی)

۵۳)۔ ولوطا اتیناہ...الآیۃ

ہم نے لوط کو حکم یعنی حکمت اور علم یعنی نبوت عطا فرمایا اور اس بستی سے ان کو نجات دی جس کے باشندے خلاف وضع فطری گندے کام کرتے تھے اور ان کو اپنی خاص رحمت کے سایہ میں جگہ دی۔ کیونکہ وہ میرے صالح اور نیکوکار بندوں میں سے تھے۔

مخفی نہ رہے کہ قبل ازیں متعدد مقامات پر جناب لوط کا ذکر خیر گزر چکا ہے۔جیسے سورہ اعراف آیت ۷۰ سورہ ہود آیات ۶۹ سے ۷۳ سورہ حجر آیات ۵٦ تا ۷۷۔وہاں رجوع کیا جائے۔

آیات القرآن

وَنُوۡحًا اِذۡ نَادٰى مِنۡ قَبۡلُ فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ فَنَجَّيۡنٰهُ وَاَهۡلَهٗ مِنَ الۡكَرۡبِ الۡعَظِيۡمِ ۚ۝۷۶ وَنَصَرۡنٰهُ مِنَ الۡقَوۡمِ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمَ سَوۡءٍ فَاَغۡرَقۡنٰهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ۝۷۷ وَدَاوٗدَ وَسُلَيۡمٰنَ اِذۡ يَحۡكُمٰنِ فِى الۡحَـرۡثِ اِذۡ نَفَشَتۡ فِيۡهِ غَنَمُ الۡقَوۡمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكۡمِهِمۡ شٰهِدِيۡنَ ۙ۝۷۸ فَفَهَّمۡنٰهَا سُلَيۡمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيۡنَا حُكۡمًا وَّعِلۡمًا ۖ وَّسَخَّرۡنَا مَعَ دَاوٗدَ الۡجِبَالَ يُسَبِّحۡنَ وَالطَّيۡرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيۡنَ ۝۷۹ وَعَلَّمۡنٰهُ صَنۡعَةَ لَبُوۡسٍ لَّـكُمۡ لِتُحۡصِنَكُمۡ مِّنۡۢ بَاۡسِكُمۡ ۚ فَهَلۡ اَنۡتُمۡ شٰكِرُوۡنَ ۝۸۰ وَلِسُلَيۡمٰنَ الرِّيۡحَ عَاصِفَةً تَجۡرِىۡ بِاَمۡرِهٖۤ اِلَى الۡاَرۡضِ الَّتِىۡ بٰرَكۡنَا فِيۡهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَىۡءٍ عٰلِمِيۡنَ ۝۸۱ وَمِنَ الشَّيٰطِيۡنِ مَنۡ يَّغُوۡصُوۡنَ لَهٗ وَيَعۡمَلُوۡنَ عَمَلًا دُوۡنَ ذٰ لِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمۡ حٰفِظِيۡنَ ۙ۝۸۲ وَاَيُّوۡبَ اِذۡ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىۡ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِيۡنَ ۚ ۖ۝۸۳ فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ فَكَشَفۡنَا مَا

بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿٨٤﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٦﴾ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٧﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٨﴾ وَزَكَرِيَّاۤ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿٨٩﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۫ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿٩٠﴾ وَالَّتِيْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩١﴾ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿٩٢﴾ وَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿٩٣﴾

ترجمۃ الآیات

اورنوح (کا ذکر کیجئے) جب انہوں نے (ان سب سے) پہلے پکارا اورہم نے ان کی دعاو پکار قبول کی اور انہیں اوران کے اہل کو سخت غم و کرب سے نجات دی (٧٦) اوران لوگوں کے مقابلہ میں جوہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے ان کی مدد کی بے شک وہ بڑے برے تھے۔۔ پس ہم نے ان سب کوغرق کردیا (٧٧) اورداؤد اورسلیمان (کا تذکرہ کیجئے) جب وہ کھیت کے بارے میں فیصلہ کررہے تھے جب ایک گروہ کی بکریاں رات کے وقت اس میں گھس گئی تھیں اورہم ان کے فیصلہ کا مشاہدہ کررہے تھے (٧٨) اورہم نے اس کا فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا تھا اورہم نے ہرایک کوحکمت اور علم عطا کیا تھا اورہم نے داؤد کے ساتھ پہاڑوں اور

پرندوں کو مسخر کر دیا تھا جو ان کے ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے اور (یہ کام) کرنے والے ہم ہی تھے(۷۹) اور ہم نے انہیں تمہارے فائدہ کیلئے زرہ بنانے کی صنعت سکھائی تھی تا کہ وہ تمہیں تمہاری لڑائی میں ایک دوسرے کی زد سے بچائے۔ کیا تم اس (احسان) کے شکر گزار ہو؟ (۸۰) اور ہم نے تیز و تند ہوا کو سلیمان کیلئے مسخر کر دیا تھا جو ان کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکت قرار دی ہے اور ہم ہر چیز کا علم رکھنے والے تھے(۸۱) اور ہم نے کچھ شیطانوں (جنات) کو ان کا تابع بنا دیا تھا جو ان کیلئے غوطہ زنی کرتے تھے۔ اور اس کے علاوہ اور کام بھی کرتے تھے اور ہم ہی ان کے نگہبان تھے(۸۲) اور ایوب (کا ذکر کیجئے) جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا مجھے (بیماری کی) تکلیف پہنچ رہی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے (میرے حال پر رحم فرما) (۸۳) ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو جو تکلیف تھی وہ دور کر دی اور اپنی خاص رحمت سے ہم نے انکو ان کے اہل و عیال عطا کئے اور ان کے برابر اور بھی اور اس لئے کہ یہ عبادت گزاروں سے تھے(۸۵) اور ہم نے ان سب کو اپنی (خاص) رحمت میں داخل کر لیا تھا۔ یقینا وہ نیکو کار بندوں میں سے تھے(۸۶) اور ذوالنون (مچھلی والے) کا ذکر کیجئے جب وہ خشمناک ہو کر چلے گئے اور وہ سمجھے کہ ہم ان پر تنگی نہیں کریں گے۔ پھر انہوں نے اندھیروں میں سے پکارا۔ تیرے سوا کوئی الہ نہیں ہے۔ پاک ہے تیری ذات بے شک میں زیاں کاروں میں سے ہوں (۸۷) ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں غم سے نجات دی اور اہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں (۸۸) اور زکریا کا (ذکر کیجئے) جب انہوں نے پکارا اے میرے پروردگار! مجھے (وارث کے بغیر) اکیلا نہ چھوڑ۔ جب کہ تو خود بہترین وارث ہے(۸۹) ہم نے انکی دعا قبول کی اور انہیں یحیٰ (جیسا بیٹا) عطا کیا اور ان کی بیوی کو ان کیلئے تندرست کر دیا۔ یہ لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہم کو شوق وخوف (اور امید وبیم) کے ساتھ پکارتے تھے اور وہ ہمارے لئے عجز و نیاز سے) جھکے ہوئے تھے(۹۰) اور اس خاتون کا ذکر کیجئے جس نے اپنے ناموس کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی خاص روح پھونک دی۔ اور انہیں اور ان کے بیٹے عیسی کو دنیا جہان والوں کیلئے (اپنی قدرت کی) نشانی بنا دیا (۹۱) اے ایمان والو یہ تمہاری ملت ہے جو درحقیقت ملت واحدہ ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں۔ بس تم میری ہی

عبادت کرو۔(۹۲) لیکن لوگوں نے اپنے دینی معاملہ کوٹکڑے ٹکڑے کرڈالا انجام کار سب ہماری ہی طرف لوٹ کرآنے والے ہیں (۹۳)

تشریح الالفاظ

(۱) الکرب کے معنی شدید رنج وغم کے ہیں (۲) نفش کے معنی ہیں رات کے وقت بکریوں یا مویشیوں کا کسی کے کھیت میں گھس جانا اور کھیتی کونقصان پہنچانا (۳) عاصفة کے معنی تیز وتند ہوا کے ہیں (۴) لبوس کے معنی ہر جنگی ہتھیار کے ہیں مگر یہاں مراد زرہ ہے (۵) باس کے معنی جنگ عذاب اور ہرج کے ہیں (۶) ضر اگر ضاد پر زبر ہوتو اس کے معنی ہر قسم کے ضرروزیاں کے ہیں اور اگر ضاد پر پیش ہوتو پھر اس کا اطلاق جسمانی ضرر ونقصان پر ہوتا ہے (۷) ذوالنون۔نون کے معنی مچھلی کے ہیں بناء بریں ذوالنون کے معنی ہوں گے مچھلی والا۔مراد جناب یونسؑ ہیں (۸) امت کے معنی ملت اور دین کے ہیں۔

تفسیر الآیات

(۵۴)۔ نوحا اذ نادی...الاية

نوحا۔اس کا عطف موسیٰ وہارون وابراہیم پر بھی ہوسکتا ہے جو کہ اتینا کے مفعول ہیں۔یعنی ہم نے نوح کو بھی اسی نعمت سے نوازا۔اور یہ فعل محذوف یعنی اذکر کا مفعول بھی ہوسکتا ہے۔باوجود کہ جناب نوح نے ساڑھے نوسو سال تک قوم کو دعوت حق دی۔اور انہیں کفر وشرک سے باز آنے کی تلقین کی۔مگر معدودے چند آدمیوں کے سوا کوئی ایمان نہ لایا۔بلکہ آپ کی اذیت رسانیوں میں اور اضافہ کر دیا۔بالآخر ان حالات سے مجبور ہو کر جناب نے دعا مانگی۔ انی مغلوب فانتصر (القمر ۱۰) اور یہ دعا کی رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا (نوح۔۲۶) تو خدائے مہربان نے ان کو اور انکے اہل یعنی باایمان ساتھیوں کے سوا باقی سب کو غرق کر دیا قبل ازیں جناب نوح کا قصہ کئی مقامات پر تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے جیسے سورہ اعراف آیات ۵۹۔۶۴ سورہ یونس آیات ۷۱ تا ۷۳ سورہ ہود آیات ۲۵ تا ۴۸ سورہ بنی اسرائیل آیت ۳ وہاں رجوع کیا جائے۔

(۵۵)۔ وداؤد و سلیمان اذ یحکمان...الآية

جناب داؤد وسلیمان کی خدمت میں پیش کردہ مقدمہ کی تفصیل

اس سلسلہ میں جو کچھ فریقین کی تفاسیر میں وارد ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی شخص کی بکریاں رات کے وقت کسی اور شخص کے کھیت میں گھس گئیں اور اس کی کھیتی چر گئیں ۔ چنانچہ کھیت والا شخص جناب داؤد کی خدمت میں حاضر ہوا۔اور ماجرا بیان کیا۔جناب نے بکریوں والے کو بلایا۔اور فریقین کے بیان سن کر یہ فیصلہ کیا کہ بکریوں کی قیمت خرید تقریبا نقصان زدہ کھیت کے برابر تھی ۔ جناب سلیمان جو ہنوز دس گیارہ سال کے بچے تھے اور فیصلہ کے وقت موجود تھے وہ بولے ۔کیا اس طرح بہتر نہیں ہوگا کہ فی الحال بکریاں کھیت والے کے حوالے کر دی جائیں تا کہ وہ ان کے دودھ وغیرہ سے فائدہ اٹھائے اور بکریوں والے سے کہا جائے کہ وہ کھیت کی نگہداشت کرے اور کھیت اصلی حالت پر آ جائے تو بکریاں اس کے مالک کے حوالے کر دی جائیں اور کھیت ،کھیت والے کے چنانچہ اسی کے مطابق فیصلہ کیا گیا۔حضرت داؤد نے بھی اس فیصلہ کو پسند کیا۔اور یہی نافذ کیا گیا۔(مجمع البیان،قرطبی ومظہری وغیرہ)

ایک ایراد اور اس کا جواب

اس بیان پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب جناب داؤد نبی ہیں اور کلا اتینا حکما وعلما کے مصداق ہیں تو انہوں نے غلط فیصلہ کس طرح کیا؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اس قسم کے مقدمہ کا اس دور کی شرع میں وہی تھا جو جناب داؤد نے کیا تھا مگر خداوند عالم نے جناب سلیمان کو دوسرا فیصلہ سمجھا کر پہلے کو منسوخ کر دیا۔جبکہ داؤد کو اس منسوخی کی اطلاع نہیں تھی ۔صاحب کاشف نے اس قول کو ارجح الااقول قرار دیا ہے۔(تفسیر کاشف۔ج۵)

دوسرا جواب یہ ہے جو پہلے جواب سے بھی راجح ہے۔اور یہ جواب اس روایت پر مبنی ہے جو امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب یہ مقدمہ جناب داؤد کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے کوئی فیصلہ نہ کیا بلکہ یہ مقدمہ جناب سلیمان کے پاس بھیج دیا اور انہوں نے وہ فیصلہ کیا جو اوپر مذکور ہے۔ اور جناب داؤد نے اسے نافذ کر دیا۔اور ایسا اس لئے کیا کہ لوگوں پر واضح ہو جائے کہ جناب داؤد کے خلیفہ اور جانشین جناب سلیمانؑ ہیں (تفسیر قمی وصافی وغیرہ) اس طرح باپ بیٹے کے فیصلہ میں اختلاف ختم ہو جاتا ہے۔

۵۶)۔ وسخرنا مع داؤد الجبال ۔۔الآیۃ

جناب داؤد کے دو معجزات کا تذکرہ

ان آیات میں خداوند عالم نے جناب داؤد کے دو معجزوں کا اجمالا تذکرہ کیا ہے۔ایک یہ کہ خدا نے ان کے ساتھ پہاڑ اور پرندے مسخر کر دیئے تھے۔ جب آپ زبور کی تلاوت کرتے اور خدا کی حمد وثناء اور تسبیح وتقدیس کرتے تو آپ کے ساتھ پہاڑ اور پرندے بھی خدا کی تسبیح وتقدیس کرتے اس بات کا تذکرہ سورہ ص میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے **اناسخر نا الجبال معه یسبحن بالعشسی و الا شراق و الطیر محشورة کل له اواب** ہم نے ان کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا تھا۔ جو صبح وشام تسبیح کرتے تھے اور پرندے بھی مسخر کر دیئے گئے تھے جو (تسبیح کیلئے) اکٹھے ہو جاتے تھے اور سب ان کے فرمانبردار تھے۔

اب رہی اس بات کی تحقیق کہ پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح کی نوعیت کیا تھی؟ یہ زبان مقال سے تھی یا زبان حال سے؟ تکوینی تھی یا مشاہداتی؟ گو اس میں **فی الجمله اختلاف** ہے۔مگر تحقیقی قول یہی ہے کہ ان کی یہ تسبیح زبان مقال سے تھی۔ اور اسی بناء پر یہ جناب داؤد کا معجزہ تھا۔ دوسرا یہ کہ خدا نے ان کیلئے لوہا نرم کر دیا تھا اور ان کو زرہ بنانے کی صنعت کی تعلیم دی تھی ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ **و النا له الحدید ان اعمل سبغت و قدر فی السرد** (سباء۔۱۱) کہ ہم نے ان کیلئے لوہے کو (موم کی طرح) نرم کر دیا (اور کہا کہ) کشادہ اور فراخ زرہیں بناؤ اور خوب اندازہ سے کڑیاں جوڑو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے حلقہ دار زرہ جناب داؤد نے بنائی ہے اور وہی اس کے موجد ہیں۔حضرت امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک بار خدا نے جناب داؤد کو وحی فرمائی کہ اے داؤد تم بڑے اچھے بندے ہو۔ بشرطیکہ بیت المال سے کھانا نہ کھاؤ۔ اور اپنے ہاتھ سے کام کرو۔ اس پر جناب داؤد چالیس دن تک گریہ کرتے رہے۔ پھر خدا نے لوہے کو وحی کی کہ میرے بندہ خاص داؤد کیلئے نرم ہو جا۔ پس اس طرح خدا نے ان کیلئے لوہے کو نرم کر دیا۔ بعد ازاں وہ روزانہ ایک زرہ بناتے تھے اور اس سے ایک ہزار درہم کماتے اور بیت المال سے بے نیاز ہو گئے (اصولی کافی وتفسیر صافی)

۵۷)۔ و کنا فاعلین۔۔۔الآیة

معجزہ کا حقیقی فاعل خدا ہوتا ہے

یہ بات اپنے مقام یعنی علم کلام میں عقل ونقل کے ناقابل رد دلائل سے ثابت کی جا چکی ہے کہ معجزہ کا حقیقی فاعل خداوند عالم ہوتا ہے۔ لہذا اس کی طرف اس کی نسبت حقیقی ہوتی ہے۔ ہاں البتہ چونکہ وہ کسی نبی یا اس

کے کسی وصی کی صداقت کو اجاگر کرنے کے لئے ان کے ہاتھوں میں ظاہر ہوتا ہے۔اس لئے مجازاً اسے ان کی طرف بھی نسبت دے دی جاتی ہے تو قطع نظر دوسرے دلائل کے یہاں خداوند عالم نے پہلے یہ بیان کرنے کے کے بعد کہ پہاڑ اور پرندے ہم نے مسخر کئے اور لوہا ہم نے نرم کیا۔ بعدازاں غیر مبہم الفاظ میں اعلان کردیا کہ وکنا فاعلین یعنی ان افعال کے

حقیقی فاعل اور کرنے والے ہم تھے اس سے زیادہ واضح الفاظ میں کس طرح کسی حقیقت کا اظہار کیا جاسکتا ہے؟ فهل من مدکر؟ فما ذا بعد الحق الا الضلال قبل ازیں سورہ بقرہ آیت ۳۵۱ کے ذیل میں بھی جناب داؤد کے حالات ذکر کئے جا چکے ہیں۔

۵۸)۔ ولسلیمان الریح عاصفة ...الآیة

جناب سلیمان کے دو معجزات کا تذکرہ

یہاں خداوند عالم نے جناب سلیمان کے دو معجزوں کا اجمالی تذکرہ فرمایا ہے ایک یہ کہ خدا نے تیز وتند ہوا کو ان کیلئے مسخر کردیا تھا۔ چنانچہ ایک ماہ کی سافت صبح کی ہوا اور ایک ماہ کی سافت شام کی ہوا طے کرتی تھی۔ ولسلیمان الریح غدوها شهر وروحها شهر۔ کہ صبح وشام اس کا چلنا ایک ایک ماہ کی مدت کا ہوتا تھا۔

ہوا جناب سلیمان کو مع تخت ان کے لاؤلشکر کے ایک ماہ مسافت تک صبح اور ایک ماہ کی مسافت تک شام کے وقت لے جاتی تھی اور وہ اس برق رفتاری کے ساتھ دوش ہوا پر اس وقت اڑتے تھے جب ہوائی جہاز کا کوئی تصور بھی نہیں تھا۔بعض جدید مفسرین نے انمل بے جوڑ تفسیر کرتے ہوئے اس سے بحری بیڑا مراد لیا ہے۔ جس کے ذریعہ سے آپ مشرق ومغرب میں کاروبار کرتے تھے اور کبھی کبھار خود اس پر سوار ہوتے تھے۔اے معاذ اللہ! جب عام لوگ خدا کی دی ہوئی عقل کے بل بوتے پر آج ہوائی جہاز بنا کر دوش ہوا پر اڑ رہے ہیں اور کوئی تعجب نہیں کرتا تو اگر خدا بغیر آلات واسباب کے محض ہوا سے ہوائی جہاز کا کام لے لے تو اس میں کونسی جائے تعجب ہے۔۔؟؟

ایک سوال اور اس کا جواب:۔

خداوند عالم نے یہاں ہوا کی صفت عاصفة (تیز وتند) بیان کی ہے۔ جب کہ دوسرے مقام پر اسے رفاء (آہستہ چلنے والی) قرار دیا ہے۔ فسخر ناله الريح تجری بامره رفاء حیث یشاء (ص۔۳۷) کہ ہم نے ہوا کو ان کا مسخر کردیا تھا اور جدھر جانا چاہتے تھے وہ ان کے حکم سے دھیمی چال چلتی تھی۔تو کون سی بات

صحیح ہے؟اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ دونوں صحیح ہیں وہ تیز وتند بھی تھی اور دھیمی رفتار سے چلنے والی بھی۔ کیونکہ وہ جناب سلیمان کے حکم کے مطابق چلتی تھی۔ یعنی اگر وہ اسے تیز چلانا چاہتے تو وہ تیز تیز چلتی۔ اور اگر وہ آہستہ چلانا چاہتے تو پھر آہستہ چلتی تھی۔ جس طرح جہاز یا گاڑی کا ڈرائیور کبھی اس کو تیز چلاتا ہے اور کبھی آہستہ۔

باپ بیٹے کی تسخیر میں باریک فرق:۔

ابھی اوپر یہ بات گزر چکی ہے کہ خدا نے پہاڑوں اور پرندوں کو جناب داؤد کا مسخر بنایا اور یہاں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ خدا نے ہوا کو جناب سلیمان کا مسخر بنایا۔ لیکن اگر دقت نگاہ سے کام لیا جائے تو ان دونوں تسخیروں میں ایک فرق محسوس ہوتا ہے۔ جناب داؤد کے سلسلہ میں ''سخر نا مع داود'' وارد ہے کہ ہم نے پہاڑوں پرندوں کو جناب داؤد کے ساتھ مسخر کر دیا تھا۔ اور یہاں ''ولسلیمان الریح'' وارد ہے کہ ہم نے سلیمان کیلئے ہوا کو مسخر کیا۔ وہاں مع استعمال کیا گیا ہے اور یہاں لام۔ مطلب یہ ہے کہ جب جناب داؤد زبور کی تلاوت کرتے اور تسبیح کرتے تو پہاڑ اور پرندے بھی خود بخود ان کے ساتھ تسبیح و تقدیس کرنے لگ جاتے تھے۔ انہیں حکم نہیں دینا پڑتا تھا۔ بخلاف جناب سلیمان کے کہ ہوا کو ان کیلئے مسخر کر دیا تھا۔ لہذا وہ چلنے میں ان کے حکم کی منتظر رہتی تھی۔ اور پھر ان کے حکم کی تعمیل کرتی تھی۔

(۵۰)۔ ومن الشياطين ... الآية

یہ جناب سلیمان کے دوسرے معجزے کا اجمالی تذکرہ ہے کہ شیاطین یعنی سرکش جنات ان کیلئے مسخر کر دیئے گے تھے۔ جو سمندروں میں غوطہ زنی کر کے ان کے لئے گراں قیمت موتی و مونگے نکال کر لاتے اور اس کے علاوہ وہ قصر مورتیں لگن اور دیگیں وغیرہ بناتے تھے۔ **ومن يزغ منهم عن امرنا نذقه من عذاب السعير** (سورہ سباء) اور ان میں سے جو کوئی حکم سے انحراف کرتا تھا تو ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھاتے تھے۔

اب بعض جدید مفسرین کا ان جنات سے جنگلی انسان مراد لینا۔ تفسیر بالرائے کی بدترین مثال ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ و عبارات میں اس قسم کی تاویل علیل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس بات کی مزید وضاحت سورہ جن کی تفسیر میں کی جائے گی۔ انشاءاللہ

(۲۰)۔ وايوب اذنادی ... الآية

جناب ایوب کے بعض مصائب وشدائد کا تذکرہ

قبل ازیں چند مقامات پر جناب ایوب کا تذکرہ کیا جاچکا ہے جیسے سورہ نساء آیت ۱۲۳ سورہ انعام آیت ۷۵ اور وہیں ان کے مختصر حالات بھی بیان کئے جا چکے ہیں۔اخبار وآثار سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا نے ان کو اولاد جائیداد اور مال ومنال اور ہر قسم کے دنیوی جاہ وجلال سے نوازا تھا۔ پھر ان کو سخت ترین آزمائش میں ڈالا گیا۔اور مصائب وآلام کی اس طرح یلغار ہوئی کہ فصلیں جل کر راکھ کا ڈھیر ہوگئیں اور مویشیوں میں ایسی بیماریاں پھیلی کہ ایک جانور بھی زندہ نہ بچا۔اور سب بیٹے بیٹیاں اپنے بڑے بھائی کے ہاں مدعو تھے۔اور کھانا کھا رہے تھے کہ اچانک چھت گری اور چشم زدن میں سب لقمہ اجل بن گئے۔مگر بایں ہمہ آپ نے پھر بھی صبر وضبط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور برابر صبر واستقامت کا مظاہرہ کیا مختلف بیماریوں میں مبتلا ہوئے اور فقر وفاقہ نے بھی وہاں ڈیرے ڈالے۔مگر سالہا سال گزر گئے اور تسبیح وتقدیس جاری رکھی۔خود خدا فرماتا ہے انا وجدناہ صابرا (سورہ ص) یہاں تک کہ ان کا صبر ضرب المثل بن گیا۔آخرکار پروردگار کی بارگاہ میں یوں استدعا کی تھی۔انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین۔ مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے اور مطلب یہ تھا کہ اب میرے حال زار پر رحم وکرم فرما۔بس دعا باب اجابت سے ٹکرائی اور اجابت کی نوید ساتھ لائی۔

فاستجبنا له فكشفنا ...الآية (۶۱)۔

جناب ایوب کے مشکلات ومصائب کا دور وکافور ہونا

خدا نے ان کی پکار سن لی، تکلیف دور کردی اور اپنی خاص رحمت سے انکو ان کے اہل وعیال عطا کئے اور ان کے برابر اور بھی بعض روایات کے مطابق مردہ اولادیں زندہ ہوگئیں اور بھی عطا ہوئیں مردہ مویشی زندہ ہوگئے۔اور دوگنے ہوگئے کھیتیاں لہلہانے لگیں۔الغرض اجڑا ہوا گھر پھر آباد ہوگیا اور پھر گھر کی رونقیں اور مسرتیں لوٹ آئیں۔(مجمع البیان)

ونعم ما قیل

مشکلے نیست کہ آساں نشود
امامر دے باید کہ ہراساں نشود

ـــہ

اس واقعہ سے درس عبرت

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بموجب ارشاد قدرت ''ما اصابکم من مصیبۃ وفبما کسبت ایدیکم ''لوگوں کو جو تکلیف پہنچتی ہے وہ اکثر و بیشتر ان کے اپنے ہاتھوں کے کرتوتوں کا نتیجہ ہوتی ہے۔ مگر یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ ہمیشہ ایسا ہی ہو۔ بلکہ بعض اوقات صرف امتحان کیلئے اور بعض اوقات اخروی درجات کی بلندی کیلئے بھی مصائب کا نزول ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے ''ما اصابکم من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الافی کتاب من قبل از نبراء ھا ان ذلك علی اللہ یسیر۔ زمین میں تمہیں جو کچھ تکلیف پہنچتی ہے وہ تمہاری خلقت سے پہلے ایک لوح (محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے۔ یہ بات خدا پر بالکل آسان ہے۔ اور کئی احادیث نبویہ میں وارد ہے۔ اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالا مثل۔ یعنی سب سے زیادہ سخت بلائیں اور آزمائشیں انبیاء کو پیش آتی ہیں پھر اہل ایمان کو درجہ بدرجہ۔ لہذا تکلیف و مصیبت کا آجانا خدا کی ناراضی کی دلیل نہیں ہے۔ جس طرح کہ صحت و عافیت خدا کی رضا مندی کی علامت نہیں ہے۔ مخفی نہ رہے کہ جناب ایوب کے واقعات سورہ ص کی تفسیر میں بیان کیے جائینگے۔ انشاء اللہ

(۶۲)۔ واسماعیل وادریس وذالکفل۔۔۔ الآیۃ

جناب ذوالکفل کا تذکرہ

جناب اسماعیل بن حضرت ابراہیم کا ذکر خیر متعدد مقامات پر گزر چکا ہے اور جناب ادریس کا ذکر خیر سورہ مریم آیت ۵۶ تا ۵۷ میں کیا جا چکا ہے۔ اور جہاں تک جناب ذوالکفل کا تعلق ہے۔ ان کے حالات زیادہ واضح نہیں۔ ذوالکفل تو ان کا لقب ہے نام کیا تھا؟ اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے ان کا نام یوشع بن نون ذکر کیا ہے (جیسا کہ عیون الاخبار میں حضرت امام رضاؑ سے مروی ہے) بعض نے ان کا نام الیاس ذکر کیا ہے (ایضا) اور بعض نے ان کا نام ہی ذوالکفل بیان کیا ہے (ایضا) اور اگر یہ لقب ہے تو پھر اس کی وجہ کیا ہے؟ مجمع البیان میں اس کی کئی وجوہ بیان کی گئی ہیں۔ مگر کسی وجہ کے بھی معصوم سے منقول نہ ہونے کی وجہ سے اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ بہرحال مجمع البیان کی ایک روایت سے جو کتاب النبوۃ کے حوالے سے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے مروی ہے ان کا ۳۱۳ رسولوں میں سے ایک رسول ہونا ثابت ہوتا ہے۔ فراجع بہرکیف اس قدر تو قرآن سے واضح ہے کہ وہ صابر بھی تھے اور صالح بھی اور ان کی جلالت کے ثبوت کیلئے اتنا ہی کافی ہے۔

(۶۳)۔ وذالنون اذذھب۔۔۔ الآیۃ

جناب یونس کا اجمالی تذکرہ

ذوالنون یعنی مچھلی والا۔اس سے بالا تفاق جناب یونس بن متی مراد ہیں جن کے اپنے حالات اور قوم کے حالات سے خدا کیلئے غضبناک ہوکر اور اللہ سے پیشگی اجازت حاصل کئے بغیر قوم کو ہلاکت میں گرفتار چھوڑ کر چلے جانے اور پھر کشتی پر سوار ہونے اور ترک اولیٰ کی پاداش میں شکم ماہی میں جانے اور وہاں کئی اندھیروں یعنی رات کا اندھیرا، دریا کا اندھرا، اور شکم ماہی کے اندھیرے میں خدا کی تسبیح کرنے اور لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظلمین پڑھنے اور اس کی برکت سے ان کے شکم ماہی سے باہر آنے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب واقعات قبل ازیں سورہ یونس آیت ۹۶ میں گزر چکے ہیں۔وہاں رجوع کیا جائے۔

۶۴)۔فظن ان لن نقدر۔۔۔الآیة

جو لوگ عصمت انبیاء کے قائل نہیں ہیں وہ اس آیت سے بھی تمسک کیا کرتے ہیں کہ جناب یونس غضبناک ہوکر چلے اور خیال کیا کہ خدا ان پر قادر نہیں ہے (العیاذ باللہ) حالانکہ وہ غضب ناک ہوکر نکلے تھے تو ان کا یہ غصہ قوم پر تھا اور محض خدا کیلئے تھا کہ وہ ایمان کیوں نہیں لاتے؟ اور لن نقدر میں یہ تنگی قدرت سے نہیں ہے بلکہ قدر یعنی تنگی معیشت سے ہے۔جیسا کہ حضرت امام رضا علیہا سلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ان کو یقین تھا کہ وہ جہاں بھی ہوں گے خدا ان پر ان کی روزی تنگ نہیں کرے گا یہ اللہ کے اس ارشاد کی قسم سے ہے جس میں وہ فرماتا ہے۔ واما اذا ماابتلاہ ربہ فقدر علیہ رزقہ کہ جب خدا کسی بندہ کی آزمائش کرتا ہے اور اس کی روزی تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے میری اہانت کی ہے۔(عیون الاخبار)

۶۵)۔ وکذلك ننجي المومنين۔۔۔الآیة

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ خداوند عالم نے وعدہ فرمایا ہے کہ جس طرح ہم نے یونس کو غم سے نجات دی تھی۔اسی طرح اہل ایمان کو بھی دیا کرتے ہیں۔تو تعجب ہے اس شخص پر جسے کوئی رنج وغم لاحق ہو وہ کیوں یہ آیت کریمہ نہیں پڑھتا (خصال شیخ صدوق)

۶۶)۔ وزکریا اذنادی۔۔۔الآیة

جناب زکریا کے وہ واقعات جن کی طرف یہاں صرف اشارہ کیا گیا ہے وہ بڑی تفصیل جمیل کے ساتھ قبل ازیں متعدد مقامات پر بیان کئے جا چکے ہیں۔جیسے سورہ آل عمران آیات ۳۷ تا ۴۱ اور سورہ مریم آیات ۲ تا ۱۵ ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے۔ یہاں وارد ہے کہ اصلحنا لہ زوجہ کہ ہم نے ان کے لئے ان کی زوجہ کو

تندرست کیا۔اس سے مراد یہ ہے کہ ان کا بانجھ پن دور کر دیا۔اوران کوتندرست وتوانا کر دیا۔

۶۷)۔ انھم کانوا یسارعون۔۔۔الآیۃ

تمام انبیاء کے تین مشترکہ صفات

یہ سارے انبیاء ایسے تھے کہ بموجب ارشاد قدرت فاستبقو الخیرات اور سارعوالی مغفرۃ من ربکم نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے اورلپک کر جانے والے تھے۔اوررغبت ورہبت یعنی امید وبیم کے ساتھ خدا کو پکارتے تھے حدیث میں وارد ہے کہ اگر مومن کا سینہ چاک کیا جائے تو اس میں شوق ثواب اورخوف عذاب، برابر برابر ہوں گے (اصول کافی)اور وہ ہمارے سامنے عجز و نیاز سے جھکے ہوئے تھے یعنی خشوع وخضوع کرنے والے تھے۔

۶۸)۔ والتی احصنت۔۔۔الآیۃ

اس سے بالا تفاق جناب مریم مراد ہیں اوران کی پوری داستان جس کی طرف یہاں صرف اشارہ کیا گیا ہے وہ قبل ازیں کئی مقامات پر تفصیل سے بیان کی جا چکی ہے جیسے سورہ آل عمران آیات ۴۲ تا ۵۵ سورہ نساء آیات ۱۵۲ تا ۱۵۹ سورہ مریم آیات ۱۶ تا ۳۶ وغیرہ۔

۶۹)۔ ان ھذہ امتکم۔۔۔الآیۃ

امت کے کئی معنی ہیں (۱) جماعت (۲) ملت (۳) دین تمام بنی نوع انسان کوخطاب کر کے کہا جا رہا ہے کہ یہ ہے تمام انبیاء کا دین اوران کا طریقہ اورعقیدہ کہ خدا ایک ہے اوراس کے سوا کسی کی عبادت روا نہیں ہے۔لہذا تم سب گروہ بھی ایک ہو جاؤ تمہارا دین بھی ایک ہے تمہارا عقیدہ بھی ایک ہے۔کیونکہ تمہارا خدا جو ایک ہے۔الغرض سب انبیاء کی دعوت ایک تھی بنیادی عقائد ایک تھے۔سب ایک امت اورایک ہی ملت تھے۔مگر بعد میں دین میں جو تفرقے پیدا کئے گئے۔وہ سب ذاتی اغراض اورنفسانی خواہشات کا نتیجہ ہیں کہ آج لوگ مختلف فرقوں اورقبیلوں میں بٹ گئے ہیں ایک دوسرے سے جھگڑا کر رہے ہیں اورایک دوسرے کا خون بہا رہے ہیں دین میں بگاڑ پیدا کر رہے ہیں اوراصلی دین کا حلیہ بگاڑ رہے ہیں اورانسانی وحدت کا شیرازہ بکھیر رہے ہیں ان لوگوں کو دھمکی دی جا رہی ہے کہ تم یہ کارروائیاں کر کے کہاں جاؤ گے؟ آخر کار میری سرکار میں حاضر ہونا ہے میں سب کا حساب بے باق کروں گا۔اور ہر شخص کواس کے کئے کی جزا یا سزا دوں گا۔

آیات القرآن

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ
كٰتِبُوْنَ ﴿٩٤﴾ وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٩٥﴾ حَتّٰۤى اِذَا
فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَاقْتَرَبَ
الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا قَدْ
كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٩٧﴾ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿٩٨﴾ لَوْ كَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً
مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٩٩﴾ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا
يَسْمَعُوْنَ ﴿١٠٠﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا
مُبْعَدُوْنَ ﴿١٠١﴾ ۙ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ
خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٢﴾ ۚ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا
يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿١٠٣﴾ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ
السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا
كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿١٠٤﴾ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ
يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿١٠٥﴾ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿١٠٦﴾ ؕ وَمَاۤ
اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ
وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٠٨﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى
سَوَآءٍ ؕ وَاِنْ اَدْرِيْۤ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿١٠٩﴾ اِنَّهٗ يَعْلَمُ

الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ۝۱۱۰ وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ۝۱۱۱ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ۝۱۱۲

ترجمۃ الآیات

پس جوکوئی نیک کام کرے آنحالیکہ وہ مومن ہوتو اس کی کوشش کی ناقدری نہ ہوگی اور ہم اسے لکھ رہے ہیں(۹۴)اور جس بستی کو ہم نے ہلاک کردیا اس کیلئے حرام ہے۔یعنی وہ (دنیا میں) دوبارہ لوٹ کرنہیں آئیں گے(۹۵) یہاں تک کہ جب یاجوج و ماجوج کھول دیئے جائیں گے تو وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے نکل پڑیں گے (۹۶) اور (جب) ان کا سچا وعدہ (قیامت کا) قریب آجائے گا تو ایک دم کافروں کی آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی (اورکہیں گے) ہائے افسوس! اس سے غفلت میں رہے بلکہ ہم ظالم تھے(۹۷) بے شک تم اور وہ چیزیں جنکی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے جہنم کا ایندھن ہیں اس میں تم سب کو داخل ہونا ہے(۹۸) اگر یہ چیزیں برحق خدا ہوتیں تو جہنم میں نہ جاتیں اب تم سب کو اس میں ہمیشہ رہنا ہے(۹۹)(ان کی اس میں چیخ و پکار ہوگی اور وہ اس میں کچھ نہیں سنیں گے(۱۰۰) ہاں البتہ وہ لوگ جن کیلئے ہماری طرف سے پہلے بھلائی مقدر ہوچکی ہوگی وہ اس سے دور رہیں گے (۱۰۱) وہ اس کی آہٹ بھی نہیں سنیں گے اور وہ اپنی من پسند نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے (۱۰۲) ان کو بڑی گھبراہٹ بھی غمزدہ نہیں کرسکے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے(اور بتائیں گے کہ) یہ ہے آپ کا وہ دن جس کا تم سے وعدکیا جاتا تھا (۱۰۳) جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح طومار میں خطوط لپیٹے جاتے ہیں جس طرح ہم نے پہلے تخلیق کی ابتداء کی تھی اسی طرح ہم اس کا اعادہ کریں گے۔ یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے یقینا ہم اسے پورا کرکے رہیں گے(۱۰۴) اور ہم نے ذکر(توراۃ یا پند و نصیحت) کے بعد زبور میں لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے (۱۰۵) بیشک اس میں عبادت گزار لوگوں کیلئے بڑا پیغام ہے(۱۰۶) اے رسول ہم آپ کو تمام عالمین کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔(۱۰۷) آپ

کہہ دیجئے! کہ میری طرف جو کچھ وحی کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ تمہارا الہ بس ایک الہ ہے۔ تو کیا تم اس کے آگے سر جھکاتے ہو (۱۰۸) پس اگر وہ اسے روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے! کہ میں نے برابر آپ کو خبردار کر دیا ہے اب مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ دن جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ قریب ہے یا دور؟ (۱۰۹) بے شک وہ اللہ بلند آواز سے کہی گئی بات کو بھی جانتا ہے اور اسے بھی جسے تم چھپاتے ہو (۱۱۰) اور میں کیا جانوں؟ (کہ یہ تاخیر تمہارے لئے آزمائش ہے یا ایک خاص وقت تک زندگی کی لطف اٹھانے کی مہلت ہے (۱۱۱) آخر کار رسول نے کہا اے میرے پروردگار! تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دے (لوگو) ہمارا پروردگار وہی خدائے رحمٰن ہے جس سے ان باتوں کے خلاف مدد مانگی جاتی ہے جو تم بنا رہے ہو (۱۱۲)

تشریح الالفاظ

(۱) حدب کے معنی بلند زمین کے ہیں (۲) ینسلون کے معنی تیز تیز ڈوڑنے کے ہیں (۳) حصب کے معنی ایندھن کے ہیں (۴) زفیر کے معنی چیخنے چلانے اور آہ وفغان کرنے کے ہیں (۵) شخوص البصر کے معنی دہشت کی وجہ سے آنکھوں کے پتھرا اور پھٹی رہ جانے کے ہیں (۶) حسیس۔ کے معنی آہٹ اور سرسراہٹ کے ہیں۔(۷) فزع اکبر۔ کے معنی بڑی گھبراہٹ کے ہیں۔(۸) طی کے معنی لپیٹنے کے ہیں (۹) سجل کے معنی ہیں وہ طومار جس میں لکھے ہوئے کاغذات رکھتے جاتے ہیں (۱۰) اذن کے معنی خبردار کرنا ہیں

تفسیر الآیات

۷۰)۔ فمن یعمل۔۔۔الآیۃ

عمل صالح کی جزاء ایمان کے ساتھ مشروط ہے

اس قسم کی ایک آیت سورہ نحل میں نمبر ۹۷ پر گزر چکی ہے من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مو من الآیۃ۔ سب کا مفاد یہ ہے کہ عمل صالح کی جزاء ایمان کے ساتھ مشروط ہے۔ لہذا اگر ایمان نہیں ہے تو اس کے بغیر کسی قسم کے صلہ وستائش کا کوئی امکان نہیں ہے۔ کیونکہ جب وہ خدا اور رسول اور قیامت وغیرہ پر ایمان نہیں رکھتا تو وہ خدا کا باغی ہے اور ظاہر ہے کہ باغی سزا کا مستوجب ہے وہ جزا کا مستحق نہیں ہے۔ مخفی نہ رہے کہ

یہاں عمل کے لکھنے کی نسبت خدا کی طرف مجازی ہے کیونکہ کراماً کاتبین اسی کے حکم کے مطابق لکھتے ہیں۔

۷۱)۔ وحرام علی قریۃ۔۔۔الآیۃ

اس آیت کے بارے میں مفسرین کی سراسیمگی

چونکہ اس بات پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ کوئی بھی شخص خواہ ہلاکت کی موت مرے یا اپنی طبعی موت مرے اس نے قیامت کے دن محشور ضرور ہونا ہے۔ **وحشرنا ھم فلم نغادر منھم احدا**۔مگر اس آیت سے بظاہر یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جس بستی کو ہلاک کر دیا گیا ہے اس کے باشندے رجوع نہیں کریں گے۔ یعنی محشور نہیں ہوں گے۔اس لئے وہ بڑے سراسیمہ اور پریشان ہیں۔لہذا بعض نے **لا یر جعون** کی لا کو زائدہ قرار دیا ہے۔اور بعض نے حرام کے معنی واجب کے کئے ہیں۔

بظاہر یہ ساری پریشانی اس وجہ سے ہوئی ہے کہ لوگوں نے قرآن کو وارثان قرآن سے نہیں لیا۔آئمہ اہلبیتؑ سے اس آیت کی جو تفسیر وارد ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت زمانہ رجعت کے بارے میں ہے۔ چنانچہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔فرمایا ہر وہ بستی جس کے باشندوں کو خدا نے کسی عذاب سے ہلاک کیا ہے وہ زمانہ رجعت میں واپس نہیں آئیں گے۔(تفسیر قمی وصافی)

بلکہ وہ خوش قسمت اہل ایمان آئیں گے جو اپنی طبعی موت مرے ہوں گے اور دوسری شرطیں بھی ان میں پائی جائیں گی۔تفصیل کیلئے ہماری کتاب احسن الفوائد کا باب الرجعت پڑھا جائے۔

۷۲)۔ حتی اذا فتحت یاجوج۔۔۔الآیۃ

یاجوج وماجوج کا اجمالی تذکرہ

حتی کا لفظ چونکہ سابقہ مضمون پر تفریع کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ بناء بریں مفہوم یہ ہوگا کہ جو لوگ عذاب الہی سے ہلاک ہو چکے ہیں ان کے دوبارہ آنے کی جو اوپر نفی کی گئی تھی۔تو اب یہاں بتایا جارہا ہے کہ یہ یاجوج ماجوج کے خروج تک ہے۔ جو کہ قرب قیامت کی علامت ہے اس کے بعد یعنی قیامت کے دن وہ ضرور زندہ کر کے میدان حشر میں لائے جائیں گے۔سورہ کہف کی آیت ۹۴ **قالو ایاذالقرنین ان یاجوج وما جوج مفسدون فی الارض الآیۃ**۔کی تفسیر میں تفصیل کے ساتھ یاجوج وماجوج کے موضوع پر گفتگو کی جاچکی ہے اور وہیں سد ذوالقرنین اور اس کے محل وقوع پر بھی تبصرہ کیا جاچکا ہے۔اور وہیں یہ بھی بتایا جاچکا ہے کہ عام مفسرین نے یاجوج سے تاتاری اور ماجوج سے مغول قوم مراد لی ہے۔اور یہ بھی بیان کیا جاچکا ہے کہ ساتویں

صدی ہجری سے اگر چہ سدذوالقرنینی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکی ہے۔مگر ہنوز کچھ باقی ہے۔مگر وہ مکمل طور پر قیامت کے قریب تباہ ہوگی۔اور اس وقت اس قوم کے باہر آنے کا راستہ پوری طرح ہموار ہوگا۔جو آئیں گے اور پھیل جائیں گے اور بعض اخبار و آثار کے مطابق بہت سے لوگوں کو کھا جائیں گے۔مخفی نہ رہے کہ من کل حدب ینسلون سے بھی اسی مشہور نظریہ کی فی الجملہ تائید ہوتی ہے کہ ان کا مقام شمالی پہاڑوں کے پیچھے ہے وہ وہاں سے امڈ پڑیں گے۔واللہ العالم

(۴۳)۔ واقترب الوعد الحق۔۔۔الآیۃ

اس وعدہ حق سے مراد قیامت ہے

ظاہر ہے کہ یہاں اس وعدہ حق جس کے قریب آنے کا تذکرہ کیا جارہا ہے سے مراد قیامت ہے،جس کی شدت خوف و ہراس سے کفار و مشرکین کی آنکھیں پتھرا جائیں گی۔سر اٹھائے بھاگے جارہے ہوں گے اور آنکھوں کی اس طرح ٹکٹکی بندھی ہوگی کہ ان کی نگاہ ان کی طرف نہیں لوٹے گی۔اور دل ہوا ہور ہے ہوں گے۔اس قسم کی ایک آیت سورہ ابراہیم نمبر ۴۲ پر گزر چکی ہے یوم تشخص فیه الابصار الآیۃ۔وہ اس وقت کہیں گے ہائے ہماری کم بختی۔ہم اس سے غافل رہے بلکہ ہم ظالم تھے۔یہی آیت قبل ازیں اسی سورہ میں آیت نمبر ۴ اور ۶ ۴ پر اور سورہ اعراف میں آیت نمبر ۵ میں گزر چکی ہے۔فراجع

(۴۴)۔ انکم وما تعبدون۔۔۔الآیۃ

مشرکین اوران کے معبود جہنم کا ایندھن ہیں

چونکہ اس آیت میں واضح کیا گیا ہے کہ اے کفار مکہ تم اور جن چیزوں کی تم پرستش کرتے ہو وہ سب جہنم کا ایندھن ہیں۔جب یہ آیت اتری تو ابن زبعری جو کہ مشرکین قریش اور انکے شعراء میں سے تھا۔پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یوں گفتگو کا آغاز کیا۔کیا عزیر اور عیسیٰ اللہ کے نیک بندے تھے؟ آپ نے فرمایا۔ہاں کہنے لگا کہ یہود عزیر کی اور عیسائی عیسیٰ کی پرستش کرتے ہیں۔اور آپ کا قرآن کہتا ہے کہ تم اور تمہارے معبود جہنم کا ایندھن ہیں تو؟ آپ نے فرمایا ما اجھلك بلغة قومك! الیست مالما لا یعقل تو اپنی قومی زبان سے کس قدر جاہل ہے تجھے معلوم نہیں کہ لفظ ''ما'' (جو آیت میں ہے) وہ غیر ذوی العقول کیلئے آتا ہے۔لہذا آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اے کفار مکہ اور مشرکین قریش تم اور تمہارے غیر ذی عقل معبود یعنی بت جہنم کا ایندھن ہیں ۔اس پر وہ لاجواب ہو گیا (مجمع البیان و کاشف وغیرہ)

۷۶)۔ لو کان ھؤلاء الھة۔۔۔الآیة

اگر یہ واقعی معبود ہوتے تو پھر جہنم میں کیوں جھونکے جاتے؟ جہاں جہنمیوں کی اس قدر چیخ و پکار ہوگی کہ اس کی وجہ سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی ہوگی۔

۷۶)۔ ان الذین سبقت۔۔۔الآیة

وہ خوش قسمت لوگ جن کیلئے خدا کی طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ سابقہ ارشاد قدرت کہ تم اور جن کی تم پرستش کرتے ہو۔ سب جہنم کا ایندھن ہیں یہ شبہ ہوتا تھا کہ پھر جناب عزیر و عیسیٰؑ اور ملائکہ کا کیا بنے گا؟ کیا وہ بھی اس وعید کے مستوجب قرار پائیں گے؟ تو اس غلط فہمی کے ازالہ کیلئے یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ ہاں البتہ وہ لوگ جن کیلئے ہماری طرف سے پہلے سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے۔ وہ اس جہنم سے دور رہیں گے۔

شیعان حیدر کرار بھی انہی قسمت افراد سے ہیں

انبیاء و مرسلین ہوں یا شہداء و صدیقین مومنین کاملین ہوں یا عباد اللہ الصالحین وہ تو بہر حال اس آیت مبارکہ کا مصداق ہیں ہی۔۔ البتہ فریقین کی کتب تفسیر و حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ جو حقیقی شیعیان علی ہیں وہ بھی انہی خوش قسمت افراد میں سے ہیں۔ چنانچہ حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت علی کو خطاب کر کے فرمایا۔ یا علی انت و شیعتك علی الحوض تسقون من احببتم و تمنعون من کر ھتم و انتم الآمنون یوم الفزع الا کبر فی ظل العرش یفزع الناس ولا تفزعون و یحزن الناس و لا تحزنون و فیکم نزلت ھذہ الایة۔ (تفسیر صافی بحوالہ مجالس شیخ صدوق) یا علی تم اور تمہارے شیعہ (کل) حوض کوثر پر ہوں گے جسے چاہو گے پلاؤ گے اور جسے ناپسند کرو گے اسے نہیں پلاؤ گے اور تم قیامت کو فزع اکبر سے عرش الٰہی کے زیر سایہ محفوظ رہو گے۔ لوگ گھبرائیں گے۔ مگر تم نہیں گھبراؤ گے اور لوگ غمگین ہوں گے مگر تم غمگین نہیں ہو گے۔ اور یہ آیت تمہارے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ نیز آنحضرت سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت علی کی طرف دیکھ کر فرمایا ھذا و شیعتہ ھم الفائزون یوم القیامة کہ یہ اور ان کے شیعہ قیامت کے دن فائز المرام ہونے والے ہیں (تذکرہ سبط ابن الجوزی ص ۳۱ کذا فی فرائد السمطین جز اول ینابیع المودۃ ص ۲۱۴ وغیرہ) اور یہ بھی آپ سے مروی ہے فرمایا۔ یا اباالحسن اما انت و شیعتك فی الجنة اے ابوالحسن آگاہ ہو جاؤ کہ تم اور تمہارے شیعہ جنت میں جائیں

گے (صواعق محرقہ طبع مصر جدید ص ۱۵۹ وغیرہ)

۷۷)۔ یوم نطوی السماء ۔۔۔ الآیۃ

اس میں قیامت کبری کا سماں بیان کیا جا رہا ہے۔ کہ اس دن آسمان کی بساط اس طرح لپیٹ کے رکھ دی جائے گی جس طرح طومار میں خطوط اور کاغذات لپیٹ کر رکھے جاتے ہیں۔ اور زمین بھی دوسری زمین کے ساتھ بدل دی جائے گی۔ لہذا زمین اور آسمان نئے ہوں گے اور لوگوں کو بھی دوبارہ زندہ کر کے میدان حشر میں لایا جائے گا۔ فرماتا ہے جس طرح ہم نے پہلے تخلیق کی ابتدا کی تھی اسی طرح اس کا اعادہ کرینگے۔ اور ضرور کر کے رہیں گے۔ سورہ روم میں ارشاد فرماتا ہے **وھو الذی یبدء الخلق ثم یعیدہ و ھو اھون علیہ** (الروم ۲۷) وہ وہی ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے اور پھر قیامت کے دن اسے دوبارہ پیدا کرے گا۔ اور یہ اس پر بہت آسان ہے۔

۷۸)۔ ولقد کتبنا فی الزبور ۔۔۔ الآیۃ

زبور سے تو وہ کتاب مراد ہے جو جناب داؤد پر نازل ہوئی تھی۔ البتہ اختلاف ہے کہ یہاں ذکر سے کیا مراد ہے؟ بعض نے اس سے مراد توراۃ لی ہے اور بعض نے اس کے معنی، پند و نصیحت کئے ہیں اور بعض نے لوح محفوظ مراد لی ہے مگر تفسیر قمی میں مذکور ہے کہ اس سے وہ تمام آسمانی کتابیں مراد ہیں جو زبور سے پہلے نازل ہوئی ہیں۔

زمین کے وارث میرے صالح بندے ہوں گے

اس زمین سے کونسی زمین مراد ہے؟ اکثر مفسرین کے نزدیک دنیا کی زمین مراد ہے اور بعض مفسرین نے اس سے جنت کی زمین مراد لی ہے۔ **واورثنا الارض نتبوا من الجنۃ حیث نشاء**۔ اور انہوں نے یہ تکلف اس لئے کیا ہے کہ دنیا میں تو زمین کے وارث کبھی مومن اور اکثر کافر و مشرک بھی ہو جاتے ہیں۔ مگر آیت کا مطلب واضح ہے کہ منجانب اللہ تو اس کے صحیح وارث اللہ کے صالح بندے ہی ہیں مگر اکثر و بیشتر غاصب لوگ ان کا یہ حق غصب کر لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ قابل غور بات یہ ہے کہ آیت میں الارض وارد ہے جس سے دنیا کی تمام زمین مراد ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایسا وقت آئے گا کہ تمام روئے زمین کے وارث اس کے صالح بندے ہوں گے۔ **ان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ و العاقبۃ اللمتقین ۔۔ وعد اللہ الذین امنو امنکم و عملو الصالحات لیستخلفنھم فی الارض**۔ اللہ کا خاص مومنین کاملین صالحین سے وعدہ ہے کہ ان کو زمین میں تمکین دے گا۔ یہ کب ہوگا؟ ہماری روایات میں تو صاف

صاف وارد ہے ھو القائم المھدی و اصحابہ کہ اس سے حضرت امام مہدی اور ان کے اصحاب مراد ہیں (تفسیر مجمع البیان وصافی وغیرہ)

اور جناب مفتی محمد شفیع صاحب نے تفسیر معارف القرآن میں لکھا ہے کہ پھر مہدی علیہ السلام کے زمانے میں ہونے والی ہے والحمد اللہ اللھم عجل فی طھور و لیك فانھم یرونه بعیدا و نراہ قریبا واجعلنا من اعوانھم و انصارھم

۷۹)۔ وما ارسلنك الا رحمة۔۔۔الآیة

وما ارسلنك الا رحمة للعالمین

قرآن کی بہت سی آیات کی طرح یہ آیت بھی اس بات کی نص صریح ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کی نبوت و رسالت اور رحمت ورافت ہمہ گیر ہے وہ کسی خاص ملک وملت یا کائنات کے کسی خاص خطہ کیساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ جہاں جہاں تک خدا کی خدائی کا تعلق ہے وہاں وہاں تک آپ کی نبوت ورحمت اور مصطفائی کا تعلق ہے۔

بناء بریں آپ نہ صرف بنی نوع انسان کے ہادی اور رہنما ہیں۔ بلکہ پوری کائنات ارضی وسماوی کیلئے باعث رحمت ہیں انہی کے صدقہ میں دنیا و مافیھا قائم ہے۔ اور ان ہی کی برکت سے عذاب استیصالی سے محفوظ ہے لہذا پوری کائنات اور اس کی ہر چیز غیر شعوری طور پر ان کے فیوض وبرکات سے مستفید ہو رہی ہے وہ دنیا جہاں کے پیشوا اور مقتداء میں تبارك الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیراً وما ارسلنك الا رحمة للعالمین

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا

۸۰)۔ قل انما یوحی الی۔۔۔الآیة

آپ کو کلمہ حصر کے ساتھ حکم دیا جارہا ہے کہ اللہ نے جو آپ کو وحی کی ہے۔ اس کے لحاظ سے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ نہ ذات نہ صفات میں نہ افعال میں اور نہ عبادت میں اور ساری کائنات کا احسن طریقہ پر انتظام اس بات کی بین دلیل ہے کہ اس کا خالق اور منتظم اعلی ایک ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ کیا تم اس کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہو؟

۸۱)۔ فان تولوا فقل۔۔۔الآیة

جب ان لوگوں پر حجت تمام ہو چکی، دعوت حق دی جا چکی ہے تبلیغ کا حق ادا ہو چکا۔ تو اگر وہ لوگ اب بھی ایمان نہیں لاتے بلکہ حق سے روگردانی کرتے ہیں تو پھر ان سے کہہ دو کہ اب یہ بات طے ہے کہ تم پر خدا کا عذاب نازل ہوگا۔ مگر میں یہ نہیں جانتا کہ وہ قریب ہے یا دور ہے؟

۷۲)۔ انه يعلم الجهر من القول ۔۔۔ الآية

اسی قسم کی ایک آیت سورہ طٰہ میں نمبر ۷ پر گزر چکی ہے۔ وان تجهر بالقول فانه يعلم السر وا خفى الايه ظاہر ہے کہ وہ خفی وجلی بات کا جاننے والا ہے جو کچھ تم ظاہر کر رہے ہو اور تم جو احسانات کیا کرتے ہو وہ خدا بھی جانتا ہے اور جو کچھ تم چھپا رہے ہو اور مسلمانوں کے بارے میں اپنے دلوں میں کینے رکھتے ہو وہ بھی جانتا ہے وھو علیم بذات الصدود۔

۷۳)۔ وان ادری لعله ۔۔۔ الآية

باقی رہی یہ بات کہ اس عذاب کے نازل ہونے میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے؟ تو نظر بہ ظاہر حالات میں کیا جانوں کہ آیا یہ تمہارے لئے فتنہ وآزمائش ہے کہ شاید تم سنبھل جاؤ۔ یا طیب وخبیث میں امتیاز ہو جائے۔ یا پھر تمہیں ایک خاص وقت تک زندگی سے لطف اٹھانے کی مہلت دی جا رہی ہے؟ اور پھر ع دیر گیر وسخت گیر دمر ترا والا معاملہ ہوگا؟

۷۴)۔ قال رب احكم بالحق ۔۔۔ الآية

پیغمبر اسلام نے دعا کی اے میرے پروردگار تو اس طرح حق وباطل میں فیصلہ فرما کہ ہر قسم کے شک و شبہ کے بادل چھٹ جائیں اور میری دعوت کی صداقت روز روشن کی طرح واضح وآشکار ہو جائے۔

۷۵)۔ وربنا الرحمن ۔۔۔ الآية

تم لوگ جو کچھ کہہ رہے ہو کہ میری دعوت اور میرے پروردگار کی توحید غلط ہے اور تمہارے بتوں کی خدائی وکبریائی حق ہے۔ اور یہ کہ کچھ عرصہ کے بعد پرچم اسلام سرنگوں ہو جائے گا اور تمہیں فتح وفیروزی حاصل ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ تو اس پر خدائے رحمن سے ہی مدد مانگی جا سکتی ہے۔ وبس چنانچہ تاریخ اسلام گواہ ہے کہ خدا نے اپنے رسول کریم کی دعا قبول فرمائی۔ اور کفار کی تمناؤں کو خاک میں ملا دیا اور اسلام اور مسلمانوں کو ان پر غالب کیا اور اپنے پیغمبر کو فتح مبین عطا فرمائی

سورہ انبیا کی تفسیر ۸۔ اگست بروز جمعرات

بوقت ساڑھے آٹھ بجے شب بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوئی والحمد للہ

سورہ حج کا مختصر تعارف

وجہ تسمیہ

گو حج کا تذکرہ کئی اور سورتوں میں بھی کیا گیا ہے۔مگر چونکہ حج کے اعلان عام و اذن فی الناس بالحج اور اس کے متعلقہ احکام کا اس سورہ میں خاص طور پر اہتمام کیا گیا ہے اس لئے اس کا نام سورۃ الحج مقرر ہوا ہے۔

تاریخ نزول

اس سورہ مبارکہ کے مکی اور مدنی ہونے میں مفسرین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔کیونکہ اس میں مکی اور مدنی سورتوں کی خصوصیات مشترکہ طور پر پائی جاتی ہیں۔مگر اکثر و بیشتر قرآنوں کے سرنامہ پر مدنی لکھا ہوا ہے۔ اور بعض نے یہ نظریہ اختیار کیا ہے کہ اس میں بعض آیتیں آنحضرت کی مکی زندگی کے دور اور بعض مدنی زندگی کے ابتدائی دور کی پائی جاتی ہیں۔واللہ العالم۔سورہ حج مدنی ہے اس کی (۷۸) آیتیں اور (۱۰) رکوع ہیں۔

اس سورہ کے مضامین وعنادین کی اجمالی فہرست

۱۔ کفار و مشرکین اور مخالفین کو قیامت کی ہولنا کیوں اور قیامت کی تباہ کاریوں اور قیامت کی ہوشربا گھڑی آنے سے پہلے ہوش کے ناخن لینے اور ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے تا کہ وہ اس کی تباہ کارویوں سے بچ جائیں۔

۲۔ مذبذب قسم کے کمزور ایمان والے مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر حالات سازگار ہوں تو تم خدا سے راضی نظر آتے ہوا اور اگر حالات قدرے ناملائم ہو جائیں تو تم خدا سے بھی ناراض ہو جاتے ہو۔حالانکہ ایک بندہ مسلمان کو ہر حال میں راضی برضاء خدا رہنا چاہیے اور راحت ہو یا رنج، آسائش ہو یا سختی ہر حالت میں مسلمان کو صبر وشکر سے کام لینا چاہئے۔

۳۔ انسانی تخلیق اور زندگی کے مختلف مراحل سے حیات بعد الموت کے امکان بلکہ وقوع پذیر ہونے پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۴۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے اعلان حج اور قیامت تک اس کے اثرات کا تذکرہ۔

۵۔ شعاراللہ کی تعظیم کا حکم۔

۶۔ اسلام میں دفاعی جنگ کی اجازت اور اس کی عقلی وشرعی افادیت۔

۷۔ انبیاء کی تمناؤں میں شیطان کی دراندازی اور اس کا مفہوم۔

۸۔ غیر اللہ کے عجز وقصور کا بیان کہ وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔

۹۔ دین میں عسر وحرج کے نہ ہونے کا تذکرہ۔

۱۰۔ مسلم نام کا آغاز اور یہ کہ خدا نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے۔

۱۱۔ مسلمانوں کو حق کا پرچم بلند رکھنے کا حکم اور مسلمانوں کو اسلامی احکام کا عملی نمونہ پیش کرنے کی تاکید۔

۱۲۔ امت مسلمہ کو اپنی نصرت ومدد کی یقین دہانی۔

۱۳۔ مسلمانوں کی عبادت اور جہاد کرنے کا تاکیدی حکم۔

۱۴۔ عزت وذلت خدا کے قبضہ قدرت میں ہے۔

۱۵۔ ہر شے خدا کو سجدہ کرتی ہے۔

۱۶۔ مختلف عقائد ونظریات کی حقانیت کا فیصلہ قیامت میں ہوگا وغیرہ وغیرہ۔

اس سورہ کی تلاوت کرنے کا ثواب

۱۔ حضرت رسول خدا سے مروی ہے فرمایا جو شخص اس سورۃ کی تلاوت کرے گا تو اسے تمام سابقہ اور آئندہ حجاج کرام کی تعداد کے برابر ثواب عطا کیا جائے گا (ایضا)

۲۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ فرمایا جو شخص تین دن میں ایک بار اس سورۃ کی تلاوت کرے تو سال ختم ہونے سے پہلے اسے حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوگی۔ اور وہ اس سفر کے دوران مر گیا تو جنت میں داخل ہوگا (مجمع البیان)

آیات القرآن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ① يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا

هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴿۲﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ﴿۳﴾ كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۴﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَنُقِرُّ فِى الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ﴿۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْىِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۶﴾ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِى الْقُبُوْرِ ﴿۷﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۸﴾ ثَانِىَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۹﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۰﴾

ترجمۃ الآیات

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے اے لوگو! اپنے پروردگار (کی ناراضی) سے ڈرو۔ بیشک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی شے ہے (۱) جس دن تم اسے دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی (ماں) اس (بچہ) سے غافل ہو جائے گی جسے وہ دودھ

پلاتی ہے اور ہر حاملہ عورت اپنا حمل گرا دے گی۔ اور تم لوگوں کو نشہ میں مدہوش دیکھو گے۔ حالانکہ وہ نشہ میں مدہوش نہیں ہوں گے۔ مگر اللہ کا عذاب بڑا سخت ہوگا (۲) اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں کہ جو اللہ کے بارے میں علم کے بغیر کج بحثی کرتے ہیں اور سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں (۳) جس (مردود) کے بارے میں لکھا جا چکا ہے کہ جو کوئی اس کو دوست بنائے گا وہ ضرور اسے گمراہ کرے گا۔ اور اسے بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کا راستہ دکھائے گا (۴) اے لوگو! اگر تمہیں (دوبارہ) اٹھائے جانے میں شک ہے تو (اس میں کوئی شک نہیں کہ) ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا ہے پھر نطفہ سے، پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے جو متشکل (مکمل تخلیق والا) بھی ہوتا ہے اور غیر متشکل (نامکمل تخلیق والا) بھی۔ اور یہ اس لے ہے کہ ہم تم پر (اپنی قدرت کی کارفرمائی) واضح کریں اور ہم جس (نطفے) کو چاہتے ہیں ایک مقررہ مدت تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تمہیں بچے کی صورت میں باہر نکالتے ہیں پھر (تمہاری پرورش کرتے ہیں) تا کہ اپنی پوری قوت کی منزل (جوانی) تک پہنچو۔ پھر تم میں سے بعض کو تو (بڑھاپے سے پہلے) اٹھا لیا جاتا ہے اور بعض کو پست ترین عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے تا کہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے اور تم دیکھتے ہو کہ زمین خشک پڑی ہے تو جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ لہلہانے اور ابھرنے لگتی ہے اور ہر قسم کی خوشنما نباتات اگاتی ہے (۵) یہ (سب کچھ) اس لئے ہے کہ اللہ ہی کی ذات حق ہے۔ اور بے شک وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے (۶) اور قیامت ضرور آنے والی ہے۔ جس میں کوئی شک نہیں ہے اور یقینا اللہ انہیں زندہ کرے گا جو قبروں میں ہیں (۷) اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے بارے میں بغیر کسی علم کے بغیر کسی راہنمائی کے او ربغیر کسی روشن کتاب کی کج بحثی کرتے ہیں (۸) (غرور سے) اپنے شانے کو موڑے ہوئے (اور گردن اکڑائے ہوئے) تا کہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے گمراہ کریں ان کیلئے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم انہیں جلانے والی آگ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے (۹) تب اسے بتایا جائے گا کہ یہ سب کچھ سزا ہے اس کی جو تیرے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے اور خدا ہرگز اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے (۱۰)

تشریح الالفاظ

۱۔ ذھل اور ذھول ...... کے معنی ہیں کسی چیز سے غافل ہونا۔ ۲۔ سکران ...... کے معنی ہیں نشے میں مدہوش۔

۳۔ مجادلہ ...... کے اصل معنی ہیں بحث کرنا مگر اہل باطل کج بحثی کرتے ہیں۔ ۴۔ مرید ...... کے معنی سرکش اور مفسد ہیں۔

۵۔ سعیر ...... کے معنی ہیں بھڑکتی اور دہکتی ہوئی آگ۔ ۶۔ اشد ...... کے معنی پوری قوت وطاقت یعنی (جوانی) ہیں۔

۷۔ توفی ...... کے معنی ہیں اخذ الشئی وافیاً کسی چیز کا پورا اٹھانا۔ ۸۔ ھامد ...... کے معنی ہیں خشک جس میں حیات نہ ہو۔

۹۔ اھتزاز ...... کے معنی ہیں حرکت کرنا اور لہلہانا۔ ۱۰۔ ربا یربو ...... کے معنی ہیں ابھرنا اور بڑھنا۔

۱۱۔ مخلقہ ...... کے معنی ہیں تمام الخلقت۔ ۱۲۔ بھیج و بھجت ...... کے معنی ہیں خوشنما۔ ۱۳۔ ثانی عطفہ ...... متکبر آدمی کو کہا جاتا ہے۔ جس کے معنی ہیں موڑنا اور دہرا کرنا۔ اورعطف کے معنی ہیں شانہ۔ یہ تکبر کی علامت ہے جو گردن کے اکڑنے، شانے کے موڑنے سے ثابت ہوتا ہے۔ ۱۴۔ حریق ...... اس کے معنی جلانے والی آگ کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱) یا ایھا الناس اتقوا ... الآیۃ

کردار سازی میں تقویٰ کی اہمیت

بارہا گفتہ ام و بارو گرمی گویم

کہ انسانی کردار سازی میں جس چیز کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ جس سے انسان کی خلوت وجلوت یکساں ہوتی ہے اور ظاہر و باطن پاک و پاکیزہ ہوتا ہے۔ وہ تقویٰ خداوندی ہے یعنی خداوند عالم کی عزت وعظمت،

قوت وطاقت اور اس کی سلطنت وتمکنت کا تصور کرنے کے بعد دل ودماغ میں اس کا خوف وخشیہ ہے اور اس تقویٰ کے حصول میں جہاں خدا کی عظمت، کبریائی کو بڑا دخل ہے وہاں تصور آخرت کی تاثیر بھی ناقابل انکار ہے ۔یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اسلامؑ نے فرمایا تھا۔ **معاشر الناس اتقوا واحذروا الساعة کما قال الله عزوجل ان زلزلة اساعة شئی عظیم**۔(تفسیر صافی بحوالہ احتجاج طبرسی)۔اے لوگو! تقویٰ اختیار کرو اور قیامت سے ڈرو جیسا کہ خدائے عزوجل فرماتا ہے کہ قیامت کا زلزلہ بڑی سخت شے ہے۔

۲) یوم ترونها... الآیة

فنائے عالم کبیر اور قیامت کا سماں

ہم نے اپنی کتاب احسن الفوائد کے انیسویں باب میں جو قیامت سے متعلق ہے۔فنائے عالم کبیر اور قیامت کے سماں اور حشر ونشر کی کیفیت کے بارے میں قرآن وسنت کی روشنی میں بڑی تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے۔یہاں اس کے خلاصہ کا بھی خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

اسرافیلؑ کے نفخ صور کا واقعہ

متعدد احادیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ جب خلاق عالم دنیا کو ختم کر کے قیامت قائم کرنا چاہے گا تو اسرافیلؑ کو حکم دے گا کہ وہ صور پھونکیں، صور کل دو مرتبہ پھونکا جائے گا۔یہ صور بہت بڑا اور نورانی ہے۔جس کا ایک سرا اور دو شاخیں ہیں۔چنانچہ اسرافیل بیت المقدس کے مقام پر روبقبلہ کھڑے ہوکر صور پھونکیں گے۔پس جب اس سرے سے آواز نکلے گی جو زمین کی طرف ہے تو اس کے بعد اہل زمین کی ہلاکت شروع ہوجائے گی او وہ کیفیت ہوگی۔جو اس آیت میں، نیز سورہ واقعہ میں، سورہ انزال، سورہ مزمل اور سورہ انفطار وغیرہ میں بیان کی گئی ہے اور جب اس سرے سے آواز نکلے گی جو آسمان کی طرف ہے تو اس سے اہل آسمان کی موت واقع ہوجائے گی ۔اس کے بعد خدا کے حکم سے اسرافیل کی بھی موت واقع ہوجائے گی۔الغرض نفخ صور کے بعد نظام زمین وآسمان اور نظام شمسی وقمری جس طرح درہم وبرہم اور زیر زبر ہوگا اس کی اس آیت اور دیگر بہت سی سورہ وآیات میں تصویر کشی کی گئی ہے۔پھر جب تک خدا چاہے گا تب تک یہی کیفیت رہے گی اور ہر چیز نیستی کے عالم میں پڑی رہے گی۔ہاں البتہ جب مشیت ایزدی دوبارہ زندہ کرنے کے متعلق ہوگی۔تو چالیس دن کی مدت تک برابر باران رحمت کا نزول ہوگا۔جس سے مردوں کے متفرق اجزاء اکٹھے ہوں گے۔اور اب قدرت کاملہ سے صور میں دوبارہ آواز پیدا ہوگی۔پس جب اس شاخ سے آواز نکلے گی جو آسمان کی طرف ہے تو اہل آسمان زندہ ہوجائیں

گے۔اور جب اس شاخ سے آواز برآمد ہوگی جو زمین کی طرف ہے تو اہل زمین زندہ ہو جائیں گے۔اور قیامت کبریٰ قائم ہو جائے گی اور حشر ونشر کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

زلزلہ قیامت کی ہولنا کی کا تذکرہ

اس آیت میں زلزلہ قیامت کے ہولناک واقعہ کی جس طرح منظر کشی کی گئی ہے وہ کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے ماں کو دودھ پیتی اولاد سے جو محبت ہے وہ عیاں راچہ بیان کی مصداق ہے۔اب اس سے زیادہ اس واقعہ کی ہولنا کی کیا ہوگی کہ ماؤں کو اپنے دودھ پیتے بچوں کا ہوش نہ رہے گا۔اور وہ حاملہ عورتیں جن کے وضع حمل کا ہنوز وقت نہیں آیا ہوگا وہ اس واقعہ کی شدت سے گھبرا کر اپنے حمل گرادیں گی اور عام لوگوں کی حالت یہ ہوگی کہ وہ اس طرح مخبوط الحواس ہو کر ادھر ادھر دوڑ رہے ہوں گے جیسے کوئی نشہ میں مست و مدہوش ہو۔لیکن دراصل وہ کسی نشہ میں مدہوش نہیں ہوں گے بلکہ اس واقعہ کی ہولنا کی کی شدت انہیں بدحواس کر دے گی۔

۳) ومن الناس من یجادل... الآیة

یہاں اس مجادل انسان سے کون مراد ہے؟

اس انسان سے وہ سب عالم وجاہل کافر ومشرک بھی مراد ہو سکتے ہیں جو کسی علم و معرفت کے بغیر بلکہ صرف اپنی جہالت کی بناء پر پیغمبر اسلامؐ سے خدا کی توحید اور نفی شرک اور قیام قیامت وغیرہ کے موضوعات پر کج بحثیاں کیا کرتے تھے اور بعض مفسرین نے خاص طور پر اس سے نضر بن حارث مراد لیا ہے جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں، قرآن کو اساطیر الاولین قرار دیتا تھا اور حیات بعد الموت کا شدت سے انکار کرتا تھا۔اور اس کے اس انکار کی یہ کیفیت تھی کہ بوسیدہ ہڈیاں لے کر کھڑا ہو جاتا اور لوگوں سے کہتا کہ قرآن کہتا ہے کہ یہ ہڈیاں دوبارہ زندہ کی جائیں گی۔کیا کوئی عقل یہ بات تسلیم کرتی ہے؟ (مجمع البیان) ایسا سرکش شیطان کا پیروکار ہے۔اور ظاہر ہے کہ جو شیطان سے دوستی کرے گا وہ اسے گمراہ ہی کرے گا اور اسے عذاب آتشیں کا راستہ ہی دکھائے گا۔

۴) یا ایھا الناس... الآیة

منکرین قیامت سے خطاب اور اسکے امکان پر استدلال

تمام منکرین قیامت سے خطاب کر کے کہا جا رہا ہے کہ تم جو قیامت کے وقوع اور حیات بعد الموت کو محال اور ناممکن سمجھتے ہو۔تم نے کبھی اپنی خلقت پر بھی غور وفکر کیا ہے۔کہ خدا نے ابوالبشر آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا

۔اور تمہیں نطفہ سے یعنی پانی کے ایک قطرہ گندیدہ سے، پھر علقہ سے یعنی خون منجمد سے پھر مضغہ سے یعنی گوشت کے لوتھڑے سے جو کبھی تام الخلقت اور متشکل ہوجاتا ہے اور کبھی ناقص الخلقہ اور غیر متشکل ہوتا ہے۔

انسان کی پیدائش کے بعد تین حالتوں کا بیان

یہ مذکورہ بالا حالات تو شکم مادر کے دوران کے تھے کہ جن مراحل سے ایک انسان گزر کر اس خاکدان عالم میں قدم رکھتا ہے اور یہاں پیدائش کے بعد اس کے تین حالات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

۱) طفولیت وبچپن ۲) رشد وعقل وجوانی

۳) بڑھاپا اور طویل العمری

جب رفتہ رفتہ سب قوی ختم ہوجاتے ہیں اور آدمی جاننے کے بعد کچھ نہیں جانتا اور صرف مرگ ناگہانی باقی رہ جاتی ہے۔الغرض اصل مقصد منکرین کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ جو قادر مطلق مٹی سے اور ایک قطرہ سے انسان پیدا کرسکتا ہے تو کیا وہی قادر مطلق اسے مارنے اور موت کا ذائقہ چکھانے کے بعد دوبارہ زندہ کرکے میدان حشر میں نہیں لاسکتا؟ جب کہ یہ سب کچھ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔اور ہم اسلئے اپنی قدرت کی یہ کرشمہ سازیاں بیان کررہے ہیں تاکہ تمہیں قیامت کے امکان بلکہ وقوع میں کوئی شک وشبہ باقی نہ رہ جائے

۵) وتری الارض ھامدۃ...الآیۃ

قیامت کے برحق ہونے کی دوسری دلیل

یہ قیامت کے امکان اور اس کے وقوع پذیر ہونے کی دوسری فطری دلیل ہے کہ جب خشک اور مردہ زمین پر باران رحمت کا نزول ہوتا ہے تو وہ اچانک حرکت میں آجاتی ہے اور تروتازہ ہوجاتی ہے پھلنے پھولنے لگتی ہے اور ہر قسم کی خوشنما نباتات اگاتی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خدائے قادر وقدیر کی قدرت کاملہ کی کرشمہ سازی ہے اس کی تخلیق کے بغیر یہ چیزیں وجود میں نہیں آئیں۔

الغرض قدرت کی یہ نیرنگیاں اور کرشمہ سازیاں اس بات کی دلیل ہیں کہ اللہ برحق ہے اور جو یہ سب کچھ کرسکتا ہے وہ لوگوں کو ایک بار مارنے کے بعد دوبارہ زندہ بھی کرسکتا ہے۔

۶) ومن الناس من...الآیۃ

بعض احمقوں کا ذکر

کسی چیز کو معلوم کرنے کے عموماً تین اسباب ہوتے ہیں۔

(۱) تجربہ۔جس سے علم حاصل ہوتا ہے۔(۲) عقل سلیم۔(۳) آسمانی وحی

مگر کچھ احمق ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے پاس نہ علم ہے نہ عقل اور نہ کوئی آسمانی وحی و کتاب۔ الغرض محسوسات میں تجربہ کام آتا ہے۔معقولات جیسے خدا کی خدائی میں عقل کام آتی ہے اور وحی تمام چیزوں میں کارآمد ہوتی ہے۔تو جس کے پاس ان چیزوں میں سے کوئی چیز بھی نہ ہو یعنی اس کے پاس علمی ہتھیار نہ ہو اور پھر بھی داعیان حق سے کج بحثی کرے تو اگر یہ حماقت نہیں ہے اور جہالت وضلالت نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ع

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

تو ایسے جاہل مغروروں کا انجام اگر دنیا میں ذلت ورسوائی اور آخرت میں جہنم کا عذاب الٰہی نہیں ہے تو کیا جنت الفردوس ہے؟ یہ سب کچھ ان کے ہاتھوں کے کرتوتوں کا نتیجہ ہے ورنہ خدا تو اپنے بندوں پر ظلم کرنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتا۔ع

سزائے ایں چنیں دوناں بجز دوزخ کجا باشد؟؟

آیات القرآن

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ⑪ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۚ ⑫ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ⑬ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ⑭ مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا

وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿۱۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۷﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۭ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۭ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۱۸﴾ ۩ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۡ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ۭ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿۱۹﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿۲۰﴾ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۤ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۲۲﴾

ترجمۃ الآیات

اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو کنارہ پر رہ کر خدا کی عبادت کرتا ہے۔سو اگر اسے کوئی فائدہ پہنچ جائے تو وہ اس سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اسے کوئی آزمائش پیش آجائے (یا کوئی مصیبت پہنچ جائے) تو فوراً (اسلام سے) منہ موڑ لیتا ہے۔اس نے دنیا و آخرت کا گھاٹا اٹھایا اور یہ کھلا ہوا خسارہ ہے (۱۱) وہ اللہ کو چھوڑ کر اس کو پکارتا ہے جو نہ اسے نقصان پہنچاتا ہے اور نہ نفع۔یہی تو انتہائی گمراہی ہے (۱۲) وہ ایسے کو پکارتا ہے جس کا ضرر اس کے فائدے سے زیادہ قریب ہے۔کیا ہی برا ہے آقا اور کیا ہی برا ہے ساتھی (۱۳) بے شک اللہ ان لوگوں کو جو

ایمان لائے اور نیک عمل بھی کئے ان بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ بیشک اللہ وہ کرتا ہے جو کچھ وہ چاہتا ہے (۱۴) جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ خدا دنیا اور آخرت میں اس کی مدد نہیں کرے گا تو اسے چاہیے کہ ایک رسی کے ذریعے آسمان تک پہنچ کر شگاف لگائے۔ پھر دیکھے کہ آیا اس کی یہ تدبیر اس چیز کو دور کرسکتی ہے جو اسے غصہ میں لا رہی تھی (۱۵) اور اسی طرح ہم نے اس (قرآن) کو نازل کیا ہے روشن دلیلوں کی صورت میں اور بے شک اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے (۱۶) بے شک جو اہل ایمان ہیں جو یہودی ہیں، جو صابی ہیں، جو عیسائی ہیں، جو مجوسی ہیں اور جو مشرک ہیں یقینا قیامت کے دن اللہ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ بیشک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے (۱۷) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہر چیز اللہ کو سجدہ کر رہی ہے خواہ وہ آسمانوں میں ہے یا زمین میں۔ سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، درخت، چوپائے اور بہت سارے انسان بھی اور بہت سے انسان وہ ہیں جن پر عذاب مقرر ہو چکا ہے اور جس کو اللہ ذلیل کردے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں ہے بیشک اللہ کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے (۱۸) یہ دو فریق ہیں جو اپنے پروردگار کے بارے میں باہم جھگڑ رہے ہیں تو ان میں سے جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے آگ کے کپڑے کاٹے جا چکے ہیں ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی انڈیلا جائے گا (۱۹) (اور) جس سے ان کے پیٹ کے اندر کی چیزیں اور کھالیں گل جائیں گی (۲۰) اور ان کے لئے لوہے کے گرز ہوں گے (۲۱) جب بھی چاہیں گے کہ اس (جہنم) سے نکل کر رنج وغم سے چھٹکارا پائیں تو پھر اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور (ان سے کہا جائے گا کہ) جلانے والی آگ کا مزہ چکھو (۲۲)۔

تشریح الالفاظ

(۱) حرف...... کے معنی ہیں کنارہ۔ (۲) فتنہ ...... کے کئی معنی ہیں جیسے آزمائش، مصیبت اور مال واولاد وغیرہ۔ (۳) مولیٰ...... کے متعدد معنی ہیں جیسے سرپرست، آقا، کارساز، دوست وغیرہ۔ (۴) عشیر...... کے معنی ہیں ساتھی اور رفیق۔ (۵) سبب...... کے معنی ہیں رسی اور راستہ۔ (۶) غیظ ...... کے معنی ہیں غم وغصہ۔ (۷) فصل...... کے معنی ہیں فیصلہ کرنا، امتیاز کرنا۔ (۸) خصم ...... کے معنی ہیں دشمن۔ جس کا واحد اور جمع نیز مذکر و مونث سب پر اطلاق ہوتا ہے۔ (۹) حمیم...... کے معنی ہیں کھولتا ہو گرم

پانی (۱۰) یصھر صھر ...... کے معنی ہیں پگھلنا۔(۱۱) مقمع ...... کے معنی ہیں گرز، ہتھوڑا۔

تفسیر الآیات

۷) ومن الناس من ... الآیة

عبادت گزاروں کی ایک خاص قسم کا تذکرہ

یہ ایک بڑی واضح حقیقت ہے کہ عبادت گزاروں کی متعدد قسمیں ہیں چنانچہ

(۱) کچھ جنت کے شوق میں۔(۲) کچھ جہنم کے خوف میں۔(۳) کچھ خدا کولائق عبادت سمجھ کر اس کی عبادت کرتے ہیں۔(۴) اور کچھ وہ ہیں جو زبان اور قلب کے اطمینان کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔(۵) ایک قسم اور ہے جس کا یہاں تذکرہ کیا جارہا ہے اور وہ دائرہ دین کے وسط میں نہیں بلکہ ایک مذبذب آدمی کی طرح کنارے پر کھڑے ہوکر اس کی عبادت کرتے ہیں یعنی ان کی عبادت کی بنیاد ایمان اور دل کے یقین پر نہیں ہوتی بلکہ دنیاوی زندگی کے وقتی حالات پر ہوتی ہے کہ اگر کوئی خوشحالی اور فائدے کی بات پیش آ گئی تو مطمئن ہوگئے اور اگر کوئی آزمائش یا مصیبت پیش آ گئی تو دین سے برگشتہ ہوگئے اور کفر کی طرف الٹے پاؤں پھر گئے۔ چنانچہ بعض کتابوں میں مرقوم ہے کہ ایک یہودی مسلمان ہوا۔ کچھ دنوں کے بعد اس کی بینائی ختم ہوگئی بعد ازاں اس کا کافی مالی نقصان ہوگیا اور آخر کار ایک ہی بیٹا تھا وہ بھی مر گیا۔ اس نے خیال کیا کہ یہ سب کچھ اسلام کی نحوست کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ وہ بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا مجھے بیعت اسلام سے آزاد کیجئے۔ ارشاد ہوا۔ اسلامی بیعت سے کسی کو آزاد نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے حالات کی ستم ظریفی کی شکایت کی کہ اسلام لانے کے بعد مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ الٹا نقصان ہوا ہے۔ فرمایا جس طرح آگ سونے، چاندی اور لوہے کو صاف کرکے اسے کندن بناتی ہے اسی طرح اسلام بھی اپنی بھٹی میں لوگوں کو ڈال کر صاف کرتا ہے (ابن مردویہ) ایسے آدمی کبھی کامیاب نہیں ہوتے نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں کیونکہ کامیابی کا دارومدار امید اور یقین پر ہے تو جو اس سے محروم ہو جائے وہ دونوں جہانوں میں ناکام و نامراد رہتا ہے یہی کھلا ہوا خسارہ ہے۔

۸) یدعوا من دون اللہ ... الآیة

سابق الذکر مذبذب مسلمان کا مزید بیان

بظاہر یہ سابق الذکر مذبذب مسلمان کے بارے میں مزید وضاحتی بیان ہے۔ جو ہر کام اپنی مرضی کے

مطابق دیکھ کر خدا سے راضی ہوتا ہے۔ اور اگر کبھی کوئی خواہش پوری نہ ہو یا کوئی تمنا ادھوری رہ جائے تو پھر خدا کو چھوڑ کر ان استانوں پر جبہ سائی کرنے لگتا ہے جہاں سے کسی مادی فائدہ کی امید ہوتی ہے۔ حالانکہ ان چوکھٹوں پر گرنے کا ضرر زیاں تو یقینی ہے کہ ایمان رخصت ہوجاتا ہے اور شرک لازم ہوجاتا ہے مگر فائدہ کی امید صرف موہوم ہوتی ہے وذالك هو الضلال البعيد۔ یہی سب سے بڑی گہری گمراہی ہے کہ

نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

آخر کار ایسے لوگوں کو قیامت کے دن کہنا پڑے گا کہ لبئس المولى ولبئس العشير کیا ہی برا آقا اور کیا ہی بُرا ساتھی ہے۔ مخفی نہ رہے کہ یہ آیت قبل ازیں متعدد مقامات پر مع تشریح گزر چکی ہے۔ فراجع

۹) ان الله يدخل الذين۔۔ الآية

مومنین صالحین کے اچھے انجام کا بیان

جو لوگ ایمان لائے اور اس کے ساتھ نیک عمل بھی کئے تو خدائے تعالیٰ ان کو ایسے بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ اللہ کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے کہ نیکوکاروں کو جزا دیتا ہے اور بدکاروں کو سزا دیتا ہے۔ واضح رہے کہ اس قسم کی ایک آیت سورہ بقرہ میں نمبر ۲۵ میں گزر چکی ہے۔ و بشر الذين امنوا و عملوا الصالحات ان لهم جنات تجرى من تحتها الانهار الآیہ اسی مقام پر اس کی مکمل تفسیر بھی بیان کی جا چکی ہے۔ تفصیلات کے خواہشمند حضرات اس مقام کی طرف رجوع کریں۔

۱۰) من كان يظن۔۔۔ الآية

اس آیت کے ترجمہ وتفسیر میں شدید اختلاف ہے

اس آیت کے ترجمہ وتفسیر میں مترجمین ومفسرین میں شدید اختلاف ہے اور اس بات کا کچھ اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس وقت کم وبیش چودہ عدد ترجمے پیش نگاہ ہیں مگر ایک کے ساتھ دوسرا نہیں ملتا۔ اور مفسرین یہ ہی طے نہیں کر سکے کہ لن ينصره الله کی ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع کون ہے؟ بہت سے مفسرین نے اس کا مرجع حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرار دیا ہے۔ حالانکہ آیت کے سیاق وسباق میں آپ کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ لہٰذا یہ مفہوم غیر متعلق معلوم ہوتا ہے بلکہ ضمیر کا مرجع وہی شخص ہے جو خیال کرتا ہے کہ خدا دنیا و آخرت میں اس کی کوئی مدد نہیں کرے گا؟ پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہاں سماء سے کیا مراد ہے؟ وہی معروف آسمان یا کوٹھے کی چھت جبکہ وہی مشہور معنی مراد ہیں؟ پھر اس میں اختلاف ہے کہ ثم ليقطع میں قطع سے کیا

مراد ہے؟ کہ رسی کو کاٹے یا آسمان میں شگاف لگائے۔ جبکہ اس سے دوسرے معنی مراد ہیں اور پھر اس میں اختلاف ہے کہ اس ساری کاروائی سے مراد حالات سے تنگ آ کر خودکشی کرنا ہے یا اپنا سارا زور لگا کر آسمان پر جانے اور اسے پھاڑ کر اسے تھیگی لگانا اور اس کوشش میں آسمان کی بلندیوں تک بھی پہنچ جائے پھر بھی وہ اپنی اس تدبیر سے خدا کی تقدیر کو بدل نہیں سکتا۔ اور کسی ناخوش گوار فیصلہ کو بدل کر خوشگوار نہیں بنا سکتا۔ لہٰذا جب وہ ایسا نہیں کر سکتا تو پھر دانشمندی یہ ہے کہ خدا کے فیصلہ پر ناک بھوں چڑھانے کے بجائے اسکے ہر فیصلہ کے آگے سر تسلیم خم کر دینا چاہیے۔

کیونکہ ع

وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

ہم نے ان تمام اختلافی امور کو سامنے رکھ کر وہ ترجمہ کیا ہے جو آپ کے سامنے ہے اور تفسیر میں اسکی تائید مزید کی ہے وبس۔ اس دشوار گزار وادی میں صاحب تفسیر الکاشف اور صاحب تفسیر تفہیم القرآن ہمارے ہم نوا اور ہم سفر نظر آتے ہیں۔

۱۱) و کذالك انزلناه۔۔۔ الآیة

انزلناہ کی ضمیر کا مرجع بالاتفاق قرآن مجید ہے جو آیات بینات یعنی واضح نشانیوں اور روشن دلیلوں کی صورت میں نازل ہوا ہے جو خدا کی توحید پیغمبر اسلام کی نبوت اور دوسرے اسلامی حقائق و معارف پر دلالت کرتا ہے جو ہدایت حاصل کرنا چاہتا ہے اللہ اسے ہدایت دے دیتا ہے اور جو رشد و ہدایت کی راہ پر چلنا چاہتا ہے خدا اس کی رہنمائی کر دیتا ہے۔ والذین جاھدوفینا لنھدینھم سبلنا۔

۱۲) ان الذین آمنوا والذین ھادوا۔۔۔ الآیة

خدا قیامت کے دن مختلف ملل و مذاہب کی حقانیت کا عملی فیصلہ کرے گا

کوئی مسلمان ہے اور کوئی یہودی، کوئی نصرانی ہے اور کوئی مجوسی وغیرہ وغیرہ۔ یہاں تو سب اپنی اپنی صداقت و سچائی کی ڈفلی بجا رہے ہیں۔ کوئی بات نہ سنتا ہے اور نہ مانتا ہے کیونکہ ع

عاقل بعقل خود نازد و مجنون بجنون

کل حزب بما لدیھم فرحون

خدا ہی قیامت کے دن ان کے درمیان عملی فیصلہ کرے گا کہ جو حق پر ہوگا اسے جنت میں داخل کرے

گا اور جو باطل پر ہوگا اسے واصل جہنم کرے گا۔ کیونکہ وہ سب کے عقائد ونظریات اور سب کے اعمال و افعال سے اچھی طرح واقف ہے اور ہر چیز پر گواہ ہے۔ مخفی نہ رہے کہ اس آیت کے ساتھ ملتی جلتی ایک آیت سورہ بقرہ میں نمبر ۶۲ پر مع تفسیر گزر چکی ہے اور بعض باطل نواز لوگ اس آیت سے اپنے باطل نظریہ کی جو تائید حاصل کرنا چاہتے ہیں اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے اس کی مکمل رد بھی کی جا چکی ہے تفصیلات معلوم کرنے کے خواشمند اس مقام کی طرف رجوع کریں۔

۱۳) الم تر ان اللہ یسجد... الآیۃ

کائنات ارضی وسماوی کی ہر چیز تکوینی یا تشریعی طور پر خدا کو سجدہ کرتی ہے

جو کوئی آسمان میں ہے یا زمین میں جاندار ہے یا بے جان۔ فرشتے ہیں یا جن یا پھر انسان شمس وقمر ہیں یا ستارے جمادات ونباتات ہیں یا عام حیوانات۔ غرضیکہ کائنات ارضی وسماوی کی ہر چیز تکوینی طور پر اپنے خالق و مالک کو سجدہ کناں ہے یعنی ہر چیز فطری طور پر اپنے مقصد خلقت کی تکمیل میں لگی ہوئی ہے۔ خدا جس طرح چاہتا ہے ان میں تصرف کر رہا ہے اور ان سے کام لے رہا ہے۔ الغرض جہاں جہاں اختیار نہیں ہے۔ وہاں تکوینی طور پر قانون قدرت اور ناموس فطرت کی اطاعت کا نام سجدہ ہے۔ جو سب اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہیں۔ مگر انسان کو چونکہ فاعل مختار بنایا گیا ہے۔ لہٰذا وہ اپنے ارادہ واختیار سے سجدہ بھی کر سکتا ہے اور نہ کرنے کا بھی اختیار رکھتا ہے۔ اس لئے یہاں پہنچ کر یہ فرق ہو گیا کہ بہت سے انسان سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے ایسے نا ہنجار نافرمان ہیں جو اپنے اختیار سے سجدہ نہیں کرتے۔ اس لئے اس کا نیکی کرنے پر ثواب کا حقدار ہونا اور برائی کرنے پر جہنم کا سزاوار ہونا اس کے فاعل مختار ہونے کی نا قابل رد دلیل ہے۔ ورنہ اگر وہ صاحب اختیار نہ ہوتا تو پھر اللہ کی عدالت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ نیکی کرنے پر جزا اور برائی کرنے پر سزا کا مستحق قرار نہ پاتا۔ اور یہ عزت وذلت بھی انسان کے اچھے یا برے اعمال وافعال کا ثمرہ ہے۔ اور یہ جو کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہتا ہے تو اللہ کی یہ مشیت بھی اس کے عدل کے مطابق ہوتی ہے کہ عزت کے مستحق کو عزت عطا کرتا ہے اور ذلت کے مستحق کو ذلیل و رسوا کرتا ہے۔ مخفی نہ رہے کہ الم تری ان اللہ یسجد الآیہ کی مانند ایک آیت سورہ اسراء نمبر آیت ۴۳ پر گزر چکی ہے۔ وان من شئی الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم۔ (اسراء۔ ۴۴) اور اسی مقام پر تکوینی وتشریعی تسبیح کی وضاحت کی جا چکی ہے۔

۱۴) ھاذان خصمان... الآیۃ

یہ دو خصم یا دو فریق کون ہیں؟

جیسا کہ تشریح الالفاظ میں بیان کیا جاچکا ہے کہ خصم کا لفظ مفرد اور جمع اور پھر مذکر و مونث سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مگر لفظ خصم چونکہ واحد ہے۔ لہٰذا دو کیلئے تثنیہ لفظ استعمال ہوئی ہے۔ مگر یہاں تثنیہ سے دو شخص نہیں بلکہ دو گروہ مراد ہیں۔ البتہ تحقیق طلب بات یہ ہے کہ وہ دو گروہ کون ہیں؟ مشہور بین المفسرین یہ ہے کہ ان سے عام مومنین اور عام کافرین (بجمیع اقسامہم جو اوپر آیت ۱۷ میں مذکور ہیں اور ان دونوں گروہوں میں جھگڑا جاری ہے۔ چنانچہ مومنین یہ کہتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں اور کافرین کہتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں۔ مگر تفسیر ابن جریر طبری وغیرہ میں جناب ابوذرؓ کا حلفیہ بیان ہے کہ یہ آیت تین خاص مومنین اور تین خاص کافرین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یعنی مومنین سے (۱) حضرت امیر علیہ السلام (۲) جناب حمزہؓ (۳) اور جناب عبیدہ بن حرث مراد ہیں اور کافرین سے (۱) عتبہ (۲) عتیبہ پسران ربیعہ (۳) اور ولید بن عتبہ مراد ہیں۔ جن کا باہمی جھگڑا جنگ بدر میں ہوا تھا۔ اور خدا نے اہل ایمان کی نصرت کر کے حق و باطل کا فیصلہ کر دیا تھا۔

۱۵) فالذین کفرو۔۔۔الآیۃ

کافروں کی سزا کا بیان

اہل ایمان کی جزا کا تذکرہ بعد ازیں آ رہا ہے۔ یہاں صرف کافرین کی سزا کا تذکرہ کیا گیا ہے اور یہاں اجمالاً تین سزاؤں کا ذکر ہے۔

(۱) جہنم کا آتشیں لباس۔ جو انہیں پہنایا جائے گا۔ (۲) جہنم کا کھولتا ہوا پانی۔ جو ان کے سروں پر انڈیلا جائے گا اور انہیں پلایا جائے گا۔ جس سے ان کے پیٹ کے اندر کی سب چیزیں اور کھالیں گل جائیں گی۔ (۳) آہنی گرز ہوں گے جو انہیں مارے جائیں گے اور اگر وہ اس جہنم سے نکلنا چاہیں گے تو انہیں پھر وہیں دھکیل دیا جائے گا۔ الامان یا رحمن

مخفی نہ رہے کہ اس قسم کی بعض آیات سورہ ابراہیم میں ۴۹ سے لیکر ۵۱ تک مع تفسیر گزر چکی ہیں۔

آیات القرآن

اِنَّ اللّٰهَ يُدۡخِلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا

الۡاَنۡهٰرُ يُحَلَّوۡنَ فِيۡهَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَهَبٍ وَّلُـؤۡلُـؤًا ‌ؕ وَلِبَاسُهُمۡ فِيۡهَا حَرِيۡرٌ ﴿۲۳﴾ وَهُدُوۡۤا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الۡقَوۡلِ ۖۚ وَهُدُوۡۤا اِلٰى صِرَاطِ الۡحَمِيۡدِ ﴿۲۴﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَيَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَالۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ الَّذِىۡ جَعَلۡنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨ الۡعَاكِفُ فِيۡهِ وَالۡبَادِ‌ ؕ وَمَنۡ يُّرِدۡ فِيۡهِ بِاِلۡحَادٍۢ بِظُلۡمٍ نُّذِقۡهُ مِنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ ﴿۲۵﴾

ترجمۃ الآیات

جولوگ ایمان لائے اوراس کے ساتھ نیک عمل بھی کئے ۔ بے شک اللہ ان کوان بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہاں ان کوسونے کے کنگن اورموتی (کے ہار) پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کے لباس ریشم کے ہوں گے (۲۳) (یہ اس لئے ہے کہ)انہیں پاکیزہ گفتگو کی طرف ہدایت دی گئی اور انہیں لائق ستائش (خدا) کی راہ کی طرف راہنمائی کی گئی (۲۴) جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں) کو خدا کے راستے سے روکتے ہیں اوراس مسجد سے جسے ہم نے (بلا امتیاز) سب لوگوں کے لئے (عبادت گاہ) بنایا ہے جس میں وہاں کے رہنے والے اور باہر سے آنے والے برابر ہیں اور جو بھی اس میں ظلم وزیادتی کے ساتھ غلط روی کا ارادہ کرے تو ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے (۲۵)

تشریح الالفاظ

(۱)یحلون حلی ...... سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں آرائش وزیبائش اور پہنانے کے ہیں ۔(۲)اساور سوار ......کی جمع ہے اور سوار کے معنی کنگن کے ہیں۔(۳)عاکف ...... کے معنی ہیں مقامی باشندہ ۔(۴) بادی...... کے معنی ہیں باہر سے آنے والا۔(۵)الحاد...... کے معنی ہیں کج روی اور غلط روی اختیار کرنا۔(۶)الیم...... کے معنی ہیں مولم یعنی دردناک۔

تفسیر الآیات

۱۶) ان اللہ یدخل الذین ۔۔۔ الآیۃ

مومنین صالحین کی جزا کا بیان

کافروں کے لئے چونکہ جہنم میں (۱) لباس آتشیں (۲) لوہے کے گرز (۳) اور کھولتا ہوا پانی تھا۔ اب ان کے بالمقابل مخلص اہل ایمان کے لئے جنات ہیں اور انہار ہیں اور پہننے کے لئے ریشمی لباس ہوں گے۔

۱) اس میں ریشمی لباس ہوں گے چونکہ دنیا میں مومنین ریشم کے حرام ہونے کی وجہ سے اس کے پہننے سے محروم رہے تھے اب اس کے عوض جنت میں خدا ان کو ریشمی لباس عطا فرمائے گا۔

۲) سونے کے کنگن چونکہ دارالتکلیف یعنی دنیا میں ریشم کی طرح سونا بھی مردوں کیلئے حرام تھا۔ اب دارالجزا میں اس کے عوض انہیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ مخفی نہ رہے کہ مردوں کو کنگن اور کپڑے پہننے کی معقولیت پر سورہ کے خاتمہ پر آیت ۔۔۔ کی تفسیر میں تبصرہ کیا جا چکا ہے وہاں رجوع کیا جائے۔

۳) اور موتیوں کے ہار پہنائے جائیں گے۔ ذالك جزاء ما كنتم تعملون

۱۷) وھدوا الی الطیب ۔۔۔ الآیۃ

اہل جنت کے خورد و نوش اور لباس کی چیزوں کا تذکرہ کرنے کے بعد اب ان کی باتوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ انہیں پاکیزہ باتوں کی ہدایت دی گئی ہے۔ لہٰذا ان کا آپس میں سلام و کلام بڑے احسن طریقہ پر ہی ہوگا۔ اور اس کا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اہل ایمان کو جو جنت اور اس کی نعمتیں نصیب ہوئی ہیں یہ سب دو چیزوں کا نتیجہ ہیں۔ جو ان کو دنیا میں منجانب اللہ عطا ہوئی تھیں۔

(۱) پاک و پاکیزہ قول کی طرف ہدایت اس سے مراد کلمہ توحید اور اس میں اخلاص مراد ہے۔ (تفسیر صافی)

(۲) اس سے مراد ہے۔ الحمد للہ ولہ الشکر علی ما تفضل و انعم۔ (تفسیر کاشف)

(۳) صراط مستقیم کی طرف راہنمائی۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔ فرمایا۔ ھو واللہ ھذا الامر الذی انتم علیہ بخدا اس راستہ سے وہ راستہ مراد ہے جس پر تم ہو۔ (تفسیر صافی)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ فرمایا اس سے حمزہؓ، عبیدہؓ، سلمانؓ، ابوذرؓ، مقداد

بن اسود اور عمار مراد ہیں۔ جن کو حضرت امیر علیہ السلام کی طرف راہنمائی کی گئی تھی۔ (الکافی)

۱۸) ان الذین کفروا ۔۔ الآیة

خانہ کعبہ پورے عالم اسلام کی بین الاقوامی عبادت گاہ ہے

اس قسم کی ایک آیت سورہ بقرہ میں نمبر ۲۵ پر گزر چکی ہے۔ واذ جعلنا الکعبة مثابة للناس الآیة۔ وہاں اور یہاں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ مسجد الحرام جس میں خانہ کعبہ موجود ہے۔ اس پر کسی قوم وقبیلہ کی کوئی اجارہ داری نہیں ہے بلکہ وہ بین الاقوامی عبادت گاہ ہے جس میں ملکی وغیر ملکی سب کے حقوق برابر ہیں۔

والی حجاز کے فرائض

لہٰذا جو وہاں کا حکمران ہے وہ سارے جہان کے مسلمانوں کا امین ہے اسکا فرض ہے کہ وہ سب مسلمانوں کو برابر کے مواقع مہیا کرے کہ وہ پورے آرام واطمینان کے ساتھ اپنے مسلک کے مطابق اعمال حج وعمرہ وغیرہ بجالائیں۔ اور اسے کسی خاص مسلک کی فقہ کو دوسرے مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں پر مسلط کرنے اور زبردستی ان پر ٹھونسنے کا حق نہیں ہے۔ جیسا کہ مشرکین قریش لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے اور حج وعمرہ کی نیت سے بیت اللہ میں داخل ہونے سے روکتے تھے۔ حتیٰ کہ پیغمبر اسلامؐ کو بھی روک دیا تھا۔ حضرت امیر علیہ السلام نے اپنے ظاہری عہد حکومت میں مکہ کے گورنر قثم بن عباس کے نام مکتوب میں لکھا تھا۔ وامر اھل مکة ان لا یاخذوا من ساکن اجراً فان اللہ یقول سواء العاکف والبادی۔ (نہج البلاغہ)

اہل مکہ کو حکم دو کہ وہ کسی (بیرونی شخص) سے کرایہ وصول نہ کریں۔ کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ اس میں مقیم اور باہر سے آنے والا برابر ہے۔ نیز معصوم سے مروی ہے کہ وہ مکہ والوں کے لئے کرایہ پر گھر دینے کو ناپسند کرتے تھے (قرب الاسناد) اور بعض روایات سے مستفاد ہوتا ہے کہ مکہ کے مکانوں کو پہلی بار دروازے امیر شام نے لگوائے تھے۔ ورنہ اس سے پہلے مکانوں کے دروازے نہیں ہوتے تھے اور باہر سے حج پر آنے والے مقامی لوگوں کے ہاں مفت قیام کرتے تھے (اصول کافی)۔ واہ رے انقلاب زمانہ کہ آج مکہ کے لوگوں کا گزر بسر بھی حجاج کرام پر ہے وہ ان کے چند روزہ قیام مکہ سے اس قدر کما لیتے ہیں کہ پورا سال آرام سے کھاتے ہیں۔

بہر حال یہ ایک اخلاقی حکم ہے ورنہ اہل مکہ کی اگر ملکیت ثابت ہے تو مالک کو اپنا مکان کرایہ وغیرہ پر دینا جائز ہے اور یہ حقوق مساوات کعبہ میں ہیں اور وہ بھی عبادات بجالانے میں نہ کہ اس سے باہر۔

۱۹) ومن یرد فیه بالحاد ۔۔۔ الآیة

مکان وزمان اور گنہگار کی حیثیت بدلنے سے گناہ کی نوعیت بدل جاتی ہے

گناہ اگرچہ گناہ ہے جہاں بھی ہو اور جب بھی کیا جائے اور جو بھی کرے۔ مگر یہ بات بھی ناقابل انکار ہے کہ مکان، زمان اور گناہ کرنے والے کے بدل جانے سے گناہ کی نوعیت بھی بدل جاتی ہے۔ ایک گناہ کسی عام جگہ اور عام وقت میں کوئی عام آدمی کرے تو اس کی کیفیت اور ہوگی اور اگر وہی گناہ کسی متبرک مکان، کسی متبرک وقت میں کیا جائے اور کرنے والا بھی کوئی پڑھا لکھا کوئی بڑا آدمی ہو تو ظاہر ہے کہ گناہ کی نوعیت بھی بدل جائے گی اور اس کی سنگینی بڑھ جائے گی۔ لہٰذا الحاد میں حق سے روگردانی، یا شرک، یا غیر اللہ کی عبادت، کوئی گناہ اور مناہی الٰہیہ کا ارتکاب یا کسی قسم کا ظلم وزیادتی حتیٰ کہ نوکر کو گالی دینا یا اسے مارنا وغیرہ سب داخل ہیں۔ (مجمع البیان) اگر اس قسم کے جرائم کا اس مقدس مقام پر ارتکاب کیا گیا۔ تو ہم ایسے شخص کو دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ وعذاب الآخرۃ اشد و ابقیٰ۔

آیات القرآن

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ ۖ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ

مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿٣١﴾ ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿٣٢﴾ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿٣٣﴾

ترجمۃ الآیات

اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے ابراہیمؑ کے لئے خانہ کعبہ کی جگہ معین کر دی۔ (اور حکم دیا کہ) میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے پاک رکھنا (۲۶) اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو۔ کہ لوگ (آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے) آپ کے پاس آئیں گے۔ پیادہ پا اور ہر لاغر سواری پر کہ وہ سواریاں دور دراز سے آئی ہوں گی (۲۷) تا کہ وہ اپنے فائدوں کے لئے حاضر ہوں اور مقررہ (دنوں میں خدا کا نام لیں) ان چو پایوں پر (ذبح کے وقت) جو اللہ نے انہیں عنایت فرمائے۔ پس خود بھی ان سے کھاؤ اور حاجت مند فقیر کو بھی کھلاؤ (۲۸) پھر لوگوں کو چاہیے کہ اپنی میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور قدیم گھر (خانہ کعبہ) کا طواف کریں (۲۹) یہ ہے حج اور اس کے مناسک کی بات! جو اللہ کی محترم چیزوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ اس کے پروردگار کے ہاں بہتر ہے اور تمہارے لئے چوپائے حلال ہیں۔ بجز ان کے جو تم سے بیان کئے جاتے رہتے ہیں۔ پس تم بتوں کی گندگی سے پرہیز کرو اور راگ گانے کی مجلس سے اجتناب کرو (۳۰) صرف اللہ ہی کے لئے ہو کر رہو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوئے۔ اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گرا تو اسے کسی پرندہ نے اچک لیا یا ہوا نے اسے کسی دور دراز جگہ پر پھینک دیا (۳۲) یہ ہے حقیقت حال۔ اور جو کوئی شعائر اللہ کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے (۳۳) تمہارے ان جانوروں میں ایک مقررہ مدت تک فائدے ہیں۔ پھر ان کو ذبح کرنے کا مقام اسی قدیم گھر کی طرف ہے (۳۳)

تشریح الالفاظ

١۔ بوء...... کے معنی ہیں معین کرنا اور ظاہر کرنا۔ ٢۔ فج ...... کے معنی راستہ کے ہیں۔ ٣۔ بائس ...... کے معنی ہیں تکلیف زدہ۔ ٤۔ عتیق...... کے معنی ہیں ازاد کردہ اور قدیم ٥۔ ضامر...... کے معنی لاغر اونٹ یا اونٹی کے ہیں۔ ٦۔ عمیق...... کے معنی ہیں گہرا اور بعید۔ ٧۔ تفث ...... کے معنی ہیں میل کچیل۔ ٨۔ القول الزور...... کے معنی ہیں جھوٹ کے ہیں اور اس سے غنا بھی مراد لیا گیا ہے۔ چنانچہ ہم نے ترجمہ میں جو معنی اختیار کئے ہیں وہی المنجد مترجم اردو میں مذکور ہیں۔ ٩۔ اوثان وثن ...... کی جمع ہے جس کے معنی ہیں بت۔ ١٠۔ حنفاء ...... یہ حینف کی جمع ہے جس کے معنی باطل سے منہ موڑ کر خدا کی طرف مائل ہونے والا۔ ١١۔ سحیق...... کے معنی اتنی دور دراز جگہ جہاں آدمی پاش پاش ہوجاتا ہے۔ ١٢۔ حرمات ...... یہ حرمت کی جمع ہے جس کے معنی ہیں محترم چیز۔

تفسیر الآیات

٢٠) واذبوانا ... الآیۃ

خداوند عالم نے جب جناب خلیلؑ کو خانہ کعبہ کی تعمیر کرنے کا حکم دیا تو آپ سوچنے لگے کہ خانہ کعبہ کہاں تعمیر کرنا ہے۔ تو خدا نے آپ کو اس معین اور مقررہ جگہ سے آگاہ فرمایا اور اس طرح یہ مشکل آسان ہوئی اور باپ بیٹے نے مل کر خانہ خدا تعمیر کیا اور جب اس کی تعمیر مکمل ہوگئی تو ارشاد ہوا کہ کسی چیز کو میرا شریک نہ بناؤ۔ طواف کرنے والوں، مکہ اور اس کے مضافات میں رہنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں یعنی نمازیوں کے لئے اسے پاک رکھو۔

٢١) واذن فی الناس بالحج ... الآیۃ

جناب خلیلؑ کا اعلان حج کرنا

تاریخی روایات شاہد ہیں کہ جب خانہ کعبہ کی تعمیر مکمل ہوگئی تو خداوند عالم نے جناب ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ حج کا اعلان کرو۔ عرض کیا میری آواز کہاں تک جائے گی؟ ارشاد ہوا اعلان کرنا تمہارا کام ہے اور اس آواز کو تمام لوگوں تک پہنچانا میرا کام ہے۔ چنانچہ آپ کوہ ابوقبیس پر تشریف لے گئے اور کانوں میں انگلیاں دبا کر اور مشرق

ومغرب کی طرف منہ کرکے آواز بلند کرکے اعلان کیا۔ ایها الناس کتب علیکم الحج الی البیت العتیق فا جیبو اربکم اور بروایتے فرمایاً هلموا هلموا الحج الحج۔ اس وقت بظاہر تو یہ ندا، صدا بصحراء کے طور پر کرائی گئی تھی کیونکہ مکہ کے اردگرد کوئی آبادی نہ تھی۔ مگر چونکہ خدا نے اس آواز کے لوگوں تک پہنچانے کی ضمانت دی تھی۔ لہٰذا یہ ندا صدا بصحراء ثابت نہ ہوئی۔ بلکہ مشرق ومغرب کے لوگوں نے سنی، سات سمندر پار والوں نے سنی حتیٰ کہ جو روحیں ہنوز باپوں کے صلبوں اور ماؤں کے رحموں میں تھیں انہوں نے بھی سنی۔ اور لبیک اللّٰھم لبیک کہہ کر جواب دیا۔

جس نے جتنی بار لبیک کہی تھی وہ اتنی بار حج کرتا ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس نداء حج پر کسی نے دس بار لبیک کہی اور کسی نے پانچ بار اور کسی نے اس سے زیادہ بار اور کسی نے اس سے کم مرتبہ لبیک کہی لہٰذا جس نے جس قدر لبیک کہی تھی وہ اتنی بار دنیا میں حج ادا کرتا ہے۔ (کافی وصافی)

۲۲) وعلیٰ کل ضامر ... الآیۃ

ضامر سے کیا مراد ہے؟

خدا کا یہ بھی وعدہ تھا کہ اے خلیل! تم ندائے حج دو۔ لوگ اطراف واکناف عالم سے حج کے لئے آئیں گے۔ پیادہ پا بھی آئیں گے اور لاغر سواریوں پر بھی لاغر سواریوں سے مراد تیز رفتار سواریاں ہیں۔ کیونکہ اس دور میں عام طور پر سواری کا کام اونٹ وغیرہ سے لیا جاتا تھا۔ تو سواری جتنی دبلی ہوتی تھی اتنی تیز رفتار ہوتی تھی۔ لہٰذا یہ ضامر تیز رفتاری سے کنایہ ہے۔ آج زمانہ بدل گیا ہے آج تیز رفتاری کی حدود ہوائی جہاز کو بھی اپنے دائرہ میں لے رہی ہیں۔ اسی طرح دور دراز کا لفظ بھی آج پوری کائنات کو اپنے دامن میں لے رہا ہے۔ ع

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

۲۳) یشھدو امنافع لھم ... الآیۃ

حج کے وجوب کا فلسفہ

وجوب حج کے دیگر علل واسباب کے علاوہ جن کا تفصیلی تذکرہ ہم نے اپنے ''رسالہ منیۃ الناسکین'' میں کیا ہے۔ یہاں اس کے دو فوائد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایک دینی فائدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جو شخص مقررہ

شرائط وآداب کے ساتھ حج ادا کرے وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوجاتا ہے کہ گویا آج شکم مادر سے باہر آیا ہے۔(وسائل الشیعہ)

اور دوسرا دنیوی فائدہ ہے کہ اس موقع پر تمام ممالک سے لوگ آتے ہیں اور سستے داموں اپنی ضرورت کی چیزیں خرید کر لے جاتے ہیں۔لہٰذا خریدنے والوں کا بھی فائدہ ہوتا ہے اور بیچنے والوں کا بھی۔الغرض حج عربوں کی معاشی زندگی کے لئے سراپا رحمت ہے اور لوگ اس عالمی کانفرنس سے دینی فوائد کے علاوہ دنیوی طور پر مادی فوائد بھی حاصل کرتے ہیں۔

۲۴) ویذکروا اسم اللہ۔۔۔الآیۃ

بہیمۃ الانعام سے مراد اونٹ، گائے، بھینس اور بکریاں ہیں۔اور خدا کا نام لینے سے ذبح کرتے وقت خدا کا نام لینا مراد ہے اور ایام معلومات سے قربانی کے دن مراد ہیں جو ہمارے نزدیک چار دن ہیں دسویں ذی الحجہ سے لے کر ۱۳ ذی الحجہ تک برادران اسلامی کے نزدیک تین دن ہیں دسویں سے لے کر بارہ ذی الحجہ تک

بناء بریں ایام معلومات سے جو یہاں مذکور ہیں اور ایام معدودات سے جو سورہ بقرہ کی آیت ۲۰۳ میں مذکور ہیں واذکروا اللہ فی ایام معدودات کہ گنتی کے چند دنوں میں خدا کا ذکر کرو۔بناء بر مشہوران دنوں سے مراد ایام تشریق ہیں۔

اور ایک روایت کے مطابق ان ایام میں ذکر خدا سے وہ تکبیر مراد لی گئی ہے جو دسویں ذی الحجہ کی نماز ظہر سے لے کر تیرہویں ذی الحجہ کی نماز صبح تک پوری پندرہ نمازوں کے بعد پڑھی جاتی ہے اللہ اکبر۔اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ اللہ اکبر وللہ الحمد اللہ اکبر علی ما ھدانا والحمد للہ علی ما اولانا ورزقنا من بہیمۃ الانعام۔(کافی وصافی)

۲۵) واطعموا البائس الفقیر۔۔۔الآیۃ

فقیر و مسکین کو تو قربانی کے گوشت سے کھلانا واجب ہے مگر آیا خود بھی کھانا واجب ہے اس میں اختلاف ہے اظہر یہ ہے کہ واجب نہیں ہے یہاں جو اطعموا منھا وارد ہے تو یہ صرف اباحت کے لئے ہے کہ اسے کھانا جائز ہے۔بخلاف اہل جاہلیت کے کہ وہ اپنی قربانی کا گوشت کھانا ناجائز جانتے تھے تو خدا نے کھانے کی اجازت دے کر ان لوگوں کی غلط روش پر تنبیہ کی ہے۔

۲۶) ثم لیقضوا تفثھم۔۔۔الآیۃ

چونکہ محرم کے لئے احرام کے دنوں میں سر منڈوانا، ناخن کٹوانا، خوشبو لگانا اور بلا ضرورت نہانا بلکہ بناء بر مشہور مچھر و جوؤں تک کا مارنا حرام تھا۔ تو ظاہر ہے کہ ان حالات میں جسم پر میل جم جاتی ہے اور بال پراگندہ ہو جاتے ہیں۔ تو ارشاد قدرت ہے کہ قربانی کر چکنے کے بعد اب نہاؤ، دھو، میل کچیل دور کرو تا کہ صاف ستھرے ہو جاؤ۔ اور اگر موسم حج میں کوئی منت مانی تھی تو اسے پورا کرو۔ قدیم گھر کا طواف کرو (سورہ النساء) فان الطواف بالبیت صلوٰۃ۔ خانہ کعبہ کا طواف کرنا بمنزلہ نماز پڑھنے کے ہے۔

۲۷) ومن یعظم حرمات اللہ ۔۔۔ الآیۃ

حرمات حرمہ کی جمع ہے وہ لائق احترام چیز جس کی ہتک حرمت حرام ہو اسے حرمات کہا جاتا ہے اور بظاہر شعائر اللہ اور حرمات اللہ ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ یہاں اس سے کیا مراد ہے؟

فاضل طبرسی نے اس کے چند مصداق بیان کئے ہیں۔

(۱) البیت الحرام (۲) البلد الحرام (۳) مناسک حج (۴) المسجد الحرام وَ(۵) الشہر الحرام (۶) قربانی کا جانور (۷) بعض نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ جن چیزوں کو خدا نے حرام قرار دیا ہے ان کے ترک کی پابندی کرنا (تفسیر بتیان)

الغرض محترم چیزوں کا احترام کرنا عنداللہ آدمی کے لئے بہتر ہے۔

۲۸) احلت لکم الانعام ۔۔۔ الآیۃ

قبل ازیں سورہ انعام آیت ۱۴۵ اور سورہ نحل آیت ۱۱۵ کی تفسیر میں بیان کیا جا چکا ہے کہ کفار اپنے من پسند قانون کے تحت بہت سے حلال جانوروں کو حرام قرار دے دیتے تھے۔ جیسے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ وغیرہ۔ لہٰذا یہاں اور وہاں وضاحت کر دی گئی ہے کہ حرام جانور صرف وہی ہیں جن کا تذکرہ سابقہ مقامات پر کر دیا گیا ہے۔ جیسے مردار، خون، سور کا گوشت اور وہ حیوان جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے وغیرہ۔

۲۹) فاجتنبوا الرجس ۔۔۔ الآیۃ

زور کے مشہور معنی جھوٹ بولنے کے ہیں۔ جو بالاتفاق حرام ہے اور پیغمبر اسلامؐ نے جھوٹی گواہی کو تو شرک کا ہم پلہ قرار دیا ہے (تفسیر کاشف) مگر چونکہ تفسیر اہلبیت میں زور کی تفسیر غنا سے کی گئی ہے۔ (تفسیر قمی و صافی وغیرہ) عجیب اتفاق ہے کہ لغت کی مشہور کتاب المنجد، مترجم اردو میں زور کے وہی معنی بیان کئے گئے ہیں جو ہم نے ترجمہ میں اختیار کئے ہیں۔ یعنی راگ گانے کی مجلس'' اس طرح یہ آیت حرمت غنا کی نص صریح قرار پاتی

ہے۔اور غنا کی حرمت زنا کی طرح ذاتی ہے جو تخصیص کے قابل نہیں ہے غنا کی حرمت کے دلائل اور اس کے مضرات ونقصانات کی تفصیلات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات ہمارے رسالہ ''حرمت غنا اور اسلام'' کا یا رسالہ ''اصلاح المجالس والمحافل'' کا مطالعہ فرمائیں۔

(۳۱) حنفاء لله... الآية

حنفاء۔حنیف کی جمع ہے اور قبل ازیں آیت ان ابراهيم كان حنيفاً مسلماً کی تفسیر میں لفظ حنیف کی مکمل وضاحت کی جاچکی ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ تمام ادیان باطلہ اور کفر وشرک سے منہ موڑ کر کمال یک رخی و یک سوئی کیساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہونے والے کو حنیف کہا جاتا ہے اور کمال توحید یہ ہے کہ خدا کی ذات، صفات، افعال اور عبادات الغرض کسی چیز میں بھی کسی کو اس کا شریک قرار نہ دیا جائے۔

یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

(۳۲) ومن يعظم شعائر الله... الآية

ابھی اوپر آیت ۳۰ میں حرمات اللہ کی وضاحت کرتے ہوئے یہ حقیقت بیان کی جاچکی ہے کہ حرمات اللہ اور شعائر اللہ ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔الغرض جو علامات کسی مذہب ومسلک کی پہچان کی خاص علامات ہوں انہیں اس مذہب کے شعائر کہا جاتا ہے۔بناء بریں شعائر اسلام ان مخصوص علامات کا نام ہے جو کسی شخص کے مسلمان ہونے کی علامات سمجھی جاتی ہیں۔اور ان کی تعظیم دل کے تقویٰ کی علامت ہے شعائر اسلامی کی تعظیم وہی کرے گا جس کے دل میں تقویٰ الٰہی ہوگا۔اور حقیقت یہ ہے کہ تقویٰ کا اصل تعلق ہی دل ودماغ کے ساتھ ہے (کمالا یخفی) جناب پیر کرم شاہ الازہری اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں رقمطراز ہیں۔

''اور قرآن کریم میں صفا ومروہ کی پہاڑیوں، قربانی کے جانوروں کو اللہ تعالیٰ کی شان کہا گیا ہے اور ان کی تعظیم وتکریم کا حکم دیا گیا ہے۔جب یہ چیزیں شعائر اللہ ہیں تو مدینہ طیبہ اور اس کے گلی کوچے، اولیاء کرام اور ان کے مزارات پر انوار کیا۔شعائر اللہ میں داخل نہیں شرک کی مذمت کے بعد شعائر اللہ کی تعظیم وتکریم کا حکم دیا جارہا ہے اور اس کے دل کو تقویٰ کی علامت قرار دیا جارہا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ محبوبان الٰہی اور ان کے آثار کی تعظیم واحترام شرک نہیں تاکہ قبیح اور مذموم ہو جس طرح آج کل بعض لوگ خیال کرتے ہیں بلکہ جذبہ خدا ترسی کی نشانی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دلی لگاؤ کی دلیل ہے کیونکہ جس سے محبت ہوتی ہے اس کا جس سے تعلق ہوتا ہے وہ بھی پیاری لگتی ہے عبادات اور تعظیم میں فرق نہ کرنا اور تعظیم کو عبادت شمار کرنا اور اسے شرک کہنا قرآن فہمی کا کوئی اچھا مظاہرہ نہیں ہے۔(ج ۳ ص ۲۱۳)

ہم صرف اس قدر عرض کرنا چاہیں گے کہ اگر یہ سب کچھ شعائر اللہ میں داخل ہے جن کا احترام کرنا دل کے تقویٰ کی علامت ہے تو حضرت سید الشہداء کی یاد منانے کے سلسلہ میں مراسم عزا کیوں شعائر اللہ میں داخل نہیں ہیں۔ مذکورہ بالا چیزوں کو شعائر اللہ میں داخل کرنا اور خامس آل عباء کے مراسم عزا کو اس سے خارج کرنا قرآن فہمی اور اسلام شناسی کا کوئی اچھا مظاہرہ نہیں ہے۔ فتدبر

۳۳) لکم فیھا منافع ... الآیۃ

یہاں یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ شاید قربانی کے لئے نامزد ہو جانے کے بعد ان جانوروں سے فائدہ اٹھانا جائز نہ ہو تو اس خیال کا ابطال کیا جا رہا ہے کہ ان کے دودھ اور اون سے اور ان پر سواری و بار برداری سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

آیات القرآن

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ﴿٣٤﴾ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿٣٥﴾ وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ ۖ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٣٦﴾ لَنْ يَّنَالَ اللهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ ۗ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ ﴿٣٧﴾ إِنَّ اللهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا ۗ إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ﴿٣٨﴾

ترجمۃ الآیات

اور ہم نے ہر قوم کے لئے قربانی کا ایک طور طریقہ مقرر کیا ہے۔ تا کہ وہ ان چوپایوں پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیں، جو اس نے انہیں عطا کئے ہیں (الغرض) تمہارا اللہ ایک ہی ہے لہٰذا تم اس کی بارگاہ میں سر جھکاؤ اور ان عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری دے دو (۳۴) کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں۔ اور جو ان مصائب و آلام پر صبر کرنے والے ہیں جو انہیں پہنچتے ہیں اور جو پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں۔ اور ہم نے انہیں جو کچھ عطا کیا ہے اس میں سے (راہ خدا میں) خرچ کرتے رہتے ہیں (۳۵) اور ہم نے قربانی کے اونٹوں کو تمہارے لئے شعائر اللہ سے قرار دیا ہے۔ ان میں تمہارے لئے بھلائی ہے پس تم ان کو صف بستہ کھڑا کر کے خدا کا نام لو۔ اور جب وہ کروٹ کے بل گر پڑیں تو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور بے سوال اور سوالی کو بھی کھلاؤ اسی طرح ہم نے ان جانوروں کو تمہارے لئے مسخر کیا ہے تا کہ تم شکر گزار (بندے) بن جاؤ (۳۶) نہ ان کا گوشت اللہ تک پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون ہاں البتہ اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے اسی طرح ہم نے انہیں تمہارے لئے مسخر کیا ہے تا کہ تم اس کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی کبریائی و بڑائی بیان کرو۔ اور (اے رسول) احسان کرنے والوں کو خوشخبری دے دو (۳۷) بے شک اللہ اہل ایمان کی طرف سے دفاع کرتا ہے۔ یقیناً اللہ کسی خیانت کار کفران نعمت کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا (۳۸)

تشریح الالفاظ

۱۔ منسک...... کے معنی ہیں عبادت اور قربانی۔ ۲۔ اخبات...... کے معنی ہیں تواضع اور عاجزی۔ ۳۔ وجل...... کے معنی ہیں خوف اور ڈر۔ ۴۔ بدن بدنہ...... کی جمع ہے جس کے معنی ہیں قربانی کے اونٹ اور (اونٹنی) ۵۔ صواف...... کے معنی ہیں صف بستہ کھڑا ہونا جبکہ ایک پاؤں بندھا ہو۔ ۶۔ وجب...... کے معنی گرنے کے ہیں۔ ۷۔ قانع...... کے معنی قناعت کرنے والا یعنی سوال نہ کرنے والا کے ہیں۔ ۸۔ معتر...... کے معنی ہیں دست سوال دراز کرنے والا۔ ۹۔ محسن...... کے معنی ہیں خدا کو حاضر و ناظر جان کر نیکی کرنے والا۔ ۱۰۔ خوان...... کے معنی ہیں بڑا خیانت کار۔ ۱۱۔ کفور...... کے معنی ہیں بڑا کفران نعمت کرنے والا۔

تفسیر الآیات

۳۴) ولکل امۃ جعلنا۔۔۔الآیۃ

اسلامی قربانی کوئی نیا حکم نہیں ہے

کسی نہ کسی صورت میں سابقہ شرائع میں قربانی رائج رہی ہے۔ ہاں البتہ اس کے طور طریقے بدلتے رہے ہیں۔ چنانچہ اسلامی شریعت نے اسے مخصوص شرائط کے ساتھ حجاج پر فرض قرار دیا ہے۔ آج کل ماڈرن مسلمان منیٰ کے علاوہ باقی شہروں میں عیدالاضحیٰ کے دن قربانی کرنے کے قائل نہیں ہیں اور اسے دولت کا ضیاع سمجھتے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ جس نبی کا کلمہ پڑھتے ہیں اس نے مدینہ منورہ کے دس سالہ قیام کے دوران ہر سال وہاں قربانی کی ہے اور دوسرے مسلمانوں کو بھی قربانی کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ کتب سیر و تواریخ میں مذکور ہے۔ (ملاحظہ ہو بخاری و مسلم اور مسند احمد بن حنبل وغیرہ)

منیٰ اور باقی شہروں میں فرق یہ ہے کہ وہاں حجاج پر قربانی کرنا واجب ہے اور باقی شہروں میں سنت ہے۔

۳۵) فالھکم الہ واحد۔۔۔الآیۃ

تمام ادیان عالم اور تمام داعیان حق کا اتفاق ہے کہ لا الہ الا اللہ۔ یعنی اللہ صرف ایک ہے لہٰذا قربانی کی اصل روح یہ ہے کہ وہ صرف اللہ کی خوشنودی کی خاطر کی جائے اور جانور ذبح کرتے وقت صرف اسی اللہ کا نام لیا جائے اور اگر کسی غیر اللہ کا نام لیا گیا تو پھر اس کا گوشت حرام ہو جائے گا۔ اور قربانی کرنے کا مقصد فوت ہو جائے گا۔

۳۶) الذین اذا ذکر اللہ۔۔۔الآیۃ

مخبتین کے اوصاف چہارگانہ کا تذکرہ

اخبات کے معنی تواضع اور فروتنی کے ہیں۔ اور حقیقی مخبتین کی چار علامتیں یہاں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ جب ان کے سامنے اللہ کا نام لیا جائے تو اس کی عظمت و جلالت کے تصور سے ان کے دل دہل جاتے ہیں۔

۲۔ دار دنیا بالخصوص راہ حق میں جس قدر بھی ان پر مصائب آئیں وہ صبر کرتے ہیں۔

۳۔ شرعی قوانین کی پابندی کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔

۴۔ جو کچھ خدا نے ان کو رزق حلال عطا کیا ہے اس میں سے کچھ راہ خدا میں اور کارہائے خیر میں خرچ کرتے ہیں۔

۳۷) والبدن جعلنا ھا۔۔۔ الآیۃ

بدن بدنہ کی جمع ہے جس کے معنی موٹی تازی ناقہ کے ہیں۔ اس میں فی الجملہ اختلاف ہے کہ بدنہ کا تعلق صرف اونٹ اور اونٹنی سے ہے یا بیل گائے پر بھی اس کا اطلاق ہوسکتا ہے؟ اہل لغت میں مشہور یہی ہے کہ یہ لفظ اونٹ اور اونٹنی کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کی تائید مزید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ یہاں اس کی قربانی کرنے کا جو طریقہ کار بیان کیا گیا ہے وہ اونٹ کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس کا ایک پاؤں باندھ دیا جائے اور اسے تین پاؤں پر کھڑا کیا جائے۔ اور اللہ کا نام لے کر اس کے حلقوم میں نیزہ مارا جائے جس سے خون کا فوارہ جاری ہوجائے۔ اسے نحر کہا جاتا ہے۔ جو اونٹ کے ساتھ مخصوص ہے۔ جس طرح ذبح دوسرے جانوروں کے ساتھ مخصوص ہے۔

۳۸) لن ینال اللہ دمائہا۔۔۔ الآیۃ

مشرکین عرب کے طریقہ کار کی اصلاح

مشرکین کا یہ طریقہ تھا کہ جب وہ کوئی جانور اپنے خداؤں اور دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھاتے تھے تو اس کا خون اپنے بتوں اور خانہ خدا کی دیواروں پر مل دیتے تھے اور اسے اپنے گناہوں کا کفارہ جانتے تھے۔ تو یہاں ان کے اس خیال کا ابطال کیا جارہا ہے کہ خدا تک نہ قربانی کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون۔ کیونکہ وہ پوری کائنات سے بے نیاز ہے۔ ہاں البتہ اس تک صرف تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے پس اگر قربانی کرتے وقت تمہارے دلوں میں تقویٰ اور اخلاص ہے تو پھر تمہاری قربانی قبول ہے اور اگر یہ نہیں ہے تو پھر سب فضول ہے اور یہی حکم باقی تمام اعمال وعبادات کا ہے نماز ہو یا روزہ یا کوئی اور کار خیر۔ اگر اس میں جوہر تقویٰ واخلاص ہے تو وہ عمل اتنا گرانقدر ہے کہ اس کی کوئی قیمت مقرر نہیں کی جاسکتی۔ اور اگر وہ اس روح سے خالی ہے تو پھر وہ عمل ایک ایسا بدن ہے جس میں روح نہیں ہے یا ایک ایسا پھول ہے جس میں خوشبو نہیں ہے کیونکہ

نکل جاتی ہے جب خوشبو تو گل بے کار ہوجاتا ہے

۳۹) ان اللہ یدافع۔۔۔ الآیۃ

اہل ایمان کو خدائی مدافعت کی بشارت

اہل ایمان کے لئے یہ ایک بہت بڑی بشارت ہے کہ معرکہ حق و باطل میں خدا اہل ایمان کی طرف سے مدافعت کرتا ہے یعنی وہ ان کا ناصر و مددگار ہوتا ہے۔ اور دشمن کے ضرر وزیاں کو ان سے دفع کرتا ہے اور ان کی تدبیروں کو خاک میں ملاتا ہے۔ وان اللہ لا یھدی کیدا الخائنین۔ خدا کبھی مکاروں اور خیانت کاروں کے مکروہ فریب کو کامیاب نہیں ہونے دیتا۔ گویا یہ آیت ویسی ہے جیسی انا لتنصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیوۃ للدنیا۔

ہاں البتہ یہ ضروری ہے کہ اہل ایمان کو بھی معرکہ حق و باطل میں قدم رکھنا پڑے گا۔ اور جس قدر ممکن ہے حرب وضرب کے اور ناخن تدبیر سے دشمن کی چال کو ناکام کرنا پڑے گا۔ تب خدا کی نصرت شامل حال ہوگی۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ آدمی تو ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھا رہے۔ اور خدا اس کی طرف سے معرکہ سر کرتا رہے نہیں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ لیس للانسان لا ماسعی انسان کو اس کی کوشش وکاوش کے مطابق ثمرہ ملے گا۔

مخفی نہ رہے کہ خدائے حکیم نے اہل ایمان کی حمایت کو دفاع قرار دیا ہے جس سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں ایک یہ کہ جارحیت اہل ایمان کے مخالفوں کی طرف سے ہوتی ہے۔ دوسری یہ کہ اسلام میں جارحیت جائز نہیں ہے اور نہ ہی جہاد کے معنی جارحانہ جنگ کے ہیں۔

آیات القرآن

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۙ﴿۳۹﴾ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْكَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِیْرًا ؕ وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۴۰﴾ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾ وَاِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ

قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۴﴾ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۴۸﴾

ترجمۃ الآیات

ان مظلوموں کو (دفاعی جہاد کی) اجازت دی جاتی ہے جن سے جنگ کی جارہی ہے اس بناء پر کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے ۔اور بیشک اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔(۳۹) یہ وہ (مظلوم) ہیں جو ناحق اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے صرف اتنی بات پر کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اگر خدا بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ سے دفع نہ کرتا رہتا تو نصرانیوں کی خانقاہیں اور گرجے اور (یہود کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں بکثرت ذکر خدا ہوتا ہے۔سب گرادی جاتیں جو کوئی اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا۔ بیشک وہ طاقت والا (اور) غالب آنے والا ہے۔(۴۰) یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے ،نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے ہاتھ (اختیار) میں ہے۔(۴۱) (اے رسولؐ) اگر لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو (یہ کوئی نئی بات نہیں ہے) ان سے پہلے (کئی قومیں اپنے نبیوں کو جھٹلا چکی ہیں جیسے) قوم نوح نے ،عادو

ثمود نے (۴۲) اور قوم ابراہیمؑ نے اور قوم لوط نے (جھٹلایا) (۴۳) اور اہل مدین نے بھی اور موسیٰ ؑ کو بھی جھٹلایا گیا۔ سو پہلے میں نے کافروں کو (کچھ) مہلت دی اور پھر انہیں پکڑ لیا۔ تو (دیکھو) میرا عذاب کیسا تھا؟ (۴۴) غرض کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے تباہ و برباد کر دیا کیونکہ وہ ظالم تھیں (چنانچہ) وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور کتنے کنویں جو بیکار پڑے ہیں اور کتنے مضبوط محل ہیں (جو کھنڈر بن گئے ہیں) (۴۵) کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں تا کہ (یہ منظر دیکھ کر) ان کے دل ایسے ہو جاتے جن سے وہ (حق کو) سمجھ سکتے اور کان ایسے ہو جاتے جن سے (آواز حق) سن سکتے۔ مگر (حقیقت یہ ہے کہ) آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں (۴۶) (اے رسولؐ) یہ لوگ آپ سے عذاب کے مطالبہ میں جلدی کر رہے ہیں اور اللہ کبھی اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرے گا اور آپ کے پروردگار کے نزدیک ایک دن تم لوگوں کے شمار کئے ہوئے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ (۴۷) اور کتنی ہی ایسی بستیاں ہیں جن کو میں نے مہلت دی۔ حالانکہ وہ ظالم تھیں۔ پھر میں نے انہیں پکڑ لیا اور (آخرکار) میری طرف لوٹ کر آنا ہے۔ (۴۸)

تشریح الالفاظ

(۱) **صوامع** **صومعه** کی جمع ہے جس کے معنی ہیں قوم نصاریٰ کے راہبوں کی خانقاہ۔ (۲) **بیع** یہ **بیعه**۔ کی جمع ہے جس کا اطلاق عیسائیوں کے عام کنیسوں پر ہوتا ہے اور بعض نے اسے یہودی عبادت گاہ کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ اور بعض نے اسے یہود و نصاریٰ کی عبادت گاہ کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ (۳) **صلوٰت**۔ اس سے یہود کا عبادت خانہ مراد ہے۔ (۴) **مساجد**۔ یہ مسجد کی جمع ہے۔ یہ مسلمانوں کی مخصوص عبادت گاہ کا نام ہے۔ (۵) **مّلاء**۔ اس کے معنی مہلت اور ڈھیل دینے کے ہیں۔ (۶) **نکیر**۔ کے معنی ہیں انکار اور ہلاکت۔ (۷) **خاویه**۔ کے معنی ہیں ساقطہ یعنی گری ہوئی۔ (۸) **عروش**۔ عرش کی جمع ہے جس کے معنی چھت کے ہیں۔ (۹) **بئر معطل**۔ کے معنی ہیں بے کار کنواں جس سے پانی نہ پیا جا سکے۔ (۱۰) **قصر مشید**۔ کے معنی ہیں وہ مضبوط محل جسے چونا سے چنا گیا ہو اور اسی کا پلستر کیا گیا ہو۔

تفسیر الآیات

۴۰)اذن للذین.........الآیۃ

دفاعی جہاد کی اجازت

تمام مفسرین اور مورخین کا اتفاق ہے کہ ہجرت سے پہلے کفار و مشرکین پیغمبر اسلامؐ اور مسلمانوں کو حد سے زیادہ اذیتیں اور تکلیفیں پہچایا کرتے تھے اور کئی بار ایسا بھی ہوا کہ مسلمانوں کے صبر وضبط کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر کفار سے مقابلہ کرنے کی اجازت چاہی۔مگر آنحضرتؐ نے ہر بار بحکم پروردگار یہ فرمایا کہ نماز پڑھو اور زکوہ دو اور جنگ سے ہاتھ روکے رکھو۔حتیٰ کہ ہجرت مدینہ واقع ہوئی اور اس کے پہلے سال بھی مسلمانوں کا یہ اصرار جاری رہا مگر وہی سابقہ جواب دیا گیا۔حتیٰ کہ 2 ہجری میں پہلی بار یہ آیت نازل ہوئی اذن للذین یقاتلون الآیۃ اور مسلمانوں کو دفاعی جہاد کی اجازت ملی۔وہ بھی ان حالات میں۔

۱۔ان مظلوموں کو جن کیخلاف جنگ کی جارہی ہے۔ ۲۔جن پر ظلم کیا گیا ہے۔

۳۔جن کو ناحق وطن سے بے وطن اور گھر سے بے گھر کیا گیا۔

۴۔صرف اس جرم کی پاداش میں کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارپروردگار اللہ ہے ان کو جوابی کاروائی کرنے کی اجازت دی جاتی ہے وہ اپنے دفاع میں ہتھیار اٹھا سکتے ہیں۔اور جہاد کر سکتے ہیں اس کے بعد جہاد والی دوسری آیات نازل ہوئیں۔جیسے **قاتلو افی سبیل اللہ الذی یقاتلو تکم** (بقرہ/۱۹۰) **واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخر جوھم من حیث اخر جو کم** (بقرہ/۱۹۱) وغیرہ وغیرہ۔جن کی تفسیر جلد اول میں پوری شرح وبسط کے ساتھ کی جا چکی ہے جہاد کی اصل حقیقت اور اس کا فلسفہ سمجھنے کے خواہشمند حضرات پہلی جلد کی ان متعلقہ آیات کی طرف رجوع کریں۔

۴۱)ولولا دفع اللہ الناس......الآیۃ

اگر خدائے قدیر بعض لوگوں کو دوسرے بعض سے دفع نہ کرتا تو تمام عبادت گاہیں منہدم ہو جاتیں

اس قسم کی ایک آیت سورہ بقرہ میں نمبر ۴۵ پر گزر چکی ہے۔**ولولا دفع اللہ الناس بعضھم**

ببعض لفسدت السموات والارض الآیۃ۔ اگر خدا ایک گروہ کا دوسرے گروہ کے ذریعہ سے دفاع نہ کرتا تو زمین وآسمان تباہ وبرباد ہوجاتے اور وہیں اس بات کی وضاحت کی جا چکی ہے کہ جب کسی قوم کے گناہ وعصیاں حد سے بڑھ جاتے ہیں تو خدائے جبار آخرت سے پہلے انہیں سزا دینے کیلئے کوئی ظالم وجابر حکمران ان پر مسلط کر دیتا ہے۔ اور وہ انکو ظلم و جور کی چکیوں میں خوب پیستا ہے۔ اور اگر دفاع کا یہ حکیمانہ نظام نہ ہوتا تو نظام کائنات درہم برہم ہوجاتا، ہر بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھا جاتی۔ اور ہر طاقتور ہر کمزور کا خون پی جاتا اور ظاہر ہے کہ اس طرح نظام کون ومکان برباد ہوجاتا۔ اور تمام عبادت گاہیں زیر وزبر ہوجاتیں لیکن حکیم مطلق نے یہ نظام عالم برقرار رکھنا ہے تو پھر قیام امن بذریعہ طاقت کا انتظام بھی اسے خود کرنا پڑے گا۔ سچ ہے کہ لکل فرعون موسیٰ

۴۲) ولینصرن اللہ من ینصرہ.........الآیۃ

اس مضمون کا قرآن مجید میں کئی جگہ پر تذکرہ کیا گیا ہے۔ کہ جو کوئی اللہ کے دین کی جان سے یا مال سے نصرت کرتا ہے تو اللہ اس کی نصرت کرتا ہے اور اسے ثابت قدم رکھتا ہے۔

۴۳) الذین ان مکناھم......الآیۃ

اسلامی حکومت کے خدوخال اور سربراہ کے فرائض کیا ہیں

خداوند عالم ان مخصوص اہل ایمان کا تذکرہ فرمارہا ہے کہ اگر ان کو زمام اقتدار مل جائے تو وہ نشہ اقتدار میں بدمست ہوکر نہ یاد خدا سے غافل ہوتے ہیں اور نہ ہی اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں سہل انگیزی سے کام لیتے ہیں۔ بلکہ وہ خلق اور خالق دونوں کے حقوق وفرائض ادا کرتے ہیں اور حقوق اللہ اور حقوق الناس ادا کرتے ہیں۔ یعنی۔

۱۔ نماز قائم کرتے ہیں۔ ۲۔ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

۳۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ یعنی وہ عادلانہ حکومت قائم کرتے ہیں اور اقتدار کو اللہ کی امانت سمجھتے ہیں اور خلق خدا کی خدمت کو عبادت سمجھتے ہیں اور بیت المال کو اپنے آرام وآسائش پر صرف کرنے کی بجائے مخلوق کے نفع پر صرف کرتے ہیں۔ اور وہ خدا کی عطا کردہ قوت وطاقت سے ظالم کو ظلم کرنے سے منع کرتے ہیں اور مظلوم کی نصرت وامداد کرتے ہیں۔ اور وہ جانتے ہیں کہ یبقی الملک مع الکفر ولا یبقی مع الظلم۔ کہ ملک کفر کے ساتھ تو باقی رہ سکتا ہے مگر ظلم کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتا۔

اس طرح اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی حکومت کے حقیقی خدوخال کیا ہوتے ہیں۔ اور اس

کے فرائض کیا ہوتے ہیں۔ واللہ الموفق

۴۴) وان یکذبوك......الآیة

پیغمبر اسلامؐ کو تسلی دی جارہی ہے

خداوندکریم اپنے حبیب مکرمؐ کو تسلی دیتے ہوئے فرمارہا ہے کہ اگر قریش آپ کی تکذیب کررہے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اسی طرح پہلے بھی ظلم وغرور کی متوالی مختلف قومیں اپنے اپنے دور کے نبیوں کی تکذیب کرتی رہی ہیں اور حق کو جھٹلاتی رہی ہیں جیسے نوحؑ اور ان کی قوم، ہودؑ اور ان کی قوم، صالح اور انکی کی قوم ثمود سب نے اس کا خمیازہ بھگتا۔ جن کو ہم نے اصلاح احوال کی خاطر خاصی مہلت دی مگر انہوں نے اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ لہٰذا ہم نے انجام کاراں کو تہس نہس کردیا اور اس طرح جناب موسیٰ علیہ السلام کو بھی جھٹلایا گیا۔

مخفی نہ رہے کہ اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں سورہ انعام میں نمبر ۳۴ پر گزرچکی ہے ولقد کذبت رسل من قبلك فصبروا علیٰ ما کذبوا الآیة

۴۵) فکاین من قریة ......الآیة

اس قسم کی ایک آیت سورہ بقرہ میں آیت ۲۵۹ پر گزرچکی ہے او کاالذی مر علیٰ قریة وھی خاویة علی عروشها الآیة۔ اورسورۂ کہف آیت ۴۲ وھی خاویة علی عروشها الآیة گزرچکی ہے اور وہیں ان بستیوں کے حالات وکوائف کا تذکرہ بھی کیا جاچکا ہے کہ جن کے باشندے ظالم وستم کیش تھے۔

۴۶) افلم یسیروا فی الارض......الآیة

اس قسم کی ایک آیت سورہ آل عمران آیت ۱۳۷ قد خلت من قبلکم سنن فسیروا فی الارض الآیة اور ایک آیت سورہ نحل آیت ۳۶ فسیروا فی الارض فانظروا کیف عاقبة المکذبین الآیة گزرچکی ہیں اور وہیں ان کی تشریح بھی کی جاچکی ہیں۔ کہ یہ سیروسیاحت کا حکم اس لئے دیا جارہا ہے کہ ان عبرت آموز واقعات وسانحات کو دیکھ کران کو کچھ عبرت حاصل ہو۔ یعنی اگرفہم وبصیرت کے دلائل ان کیلئے بے سود ہیں تو کیا وہ اپنے مشاہدہ سے بھی کام نہیں لیتے ؟ کیا انہوں نے انقلابات عالم اور حوادث نہیں دیکھے۔ تاکہ انہیں سمجھنے والا دل اور آواز حق سننے والے کان میسرآئیں۔ مگر جب دل اندھے ہوجائیں تو آنکھوں کی بینائی کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ اس لئے حدیث میں وارد ہے کہ عمی القلب یعنی بدترین قسم کا اندھاپن تو دل کا اندھاپن ہونا ہے۔ (تفسیر قمی)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی فرمایا کہ شیعتنا اصحاب الاربعة الاعین عینان فی الراس وعینان فی القلب ہمارے شیعہ چار آنکھوں والے ہوتے ہیں۔ دو آنکھیں ان کے سر میں ہوتی ہیں اور دو دل میں۔ (روضہ کافی) اور جب دل کی بصیرت جاتی رہے تو پھر آنکھوں کی بصارت کام نہیں آتی

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو نہ مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے ۔

۴۷) ویستعجلونك بالعذاب.........الآیة

احمق لوگ عذاب کے معاملہ میں جلد بازی سے کام لیتے تھے کہ اگر وہ عذاب برحق ہے جس کے نزول کا آپ ذکر کیا کرتے ہیں کہ جھٹلانے والوں پر نازل ہوگا تو پھر وہ نازل کیوں نہیں ہوتا؟ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ خدائی فیصلے تمہاری گھڑیوں اور گھنٹوں کی حساب سے نہیں ہوتے کہ ادھر غلط کام و اقدام کیا اور ادھر فوراً اس کا برا انجام سامنے آ گیا۔ ایسا نہیں بلکہ یہاں تو صدیاں گزر جاتی ہیں۔ تب نتائج برآمد ہوتے ہیں ۔ نیز قوموں کا عروج ہو یا ان کا زوال یہ کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ بلکہ یہاں تو خدائے متعال کا ایک دن تمہارے شمار سے ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔ ہمیشہ سے خدا کا یہی دستور رہا ہے کہ وہ بدکار قوموں پر عذاب نازل کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔ بلکہ ان کو خاصی لمبی ڈھیل دیتا ہے اور اتمام حجت کے بعد پکڑتا ہے۔ ع

دیر گیرد سخت گیرد مرترا

اللہ کے نزدیک ایک سال تمہارے ہزار کے برابر ہونے کا مفہوم کیا ہے؟

اس کا ایک مفہوم تو وہی ہے جو اوپر مذکور ہے۔ جو بعض مفسرین نے اختیار کیا ہے اور اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ واقعی آخرت کا ایک دن دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہوگا۔ چنانچہ ایک روایت میں وارد ہے کہ غریب و نادار اہل ایمان دولت مند مومنین سے آدھا دن یعنی پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے (تفسیر الثقلین)

اور تیسرا مفہوم یہ ہے کہ قادر مطلق کی قدرت کے لحاظ سے ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ جس طرح وہ گناہ کرنے کے ایک دن بعد پکڑ سکتا ہے۔ اسی طرح ہزار سال کی مہلت کے بعد بھی عذاب میں

مبتلا کر سکتا ہے۔(مجمع البیان)

اور چوتھا مفہوم یہ ہے کہ بہشتیوں کے آرام وآسائش کا ایک دن اور دوزخیوں کے عذاب وعقاب کا ایک دن اپنی ہولنا کی میں دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر محسوس ہوگا۔ کما قیل

ایام	السرور	قصار
وایام	الھموم	طوال

ایک ایراد اور اس کا جواب

قرآن مجید میں ایک جگہ قیامت کے ایک دن کو پچاس ہزار سال کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ کان مقدارہ خمسین الف سنة۔(معارج۔۴) اور یہاں اسے ایک ہزار سال کے برابر بتایا گیا ہے تو اس ایراد کا جواب بھی یہی ہے کہ چونکہ وہاں ہر شخص کی تکلیف ومصیبت دوسرے سے مختلف اور کم وبیش ہوگی۔لہٰذا وہ دن کسی کو دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر طویل محسوس ہوگا۔ اور کسی کو پچاس ہزار سال کے برابر دکھائی دے گا۔ واللہ العالم

آیات القرآن

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۹﴾ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۵۰﴾ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۵۱﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ

قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۴﴾ وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِیَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ یَاْتِیَهُمْ عَذَابُ یَوْمٍ عَقِیْمٍ ﴿۵۵﴾ اَلْمُلْكُ یَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ؕ یَحْكُمُ بَیْنَهُمْ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا فَاُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴿۵۷﴾

ترجمۃ الآیات

(اے رسولؐ) آپ کہہ دیجئے! اے لوگو! میں تو صرف تمہیں ایک کھلا ہوا (عذاب خدا سے) ڈرانے والا ہوں (۴۹) سنو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے (گناہوں کی) بخشش بھی ہے اور عزت کی روزی بھی (۵۰) اور جو لوگ ہماری آیتوں کے بارے میں (ہمیں) عاجز کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہی لوگ (دوزخی) ہیں (۵۱) اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول اور کوئی نبی نہیں بھیجا مگر یہ کہ جب اس نے (اصلاح احوال کی) آرزو کی تو شیطان نے اس کی آرزو میں خلل اندازی کی۔ پس شیطان جو خلل اندازی کرتا ہے خدا اسے مٹا دیتا ہے اور اپنی نشانیوں کو زیادہ مضبوط کر دیتا ہے اور اللہ جاننے والا، بڑا حکمت والا ہے (۵۲) (یہ سب اس لئے ہے) تاکہ اللہ شیطانوں کی خلل اندازی کو ان لوگوں کے لئے آزمائش کا ذریعہ بنائے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں۔ بے شک ظالم لوگ بڑی گہری مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں (۵۳) اور اس میں (یہ مصلحت بھی ہے) کہ وہ لوگ جنہیں علم عطا کیا گیا ہے جان لیں کہ یہ (وحی) آپ کے پروردگار کی طرف سے حق ہے تاکہ وہ اس پر ایمان لائیں اور ان کے دلوں میں اس کے لئے عجز و نیاز پیدا ہو جائے۔ بے شک اللہ ایمان لانے والوں کو سیدھے راستہ تک پہنچانے والا ہے (۵۴) اور جو کافر ہیں وہ تو ہمیشہ اس کی طرف سے شک میں پڑے رہیں گے یہاں تک کہ اچانک قیامت ان پر آ جائے۔ یا پھر منحوس دن کا عذاب ان پر آ جائے (۵۵) اس

دن بادشاہی صرف اللہ ہی کی ہوگی (لہٰذا) وہی لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ پس جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ نعمتوں والے بہشتوں میں ہوں گے(۵٦) اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کے لئے رسوا کن عذاب ہے(۵۷)

تشریح الالفاظ

۱۔ رزق کریم...... کے معنی ہیں عزت کی روزی۔ ۲۔ معاجزین......عجز سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں عاجز کرنا۔ ۳۔ جحیم...... کے معنی ہیں دوزخ۔ ۴۔ تمنا، امنیہ...... کے معنی آرزو کرنے کے ہیں۔ ۵۔ نسخ ...... کے معنی ہیں منسوخ کرنے اور مٹانے کے۔ ٦۔ احکام...... کے معنی مضبوط و محکم کرنے کے ہیں۔

۷۔ فتنۃ...... کے معنی ہیں آزمائش۔ اس کا اطلاق اولاد و جائیداد پر بھی اسی مناسبت سے کیا جاتا ہے کہ یہ چیزیں آزمائش کا باعث ہیں۔ ۸۔ قاسیہ...... کے معنی ہیں سخت۔ ۹۔ شقاق...... کے معنی ہیں عناد اور مخالفت کے۔

۱۰۔ مریۃ اور ریب...... کے معنی ہیں شک۔

۱۱۔ یوم عقیم...... کے اصل معنی تو بانجھ پن کے ہیں۔ لیکن مراد ایسا منحوس اور بے برکت دن ہے جس میں کوئی تدبیر کامیاب نہ ہو یا وہ امروز جس کا کوئی فردا نہ ہو۔

تفسیر الآیات

۴۹) قل یا ایھا الناس... الآیۃ

پیغمبرؑ کا فرض منصبی

ارشاد ہوتا ہے کہ آپ اپنی پوزیشن کی وضاحت کر دیں کہ میں تمہاری حاجتیں بر لانے والا، مشکل کشائیاں کرنے والا اور تمہاری قسمتوں کے فیصلے کرنے والا نہیں ہوں۔ بلکہ میرا فرض منصبی صرف یہ ہے کہ تمہارے پروردگار کا پیغام و کلام تم تک پہنچاؤں۔ پھر جو سر تسلیم خم کر دے اسے جنت کی خوشخبری دوں اور جو روگردانی کرے اسے جہنم سے ڈراؤں و بس۔ اور یہی انبیاء کرامؑ کا فرض منصبی ہوتا ہے۔

۵۰) فالذین آمنو... الآیۃ

دونوں آیتوں کے معنی بالکل واضح ہیں کہ جو ایمان لائے اور اس کے ساتھ نیک عمل بھی کرے ان کے لئے دو انعام ہیں

ا۔ گناہوں اور لغزشوں کی مغفرت

۲۔ عمدہ روزی جو عزت کے ساتھ ان کو پیش کی جائے گی۔ اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا۔ اور پیغمبرؐ اسلام سے بغض و عناد رکھا اور آیات الٰہیہ کی تبلیغ میں روڑے اٹکا کر اور لوگوں کو ان کے پاس آنے سے روک کر انہیں عاجز کرنے کی کوشش کی وہ دوزخی ہیں جو اس میں رہیں گے۔

(۵۱) وما ارسلنا من قبلك... الآية

رسول اور نبی میں کیا فرق ہے اس کی وضاحت سورہ مریم کی آیت ۵۱ **وکان رسولاً نبیاً** کی تفسیر میں کی جا چکی ہے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

اس آیت کا حقیقی مفہوم کیا ہے؟

اس آیت کا صاف اور سیدھا سا مفہوم یہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ ہو یا دوسرے انبیاء و مرسلین جب بھی وہ دنیا میں تبلیغ دین اور اصلاح احوال کے لئے آئے انہوں نے یہ آرزو کی کہ دنیا جہاں کے لوگ ایمان لائیں اور اللہ کے شکر گزار بندے بن جائیں تو شیطان اور اس کے انصار و اعوان یعنی جنی و انسی شیطانوں نے ان کی راہ حق میں روڑے اٹکائے اور فتنہ پردازیاں کر کے رکاوٹیں کھڑی کیں اور تمام باطل نواز اور مفسد قوتوں کو ان کے مقابلہ میں لا کھڑا کیا۔ تاکہ وہ اپنے مقدس مشن میں ناکام ہو جائیں۔ الغرض اس نے ہر ممکن طریقہ سے ان کی اصلاحی کوششوں میں رخنہ اندازی کی۔ مگر قادر و قیوم خدا نے ہمیشہ اس کی فتنہ سامانیوں اور اس کی رخنہ اندازیوں کو اپنی قدرت کاملہ سے ملیامیٹ کیا۔ اور داعیان حق کی دعوت روز بروز پھلتی، پھولتی اور پروان چڑھتی رہی۔ اور شیطان اور اس کے چیلے چانٹوں نے جو آیات الٰہیہ کو نیچا دکھانا چاہا تھا اور انبیاء کی آواز حق کو اپنے شور و غوغا میں دبانا چاہا تھا ان کو ان کے مذموم مقصد میں ناکام و نامراد بنا دیا۔ اور انبیاء کو فتح مند کر دیا اور اس طرح اپنی نصرت و تائید غیبی سے اپنی نشانیوں کو اور زیادہ مضبوط کر دیا۔ والحمدللہ

ایک جعلی افسانہ اور اس کی تردید

یہ تھا اس آیت مبارکہ کا صاف اور سادہ مفہوم جس میں کوئی اینچ پیچ نہیں ہے اور نہ ہی اس میں انبیاء کی کسی قسم کی کوئی کسر شان ہے مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ برادران اسلامی کے بعض مفسرین و محدثین نے

حقیقت حال سے آنکھیں بند کر کے اس آیت کے شان نزول میں ایک ایسی روایت نقل کر دی۔ جس نے نہ صرف پیغمبر اسلامؐ کی رسالت پر کاری ضرب لگائی بلکہ اسلام کی بنیاد ہی ہلا کر رکھ دی۔ اور جس نے مخالفین کو شیطانی آیات جیسی لغو اور بے ہودہ کتابیں شائع کرنے کا حوصلہ دیا۔ اس بے ہودہ روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ جسے ہم نقل کفر کفر نباشد کے طور پر یہاں نقل کرتے ہیں ایک بار حضورؐ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش قرآن میں کوئی آیت نازل ہوتی جس کی وجہ سے کفار کی اسلام سے نفرت دور ہو جاتی۔

چنانچہ ایک بار آپ کفار قریش کی ایک بڑی محفل میں تشریف فرما تھے کہ آپ پر سورہ نجم کا نزول ہوا اور آپ نے اسے وہیں پڑھنا شروع کر دیا۔ چنانچہ جب آپ اسے پڑھتے ہوئے **افرائتم للات والعزیٰ و مناۃ الثالثۃ الاخریٰ**۔ پر پہنچے تو ایک دم شیطان نے آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری کر دیئے۔

تلك الغرانیق العلی

وان شفاعتھن لترتجی

(یہ بلند مرتبہ اور حسین وجمیل دیوتے ان کی شفاعت کی یقیناً توقع کی جاتی ہے)

یہ سن کر کفار قریش خوش ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے سورہ کے اختتام پر سجدہ کیا تو مسلمانوں کے ساتھ مشرکین بھی سجدہ میں گر گئے اور کہا اب ہمارا پیغمبر اسلامؐ سے کیا اختلاف ہے وہ تسلیم کر رہے ہیں کہ بڑا معبود خدا ہے اور ہمارے یہ چھوٹے معبود اس کی بارگاہ میں ہمارے سفارشی ہیں۔

اس پر جبرائیل آئے اور کہا کہ یہ دو فقرے میں تو نہیں لایا تھا آپ نے کس طرح بڑھائے؟ اس پر آپ بہت پریشان ہوئے۔ پھر خدا نے آپ کی سرزنش کرتے ہوئے وہ آیت نازل کی جو سورہ بنی اسرائیل میں ہے۔ **وان کادوا لیفتنونك عن الذی اوحینا الیك لتفتریٰ علینا غیرہ الآیہ**۔ جس کی وجہ سے آپ کا حزن وملال اور بھی بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ خدا نے سورہ حج میں یہ آیت آپ کی تسلی کی خاطر نازل کی کہ صرف تمہارے ساتھ ایسا نہیں ہوا۔ سابقہ انبیاء ومرسلین کے ساتھ بھی شیطان ایسا سلوک کرتا رہا ہے۔ (العیاذ باللہ)

حالانکہ یہ روایت درایت کے اصول کے مطابق بالکل ناقابل قبول اور ناقابل اعتماد ہے بلکہ بالکل جھوٹی ہے اور جعلی روایت ہے۔ کیونکہ یہ روایت نہ صرف پیغمبر اسلامؐ کے شان ومقام کے خلاف ہے بلکہ ان کی عصمت وطہارت کے سراسر منافی ہے۔ **ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی** کے مصداق مصطفی کی زبان حق ترجمان سے شیطان یہ مشرکانہ فقرے کہلوائے اور آپ کو احساس تک نہ ہو؟

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است؟

یہ من گھڑت روایت نقل کرنے والوں نے اتنا بھی نہ سوچا کہ اس صورت میں پیغمبر اسلامؐ کے قول و فعل کا کیا اعتبار رہ جائے گا۔اور پھر یہ بھی ارباب عقل کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ خدا پہلے شیطان کونہیں روکتا۔ بلکہ وہ نبی ورسول سے غلطی کرالیتا ہے تو پھر خدا میدان میں آجاتا ہے اور شیطان کی تدبیر کو ناکام بنادیتا ہے۔ بھلا اس بے وقت کی تائید کا فائدہ کیا؟ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر انبیاء ومرسلین بھی شیطان کے غلبہ و تسلط سے محفوظ نہیں ہیں تو پھر وہ اللہ کے مخلص بندے کون ہیں جن پر شیطان کا کوئی قابو نہیں ہے؟ ان عبادی لیس لك علیهم سلطان

محقق علماء نے اس روایت کو رد کر دیا ہے

یہی وجہ ہے کہ سب شیعہ علماء نے اور برادران اسلامی کے محقق حضرات نے اس روایت کو بالکل مسترد کردیا ہے اور اسے زندیقوں کی من گھڑت اور دشمنان اسلام کی سازش قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں فاضل قرطبی نے احکام القرآن میں، فاضل آلوسی بغدادی نے روح المعانی میں، ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر میں، بدر الدین عینی نے بخاری میں اور شوکانی نے نیل الاوطار میں اسے مسترد کردیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ الحمد لله على وضوع الحق والحقيقة وما ذا بعد الحق الا الضلال۔

۵۲) لیجعل ما یلقی الشیطان۔۔۔ الآیۃ

شیطان کی ان رخنہ اندازیوں اور فتنہ سامانیوں کو ان لوگوں کے لئے آزمائش کا ذریعہ بناتا ہے جن کے دلوں میں شرک ونفاق کی بیماری ہے یا جن کے دل ایسے سخت ہیں کہ ان پر کسی وعظ ونصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس قسم کی آزمائشوں سے طیب وخبیث اور کھرے اور کھوٹے میں تمیز ہوجاتی ہے غلط سوچ کے لوگ اس سے غلط نتیجہ اخذ کرتے ہیں اور یہ چیز ان کی گمراہی کا موجب بن جاتی ہے اور جو مثبت سوچ کے مالک ہوتے ہیں یا جو ارباب عقل ودانش ہیں میں تو ان پر شیطانی وسوسوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بلکہ وحی ربانی سے ان کے دل ودماغ منور ہوجاتے ہیں۔ وہ خلوص نیت کے ساتھ اس حقیقت پر ایمان لاتے ہیں اور ان کے دلوں کا عجز ونیاز بڑھ جاتا ہے۔

۵۳) ولا یزال الذین کفروا۔۔۔ الآیۃ

مطلب یہ ہے کہ وہ شکوک وشبہات جو شیطان نے قرآن واسلام کے بارے میں ان کے دل ودماغ میں ڈال دیئے ہیں وہ انہی میں پھنسے ہوئے ہیں وہ ان سے نکلنے کی کوشش ہی نہیں کرتے بلکہ وہ روز بروز بڑھتے

ہی جاتے ہیں۔اب ان کی آنکھیں اس وقت ہی کھلیں گی جب ایک دم اچانک قیامت آجائے گی یا پھر عذاب الٰہی اچانک ان کے سروں پرآ دھمکے گا۔ولات حین مناص

۵۴) الملك یومئذ للہ ... الآیۃ

گو درحقیقت تو آج بھی کائنات پر خدا ہی کی حکمرانی ہے مگر اس کی عطا سے یہاں کچھ اور حاکم بھی دکھائی دیتے ہیں۔مگر قیامت کے دن تو سب حجاب ہٹ جائیں گے اور لوگ بچشم خود وہاں مشاہدہ کرلیں گے کہ وہاں بلاشرکت غیرے صرف اور صرف مالک الملک کی بادشاہی ہے اور سب اسی کے حکم، فیصلے اور اس کی جزا و سزا کے منتظر ہیں ایک دوسرے مقام پر ہے کہ آواز قدرت آئے گی لمن الملک الیوم۔بتاؤ آج کس کی بادشاہی ہے؟ مگر کوئی جواب دینے والا نہیں ہوگا۔تھوڑے سے وقفہ کے بعد خود آواز قدرت گونجے گی للہ الواحد القہار کہ آج اس واحد و یکتا خدا کی حکومت ہے جو ہر چیز پر قادر و غالب ہے مگر اس پر کوئی غالب نہیں ہے۔

۵۵) فالذین آمنو ... الآیۃ

چنانچہ حقیقی عادل بادشاہ کے فیصلہ کے مطابق باکردار اہل ایمان کو نعمتوں والے بہشتوں میں اور کفر کرنے والے اور آیات الہیہ کے جھٹلانے والوں کو رسوا کن عذاب میں داخل کیا جائے گا۔**وذالك ھو الخسران المبین**

آیات القرآن

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝۵۸ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝۵۹ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝۶۰ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝۶۱ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝۶۲ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ

مَآءً ۡ فَتُصۡبِحُ الۡاَرۡضُ مُخۡضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيۡفٌ خَبِيۡرٌ ۚ﴿۶۳﴾ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الۡغَنِىُّ الۡحَمِيۡدُ ﴿۶۴﴾

ترجمۃ الآیات

اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر قتل کر دیئے گئے۔ یا اپنی موت مر گئے (دونوں صورتوں میں) اللہ ضرور انہیں اچھی روزی عطا فرمائے گا (کیونکہ) وہ بہترین روزی عطا کرنے والا ہے (۵۸) (اور) وہ ضرور انہیں ایسی جگہ داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے۔ بیشک وہ بڑا جاننے والا، بڑا بردبار ہے (۵۹) یہ بات تو ہو چکی۔ اور جو شخص ویسی ہی سزا دے جیسے اسے سزا ملی ہے پھر اس پر زیادتی کی جائے تو اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا۔ بیشک اللہ بڑا معاف کرنے والا، بڑا بخشنے والا ہے (۶۰) یہ اس لئے ہے کہ اللہ رات کو دن اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اور بے شک اللہ بڑا سننے والا، بڑا دیکھنے والا ہے (۶۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے علاوہ جسے وہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور بے شک اللہ ہی بلند (مرتبہ والا) بزرگ ہے (۶۲) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا آسمان سے پانی برساتا ہے تو (خشک) زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ بے شک اللہ بڑا لطف و کرم کرنے والا (اور) بڑا خبر رکھنے والا ہے (۶۳) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور بے شک اللہ سب سے بے نیاز (اور) ہر تعریف کا حقدار ہے (۶۴)

تشریح الالفاظ

۱۔ مدخل...... کے معنی داخل ہونے کی جگہ یہاں مراد جنت ہے۔
۲۔ بغی...... کے معنی ہیں ظلم و زیادتی۔
۳۔ ایلاج...... کے معنی داخل کرنے کے ہیں۔
۴۔ مخضرۃ...... کے معنی ہیں سرسبز و شاداب۔
۵۔ لطیف...... کے معنی باریک بین کے بھی ہیں اور لطف و کرم کرنے والا کے بھی۔

تفسیر الآیات

٥٦) والذین ھاجروا... الآیۃ

مہاجر کی تعریف اور اس کے بعض اقسام کا بیان

قبل ازیں سورہ آل عمران کی آیت ۱۹۵ فالذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم الآیۃ۔ اور سورہ نساء کی آیت ۹۷ الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا الآیۃ۔ کی تفسیر میں اور بعض دوسرے مقامات پر بھی ہجرت، اس کی فضیلت اور اس کے مقررہ شرائط پر مفصل گفتگو کی جا چکی ہے لہٰذا یہاں اعادہ وتکرار کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں البتہ یہاں صرف اسی قدر وضاحت کر دینا مناسب معلوم ہوتی ہے کہ اصل ہجرت تو زیغ وضلال سے جہاد کرتے ہوئے اپنے وطن کو خیر باد کہنے یا جہاں آدمی اپنے اسلامی فرائض انجام نہ دے سکے، وہاں سے اپنا دین بچانے کی خاطر ترک وطن کا نام ہے۔ مگر یہاں ہجرت کے چند اور مظاہر یا اقسام بھی بیان کئے گئے ہیں۔ جیسے

۱۔ جو شخص دینی علم حاصل کرنے کے لئے وطن چھوڑے۔

۲۔ رزق حلال کمانے کی خاطر وطن سے بے وطن ہونا۔

۳۔ یا پھر فریضہ حج ادا کرنے کے ارادہ سے گھر سے نکلے۔

ان سب کا حکم یہ ہے کہ وہ خواہ قتل کر دیئے جائیں یا اپنی طبعی موت مر جائیں۔ بہرحال خدا انہیں ایسی جگہ داخل کرے گا جسے وہ پسند کرتے ہوں گے۔ یعنی جنت الفردوس میں داخل کرے گا۔ جس میں وہ جو چاہیں گے وہ پائیں گے۔ وذالك ھو الفوز العظیم

٥٧) ومن عاقب بمثل ما عوقب... الآیۃ

یہ ان مظلوموں کا تذکرہ ہے جنہیں بلا وجہ تکلیف پہنچائی جائے۔ اور یہ ان ظالموں کا مقابلہ کرکے انہیں اتنی ہی تکلیف پہنچائیں جتنی انہیں پہنچائی گئی تھی۔ اور پھر محض اس لئے ان پر ظلم وزیادتی کی جائے کہ انہوں نے ظلم وزیادتی کے سامنے گردن خم نہیں کی بلکہ اپنا دفاع کیا ہے تو پھر ظالم کے مقابلہ میں خدا ضرور ان کی نصرت فرمائے گا۔ اور ظالم سے انتقام لے گا۔

بناء بریں اگرچہ بدلہ لینا یقیناً شرعاً جائز ہے لیکن چونکہ قدر عفو ودرگزر کرنے والا ہے۔ لہٰذا اگر بموجب

تخلقوا باخلاق الله کا مظاہرہ کرتے ہوئے انتقام لینے کی بجائے عفودرگزر سے کام لیا جائے تو بہتر ہے کیونکہ

در عفو لذتے است کہ در انتقام نیست

فمن عفا وا صلح فاجرہ علی اللہ

وان تعفوا ھواقرب للتقویٰ

۵۸) بان الله یولج اللیل فی النھار۔۔۔ الآیۃ

یہ سب کچھ جو اوپر مذکور ہوا ہے کہ خدا درج ذیل صفات کا حامل ہے کہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ سمیع و بصیر ہے یعنی وہ قادر مطلق ہے جو مظلوموں کی نصرت کرنے پر بھی قادر ہے اور رات کو دن میں اور دن کو رات میں کس طرح داخل کرتا ہے اس کی وضاحت سورہ آل عمران کی آیت ۲۷ تولج اللیل فی النھار وتولج النھار فی اللیل و تخرج الحی من المیت الآیۃ۔ کی تفسیر میں کی جا چکی ہے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

۵۹) ذالك بان الله ھو الحق۔۔۔ الآیۃ

ابھی اوپر خدا کی قدرت کاملہ کا تذکرہ کیا گیا ہے اب یہاں یہ بتایا جا رہا ہے کہ اسی کی ذات جامع، جمیع کمالات حق ہے اور اس کے مقابلہ میں مشرک جن دیوتاؤں کو پکارتے ہیں اور ان کی نصرت پر اعتماد کرتے ہیں وہ محض باطل اور ہیچ ہیں اور کسی قابل نہیں ہیں۔ لہٰذا اللہ ہی اہل زیغ وضلال کے مقابلے میں اہل ایمان کی نصرت و امداد کرنے پر قادر ہے۔

۶۰) الم تر ان الله انزل۔۔۔ الآیۃ

اس قسم کی ایک آیت سورہ بقرہ میں ۱۶۴ پر وما انزل الله من السماء من ماء الآیۃ۔ اور اسی سورہ حج کی آیت ۵ وتری الارض ھا مدۃً فاذا انزلنا علیھا الماء اھتزت الآیۃ ۔گزر چکی ہے جہاں اس کی تفسیر بھی گزر چکی ہے۔ لہٰذا تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

۶۱) لہ ما فی السمٰوٰت۔۔۔ الآیۃ

اس قسم کی متعدد آیات اس سے پہلے گزر چکی ہیں اور ان سب کا مفہوم یہی ہے کہ:

در حقیقت مالک ہر شئی خدا است

ایں امانت چند روزہ پیش ماست

وہی ہر چیز کا خالق ہے وہی ہر چیز کا پالک ہے اور وہی ہر شئے کا مالک ہے۔
قل اللهم مالك الملك توتی الملك من تشاء و تنزع الملك ممن تشاء۔ الغرض ہر قسم کی عطاومنع اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ وھو علی کل شئی قدیر۔

آیات القرآن

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَیُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۶۵﴾ وَهُوَ الَّذِیْۤ اَحْیَاكُمْ ۫ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا یُنَازِعُنَّكَ فِی الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۶۷﴾ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَللّٰهُ یَحْكُمُ بَیْنَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِیْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ﴿۷۰﴾ وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَیْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ ﴿۷۱﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ یَكَادُوْنَ یَسْطُوْنَ بِالَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۷۲﴾

ترجمۃ الآیات

کیا تم نہیں دیکھتے کہ جو کچھ زمین میں ہے۔ اللہ نے وہ سب کچھ تمہارے لئے مسخر کردیا ہے اور کشتی کو بھی جو سمندر میں اس کے حکم سے چلتی ہے اور وہی آسمان کو روکے ہوئے ہے کہ اس کے حکم کے بغیر زمین پر نہ گر پڑے۔ بے شک اللہ لوگوں پر بڑا شفقت والا، بڑا رحمت والا ہے (۶۵) وہ وہی ہے جس نے تمہیں زندگی عطا کی ہے پھر وہی تمہیں موت دے گا اور پھر (دوبارہ) زندہ کرے گا۔ بے شک انسان بڑا ناشکرا ہے (۶۶) (اے رسول ﷺ) ہم نے ہر قوم کے لئے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کردیا ہے جس کے مطابق وہ عبادت کررہی ہے اس لئے انہیں آپ سے جھگڑا نہیں کرنا چاہیے اور آپ اپنے پروردگار کی طرف بلاتے رہیں۔ یقیناً آپ ہدایت کے سیدھے راستہ پر ہیں (۶۷) اور اگر وہ لوگ (خواہ مخواہ) آپ سے بحث کریں تو آپ کہہ دیجئے! کہ اللہ بہتر جانتا ہے جو کچھ تم کررہے ہو۔ قیامت کے دن اللہ تمہارے درمیان ان باتوں کے بارے میں فیصلہ کردے گا جن میں تم باہم اختلاف کرتے ہو (۶۹) کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ وہ سب کچھ جانتا ہے جو آسمان اور زمین میں ہے۔ بے شک یہ سب کچھ ایک کتاب میں درج ہے۔ اور یہ بات اللہ پر آسان ہے (۷۰) اور یہ جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کی عبادت کرتے ہیں۔ جن کے لئے نہ تو اللہ نے کوئی دلیل (سند) نازل کی ہے اور نہ ہی انہیں ان کے بارے میں کوئی علم ہے اور (ان) ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں ہے (۷۱) اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو تم کافروں کے چہروں پر ناگواری کے آثار واضح محسوس کرتے ہو۔ قریب ہے وہ ان پر حملہ کردیں جو ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں۔ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ اس سے بڑھ کر ناگوار چیز کیا ہے؟ وہ دوزخ کی آگ ہے۔ جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کر رکھا ہے اور وہ بڑا بُرا ٹھکانہ ہے (۷۲)

تشریح الالفاظ

۱۔ سلطان...... کے معنی ہیں سند اور دلیل۔

۲۔ المنکر...... کے معنی ہیں خلاف شرع امر۔ یہاں یہ لفظ ناپسندیدگی اور ناگواری کے معنی میں

استعمال ہوا ہے۔

۳۔ **یسطون، سطی یسطو سطواً** ...... کے معنی حملہ کرنے اور جھپٹنے کے ہیں۔

۴۔ **مصیر** ...... کے معنی جائے بازگشت اور ٹھکانہ کے ہیں۔

۵۔ **منازعہ** ...... کے معنی باہم جھگڑا کرنے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۶۲) الم تر ان اللہ... الآیۃ

اس قسم کی ایک آیت سورہ ابراہیم میں آیت ۳۲ **وسخر لکم الفلك و سخر لکم الشمس و القمر دائبین الآیۃ**۔ اور سورہ نحل میں دو آیتیں ۱۴، ۱۵ **او ھو الذی سخر البحر لتا کلو منھا لحماً طریا**۔ مع تفسیر گزر چکی ہے اور انہی مقامات پر شمس و قمر اور لیل و نہار اور کشتی کے مسخر ہونے کے مفہوم و معنی کی بھی وضاحت کی جا چکی ہے۔ لہٰذا انہی مقامات کی طرف رجوع کیا جائے۔

۶۳) ویمسك السماء ان تقع... الآیۃ

اس سے خواہ خدا کا ارادہ مراد لیا جائے یا نظام کشش بہرحال مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ خدائے قدیر وخبیر کی قدرت کا یہ کرشمہ ہے کہ وہ ستونوں کے بغیر عالم بالا اور اجرام سماویہ کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے۔ اگر وہ چاہے تو اس نظام کشش کو ختم کر سکتا ہے اور اس کی وجہ سے اجرام سماویہ زمین سے ٹکرا سکتے ہیں۔ اور اس طرح پورا نظام شمسی زیروزبر اور درہم برہم ہو سکتا ہے اور اگر انسانوں کے سروں پر گرے تو انسانوں کا بھی خاتمہ ہو جائے۔ یہ اسی کا لطف و کرم ہے کہ وہ آسمان کو اپنی قدرت و ارادہ سے تھامے ہوئے ہے۔ الغرض اگر یہ نظام اپنی جگہ برقرار ہے اور انسانوں کو جو کچھ حاصل ہے تو یہ سب اس کی صفت رافت و رحمت کی تجلی ہے اور اسی کا فیض ہے۔

۶۴) وھو الذی احیا کم... الآیۃ

بالکل اسی طرح کی ایک آیت سورہ بقرہ ۲۵ پر گزر چکی ہے۔ **کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتاً فاحیا کم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون**۔ اور اسی مقام پر خدا کی نعمت ہستی عطا فرمانے اور دوبار مارنے اور دوبار جلانے کا تذکرہ کیا جا چکا ہے اور واضح کیا جا چکا ہے کہ اگر منعم حقیقی انسان کو

زندگی کی نعمت سے نہ نوازتا تو وہ کائنات کی ان بے شمار نعمتوں سے لطف اندوز کس طرح ہوتا؟

۶۵) ان الانسان لکفور... الآیۃ

کفوراً کفران سے بھی ہوسکتا ہے کہ انسان بڑا ناشکرا ہے۔ اور ہم نے اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔ مگر یہ کفر سے بھی ہوسکتا ہے کہ خدا کی قدرت کے مختلف مظاہر کا مشاہدہ کرنے کے باوجود حیات بعد الموت کا انکار کرتا ہے۔

۶۶) لکل امۃً جعلنا منسکا... الآیۃ

اسی سورہ کی آیت ۳۴ میں یہ لفظ گزر چکا ہے کہ **ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ الآیۃ**۔ اوراسی مقام پر ہم نے واضح کیا ہے کہ منسک کے معنی عبادت کے طور وطریقہ اور قربانی کے ہیں۔ اور وہاں یہی قربانی والے معنی مراد تھے کیونکہ وہاں چوپایوں پر اللہ کا نام لینے کا تذکرہ تھا مگر یہاں یہ لفظ طریقہ عبادت اور جائے عبادت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح سابقہ انبیاء منجانب اللہ اپنی امتوں کے لئے مخصوص طریقہ ہائے عبادت لائے تھے اسی طرح سرکار ختمی مرتبت بھی ایک خاص طریقہ عبادت لائے ہیں لہٰذا کسی اہل دین کو آنحضرتؐ سے بحث کرنے اور جھگڑا کرنے کا کیا حق ہے؟

موسیٰؑ بدین خود و عیسیٰ بدین خود

یہ آیت ایسے ہی ہے جیسے سورہ جاثیہ میں ارشاد قدرت ہے **ثم جعلناك علی شریعۃ من الامر فاتبعھا ولا تتبع اھواء الذین لا یعلمون** (جاثیہ۔۱۸) (اے رسولؐ) ہم نے آپ کو دینی معاملہ میں ایک شریعت (طریقہ) پر قرار دیا ہے تو تم اسی کی اتباع کرو۔ اور بے علم لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ **لکل جعلنا منکم شرعۃً و منھاجا**۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک شریعت اور ایک راستہ مقرر کیا ہے۔

ایضاح:

اس بیان سے کوئی کم عقل وکوتاہ اندیش یہ نہ سمجھے کہ اگر کوئی صنم پرستی کرتا ہے یا اگر کوئی آتش پرستی وغیرہ کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کا یہ طریقہ خدا نے مقرر کیا ہے۔

کیونکہ ہر امت سے وہ دینی و مذہبی جماعتیں مراد ہیں جن کا معبود برحق صرف اللہ ہے اور ان کے دور کے نبی منجانب اللہ کوئی طریقہ عبادت لائے ہیں۔ یہی لوگ مسلمانوں پر اعتراض کرتے تھے کہ انہوں نے

قدیمی طریقہ عبادت کو چھوڑ کر جدید طریقہ عبادت کیوں اختیار کیا ہے؟ ان سے کہا جا رہا ہے کہ جب تمہارا طریقہ عبادت خدا نے مقرر کیا ہے تو اب اگر اسی خدا نے ایک نیا نبی بھیج کر ایک نیا طریقہ عبادت مقرر کیا ہے تو تمہارے لئے اس پر اعتراض کرنے کا کیا جواز ہے؟

بہر حال پیغمبر اسلامؐ سے ارشاد ہو رہا ہے کہ آپ ان لوگوں کے ایراد اور کج بحثی کی پرواہ کئے بغیر لوگوں کو اپنے پروردگار کی طرف دعوت دیتے رہیں۔ وہ لوگ اپنا کام کر رہے اور آپ اپنا کام کرتے رہیں۔ اللہ قیامت کے دن تمہارے اختلافات کا فیصلہ کرے گا۔ اس سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اسلام کے آ جانے کے بعد دوسرے طریقہ ہائے عبادت منسوخ ہو گئے ہیں۔ اور اب غلط بھی ہیں۔ ورنہ ان طریقوں کو چھوڑ کر نئے طریقہ کی دعوت دینے کی کیا ضرورت تھی؟ اور اگر سب حق پر تھے تو قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ لہٰذا وحدت الادیان کے مدعیوں کا اس آیت سے سب طریقہائے عبادت کے صحیح ہونے پر استدلال کرنا سراسر غلط ہے۔ فتدبر

۶۷) وان جادلوك ... الآية

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر لوگ نہ مانیں اور جھگڑا کریں تو معاملہ خدا پر چھوڑ دو کہ وہ بہتر جانتا ہے کہ حق پر کون ہے وہ قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر لوگ حق کے معاملہ میں بے جا بحثیں کریں تو اللہ اعلم بما تعملون کہہ کر ہر قسم کی کج بحثی کو ختم کر دینا چاہیے۔ کاش اہل مذہب کی سمجھ میں یہ بات آ جائے تو سب مذہبی جھگڑے ختم ہو جائیں۔

۶۸) الم تعلم ان الله ... الآية

پیغمبر اسلامؐ کو خطاب کر کے دراصل کفار و مشرکین کو دھمکی دی جا رہی ہے کہ جب وہ آسمان و زمین کی ہر بات کو جانتا ہے تو جو کچھ لوگ کر رہے ہیں یا کہہ رہے ہیں یا جو کچھ دلوں میں چھپا رہے ہیں وہ سب کچھ خدا جانتا ہے اور یہ سب کچھ اس کے ہاں ایک کتاب میں درج ہے جس سے نامہ اعمال بھی مراد ہو سکتا ہے اور لوح محفوظ بھی۔ اور عنقریب اسی کے مطابق ان کو سزا دے گا۔ اور یہ بات اس کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے بلکہ بالکل آسان ہے۔

۶۹) ویعبدون من دون الله ... الآية

اوپر ان لوگوں کا تذکرہ تھا جن کا معبود ایک ہے مگر طریقہ عبادت الگ الگ تھا۔ اور اب ان لوگوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جنہوں نے معبود بھی الگ الگ بنائے ہیں۔ جن کی معبودیت پر نہ کوئی عقلی دلیل

ہے اور نہ نقلی۔ یہ لوگ ظالم ہیں۔ جنہوں نے خدا کے شریک ٹھہرا کر خدا پر بھی ظلم کیا ہے اور غیر اللہ کی پرستش کر کے اپنے اوپر بھی ظلم کیا ہے۔ لہٰذا ایسے لوگوں کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا۔

۷۰) واذا تتلیٰ علیھم۔۔۔ الآیۃ

بت پرستوں کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ جب ان کے سامنے وہ آیات الٰہیہ پڑھی جائیں جن میں خدا کی وحدانیت اور پیغمبر اسلام کی نبوت اور رسالت کا تذکرہ ہے تو ان کے چہروں پر ناپسندیدگی اور ناگواری کے آثار آشکار ہو جاتے ہیں۔ اور اگر ان کا بس چلے تو ان آیات کی تلاوت کرنے والوں پر حملہ کر دیں۔ ارشاد ہو رہا ہے کہ اگر وہ ان ہادیوں کی تلاوت برداشت نہیں کرتے تو پھر جہنم کی آگ کس طرح برداشت کریں گے۔ جو یقینا اس سے زیادہ سخت وشدید ہے۔ فما اصبر ھم علی النار

آیات القرآن

يَاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝۷۳ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۷۴ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝۷۵ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۷۶ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۷۷ ۩ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚۖ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۷۸﴾

ترجمۃ الآیات

اے لوگو! ایک مثال دی جاتی ہے اسے غور سے سنو۔ اللہ کو چھوڑ کر تم جن معبودوں کو پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ اگرچہ وہ سب کے سب اس کام کے لئے اکٹھے ہو جائیں۔ اور اگر ایک مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو وہ اسے اس (مکھی) سے نہیں چھڑا سکتے۔ طالب و مطلوب دونوں ہی کمزور و ناتواں ہیں (۷۳) (آہ) ان لوگوں نے اللہ کی اس طرح قدر نہیں کی جس طرح قدر کرنی چاہیے۔ بے شک اللہ بڑا طاقتور ہے (اور) سب پر غالب ہے (۷۴) اللہ پیغام پہنچانے والے فرشتوں میں سے منتخب کر لیتا ہے اور انسان میں سے بھی۔ بیشک اللہ بڑا سننے والا، بڑا دیکھنے والا ہے (۷۵) وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور سب معاملات کی بازگشت اللہ ہی کی طرف ہے (۷۶) اے ایمان والو! رکوع و سجود کرو۔ اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ اور نیک کام کرو۔ تاکہ تم فلاح پاؤ (۷۷) اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے اس نے تمہیں منتخب کیا ہے اور دین کے معاملہ میں اس نے تمہارے لئے کوئی تنگی روا نہیں رکھی۔ اپنے باپ (مورث اعلیٰ) ابراہیمؑ کی ملت کی پیروی کرو۔ اسی (اللہ) نے اس سے پہلے بھی تمہارا نام مسلمان رکھا اور اس (قرآن) میں بھی تاکہ پیغمبر تم پر گواہ ہوں۔ اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔ پس تم نماز قائم کرو۔ اور زکوٰۃ دو اور اللہ سے وابستہ ہو جاؤ۔ وہی تمہارا مولا ہے سو کیسا اچھا مولا ہے اور کیسا اچھا مددگار ہے (۷۸)

تشریح الالفاظ

۱۔ استماع ...... کے معنی ہیں کان لگا کر توجہ سے بات سننا۔

۲۔ طالب (طلب گار) ...... اس سے مراد بتوں کی پوجا پاٹ کرنے والا اور مطلوب سے مراد بت ہیں۔

۳۔ اجتباء...... کے معنی ہیں انتخاب کرنے اور برگزیدہ کرنے کے ہیں۔

۴۔ حرج...... کے معنی ہیں تنگی اور تکلیف۔

۵۔ هو سما کم ......ھوضمیر کا مرجع خدا ہے اور ایک قول کے مطابق اس کا مرجع جناب ابراہیمؑ ہیں کہ انہوں نے تمہارا نام مسلمان رکھا تھا۔ ۶۔ اعتصام...... کے معنی کسی کے دامن کو پکڑنے کے ہیں۔

۷۔ مولٰی...... کے متعدد معنی ہیں جن میں سے ایک معنی سرپرست، آقا اور حاکم کے ہیں۔

۸۔ ملت...... کے معنی دین کے ہیں۔

تفسیر الآیات

(۷۱) یاایها الناس...الآیة

بتوں کی درماندگی اور پجاریوں کی حماقت کی بہترین تمثیل

اس آیت مبارکہ میں خدائے حکیم نے بتوں کی عجز و درماندگی اور ان کے پجاریوں کی حماقت کی جو تمثیل بیان کی ہے اس سے بہتر تمثیل کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ مکھی ایک کمزور اور خسیس ترین مخلوق ہے۔ تو جب یہ بت اتنے عاجز ہیں کہ یہ سارے خود ساختہ خدا مل کر بھی ایک مکھی پیدا نہیں کر سکتے۔ بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے جائے تو سب ملکر اس سے واپس نہیں لا سکتے۔ تو اس کے باوجود ان کو معبود سمجھنے اور انہیں سود و زیاں کا مالک و مختار قرار دینے سے بڑھ کر بھی کوئی حماقت ہو سکتی ہے؟ اگر ان لوگوں میں عقل سلیم ہوتی تو اس کے بعد ان بتوں کی پرستش ترک کر دیتے اور اپنی عبادت کا مرکز پروردگار عالم کو قرار دیتے۔ مگر انہوں نے کھسیانی بلی کی طرح کھمبا نوچنا شروع کر دیا ہے کہ خدا کو مکھی کے علاوہ اور کوئی مثال نہیں ملتی تھی؟ اس کی مثال کیوں دی؟ اور اس کا نام کیوں لیا؟ تو خدا نے اس کا جواب یوں دیا۔ ان الله لا یستحی ان یضرب مثلا ما بعوضة وما فوقها۔ کہ چونکہ مثال کسی مطلب کی وضاحت کی خاطر پیش کی جاتی ہے۔ تو اللہ اس سے شرم نہیں کرتا کہ وہ مچھر یا اس سے بڑی مخلوق یعنی مکھی کی مثال دے۔ لہٰذا مثال میں مناقشہ کرنا اور الفاظ کے پیچوں میں الجھنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ کیونکہ ع

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا !

جب یہ نص قرآنی شاہد ہے کہ مخلوق نے اپنے خالق کی قدر نہیں کی اور قرآن و سنت شاہد ہیں کہ امتوں

نے اپنے انبیاء کی قدر نہیں کی اور عوام نے اوصیاء وآئمہ کی قدر نہیں کی۔ بلکہ بقول شاعر

قیل ان الالہ ذوولد
و قیل ان الرسول قد کھنا
اذاما نجی اللہ والرسول معاً
من لسان الوریٰ فکیف انا

یعنی لوگوں نے کہا کہ خدا کی اولاد ہے اور لوگوں نے کہا کہ رسول جادوگر ہیں
تو جب لوگوں کی زبان سے خدا اور رسول نہ بچ سکے تو پھر میں کون ہوں؟

مروی ہے کہ کوہ طور پر جناب موسیٰؑ نے خدا سے مناجات کرتے وقت بارگاہ خدا میں ایک استدعا کی۔ کہ سب لوگ ان کی نبوت اور کلیمی پر متفق ہو جائیں۔

ارشاد ہوا: اے موسیٰؑ! یہ چیز تو میں نے اپنی ذات کے لئے بھی روا نہیں رکھی، یعنی جب میرے سب بندے میری خدائی پر متفق نہیں ہیں تو پھر تمہاری نبوت وکلیمی پر کس طرح متفق ہو سکتے ہیں۔(انوار نعمانیہ)

لہٰذا اگر کسی شخص کے دل و دماغ پر محبوبِ کل بننے کا بھوت سوار ہے تو اسے اولین فرصت میں اس سے چھٹکارا حاصل کر لینا چاہیے۔ کیونکہ اس آرزو کے پورا ہونے کی کوئی امید نہیں ہے۔

ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے؟

۷۳) اللہ یصطفی من الملائکہ۔۔۔الآیۃ

کوئی مشرک و کافر یہ کہتا تھا کہ مکہ و طائف کے کسی سردار کو منصب نبوت پر کیوں نہ فائز کیا گیا؟ یتیم عبداللہ کو کیوں اس عہدہ کے لئے منتخب کیا گیا۔ اور کوئی فرشتوں کی پرستش کرتا تھا۔ تو ان دونوں قسم کے لوگوں کا جواب دیا جارہا ہے کہ انتخاب خدا کرتا ہے جو لوگوں کے آگے اور پیچھے اور ظاہر و باطن کے حالات سے واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ بار رسالت اٹھانے کی صلاحیت کون رکھتا ہے؟ اس میں بندوں کی پسند یا ناپسند کا کوئی دخل نہیں ہے۔ لہٰذا وہ فرشتوں میں سے جسے چاہتا ہے جیسے جبرائیل، میکائیل و اسرافیل اور عزرائیل کو پیغام رسانی کے لئے اور انسانوں میں سے جسے چاہتا ہے۔ جیسے نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفی علیہم السلام کو منصب رسالت کیلئے منتخب کر لیتا ہے۔ لہٰذا فرشتے ہوں یا انبیاء۔ سب اللہ کے پیغام رساں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لا الہ الا اللہ۔ کیونکہ معبود برحق صرف ایک ہے۔ جس سے ہر چیز کا آغاز ہوا ہے۔ اور اسی کی طرف ہر چیز کی انتہاء ہے۔ والی اللہ ترجع الامور۔(تفسیر کافی)

۷۴) یا ایھا الذین آمنوا۔۔۔ الآیۃ

اہل ایمان پر واضح کیا جا رہا ہے کہ جب تک تم عملی طور پر چار کام انجام نہ دو تب تک صرف قلبی تصدیق چنداں مفید نہیں ہے

۱۔ رکوع و سجود کرو۔ یعنی نماز کی پابندی کرنا۔

۲۔ محرمات الٰہیہ جیسے ریا کاری، خیانت کاری، فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانا اور افتراء پردازی کرنے وغیرہ سے اجتناب کرنا۔

۳۔ ہر خیر و خوبی اور رفاہ عامہ کے کام جیسے مظلوم کی دادرسی کرنا۔ لڑنے والوں کے درمیان صلح کرانا اور لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے کام کرنا۔

۴۔ اور دشمنانِ انسانیت سے مال و جان سے جہاد کرنا (تفسیر کاشف وغیرہ) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا۔ تمام نیکیاں ایک مکان میں بند ہیں اور اس کی کنجی زہد ہے۔ (تفسیر صافی)

۷۵) وجاھدوا فی اللہ۔۔۔ الآیۃ

جہاد کے اقسام

مخفی نہ رہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کی کئی قسمیں ہیں۔ البتہ اس کی بڑی قسمیں دو ہیں۔

۱۔ دشمنان خدا اور رسول سے سیف و سنان سے جہاد کرنا۔

۲۔ اور نفس امارہ سے جہاد کرنا۔

مروی ہے کہ جب حضرت رسول خداؐ غزوہ تبوک سے واپس آئے فرمایا۔ **رجعنا من الجهاد الا صغر الی الجهاد الا کبر**۔ یعنی ہم چھوٹے جہاد سے فارغ ہو کر بڑے جہاد کی طرف لوٹے ہیں۔ یعنی جہاد بالنفس (تفسیر نور الثقلین) اسی لئے کہا گیا ہے کہ ع

بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا

اور یہ جہاد بھی اس طرح کرو جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے۔ یعنی تن، من اور دھن کی بازی لگا دو۔ تا کہ حق کا بول بالا ہو جائے اور کفر و باطل کا پرچم سرنگوں ہو جائے۔

۷۶) ھو اجتبا کم۔۔۔ الآیۃ

مسلمانوں سے خطاب کر کے کہا جا رہا ہے کہ تمام کائنات میں خدا نے اپنے خصوصی فضل و کرم سے

تمہیں سید الانبیاء کی نبوت کی اور شریعت اسلامیہ پر عمل پیرا ہونے اور اس کی نصرت کرنے کے لئے برگزیدہ کیا ہے۔ جس شریعت کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کے احکام ایسے حد اعتدال پر قائم ہیں کہ جن میں نہ افراط ہے اور نہ تفریط اور نہ کوئی تنگی ہے اور نہ مشکل بلکہ فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔ پیغمبرؐ اسلام نے اپنے اعلان نبوت کے ساتھ ہی کہا تھا کہ جئتکم بشریعة سهلة سمحاء۔ میں ایک ایسی شریعت لایا ہوں۔ جو سہل اور نرم ہے اس میں ہرگز کوئی تنگی نہیں ہے کہ جس پر عمل کرنے سے انسان کی مادی یا معنوی دنیاوی یا دینی ترقی کی راہیں بند ہو جائیں۔ اور اسے گونا گوں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ بہرحال دین الله یسر و لا عسر فیه الله کا دین آسان ہے اس میں کوئی تنگی نہیں ہے۔ وذالك فضل الله یو تیه من یشاء

۷۷) ملة ابیکم ابراهیم۔۔۔الآیة

اور یہ تمہارے روحانی باپ اور مورث اعلیٰ جناب ابراہیمؑ خلیل اللہ کا دین ہے جو اپنے اصول اور بہت سارے فروغ کے ساتھ دین اسلام میں داخل ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا هو اجتبا کم الله ملة ابیکم ابراهیم۔ میں ہر دو جگہ خدا نے ہم اہلبیتؑ نبوت سے خطاب فرمایا ہے کہ اللہ نے تمہیں منتخب کیا ہے اور یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین ہے۔ (اصول کافی)

۷۸) هو سما کم۔۔۔الآیة

بناء بر مشہور ھو کی ضمیر کا مرجع خدا ہے کہ اس نے قرآن سے پہلے صحیفوں میں اور اس قرآن میں تمہارا نام مسلمان رکھا۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ نام کے مسلمان تو بہت ہیں مگر کام کے مسلمان کبریت احمر سے بھی کم ہیں۔ بقول شاعر

یوں تو مرزا بھی ہو سید بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ کہ مسلمان بھی ہو ؟

آج نام نہاد مسلمانوں کی مجموعی حالت یہ ہے کہ:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اور یہ قول و فعل کا تضاد و اختلاف مسلمانوں کی ذلت و رسوائی اور نکبت و پسپائی کا باعث ہے اور بعض مفسرین نے اس ضمیر کا مرجع جناب ابراہیمؑ کو قرار دیا ہے۔ کہ انہوں نے بارگاہ خدا میں دعا کرتے ہوئے کہا تھا کہ

ربنا واجعلنا مسلمین لك ومن ذریتنا امةً مسلمة لك ۔ (بقرہ۔۱۲۸)

۷۹) لیکون الرسول شهیداً علیکم ... الآیة

قبل ازیں سورہ بقرہ کی آیت ۱۴۳ میں اس قسم کی ایک آیت گزر چکی ہے۔ وکذالك جعلنا کم امةً وسطا لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیداً ۔اور وہیں اس شہادت کا حقیقی مفہوم اور اس کی کیفیت ونوعیت واضح کی جا چکی ہے۔لہٰذا یہاں اس مضمون کے اعادہ وتکرار کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ تفصیل کے خواہشمند حضرات اس مقام کی طرف رجوع کریں۔

۸۰) فاقیموا الصلوٰة ... الآیة

سورہ کے اختتام پر ایک بار پھر نماز کی پابندی کرنے (جو حق اللہ ہے) اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرنے (جو حق الناس ہے) کا حکم دیا جا رہا ہے جو ایک مومن کی شان ہیں اور ایک مسلمان کی پہچان ہیں۔اور انہی دو ستونوں پر اسلام کی عمارت قائم ہے اور خدا کی رحمت وبخشش کا یہی سرچشمہ اور خزانہ ہیں۔اور اس کے ساتھ خدا سے تمسک کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے کہ اس کے دین کے دامن، اس کی توحید کے دامن اور اس کی رحمت کے دامن کو مضبوطی سے تھام لو۔اس کی اطاعت کرو۔اور اس کی عصیان کاری سے اجتناب کرو۔امید رکھو تو اسی سے اور خوف رکھو تو اسی کا۔اور مشکلات ومصائب کی یلغار کے وقت سہارا بناؤ تو اسی کی ذات ذوالجلال کو کیونکہ وہی تمہارا مولیٰ ہے۔اور وہ بہترین مولا اور بہترین مددگار ہے۔

۸۱) ھو مولا کم ... الآیة

مولا کے لفظ کے عربی زبان میں ۲۴ (چوبیس) کے قریب معنی ہیں اور انہی معنوں میں سے ایک معنی آقا اور غلام کے بھی ہیں۔ہاں یہ اور بات ہے کہ یہ لفظ جب اللہ کے بارے میں یا اس کے رسول کے بارے میں استعمال ہو تو پھر تو بلا تکلف اس سے یہی معنی مراد لئے جاتے ہیں مگر جب یہی لفظ حدیث غدیر میں حضرت علیؑ کے بارے میں استعمال ہو کہ

من کنت مولاہ فعلی مولاہ

تو پھر اس لفظ کے معنی بدل جاتے ہیں۔ ع

یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے ؟

چنانچہ ایسے لوگوں کو ایک شاعر نے بڑا اچھا مشورہ دیا ہے کہ وہ:

چرادر معنی من کن مولا میروی ہر سو
علیؑ مولا بآن معنی کہ پیغمبر بود مولا

نعم المولیٰ و نعم النصیر

سورۃ حج اور سترہویں پارے کا ترجمہ وتفسیر آج مورخہ 18 اگست 2002ء بروز اتوار پونے تین بجے دن بخیروخوبی اختتام پذیر ہوئی۔ والحمدللہ۔

سورۃ المومنون کا مختصر تعارف

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورہ مبارکہ کا آغاز قد افلح المومنون سے ہوا ہے۔ نیز اس میں اہل ایمان کے صفات و کمالات کا جس تفصیل سے تذکرہ کیا گیا اتنا کسی دوسری سورہ میں نہیں کیا گیا۔ اس لئے اس سورہ کا نام ''المومنون'' رکھا گیا ہے۔

عہد نزول:

داخلی اور خارجی قرائن وشواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ پیغمبر اسلام کی مکی زندگی کے وسطانی عہد میں نازل ہوئی اور گویا سورہ حج کے بعد نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ جس مضمون پر سورہ حج کا اختتام ہوا ہے۔ اسی مضمون سے اس سورہ کا آغاز ہوا ہے۔ سورہ حج کا اختتام نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے اور اللہ پر اعتماد و بھروسہ کرنے کے حکم پر ہوا تھا۔ اور اس سورہ کا آغاز انہی کاموں کے احکام سے شروع ہو رہا ہے۔ تو گویا یہ سورہ اس سورہ کا مثنیٰ ہے۔ سورۃ مومنون مکی ہے اور اس کی ١١٨ آیتیں اور چھ (٦) رکوع ہیں۔

اس سورہ کے مطالب و مضامین کی اجمالی فہرست

١۔ اہل ایمان کی ان صفات کا بیان جن پر ان کی فوز و فلاح اور جنت میں داخلہ موقوف ہے۔

٢۔ انسانی خلقت کے مراحل و مراتب کا تذکرہ۔

٣۔ زمین و آسمان، حیوانات و نباتات اور دوسری مختلف اشیاء کی خلقت کا بیان۔

٤۔ انسان کی تخلیق پر خدا کا اپنی تعریف کرنا۔

٥۔ بعض انبیاء علیہم السلام کی سرگذشت کا اجمالی تذکرہ۔

٦۔ انفس و آفاق کی آیات سے توحید و قیامت کی حقانیت پر استدلال۔

٧۔ جناب نوحؑ کے طوفان اور ان کی کشتی نجات کا تفصیلی تذکرہ۔

٨۔ مکذبین کے بعض شکوک و شبہات اور ان کے جوابات۔

٩۔ تمام انبیاء کی ایک ہی دعوت اور ان کے ایک ہی دین کا بیان۔

١٠۔ کفار و مشرکین کے بعض ناجائز مطالبات اور خدا کا جواب کہ حق کبھی انسانی خواہشات کی اتباع نہیں کرتا۔

۱۱۔توحید کے سلسلہ میں برہان تمانع کا تذکرہ۔
۱۲۔برائی کے مقابلہ میں اچھائی کرنے کی پاکیزہ تعلیم اوراحسن طریقہ پر دفاع کرنے کا حکم۔
۱۳۔اتباع رسول کی دعوت حق۔
۱۴۔مخالفین حق کو قیامت کے محاسبہ اوراس کی باز پرس سے ڈرایا گیا ہے۔وغیرہ وغیرہ

اس سورت کی تلاوت کرنے کا ثواب

۱۔حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے جوشخص سورۃ المئومنوں کی تلاوت کرے گا تو اسے قیامت کے دن فرشتے روح الایمان کی خوشخبری دیں گے اور ایسی خوشخبری دیں گے کہ ملک الموت کی آمد پراس کی آنکھیں ٹھنڈک محسوس کریں گی۔(مجمع البیان)

۲۔حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا جوشخص ہر جمعہ کے دن اس سورہ کی تلاوت کرے اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔اور فردوس بریں میں اس کونبیوں اوررسولوں کے پاس جگہ ملے گی۔(مجمع البیان)

۳۔اوراگراس سورہ کولکھ اورسفید پارچہ میں باندھ کرکسی شراب خوار کے بازو پراسے باندھا جائے تواسے شراب سے اس قدرنفرت ہوجائے گی کہ شراب پینا تو بجائے خوداس کا نام بھی نہیں لے گا۔(تفسیر برہان

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خٰشِعُوۡنَ ۙ﴿۲﴾ وَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ ﴿۳﴾ۙ وَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ لِلزَّکٰوۃِ فٰعِلُوۡنَ ۙ﴿۴﴾ وَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ لِفُرُوۡجِہِمۡ حٰفِظُوۡنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰۤی اَزۡوَاجِہِمۡ اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُہُمۡ فَاِنَّہُمۡ غَیۡرُ مَلُوۡمِیۡنَ ۚ﴿۶﴾ فَمَنِ ابۡتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡعٰدُوۡنَ ۚ﴿۷﴾ وَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ لِاَمٰنٰتِہِمۡ وَ عَہۡدِہِمۡ رٰعُوۡنَ ۙ﴿۸﴾ وَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَلٰی صَلَوٰتِہِمۡ یُحَافِظُوۡنَ ۘ﴿۹﴾ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡوٰرِثُوۡنَ ﴿۱۰﴾ۙ الَّذِیۡنَ یَرِثُوۡنَ الۡفِرۡدَوۡسَ ؕ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۱۱﴾

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۃ الآیات

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ یقیناوہ اہل ایمان فلاح پا گئے (۱) جو اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع کرتے ہیں (۲) اور جو بیہودہ باتوں سے منہ موڑتے ہیں (۳) اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں (۴) اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں (۵) سوائے اپنی بیویوں کے اوران کنیزوں کے جو ان کی ملکیت ہیں کہ اس صورت میں وہ قابل ملامت نہیں ہیں (۶) اور جو اس (دوطرح) کے علاوہ کوئی خواہش رکھے تو ایسے لوگ (حد سے) تجاوز کرنے والے ہیں (۷) اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا لحاظ رکھتے ہیں (۸) اور جو اپنی نمازوں کی پوری حفاظت کرتے ہیں (۹) یہی لوگ وارث ہیں (۱۰) جو

فردوس (بریں) کے وارث ہوں گے (اور) وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے (۱۱) یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا (۱۲) پھر ہم نے اسے نطفہ کی صورت میں ایک محفوظ مقام (رحم) میں رکھا (۱۳) پھر ہم نے نطفہ کو منجمد خون بنایا اور پھر ہم نے اس منجمد خون کو گوشت کا لوتھڑا بنایا پھر اس لوتھڑے سے ہڈیاں پیدا کیں پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر ہم نے (اس میں روح ڈال کر) ایک دوسری مخلوق بنا دیا۔ پس بڑا بابرکت ہے وہ اللہ جو بہترین خالق ہے (۱۴) پھر تم اس کے بعد ضرور مرنے والے ہو (۱۵) پھر اس کے بعد تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے (۱۷) اور ہم نے ایک خاص اندازہ کے ساتھ آسمان سے پانی برسایا اور اسے زمین میں ٹھہرایا اور یقیناً ہم اسے لیجانے پر بھی قادر ہیں (۱۸) پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات اگائے ان باغوں میں تمہارے لئے بہت سے پھل ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو (۱۹) اور (ہم نے) ایک درخت ایسا بھی (پیدا کیا) جو طور سینا سے نکلتا ہے (زیتوں کا درخت) جو کھانے والوں کے لئے تیل اور سالن لے کر اُگتا ہے (۲۰) اور تمہارے لئے چوپایوں میں بڑا سامان عبرت ہے ہم تمہیں ان سے (دودھ) پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں ہے اور تمہارے لئے ان میں اور بہت سے فائدے ہیں اور انہی (کے گوشت) سے تم کھاتے بھی ہو (۲۱) اور ان پر اور کشتیوں پر تمہیں سوار کیا جاتا ہے (۲۲)

تشریح الآلفاظ

۱۔ خشوع ...... کے معنی ہیں عجز و نیاز۔

۲۔ لغو ...... کے معنی ہیں بے فائدہ کام وکلام۔

۳۔ ملك اليمين ...... سے مراد ہیں کنیزیں۔

۴۔ عادی ...... کے معنی ہیں حد سے تجاوز کرنے والا۔

۵۔ راعون ...... کے معنی ہیں رعایت کرنے والے اور لحاظ رکھنے والے۔

۶۔ قرار مکین ...... کے معنی ہیں جماؤ اور ٹھہراؤ والی جگہ یعنی محفوظ مقام (رحم مادر)

۷۔ نطفہ اور علقہ ...... کے معنی قبل ازیں سورہ حج میں گزر چکے ہیں۔

۸۔ سلالہ...... کے معنی ہیں جو ہر خلاصہ اور نچوڑ۔

۹۔ صبغ ...... کے معنی سالن کے ہیں جیسے سرکہ وغیرہ۔

۱۰۔ انعام...... کے معنی ہیں چو پائے، مویشی۔

۱۱۔ حمل...... کے معنی ہیں سوار ہونا۔

تفسیر الآیات

۱) قد افلح المومنون ... الآیۃ

دنیا و آخرت میں فوز و فلاح حاصل کرنے کے لئے ایمان کے ساتھ مندرجہ ذیل صفات کا پایا جانا ضروری ہے۔ اس میں تو کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ جو شخص کلمہ اسلام پڑھ لے وہ دار دنیا میں اسلامی جماعت کا رکن بن جاتا ہے اور ہر قسم کے نفع ونقصان میں دوسرے مسلمانوں کے برابر کا شریک بن جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ آخرت میں جنت الفردوس میں داخل بھی ہونا چاہتا ہے تو قلبی ایمان کے ساتھ کم از کم مندرجہ ذیل صفات جلیلہ کو بھی اپنے اندر پیدا کرنا ہوگا۔ گویا ایمان کے مرقع میں یہی نمایاں خد و خال ہیں جن سے ایک عام زندگی سے مومنانہ زندگی تشکیل پاتی ہے۔

۱۔ نماز کی ادائیگی پر مداومت کرنا اور اسے خشوع وخضوع کے ساتھ یعنی اسے انتہائی عجز و نیاز کے ساتھ ہر طرف سے اپنی توجہ ہٹا کر خدا کی ذات کو اپنی توجہ کا مرکز بنانا اور اس کی سرکار میں اس طرح کھڑا ہونا کہ جس طرح ایک غلام اپنے عالی جاہ آقا کی بارگاہ میں مؤدب کھڑا ہوتا ہے۔

۲۔ بے فائدہ باتوں اور کاموں سے روگردانی کرنا یعنی ایسے فضول کاموں میں عملی حصہ لینا تو بجائے خود اہل ایمان ادھر کا رخ بھی نہیں کرتے۔ ع

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

لہٰذا وہ صرف ان باتوں اور کاموں میں مشغول رہتے ہیں جو دنیا و آخرت میں نفع رساں ہوں۔

۳۔ باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرنا۔

قبل ازیں متعدد مقامات پر نماز و زکوٰۃ کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ جس سے ان کی اہمیت وافادیت اجاگر ہوتی ہے۔

۴۔ اپنی شرمگاہوں اور قابل ستر مقاموں کی حفاظت کرنا۔

۵۔ امانت ادا کرنا۔

۶۔ عہدو پیمان کا پاس کرنا۔

بے شک اسلام جنسی خواہش کی تکمیل کو بالکل ممنوع قرار نہیں دیتا۔ اور رہبانیت کی طرح شادی بیاہ سے بالکل کنارہ کشی کرنے کا حکم نہیں دیتا۔ بلکہ وہ فطرت و شریعت کے تقاضوں کے مطابق اس کی تکمیل کی اجازت دیتا ہے۔ ہاں البتہ وہ اس سلسلہ میں عفت و پاکدامنی کی نگہداشت کرتے ہوئے اس قوت کو بے لگام ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ الغرض وہ اس سلسلہ میں دو طریقوں کو جائز قرار دیتا ہے

(۱) عقد وازدواج کے ذریعے سے آزاد عورت۔

(۲) ملک یمین یعنی مملوکہ کنیز۔ ان کے علاوہ مومن کسی عورت کے سامنے اپنا ستر نہیں کھولتے۔

۲) ومن ابتغی وراء ذالك ... الآیة

اور جو شخص ان (دو طریقوں) کے علاوہ کچھ اور چاہے اور کوئی صورت نکالے۔ جیسے زنا کاری، خلاف وضع فطری فعل یا استمنا بالید وغیرہ تو وہ حد سے تجاوز کرنے والا متصور ہوگا۔

عقد متعہ کے جواز پر ایراد اور اس کا جواب

اس مقام پر مولانا مودودی اور مولانا ازہری صاحب نے اپنی تفسیروں میں بلا وجہ مسئلہ متعہ کو اچھالنے کی کوشش کرکے اور اس کی وجہ سے اہل تشیع کو ہدف تنقید بنا کر اپنی اسلامی معلومات کے متعلق اچھا مظاہرہ نہیں کیا۔ کیونکہ **متمتنعہ** عورت عقد وازدواج کے ذریعہ سے منکوحہ عورتوں میں داخل ہے اسے اس سے خارج کرکے **ومن ابتغی ورآء ذالك** میں داخل کرنا۔ اسلامی معلومات سے اپنی تہی دامنی کا ثبوت دینے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ منکوحہ عورتوں میں داخل ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ متعہ عقد منقطع ہے جس کی مدت مقرر ہوتی ہے۔ جس کے ختم ہو جانے یا بخش دینے سے یہ عقد ختم ہو جاتا ہے اور عقد نکاح دائمی ہے۔ جو طلاق کے بغیر ختم نہیں ہو سکتا۔ اور اس عقد کے نتیجہ میں جو اولاد متولد ہوتی ہے اسے وہ سب حقوق از قسم وراثت وغیرہ حاصل ہوتے ہیں جو اسے عقد دائمی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی اولاد کو حاصل ہوتی ہیں عقد دائمی میں بھی عدت ہوتی ہے اور عقد متعہ میں بھی۔

مودودی صاحب کا یہ کہنا ہے کہ ''نہ اس کے لئے عدت ہے'' یہ ان کے فقہ جعفریہ سے نابلند ہونے کی دلیل ہے۔ ورنہ یہاں بالاتفاق عدت لازم ہے ہاں البتہ یہاں وراثت نہیں ہے۔ جو کہ ملک یمین میں بھی نہیں

ہوتی۔ حالانکہ مملوکہ کنیز حلال ہوتی ہے اور وراثت عقد نکاح کا وہ لازمی جز نہیں ہے جو کبھی بھی اس سے علیحدہ نہ ہو سکے۔ اگر مرد و عورت میں سے کوئی دوسرے کا قاتل ہو تو قاتل کو مقتول کی وراثت نہیں ملتی۔ اور اگر منکوحہ کتابیہ عورت ہو تو وہ مسلمان خاوند کی وراثت حاصل نہیں کر سکتی وغیرہ وغیرہ۔

باقی رہا ان دونوں بزرگوں کا متعہ کو مردار جانور، خون اور خنزیر کے گوشت کی طرح قرار دینا تو یہ ان کی اپنے مذہب سے ناواقفی کی دلیل ہے۔ ورنہ کون باخبر مسلمان نہیں جانتا کہ پانچویں پارے کے آغاز اور سورہ نساء کی آیت ۲۴ میں متعہ کا شرعی جواز مذکور ہے ارشاد قدرت ہے **فما استمتعتم به منهن فاتو هن اجورهن فريضةً**۔ کہ جن عورتوں سے تم نے عقد متعہ کیا ہے تو ان کا مقررہ حق مہر انہیں دے دو۔ اوائل اسلام میں متعہ کے جواز پر سب اہل اسلام کا اتفاق ہے۔ چنانچہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام فخر الدین رازی نے متعہ کے جواز پر اہل اسلام کے اجماع کا دعویٰ کیا ہے فرماتے ہیں **ان الامة مجتمعة على ان نكاح المتعة كان جائزاً فى اوائل الاسلام ولا خلاف فى الامة فيه**۔ یعنی تمام علماء اسلام کا اس آیت پر اتفاق ہے کہ متعہ اوائل اسلام میں جائز تھا اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے (تفسیر کبیر) اختلاف صرف اسی بات میں ہے کہ بعد ازاں یہ عقد حرام ہوا ہے یا نہ؟

چنانچہ اہل تشیع کا موقف یہ ہے کہ یہ عقد حلال تھا، حلال ہے اور حلال رہے گا۔ کیونکہ **حلال محمد حلال الى يوم القيامة و حرامه حرام الى يوم القيامة**۔ (اصول کافی) جس کی بخاری و مسلم وغیرہ کی روایات اور صحابہ و صحابیات کے اقوال و افعال سے تائید مزید ہوتی ہے۔ جن میں مذکور ہے کہ متعہ والی آیت قرآن میں نازل ہوئی ہے اور ہم نے عہد رسالتؐ اور عہد ابی بکر میں متعہ کیا۔ پھر اس کی ممانعت پر کوئی آیت نازل نہیں ہوئی یہاں تک کہ ایک شخص نے اپنی مرضی سے اسے ممنوع قرار دیا ہے۔

مگر برادران اسلامی اسے کئی بار حلال اور کئی بار حرام قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ غزوہ خیبر سے پہلے حلال تھا پھر غزوہ خیبر میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بعد فتح مکہ کے دن حلال قرار کر دیا گیا پھر تین دن کے بعد ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا گیا۔ (معارف القرآن بحوالہ روح المعانی)

بہر حال ان حضرات کے بقول جنگ خیبر میں حرام ہو یا فتح مکہ کے بعد۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس سے پہلے یہ عقد حلال تھا اور چونکہ یہ سورہ المومنون بالاتفاق مکی ہے۔ اور جنگ خیبر ہو یا فتح مکہ یہ ہجرت نبوی کے بعد کے واقعات ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا کی مکی زندگی میں بہر حال عقد متعہ جائز تھا۔ تو اگر بقول مودودی صاحب وازہری صاحب یہ مردار جانور، خون اور خنزیر کے گوشت کی مانند ہے تو پھر

۱۳ سال تک اس مردار کا کھانا حلال تھا اور پھر حرام کیوں ہوا؟ مالکم کیف تحکمون؟

جوازِ متعہ کے بارے میں حضرت علیؑ اور ابن عباسؓ کا قول

یہاں حضرت علیؑ اور ابن عباس کا یہ قول بھی پیش نظر رکھنے کے قابل ہے کہ **ما کانت المتعۃ الا رحمۃً رحم اللہ بھا امۃ محمد ولو لا نھی عنہ عمر لمازنی الا شقی** ۔ کہ متعہ ایک رحمت خداوندی تھا جسے خدا نے امت محمدیہ پر رحم کرتے ہوئے جائز قرار دیا تھا اور اگر عمر اس کی ممانعت نہ کرتے تو کسی شقی ازلی کے سوا کوئی شخص زنا نہ کرتا۔ (تفسیر درمنثور سیوطی) اور حقیقت یہ ہے کہ پیغمبرؐ اسلام کے حین حیات میں متعہ کبھی حرام نہیں ہوا۔ اور نہ اس کی کوئی ناسخ آیت موجود ہے۔

متعہ کو جناب عمر نے حرام قرار دیا ہے

بلکہ اسے جناب عمر نے کسی وجہ سے حرام قرار دیا ہے جیسے علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء، ص ۱۳۶ تا ۱۳۷ طبع مصر پر اولیات عمر بن الخطاب میں صاف لکھا ہے کہ **اول من حرم المتعۃ** یعنی جناب عمر پہلے شخص ہیں جنہوں نے متعہ کو حرام قرار دیا ہے۔ اور اس کا اقرار خود جناب عمر کو بھی تھا۔ چنانچہ انہوں نے بر سر منبر کہا تھا کہ **متعتان کانتا علی عھد رسول اللہ وانا احرمھما و اعاقب علی من عاد۔۔ متعۃ النساء و متعۃ الحج**۔ دو متعے رسول خداؐ کے عہد میں جائز تھے۔ جنہیں میں حرام قرار دے رہا ہوں اور جو ان کا اعادہ کرے گا تو میں اسے سخت سزا دوں گا''۔ (شرح تجرید، قوشجی، تفسیر کبیر، تفسیر درمنثور)

متعہ سے نفرت کی وجہ کیا ہے؟

باقی رہا ان دونوں حضرات کا یہ کہنا کہ ''کوئی شریف آدمی گوارا نہیں کرسکتا کہ کوئی شخص اس کی بیٹی یا بہن کے لئے نکاح کی بجائے متعہ کا پیغام دے''۔ (تفہیم القرآن، ضیاء القرآن) کبھی سوچا ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ اس کی دو (۲) وجہیں ہیں۔ ایک اس کا رائج نہ ہونا۔ دوسرا چودہ سو سال سے اس کے خلاف زہریلے پروپیگنڈہ کا ہونا۔ ورنہ نکاح میں بھی کسی شریف کی بیٹی یا بہن کے ساتھ وہی کچھ ہوتا ہے جو متعہ میں ہوتا ہے۔ وہاں رضا و رغبت اور یہاں ناخوشی اور نفرت برائے چہ؟ ورنہ ظاہر ہے کہ جب پیغمبرؐ اسلام اور عہد ابی بکر میں متعہ رائج تھا۔ جیسا کہ صحاح ستہ کی روایات سے واضح ہے تو وہ بھی شریفوں کی بہنوں اور بیٹیوں سے ہوتا ہوگا؟

ہے ادب شرط منہ نہ کھلواؤ

کیونکہ

اس میں کچھ پردہ نشینوں کے نام بھی آتے ہیں
کردم اشارتے وکرنمی کنم

۳) الذین یرثون الفردوس... الآیۃ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ خداوند عالم نے ہر شخص کے لئے دو مکان بنائے ہیں۔ ایک جنت میں اور دوسرا جہنم میں۔ پس جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو ایک منادی ندا کرے گا کہ اے جنتیو! ذرا نیچے جھانک کر دیکھو۔ چنانچہ جب وہ دوزخیوں پر نگاہ ڈالیں گے تو ان دوزخیوں والے مکان بلند کر کے انہیں دکھائے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ اگر تم خدا کی نافرمانی کرتے تو یہ مکان تمہارے ہوتے۔ امام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی خوشی سے مر سکتا۔ تو اس وقت بہشتی لوگ خوشی سے مر جاتے۔ پھر منادی ندا کرے گا اے دوزخیو! ذرا اپنے سر بلند کرو۔ چنانچہ جب وہ سر بلند کریں گے تو انہیں ان کے جنت والے مکان دکھائے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ اگر تم اللہ کی فرماں برداری کرتے تو یہ تمہارے مکان ہوتے۔ امام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی غم سے مر سکتا تو دوزخی شدت غم سے مر جاتے۔ تو اس طرح گویا جنتی دوزخیوں کے مکانوں اور دوزخی جنتیوں کے مکانوں کے وارث بنائے جائیں گے۔ یہ ہے اللہ کے اس ارشاد کا مفہوم **اولئك هم الوارثون الذين يرثون الفردوس هم فيها خالدون**۔ (تفسیر قمی)

۴) ولقد خلقنا الانسان... الآیۃ

انسانی تخلیق کے مراحل ومنازل کا تذکرہ

یہاں انسانی تخلیق کے بارے میں جو مراحل اور مراتب بیان کئے گئے ہیں۔ یہ تفصیل کے ساتھ سورہ حج کی آیت (۵) **يا ايها الناس ان كنتم في ريب من البعث انا خلقنا كم من تراب ثم من نطفة الآية**۔ کی تفسیر میں بیان کئے جا چکے ہیں۔ یہاں اعادہ وتکرار کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔ وہاں یہ بھی واضح کیا جا چکا ہے کہ جس پہلے انسان کے مٹی کے جوہر اور خلاصہ سے کی خلقت کا تذکرہ کیا گیا ہے اس سے ابوالبشر آدمؑ مراد ہیں اور پھر نطفہ وعلقہ اور مضغۃ کے جن مراحل ومنازل سے گزرنے کا ذکر کیا گیا ہے اس سے اولاد آدمؑ کی خلقت مراد ہے۔

۵) فتبارك الله احسن الخالقين... الآیۃ

اہل زیغ وضلال کے ایک غلط استدلال کا ابطال

اس قسم کی آیات جن میں احسن الخالقین یا خیر الرازقین کے الفاظ پائے جاتے ہیں اس کے ساتھ تفویض کا باطل عقیدہ رکھنے والے لوگ اپنے بدعقیدہ کی صحت پر استدلال کیا کرتے ہیں۔ کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اور بھی خالق ورازق ہیں۔ ہاں البتہ اللہ ان سے بہتر خالق ورازق ہے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ دین کے مبتدی طالب علم بھی جانتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی خالق و رازق نہیں ہے۔ کیونکہ خالق ورازق کے حقیقی معنی عدم سے نکال کر وجود میں لانا ہیں۔ اوراس پر خدا کے سوا اور کوئی قادر نہیں ہے۔ اسی لئے ارشاد قدرت ہے **هل من خالق غير الله يرزقكم من السماء والارض**۔ کیا اللہ کے سوا بھی کوئی خالق ہے جو تمہیں آسمان وزمین سے روزی دے؟ یعنی کوئی نہیں ہے۔ قل اللہ خالق کل شئ کہہ دیجئے کہ ہر چیز کا خالق صرف خدا ہے۔ اس آیت کے ذیل میں علامہ مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ **يدل على عدم جواز نسبة الخلق الى الانبياء و الآيمة عليهم السلام**۔ یہ آیت انبیاء کی طرف پیدا کرنے کی نسبت دینے کے عدم جواز پر دلالت کرتی ہے۔ (سابع بحار الانوار ص ۳۷ طبع قدیم ایران) بناء بریں یہاں الخالقین اور الرازقین کے مجازی معنی مراد لینے پڑیں گے کہ **الله احسن المقدرين و احسن الصانعين** ہے۔ وہ سب اندازہ کرنے والوں یا کاریگری کرنے والوں سے بہتر مقدر یا صانع ہے۔ (متشابہ القرآن، کلیات ابوالبقاء)

یا پھر اس کی یہ تاویل کی جائے گی کہ جن خود ساختہ معبودوں کو کفار ومشرکین خالق ورازق تسلیم کرتے ہیں ان کے بالمقابل کہا جارہا ہے کہ اللہ ان سب سے بہتر خالق ورازق ہے پھر افضل واعلیٰ کو چھوڑ کر مفضول کے دامن سے وابستہ ہونا کہاں کی عقلمندی ہے؟ بہر حال خلاق عالم کا تمام کائنات پیدا کرنے کے باوجود انسان کی خلقت کے سوا کسی مقام پر بھی اپنی تعریف نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ تمام کائنات کی تخلیق کا شاہکار حضرت انسان ہے جو اشرف المخلوقات ہے۔

۶) ولقد خلقنا فوقکم... الآیة

ان سات آسمانی راستوں سے وہی سات آسمان مراد ہیں جن کا تذکرہ سورہ بقرہ کی آیت ۲۹ کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔ **ثم استوى الى السماء فسوهن سبع سموات وهو بكل شئ عليم**۔ لہٰذا اس بات کی تفصیل معلوم کرنے کے لئے مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کی طرف رجوع کیا جائے۔

۷) وانزلنا من السماء ۔۔الآیة

اس قسم کی کئی آیات قبل ازیں مع تفسیر گزر چکی ہیں ۔ بالخصوص سورہ نحل کی آیت ۱۰ اور اس کے بعد والی آیات میں انہی الفاظ کے ساتھ انعامات الٰہیہ کا تذکرہ کیا گیا ہے ۔ وھو الذی انزل من السماء ماء لکم منه شراب و منه شجر فيه تسيمون (۱۰) ينبت لكم به الزرع والزيتون والنخيل والاعناب و من كل الثمرات، ان فی ذلك لأية لقوم يتفكرون (۱۱) اور وہیں ان صفات الٰہیہ کی تفصیل گزر چکی ہے ۔ یہاں جس شجرہ کا خصوصی تذکرہ کیا گیا ہے ۔ جو اس کوہ سینا سے اگتا ہے جہاں جناب موسیٰ نے خدا سے کلام کیا تھا ۔ اس سے مراد زیتون کا درخت ہے ۔ جس کا تیل عام استعمال میں آتا ہے ۔ اور سالن کا کام بھی دیتا ہے ۔ خداوند عالم نے زیادہ تر انہی تین درختوں کا ذکر کیا ہے ۔ کھجور، انگور، اور زیتون ۔ کیونکہ عرب میں زیادہ تر یہی درخت ہوتے تھے ۔ اور انہی کو زیادہ مفید اور اچھا درخت سمجھا جاتا تھا ۔

۸) وان لکم فی الانعام ۔۔۔ الآیة

ان چوپایوں سے اونٹ، گائے اور بھیڑ بکریاں مراد ہیں ۔ ان میں بنی نوع انسان کے لئے کیا کیا فوائد ہیں اور ان مویشیوں میں کیا کیا سامان عبرت ہے ۔ اس کی تفصیل سورہ نحل کی آیت ۵ اور اس کے بعد والی آیات کی تفسیر میں گزر چکی ہے ۔ ارشاد ہوتا ہے کہ والانعام خلقها لكم فيها دف و منافع و منها تا كلون (۵) آیت ۸ اور دودھ کا تذکرہ جو خون و گوبر کے درمیان سے نکلتا ہے اور پینے والوں کے لئے نہایت خوشگوار ہوتا ہے اس کا تذکرہ اس سورہ نحل کی آیت ٦٦ میں کیا جاچکا ہے ۔ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَاۗىِٕغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ (٦٦) ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے ۔

آیات القرآن

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰۗىِٕكَةً ښ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَاۗىِٕنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٤﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ

بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ۝۲۵ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ۝۲۶ فَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ۝۲۷ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝۲۸ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ۝۲۹ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ۝۳۰ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ۝۳۱ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۝۳۲

ترجمۃ الآیات

اور بے شک ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف ہدایت کے لئے بھیجا۔تو آپ نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔اس کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے۔کیا تم (اس کی حکم عدولی سے)نہیں ڈرتے؟ (۲۳) تو ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ یہ (نوحؑ) نہیں ہے مگر تم ہی جیسا ایک بشر (آدمی) ہے جو تم پر بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے اور اگر خدا (یہی) چاہتا تو وہ فرشتوں کو بھیجتا۔ہم نے تو یہ بات اپنے پہلے باپ دادوں سے نہیں سنی (۲۴) بس یہ ایک آدمی ہے۔جسے کچھ جنون ہو گیا ہے۔پس تم اس کے بارے میں کچھ مدت تک انتظار کرو (۲۵) آپ نے کہا اے میرے پروردگار! تو میری مدد کر کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے (۲۶) سو ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ تم ہماری نگرانی اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بناؤ۔پس جب ہمارا عذاب آجائے۔اور تنور سے پانی ابلنے لگے تو ہر قسم کے نر اور مادہ (جانوروں

) میں سے جوڑا جوڑا (اس میں) داخل کرلو۔ اور اپنے گھر والوں کو بھی سوا ان کے جن کے خلاف پہلے سے فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہ کرنا کیونکہ یہ اب یقینا غرق ہونے والے ہیں (۲۷) اور جب تم اور تمہارے ساتھی کشتی پر سوار ہو جائیں تو کہنا۔ الحمدللہ۔ سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے۔ جس نے ہمیں ظالم قوم سے نجات دی (۲۸) اور کہنا اے میرے پروردگار! مجھے بابرکت اتار تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے (۲۹) بے شک اس (واقعہ) میں بڑی نشانیاں ہیں اور ہم (لوگوں) کی آزمائش کیا کرتے ہیں (۳۰)۔ پھر ہم نے ان کے بعد ایک اور نسل پیدا کی (۳۱) پھر ہم نے انہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا (جس نے ان سے کہا) اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ کیا تم (اس کی حکم عدولی) سے ڈرتے نہیں ہو۔ (۳۲)

تشریح الالفاظ

۱۔ یتفضل علینا...... کے معنی ہیں ہم پر بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے۔
۲۔ ملاء...... کے معنی ہیں سرداران قوم۔
۳۔ جنۃ...... کے معنی ہیں جنون۔
۴۔ تربص...... کے معنی ہیں انتظار کرنا۔
۵۔ امرنا...... کے معنی حکم کے بھی ہیں اور عذاب کے بھی۔
۶۔ فار یفور...... کے معنی ابلنے کے ہیں۔
۷۔ ابتلاء...... کے معنی امتحان اور آزمائش کے ہیں۔
۹۔ قرنا............ کے معنی ہیں قوم اور نسل

تفسیر الآیات

۹) **ولقد ارسلنا نوحاً ... الآیۃ**

جناب نوحؑ کے بارے میں جو کچھ اجتماعی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ وہ قبل ازیں متعدد مقامات پر متفرق

طور پر بیان کیا جا چکا ہے۔ جیسے سورہ اعراف آیت ۵۹ سے لے کر ۶۴ تک، سورہ یونس آیت ۷۱ سے ۷۳ تک، سورہ ہود آیت ۲۵ سے ۴۹ تک اور سورہ انبیاء ۷۶ سے ۷۷ تک۔ لہٰذا کسی قابل وضاحت بات کے لئے ان مقامات کی طرف بالخصوص سورہ ہود کے مذکورہ بالا مقام کی طرف رجوع فرمائیں۔

۱۰) قال الملؤا الذین کفروا... الآیۃ

ہمیشہ کافر لوگ نبیوں کو اپنے جیسا بشر کہہ کر ان کی نبوت کا انکار کرتے رہے ہیں اور انبیاء نے اپنی بشریت کا کبھی انکار نہیں کیا۔ ہاں صرف اپنے خصائص نبوت کے اظہار کرنے پر اکتفا کی ہے اپنی طرف سے کوئی تبصرہ کرنے کی بجائے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہاں بے کم و کاست وہ تبصرہ نقل کر دیا جائے۔ جو علامہ سید علی نقی النقوی نے کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

بشریت انبیاء و آئمہ پر علامہ سید علی نقی کا تبصرہ

''کافروں کے حلق سے یہ کسی طرح نہیں اترتا تھا کہ جو ہماری ہی طرح انسان ہیں وہ اللہ کے رسول ہو جائیں۔ وہ کہتے تھے کہ اللہ کو رسول بنانا ہوتا تو کسی فرشتہ کو اتارتا مگر اس کے جواب میں قرآن شروع سے آخر تک دیکھا جائے تو کسی نبی و رسول نے یہ نہیں کہا کہ ہمیں انسان نہ سمجھو ہم حقیقت میں فرشتے ہی ہیں۔ یا اس سے بڑھ کر کوئی الگ قسم کی مخلوق ہیں۔ یہ صرف ہمارا ظاہری لباس ہے جو تم سے ملتا جلتا ہے اس صورت میں کافروں کی زبان بند ہو جاتی۔ مگر یہ جواب مقصد خالق کے خلاف اور حقیقت کے لحاظ سے غلط تھا اس لئے یہ کبھی نہیں کہا گیا۔ اس سے ان مسلمین و مومنین کی آنکھیں کھلنا چاہئیں جو یہ ثابت کرنے پر تلے ہیں کہ انبیاء اور آئمہ نوع انسان میں داخل نہیں بلکہ ایک الگ قسم کی مخلوق ہوتے ہیں۔ جو انسان سے ذاتاً الگ ہے۔ یہ تصور قرآن کے بالکل خلاف ہے''۔ (فصل الخطاب۔ ج۵، ص۲۵۵)

۱۱) ان ھو الا رجل... الآیۃ

انبیاء کو کفار کے مجنون کہنے کی وجہ

اگر کفار قریش پیغمبرِ اسلام کو مجنون کہتے تھے تو یہ کوئی نئی بات نہ تھی بلکہ ہمیشہ سے رسولوں کی تکذیب کرنے والے انسانیت کے ماتھے کے جھومر افراد کو ہمیشہ مجنون کہتے رہے ہیں۔ محض اس لئے کہ جب وہ فریضۂ تبلیغ انجام دیتے تھے تو یہ نہیں دیکھتے تھے کہ ان کے سامعین و مخاطبین کیا سننا چاہتے ہیں؟ بلکہ وہ ہمیشہ یہ دیکھ کر خطاب کرتے تھے کہ ان کا بھیجنے والا خدا انہیں کیا سنانا چاہتا ہے بہرحال چونکہ وہ مصلحت بین اور ہوا کا رخ دیکھ کر چلنے

والے نہیں ہوتے تھے اس لئے وہ دنیاداروں اور ریاست مداروں کی نظر کج بین میں مجنون ہوتے تھے کہتے تھے کہ کچھ دیر تک انتظار کرو۔ ہوسکتا ہے کہ اپنے دعویٰ سے دست بردار ہوجائے یا پھر لقمہ اجل بن جائے۔

(۱۲) قال رب انصرنی... الآیة

جب جناب نوحؑ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا تو بددعا کی رب انصرنی۔۔۔۔

(۱۳) فاوحینا الیه... الآیة

ارشاد ہوتا ہے کہ ہماری وحی اور ہماری نگرانی میں ایک کشتی بناؤ۔ اور اس میں ہر قسم کے جانوروں کے جوڑا جوڑا یعنی اس کا نر و مادہ سوار کرو۔ اور اپنے اہل کو بھی سوائے ان کے جن کے خلاف پہلے سے فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ آپ کی بیوی اور ایک بیٹا ہے۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ لہٰذا جو اس کشتی نجات پر سوار ہوگئے وہ بچ گئے اور باقی سب غرق ہوگئے۔

(۱۴) فقل الحمد لله... الآیة

جناب نوحؑ کو یہ تلقین حمد اس بات کی بین دلیل ہے کہ ان کی قوم کج رفتاری اور ناہنجاری میں کس حد تک پہنچی ہوئی تھی کہ اس کی بربادی پر آپ کو حمد و ثنا ادا کرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔

(۱۵) وقل رب انزلنی... الآیة

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت امیر علیہ السلام سے فرمایا: یا علیؑ جب کسی جگہ پر اترو تو یہ آیت پڑھو۔ رب انزلنی۔۔۔ جب ایسا کروگے تو اس جگہ کی خیر و خوبی سے متمتع ہو گے۔ اور اس کے ضرر و زیاں سے محفوظ رہو گے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ)

(۱۶) ثم انشانا من بعدھم... الآیة

اس نئی نسل و قوم سے کونسی نسل و قوم مراد ہے؟ عاد یا ثمود؟ زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس سے قوم عاد مراد ہے۔ ارشاد قدرت ہے واذ کرا اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح (اعراف۔۶۹) قوم عاد سے خطاب کرکے کہا جارہا ہے کہ یاد کرو جب ہم نے قوم نوحؑ کی ہلاکت کے بعد تمہیں ان کا جانشین بنایا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم نوح کے بعد یہی قوم پیدا کی گئی تھی۔

(۱۷) فارسلنا فیھم رسولاً... الآیة

اس سے جناب ہودؑ مراد ہیں۔ انہوں نے بھی دوسرے انبیاء کی طرح اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اور

شرک کرنے کی مناہی کی ۔ اور پھر توحید اختیار کرنے پر حمد وثناء کی بشارت بھی دی اور شرک کرنے پر عذاب و عقاب الٰہی سے ڈرایا بھی۔ ولکن لا تغنی الآیات والنذر عن قوم لا یومنون

آیات القرآن

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ ۙ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَ كُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِۨافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۭ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۥ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى

الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ۝۴۹ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ۝۵۰

ترجمۃ الآیات

اوراس کی قوم کے وہ سردار جو کافر تھے اور آخرت کی حاضری کو جھٹلاتے تھے اور جنہیں ہم نے دنیوی زندگی میں آسودگی دے رکھی تھی۔ وہ کہنے لگے کہ یہ نہیں ہے مگر تمہارے ہی جیسا ایک بشر (آدمی) ہے یہ وہی (خوراک) کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہی (مشروب) پیتا ہے۔ جو تم پیتے ہو (۳۳) اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک بشر کی اطاعت کر لی تو تم گھاٹے میں رہو گے (۳۴) کیا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے کہ جب تم مرجاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجاؤ گے تو پھر تم (قبروں) سے نکالے جاؤ گے (۳۵) (حاشاوکلا) بہت بعید ہے بہت بعید وہ بات جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے (۳۶) کوئی اور زندگی نہیں سوائے اس دنیوی زندگی کے جس میں ہمیں مرنا بھی ہے اور جینا بھی۔ اور ہمیں (دوبارہ) نہیں اٹھایا جائے گا (۳۷) وہ نہیں ہے مگر ایک ایسا شخص جس نے خدا پر جھوٹا بہتان باندھا ہے اور ہم تو (اس کو) ماننے والے نہیں ہیں (۳۸) اس (رسول) نے کہا اے میرے پروردگار! تو میری مدد کر! کیونکہ ان لوگوں نے مجھے جھٹلایا ہے (۳۹) ارشاد ہوا کہ عنقریب یہ لوگ (اپنے کیے پر) پشیمان ہوں گے (۴۰) چنانچہ حق بجانب طور پر انہیں ایک سخت آواز نے آپکڑا اور ہم نے انہیں خس وخاشاک بنادیا سو ہلاکت ہے ظالم قوموں کے لئے (۴۱) پھر ہم نے ان کے بعد دوسری قومیں پیدا کیں (۴۲) کوئی قوم اپنے مقررہ وقت سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے (۴۳) پھر ہم نے لگاتار اپنے رسول بھیجے جب بھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم بھی ایک کے بعد دوسرے کو ہلاک کرتے رہے۔ اور ہم نے انہیں قصہ پارینہ (اور افسانہ) بنادیا۔ پس تباہی ہو اس قوم کے لئے جو ایمان نہیں لاتے (۴۴) پھر ہم نے موسیٰؑ اور ان کے بھائی ہارونؑ کو اپنی نشانیوں اور کھلی ہوئی دلیل کے ساتھ (۴۵) فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ لوگ بڑے سرکش لوگ تھے (۴۶) چنانچہ وہ کہنے لگے کہ ہم اپنے ہی

جیسے دو آدمیوں پر ایمان لائیں حالانکہ ان کی قوم ہماری خدمت گزار ہے (۴۷) پس ان لوگوں نے ان دونوں کو جھٹلایا (نتیجہ یہ نکلا کہ) وہ بھی ہلاک ہونے والوں میں شامل ہو گئے (۴۸) اور ہم نے موسیٰ کو کتاب (توراۃ) عطا کی تا کہ وہ لوگ ہدایت پائیں (۴۹) اور ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو (اپنی قدرت کی) نشانی بنایا اور ان دونوں کو ایک بلند مقام پر پناہ دی جو ٹھہرنے کے قابل بھی تھا اور جہاں چشمے جاری تھے (۵۰)

تشریح الالفاظ

۱۔ ترف...... کے معنی ہیں خوشحالی ومرفہ الحالی

۲۔ هيهات...... اسم ہے جو فعل کے معنی دیتا ہے یعنی بعید ہے۔

۳۔ ایمان...... کا اگر صلہ باء ہو تو اس کے معنی ایمان لانے کے ہوتے ہیں اور اگر اس کا صلہ لام ہو تو اس کے معنی ماننے کے ہوتے ہیں۔

۴۔ صيحة...... کے معنی سخت آواز یعنی چنگھاڑنے کے ہیں۔

۵۔ غثاء...... کے معنی اس خس وخاشاک کے ہیں جسے پانی کا ریلہ اپنے اوپر بہا کر لے جاتا ہے۔

۶۔ تترا...... وتر سے مشتق ہے جس کے معنی فرد کے ہیں یعنی ایک کے بعد ایک۔

۷۔ اتبعنا...... کے معنی ایک کے پیچھے دوسرے کا آنا یعنی یکے بعد دیگرے ہیں۔

۸۔ عالين...... کے معنی تکبر وسرکشی کرنے والے ہیں۔

۹۔ ربوه...... کے معنی مرتفع مقام کے ہیں۔

۱۰۔ ذات قرار...... کے معنی ہیں ایسی برابر جگہ جہاں آدمی سکون وآرام سے رہ سکے۔

۱۱۔ معين...... کے معنی ہیں پانی کا جاری چشمہ۔

۱۲۔ آیہ...... کے معنی ہیں نشانی۔ جناب مریم اور ان کا بیٹا عیسیٰؑ دونوں اللہ کی نشانی ہیں۔ وہ شوہر کے بغیر حاملہ ہوئیں اور یہ باپ کے بغیر پیدا ہوئے۔

تفسیر الآیات

۱۸) وقال الملاء من قومه... الآیة

ابھی اوپر وضاحت کی جا چکی ہے کہ قوم نوحؑ کی ہلاکت کے بعد بلا فاصلہ آنے والی قوم عاد ہے۔ اور ان کے نبی کا نام ثمودؑ ہے۔ بعض لوگوں کو اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں صرف اس لئے ہچکچاہٹ محسوس ہوئی ہے کہ قوم عاد کی تباہی "ریح صرصر" تند و تیز آندھی سے ہوئی تھی۔ اور اس قوم کی تباہی "صیحة" سخت آواز یعنی چنگھاڑنے سے بتائی گئی ہے۔ حالانکہ "صیحة" سے قوم ثمود کی ہلاکت ہوئی تھی۔ اس کی دو طرح تاویل ممکن ہے ایک یہ کہ تند و تیز آندھی کے ساتھ آواز بھی جمع ہو سکتی ہے۔ اس میں کوئی تضاد نہیں ہے دوسرے یہ کہ بے شک قوم عاد کی تباہی و بربادی تیز تند آندھی سے ہوئی تھی مگر جب کوئی قوم اجتماعی طور پر برباد ہوتی ہے تو اس وقت شور و شغب تو برپا ہوتا ہے لہٰذا اسی شور و ہنگامہ پر "صیحة" کے لفظ کا اطلاق کیا گیا ہے۔

بہر حال جب جناب ثمودؑ نے تبلیغ حق شروع کی تو قوم نے وہی جواب دیا جو ہر دور میں منکرین و مکذبین کی طرف سے دیا جاتا رہا ہے۔ اور جو عہد جاہلیت سے لے کر آج کے اس سائنسی دور تک برابر چلا آرہا ہے۔ یہ تو ہم جیسا بشر ہے ہم کس طرح اس پر ایمان لائیں؟ اور کس طرح اس کی اتباع کریں؟ یہ کہتا ہے کہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ یہ بات تو بعید از عقل ہے۔ یہ سب افسانہ ہے۔ بس زندگی صرف یہی ہے جو ہم گزار رہے ہیں اور جب مر جائیں گے تو مٹ جائیں گے۔ بہر حال جب جناب ثمود کی پوری کوشش و کاوش کے باوجود قوم کی اکثریت ایمان نہ لائی تو انہوں نے یہ بد دعا کی اور خدا نے انہیں اس طرح عذاب میں مبتلا کیا کہ پیس کر بھوسا اور خس و خاشاک بنا کر رکھ دیا۔

مخفی نہ رہے کہ قوم عاد کے حالات کا یہ مختصر سا خاکہ جو یہاں پیش کیا گیا ہے وہ قبل ازیں بڑی تفصیل کے ساتھ سورۃ اعراف آیت ۶۵ سے لے کر آیت ۷۲ تک اور سورہ ہود میں آیت ۵۰ سے لے کر آیت ۶۰ تک بیان کیا جا چکا ہے۔ تفصیلات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات ان مقامات کی طرف رجوع کریں۔

۱۹) ثم انشانا من بعدهم... الآیة

قوم عاد کی ہلاکت کے بعد خدا نے کئی اور قومیں پیدا فرمائیں۔ اور ان سب سے پہلی قوم ثمود تھی جس کے نبی صالحؑ تھے جیسا کہ خداوند عالم سورہ اعراف آیت ۷۳ میں ارشاد فرماتا ہے: **والی ثمود اخاهم صالحاً** .. تا قوله تعالیٰ - **واذ کروا اذا جعلکم خلفاء من بعد عاد** (اعراف - ۷۴) اس قوم کے

حالات بھی سورہ اعراف اور سورہ ہود میں آیت ٦١ سے لے کر ٦٦ تک تفصیل سے بیان کئے جا چکے ہیں۔

(٢٠) ما تسبق ... الآیۃ

جس طرح فرد کی عمر مقرر ہوتی ہے اور اس کے بعد موت آ کر زندگی کا چراغ گل کر دیتی ہے اسی طرح قوموں کی بھی ایک مدت مقرر ہوتی ہے فرد کی طرح جب ان کی مدت بھی ختم ہو جائے تو پھر اس کے مرنے مٹنے میں ایک ساعت کی تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی۔ ذالك تقدیر العزیز العلیم۔

(٢١) ثم ارسلنا رسلنا تترا ... الآیۃ

خدا کا ہمیشہ سے دستور چلا آ رہا ہے کہ وہ ایک قوم کو پیدا کرتا ہے پھر اس کی ہدایت کی خاطر نبی بھیجتا ہے مگر جب قوم اس کی تکذیب کرتی ہے اور کفران نعمت کا ارتکاب کرتی ہے تو خدا اسے ہلاک کر کے اس کی جگہ دوسری قوم کو موقع دیتا ہے۔ لیکن جب وہ لوگ بھی اپنے دور کے نبی کے ساتھ سابقہ قوموں والا سلوک کرتے ہیں اور پہلوں کے انجام سے عبرت حاصل نہیں کرتے تو پھر ان کو بھی نشان عبرت بنا دیا جاتا ہے اس طرح قومیں یکے بعد دیگرے ہلاک و برباد ہوتی رہتی ہیں۔ اور انبیاء یکے بعد دیگرے اتمام حجت کے لئے آتے رہتے ہیں۔ یہاں اس حقیقت کو بیان کیا جا رہا ہے نیز اس آیت کے الفاظ سے مستفاد ہوتا ہے کہ ان ادوار میں بے شمار قومیں صفحۂ ہستی پر ابھریں اور پھر فنا ہوئیں اور اس طرح خدا نے رسول بھی بہت سے بھیجے۔ جیسا کہ فرماتا ہے کہ ثم ارسلنا تترىٰ۔ مخفی نہ رہے کہ سورہ بقرہ ٨٧ میں بھی یہ حقیقت بیان کی جا چکی ہے افکلما جاء کم رسول بما لا تھوی انفسکم الآیۃ۔

(٢٢) ثم ارسلنا موسیٰ و اخاہ ھارون ... الآیۃ

جناب موسیٰؑ و ہارون کے واقعات قرآن مجید میں سب سے زیادہ تکرار کے ساتھ مختلف مقامات پر بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ سورۃ بقرہ آیت ٤٩ تا ٥٠، سورہ اعراف آیت ١٠٣ تا ١٣٦، سورہ یونس آیت ٧٥ تا ٩٢، سورہ ہود آیت ٩٦ تا ٩٩، سورہ بنی اسرائیل آیت ١٠١ تا ١٠٤ اور سورہ طٰہ آیت ٩ تا ٨٠۔ تفصیلات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات ان مقامات کی طرف رجوع کریں۔

(٢٣) وجعلنا ابن مریم ... الآیۃ

دونوں ماں بیٹے کا قدرت کی نشانی ہونا عیاں راچہ بیان کا مصداق ہے کہ وہ شوہر کے بغیر حاملہ ہوئیں اور یہ باپ کے بغیر متولد ہوئے۔ ان لوگوں پر تعجب ہے کہ جو جناب عیسیٰؑ کی خلاف نیچر ولادت کے قائل نہیں ہیں اور قرآن کے بیان کے خلاف بڑی بے حیائی و ڈھٹائی سے کسی یوسف نجار نامی شخص کو آپ کا باپ ٹھہراتے ہیں۔

(العیاذ باللہ) تو وہ جناب مریمؑ اور ان کے بیٹے کے آیت اور معجزہ ہونے کی کیا تاویل کرتے ہیں؟ اور کیا کر سکتے ہیں؟ مخفی نہ رہے کہ قبل ازیں جناب عیسیٰؑ اور ان کی والدہ ماجدہ کے حالات و واقعات متعدد مقامات پر بیان ہو چکے ہیں۔ جیسے سورہ نساء، سورہ مریم، اور سورہ انبیاء وغیرہ۔ وہاں رجوع کریں۔

ایضاح:

واضح رہے کہ اس ربوہ (بلند مقام) میں اختلاف ہے کہ اس سے کونسا مقام مراد ہے؟ اور وہ کہاں واقع ہے؟ اس میں چند قول یہ ہیں۔

۱۔ ربوہ سے مراد فلسطین ہے۔

۲۔ دمشق کا علاقہ۔

۳۔ شام کا ایک شہر ناصرہ۔

۴۔ ایک روایت کے مطابق اس سے مراد نجف اشرف ہے (تفسیر اصفی)

۵۔ اور ایک روایت کے مطابق اس سے مراد نہر فرات ہے (تفسیر صافی) واللہ العالم

آیات القرآن

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۟﴿۵۱﴾ وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾ فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۵۴﴾ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۟﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۟﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۟﴿۵۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۟﴿۶۰﴾ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ

لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿٦١﴾ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ
بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٢﴾ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ
مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿٦٣﴾ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ
اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ﴿٦٤﴾ لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَدْ
كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿٦٦﴾
مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ
مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ
مُنْكِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ
كٰرِهُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ
وَمَنْ فِيْهِنَّ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧١﴾
اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَاِنَّكَ
لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٧٣﴾ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ
لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا
اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿٧٦﴾ حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا
عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿٧٧﴾

ترجمۃ الآیات

اے (میرے) پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ بیشک تم جو کچھ کرتے ہو میں
اسے خوب جانتا ہوں (۵۱) اور یہ تمہاری امت (جماعت) ایک امت ہے اور میں تمہارا

پروردگار ہوں سو تم مجھ سے ہی ڈرو (۵۲) مگر ان لوگوں نے اپنے (دینی) معاملہ کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا پس ہر گروہ کے پاس جو (دین) ہے وہ اس پر خوش ہے (۵۳) پس (اے رسولؐ) آپ ان کو ایک خاص وقت تک اپنی غفلت و مدہوشی میں پڑا رہنے دیجئے (۵۴) کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم جو مال و اولاد (کی فراوانی) سے ان کی امداد کر رہے ہیں تو ہم ان کے ساتھ بھلائیاں کرنے میں جلدی کر رہے ہیں؟ (ایسا نہیں) بلکہ انہیں (اصل حقیقت کا) شعور نہیں ہے (۵۶) بے شک جو لوگ اپنے پروردگار کی ہیبت سے ڈرتے ہیں (۵۷) اور جو اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں (۵۸) اور جو اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے (۵۹) اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ بھی دیتے ہیں (پھر بھی) ان کے دل اس خیال سے ترساں رہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے پروردگار کی طرف پلٹ کر جانا ہے (۶۰) یہی لوگ بھلائیاں کرنے میں جلدی کیا کرتے ہیں اور بھلائیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں (۶۱) ہم کسی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور ہمارے پاس وہ کتاب (نامہ اعمال) ہے جو حق کے ساتھ بولتی ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا (۶۲) بلکہ ان کے دل اس (دینی) معاملہ میں غفلت و سرشاری میں پڑے ہیں اور اس کے علاوہ بھی ان کے کچھ (برے) عمل ہیں جو یہ کرتے رہتے ہیں (۶۳) یہاں تک کہ جب ہم ان کے خوشحال لوگوں کو عذاب کی گرفت میں لیتے ہیں تو وہ چیخنے چلانے لگتے ہیں (۶۴) آج کے دن چیخو چلاؤ نہیں (آج) ہماری طرف سے تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی (۶۵) (وہ وقت یاد کرو جب) میری آیتیں تمہارے سامنے پڑھی جاتی تھیں تو تم (سنتے ہی) الٹے پاؤں پلٹ جایا کرتے تھے (۶۶) تکبر کرتے ہوئے داستان سرائی کرتے ہوئے (اور) بے ہودہ بکتے ہوئے (۶۷) کیا ان لوگوں نے اس کلام میں کبھی غور نہیں کیا یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہے جو ان کے پہلے والے باپ داداؤں کے پاس نہیں آئی تھی (۶۸) یا کیا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں ہے؟ اس لئے منکر ہو گئے (۶۹) یا وہ کہتے ہیں کہ یہ مجنون ہے؟ بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لے کر آیا ہے اور اکثر لوگ حق کو ناپسند کرتے ہیں (۷۰) اور اگر حق لوگوں کی خواہشات کی پیروی کرتا تو آسمان و زمین اور جو ان کے اندر ہے سب درہم برہم ہو جاتے۔ بلکہ ہم تو ان کے پاس نصیحت لے کر آئے مگر وہ اپنی نصیحت سے ہی روگردانی کرتے ہیں

(۷۱) کیا آپ ان سے کوئی معاوضہ طلب کرتے ہیں؟ تمہارے لئے تو تمہارے پروردگار کا معاوضہ بہت بہتر ہے اور وہ بہترین رازق ہے (۷۲) اور بے شک آپ ان لوگوں کو سیدھے راستے کی طرف بلاتے ہیں (۷۳) اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ راہ سے ہٹے ہوئے ہیں (۷۴) اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور جس تکلیف میں مبتلا ہیں وہ بھی دور کر دیں تو بھی یہ لوگ اپنی سرکشی میں اندھا دھند بڑھتے جائیں گے (۷۵) اور ہم نے انہیں سزا میں گرفتار بھی کیا مگر وہ پھر بھی اپنے پروردگار کے سامنے نہ جھکے اور نہ تضرع وزاری کی (۷۶) یہاں تک کہ جب ہم ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیں گے تو وہ ایک دم ناامید ہو جائینگے (۷۷)

تشریح الالفاظ

۱۔ غمرہ...... کے اصلی معنی تو پانی میں ڈبونے کے ہیں۔ مگر یہاں غفلت اور جہالت مراد ہے۔

۲۔ اشفاق...... کے معنی خوف کے ہیں۔

۳۔ جؤار...... کے معنی چیخنا، چلانا اور آہ وفغان کرنا کے ہیں۔ ۴۔ نکص، ینکص...... کے معنی پچھلے پاؤں لوٹنا کے ہیں۔

۵۔ سامراً...... سمر سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں رات کی محفل میں قصے کہانیاں بیان کرنا۔

۶۔ تہجرون...... ھَجر سے ہوسکتا ہے جس کے معنی چھوڑنے اور ترک کرنے کے ہیں ھُجر سے بھی جس کے معنی ہیں ہذیان اور بکواس

۷۔ خرج وخراج...... کے معنی ہیں جزیہ، معاوضہ اور اجرت کے۔

تفسیر الآیات

۲۴) یا ایھا الرسل... الآیۃ

تمام رسولوں کو خطاب کرنے کا مفہوم

یہاں تمام رسولوں کو خطاب کر کے فرمایا جا رہا ہے کہ اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ یہ خطاب اور حکم ویسا ہی ہے جیسا کہ اہل ایمان کو خطاب کر کے کہا گیا ہے۔ یا ایھا الذین امنو کلو امن

طیبات ما رزقنا کم ۔(البقرہ۔۱۷۲)اس مجموعی خطاب کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سارے رسول کسی جگہ اکٹھے موجود تھے اوران سے اس طرح خطاب کیا گیا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مختلف وقتوں اورمختلف قوموں میں آنے والے رسولوں کوخطاب کر کے یہی ہدایت دی گئی کہ پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل بجالاؤ۔ کیونکہ وہ سب کے سب ایک امت اور ایک جماعت تھے۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ اچھا کھانا کھانا اوراچھالباس زیب بدن کرنا ہر شریعت میں جائز رہا ہے۔اور شرعاًاس کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ پیغمبرؐ اسلام کو جو غذا میسرآتی تھی وہ کھالیتے تھے اور جولباس مل جاتا تھاوہ زیب تن فرمالیتے تھے۔

ایک غلط استدلال کا ابطال

وَپیغمبروں کواس اجتماعی خطاب کا جومفہوم ہم نے اوپر بیان کیا ہے اس سے اجزاء نبوت کے قائل حضرات جیسے امت مرزائیہ کے استدلال کی رکاکت بھی عیاں ہوجاتی ہے جو کہتے ہیں کہ یہ خطاب پیغمبرؐ اسلام کے بعدآنے والے رسولوں سے ہے۔حاشاوکلا۔یہ تفسیر بالرائے کی بدترین مثال ہے۔جو بالاتفاق حرام ہے اور قرآنی فصاحت وبلاغت اورعربی زبان اور بیان کے ذوق لطیف سے کوسوں دور ہے۔

۲۵)وان هذه امتكم ... الآية اور (۲۶) فتقطعوا امرهم... الآية

ان دونوں آیتوں کی تفسیر قبل ازیں سورہ انبیاء کی آیت ۹۲اور ۹۳ میں گزرچکی ہےاوروہاں اس بات کی تفصیل بیان کی جاچکی ہے کہ انبیاء کس طرح ایک جماعت ہیں اور کس طرح ان کا دین اوراس کے بنیادی عقائد ایک ہیں۔اورزمانی ومکانی تقاضوں کےمطابق ان کے شرائع واحکام مختلف تھےاوران کے بعدان کے نام لیواؤں نے کن مذموم اغراض ومقاصد کی خاطر دین کے ٹکڑے ٹکرے کئے اور پھرکس طرح ہرفرقہ اپنے نظریات پرخوش اوران میں مگن ہے۔تفصیل کےخواہشمند حضرات اس مقام کی طرف رجوع کریں۔

۲۷) فذرهم فی غمرتهم... الآية

پیغمبراسلامؐ سے کہاجارہا ہے کہ آپ نے فریضہ رسالت اداکردیا اور بشارت ونذارت کرکے حجت تمام کردی ہے۔اس پربھی اگرکوئی شخص،کوئی قبیلہ اورکوئی قوم ایمان نہیں لاتی تو آپ اسے کچھ خاص وقت کے لئے اپنی غفلت وجہالت میں ٹامک ٹوئیاں مارنے کے لئے اپنے حال پرچھوڑدیں۔خداخودان سے نمٹ لے گا۔

۲۸) ایحسبون انما نمدهم... الآية

دنیاداروں کی ایک غلط سوچ اور اس پر تنبیہ

دنیاداروں کی یہ کافرانی سوچ بڑی پرانہ ہے کہ وہ مال و دولت کی کثرت اور اسباب عیش و عشرت کی فراوانی کو اس بات کی دلیل سمجھتے ہیں کہ وہ بڑے اچھے کام کر رہے ہیں۔ اور ان پر اللہ کی بڑی خصوصی نظر کرم ہے جیسا کہ وہ دنیا کے مال و منال میں کمی اور تکلیف و مصیبت میں گرفتاری کو اللہ کی ناراضی کی علامت قرار دیتے ہیں۔ ان لوگوں کی اسی غلط فہمی اور غلط بینی کے ازالہ کی خاطر کہا جا رہا ہے کہ کیا تم مال و اولاد کی کثرت کو دیکھ کر یہ سمجھ رہے ہو کہ خدا تمہیں بھلائی پہنچانے میں تیزی و سرگرمی دکھا رہا ہے؟ اور وہ تم پر بڑا مہربان ہے؟ تمہاری یہ سوچ غلط ہے یہ تو استدراج ہے اور قانون مہلت ہے اور جب یہ مہلت کی مدت ختم ہو جاتی ہے تو پھر خدا اس طرح سخت عذاب میں گرفتار کرتا ہے کہ جس میں پھنس جانے کے بعد کوئی چھوٹ نہیں سکتا۔ ان بے چاروں کو اصل حقیقت کا شعور نہیں ہے کہ یہ سب کچھ قانون امہال کے تحت ہو رہا ہے۔

ایک حدیث قدسی کا تذکرہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے آباء و طاہرین کے سلسلہ سند سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسط سے یہ حدیث قدسی نقل کرتے ہیں کہ خدا فرماتا ہے۔ یحزن عبدی المومن اذا اقترت علیه شیئا من الدنیا وذالك اقرب له منی و یفرح اذا بسطت له الدنیا و ذالك ابعد له عنی ثم تلا هذه الآیة۔ ثم قال ان ذالك فتنة لهم۔ (مجمع البیان وصافی)

بندہ مومن پر دنیاوی رزق کی کمی کر دیتا ہوں تو وہ پریشان ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ بات اس کے لئے میرے مزید قرب کا باعث ہوتی ہے اور جب میں اس کی روزی کشادہ کر دیتا ہوں تو وہ خوش ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ چیز اس کے لئے میری بارگاہ سے دوری کا موجب ہے۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا۔ یہ سب چیزیں آزمائش کا باعث ہیں۔

۲۹) ان الذین هم... الآیة

اہل ایمان کی علامات وخصوصیات

خداوند عالم کفار کے غلط نظریات اور ان کی سوچوں کے غلط زاویوں کا بیان کرنے کے بعد یہاں اہل ایمان کی علامات اور خصوصیات بیان فرما رہا ہے۔ جو بڑے اختصار کے ساتھ ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ وہ خدا کی ہیبت سے خائف وترساں رہتے ہیں کہ شاید ان کے اعمال خدا کی شان کے شایان نہ ہوں۔ لہٰذا ہوسکتا ہے کہ قبول نہ ہوں۔مگر وہ اس کے ساتھ ساتھ اس کی رحمت کے امیدوار بھی رہتے ہیں۔(مجمع البیان)

۲۔ وہ آیات الٰہیہ اور اس کے حجج وبینات پر ایمان لاتے ہیں۔اور توحید ورسالت اور قیامت وغیرہ حقائق کو تسلیم کرتے ہیں

۳۔ وہ ہر قسم کے شرک جلی وخفی سے اپنے دامن توحید کی حفاظت کرتے ہیں۔

۴۔ وہ خدا کے عطا کردہ مال سے خالق وخلق کے حقوق ادا کرتے ہیں اور پھر بھی ڈرتے ہیں کہ کہیں اللہ کے حضور ان کی یہ مالی قربانی نامنظور نہ ہوجائے۔اور اس کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ ہوگئی ہو۔

ایسے صفات کے حامل حضرات کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ نیکیوں اور بھلائیوں کی طرف دوڑنے والے تیز گام ہوتے ہیں۔اور یہی لوگ اس کی راہ میں سبقت لے جانے والے ہیں۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

۳۰)ولا نکلف نفساً ...الآیة

ہمیشہ تکلیف بقدر وسعت ہوتی ہے

ہم تفسیر کی پہلی جلد یعنی سورہ بقرہ کی آیت ۱۸۴ **والذین یطیقونہ الآیة** کی تفسیر میں بڑی وضاحت کے ساتھ ثابت کرآئے ہیں کہ وسعت اور ہے طاقت اور؟ اور یہ کہ شرعی احکام وسعت پر مبنی ہیں طاقت پر نہیں۔لہٰذا جہاں وسعت ختم ہوجائے اور پوری طاقت ومقدرت صرف کرکے کوئی کام انجام دینا پڑ جائے۔وہاں شرعی تکلیف ساقط ہوجاتی ہے۔جیسے بوڑھے مرد وعورت یا حاملہ عورت، مرضعہ اور ذوالعطاش (جسے پیاس کی بیماری ہو) کیلئے روزہ رکھنا جو سخت مشقت کا باعث ہو۔تو جس طرح شرعی احکام وسعت کے مطابق ہیں۔لہٰذا جہاں وسعت ختم ہوجائے وہاں حکم شرعی اولی بھی ختم ہوجاتا ہے اور اس کی جگہ اسکا کوئی متبادل ثانوی حکم آجاتا ہے جس میں وسعت ہوتی ہے اسی طرح بعض محققین کے نزدیک اس کا دائرہ صرف شرعی تکلیف تک محدود نہیں بلکہ اس میں ہر قسم کی تکلیف داخل ہے۔کیونکہ خدا عادل ہے لہٰذا وہ کسی پر اس کی استطاعت ومقدرت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ ؎

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

کیونکہ

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

بہرحال استطاعت سے زیادہ تکلیف دینا ظلم ہے اور اللہ کبھی ظلم نہیں کرتا بلکہ اس کی ممانعت کرتا ہے۔

۳۱) ولدینا کتاب۔۔۔الآیۃ

نامہ اعمال کا تذکرہ

اس کتاب سے مراد نامہ اعمال ہے جو ہر شخص کا لکھا جا رہا ہے جس میں اس کی زندگی کا ہر قول و فعل اور اس کی ہر ہر حرکت و سکون ضبط تحریر میں لائی جا رہی ہے اسی نامہ اعمال کے بارے میں ہم سورہ کہف آیت ۴۹ میں پڑھ چکے ہیں کہ جب لوگ اپنے نامہ اعمال کو پڑھیں گے تو کہ اٹھیں گے مالھذا الکتب لا یغادر صغیر ولا کبیرۃ الا احصاھا کہ یہ کیسی کتاب ہے کہ جس نے ہماری کوئی چھوٹی یا بڑی بات ایسی نہیں چھوڑی ہے جو اس میں مندرج نہ ہو؟ اور لوگوں پر ہرگز کسی قسم کا ظلم نہیں کیا جائے گا۔ نہ نیکو کار کے ثواب میں کمی ہوگی اور نہ گنہگاروں کے عذاب میں زیادتی ہوگی ہر شخص کی روش ورفتار کے مطابق اس کے ساتھ سلوک کیا جائے گا۔

۳۲) بل قلوبھم فی غمرۃ من ھذا۔۔۔الآیۃ

مشرکوں کی حالت زار کا بیان

ارشاد ہو رہا ہے کہ مشرک لوگ قیامت کے شدائد سے، مومنین کے عمدہ صفات سے غافل و ساہل ہیں اور ان کے دل غفلت و مدہوشی میں پڑے ہوئے ہیں اور عقیدہ کے فاسد ہونے کے علاوہ ان کے اعمال بھی بڑے بُرے ہیں۔ جو اہل ایمان کے اعمال کے خلاف ہیں۔ جب ان کے سامنے آیات الٰہیہ کی تلاوت کی جاتی ہے تو پچھلے پاؤں پلٹ جاتے ہیں ان سے اثر لینے کی بجائے غرور و تکبر کرتے ہیں۔ اپنی شبینہ محافل میں ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اور ان کے بارے میں بکواس بازی کرتے ہیں۔

۳۳) حتی اذا اخذنا۔۔۔الآیۃ

ارشاد ہوتا ہے کہ جب ہم ان کے دولتمندوں اور خوشحال لوگوں کو اپنے عذاب کی گرفت میں لیتے ہیں

تو پھر اپنی قدیم عادت کے مطابق پھر داد وفریاد اور تضرع وزاری کرنے لگتے ہیں۔ارشاد ہو رہا ہے کہ جب وہ ایسا کریں گے تو ان سے کہا جائے گا اس کردار پر نگاہ ڈالو جو تم کرتے رہے ہو۔جس کی ایک جھلک ابھی اوپر پیش کی جا چکی ہے۔لہٰذا آج چیخنے چلانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ولات حین مناص۔جب وقت تھا تو تم نے اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا نہ سابقہ بدکاروں کے انجام بد سے عبرت حاصل کی اور نہ ہی اپنے کفر وشرک اور برے کاموں سے توبہ کی پھر آج چیخنے چلانے کا کیا فائدہ؟ آج تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔

۳۴) افلم یدبرو القول۔۔۔الآیة

کیا انہوں نے قرآن اور اس کے دلائل توحید ونبوت وغیرہ میں کبھی غور وفکر نہیں کیا؟ یا پیغمبرؐ اسلام کوئی ایسی نئی چیز لائے ہیں جو ان کے باپ داداؤں کے پاس نہیں آئی تھی؟ حالانکہ قرآن میں سابقہ انبیاء اور ان کی دعوت کی تصدیق موجود ہے؟ یا کیا وہ پیغمبرؐ اسلام کو نہیں پہچانتے؟ جو انہی میں پیدا ہو کر بے داغ جوانی کی منزل تک پہنچا جسے وہ خود صادق وامین کہہ کر یاد کرتے ہیں؟ یا وہ یہ کہتے ہیں کہ ان میں دیوانگی ہے(العیاذ اللہ) حالانکہ وہ خود جانتے ہیں کہ یہ سب سے بڑے عقلمند ہیں تو جب ان مذکورہ بالا وجوہ میں سے کوئی بھی انکار کی وجہ نہیں بن سکتی تو پھر آخر کار آنحضرتؐ کی نبوت ورسالت کے انکار کی وجہ کیا ہے؟ یہ انداز بیان اس حقیقت کے اظہار کیلئے کہ کفار کے پاس قرآن کی صداقت اور پیغمبرؐ اسلام کی حقانیت کا انکار کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں تھی۔اس بیان سے دو باتیں واضح ہو گئی۔ایک یہ کہ اسلام کی صداقت معلوم کرنے کی دو راہیں ہیں:

۱۔ قرآن میں تدبر کرنا۔

۲۔ صاحب قرآن کی زندگی میں غور کرنا۔

دوسری بات یہ کہ جب خدا کے کلام میں تدبر ضروری ہے تو پھر کسی اور شخص کے کلام کو تدبر کے بغیر کیسے قبول کیا جا سکتا ہے؟

۳۵) بل جاءھم بالحق۔۔۔الآیة

اس بیان حق ترجمان سے واضح وعیاں ہو گیا کہ حضرت رسولؐ خدا کی نبوت ورسالت کے انکار کی اس کے سوا اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ حق وصدق لائے ہیں۔اور وہ جو کچھ فرماتے ہیں وہ ان لوگوں کے آبائی عقائد و نظریات کے خلاف ہے۔اور جن کاموں کا وہ حکم دیتے ہیں اور جن باتوں سے وہ منع کرتے ہیں وہ ان کے ذاتی مفادات سے متصادم ہیں۔اور وہ حق بات کو ماننے اور تسلیم کرنے پر آمادہ وتیار نہیں ہیں۔بلکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہیں۔بلکہ وہ حق کو اپنی خواہشات نفسانی کا تابع بنانا چاہتے ہیں۔

۳٦) ولو اتبع الحق اھوآءھم۔۔۔الآیۃ

حق و باطل کی چپقلش اور کشاکش کوئی نئی بات نہیں بلکہ ازل سے شروع ہے اور ابد تک جاری رہے گی۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

ان کے درمیان زمین و آسمان کے فاصلہ سے بھی زیادہ فاصلہ ہے ان میں اتفاق و اتیلاف کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے کیونکہ حق کے تقاضے اور ہیں اور باطل کے اور؟ حق چاہتا ہے کہ باطل پیچھے چلے اور باطل کی خواہش ہے کہ حق میری پیروی کرے۔ ارشاد قدرت ہو رہا ہے کہ زمین و آسمان اپنے اپنے مرکز پر قائم ہیں تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ حق نے کبھی باطل کے ساتھ سمجھوتہ نہیں کیا۔ اور اگر ایسا ہو جاتا یعنی حق لوگوں کی خواہشات کی پیروی کرنے لگ جاتا اور اہل حق باطل نوازوں کی متابعت کرنے لگ جاتے اور توحید کی جگہ شرک اسلام کی جگہ کفر، ایمان کی جگہ بے ایمانی، تقویٰ کی جگہ فسق، خیر کی جگہ شر، عدل کی جگہ ظلم یا صدق کی جگہ کذب اور امانت کی جگہ خیانت آ جاتی تو نظام کائنات تباہ و برباد ہو جاتا۔ اور زمین و آسمان برباد ہو جاتے۔ **لو کان فیهما الهة الا الله لفسدتا**۔ لہٰذا اب ان لوگوں کو فیصلہ کرنا پڑے گا کہ حق کا دامن تھام کر زندہ رہنا چاہتے ہیں یا باطل کا دامن پکڑ کر ہلاک ہونا پسند کرتے ہیں؟

۳۷) بل اتیناھم بذکرھم۔۔۔الآیۃ

مفسرین میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہاں ذکر سے کیا مراد ہے؟ بعض نے اس سے پند و نصیحت مراد لی ہے۔ بعض نے قرآن **وانه لذكر لك ولقومك** اور بعض نے اس سے مجد و شرف اور عز و افتخار مراد لیا ہے۔ یعنی ہم نے ان کو وہ عظیم الشان کتاب عطا کی ہے کہ اگر وہ اس پر ایمان لائیں اور اس کی مقدس تعلیمات پر عمل کریں تو یہ ان کے لئے باعث صد و ہزار عز و افتخار قرار پائے۔

۳۸) ام تسئلھم خرجاً۔۔۔الآیۃ

اس آیت میں پیغمبر اسلامؐ کو تسلی دینے کے ساتھ ساتھ ان کے مکذبین کی سخت لعنت ملامت بھی کی جا رہی ہے کہ آپ جو ان لوگوں کے سامنے عدیم المثال دین پیش کر رہے ہیں۔ آپ ان سے کوئی عوضانہ اور طلبانہ تو طلب نہیں کر رہے۔ اگر وہ اسے قبول نہیں کرتے تو یہ ان کی بدبختی اور حرمان نصیبی ہے۔ آپ کا تو اس میں کوئی نقصان و زیاں نہیں ہے۔ آپ کے لئے تو اپنے پروردگار کی عطا و بخشش ہی بہتر ہے اور وہ بہترین رازق

ہے۔اور آپ کا کام صرف اپنے پروردگار کے سیدھے راستہ کی طرف بلانا ہے جو آپ بلا رہے ہیں۔

ایضاح:

مخفی نہ رہے کہ احسن الخالقین کی طرح بعض غلونواز لوگ خیر الرازقین سے بھی استدلال کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ خدا کے علاوہ بھی کچھ رازق ہیں مگر اللہ ان سے بہتر رازق ہے۔تو اس استدلال کا ابطال دیکھنے کے لئے اسی سورہ کی آیت ۱۴ فتبارك الله احسن الخالقين کی تفسیر کی طرف رجوع فرمائیں۔مزید برآن واضح رہے کہ ایک رزق کا حقیقی مفہوم ہے یعنی روزی اور اس کے اسباب از قسم بادو باراں وغیرہ فراہم کرنا تو اس کے معنی کے لحاظ سے تو صرف خدا ہی رازق ہے اور دوسرے اس کے مجازی معنی ہیں یعنی کسی کو کچھ دینا۔جیسے ارشاد قدرت ہے۔جب وراثت تقسیم ہوتے وقت کچھ وہ رشتہ دار آجائیں جنہیں شرعاً حصہ نہیں ملتا۔تو انہیں کچھ رزق دے دو۔یعنی کچھ مال دے دو تو بناء بریں خیر الرازقین کے معنی ہوں گے۔خیر المعطین۔تو اس لحاظ سے غیر اللہ پر مجازاً اس کا اطلاق ہوسکتا ہے۔

۳۹) ولو رحمنا هم... الآية

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ حق وحقیقت سے روگردانی کرنے اور باطل سے چمٹا رہنے میں اس قدر سخت پختہ ہو گئے ہیں کہ خود ان پر رحم وکرم کر کے ان کے مصائب وشدائد کو ختم بھی کر دیا جائے یا ان کو چھوٹے موٹے رنج والم میں گرفتار کر دیا جائے جیسے قحط والی مصیبت یا جنگ بدر والی تکلیف وغیرہ مگر یہ ہدایت پانے اور ایمان لانے والے نہیں ہیں۔وہ آخرت کا انکار کر کے اس قدر فنا فی الدنیا ہو چکے ہیں کہ ان کی نظر میں دنیاوی ضروریات زندگی کے علاوہ کسی آخروی جزا وسزا کا کوئی تصور ہی نہیں ہے اور حق وباطل میں امتیاز کرنے والی ان کی حس ہی مفقود ہو چکی ہے۔وما تغني الآيات والنذر عن قوم لا يومنون۔

مخفی نہ رہے کہ تمام مفسرین نے یہ مصائب وآلام سے چھٹکارا پانے کو دنیوی آلام وشدائد پر محمول کیا ہے۔مگر فاضل طبرسی نے مجمع البیان میں ایک قول کی بناء پر اسے اخروی عذاب سے چھٹکارا پر محمول کیا ہے۔بناء بریں یہ آیت اس آیت جیسی ہے جس میں خدا فرماتا ہے کہ لو ردوا العادو الما نهوا عنه کہ اگر بالفرض ان بندوں کو دوبارہ دنیا میں لوٹا بھی دیا جائے تو وہ پھر بھی وہی برے کام کریں گے جن سے ان کو منع کیا گیا تھا۔

۴) حتى اذا فتحنا عليهم... الآية

مقصد یہ ہے کہ ان لوگوں کا کفر وشرک اور اباء وانکار اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ جب تک ان پر استیصالی

عذاب کا دروازہ کھول نہ دیا جائے اور اس میں انہیں مبتلا نہ کر دیا جائے تب تک اصلاح احوال کی کوئی امید نہیں ہے اور جب وہ صورت حال پیش آئے گی تو پھر چونکہ توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہوگا۔ لہٰذا انہیں سوائے مایوسی و نامرادی اور شکستہ دلی و ناشادی کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ **وذالك هو الخسران المبين**۔ واضح رہے کہ عام مفسرین نے اس سخت عذاب دنیا کا استیصالی عذاب مراد لیا ہے۔ اور بعض نے اخروی عذاب اور صاحب تفسیر صافی نے ایک ایسی روایت نقل کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے زمانہ رجعت مراد ہے۔ واللہ العالم

آیات القرآن

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۝۷۸ وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۝۷۹ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۝۸۰ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ۝۸۱ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ۝۸۲ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۝۸۳ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝۸۴ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۝۸۵ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۝۸۶ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۝۸۷ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝۸۸ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ۝۸۹ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۝۹۰ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۝۹۱ عٰلِمِ الْغَيْبِ

وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾

ترجمۃ الآیات

اور اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل بنائے (لیکن) تم لوگ بہت کم شکر ادا کرتے ہو (۷۸) وہ وہی ہے جس نے تمہیں روئے زمین پر (پیدا کر کے) پھیلا دیا ہے اور اسی کی طرف تم اکٹھے کئے جاؤ گے (۷۹) وہ وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور رات اور دن کی آمد و رفت اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ (۸۰) ان لوگوں نے وہی بات کہی ہے جو ان کے پہلے (کافر) کہتے رہے ہیں (۸۱) کہتے ہیں کہ جب ہم مر جائینگے اور خاک اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے (۸۲) ہم سے بھی اور اس سے پہلے ہمارے باپ داداؤں سے یہ وعدہ بھی ہوتا آیا ہے۔ یہ کچھ نہیں صرف پہلے عہدوں کے افسانے ہیں (۸۳) آپ کہہ دیجئے اگر تم جانتے ہو تو (بتاؤ) کہ زمین اور جو اس میں رہتے ہیں کس کے لئے ہیں؟ (۸۴) وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ کے لئے ہیں۔ تو کہئے کہ تم غور کیوں نہیں کرتے؟ (۸۵) آپ کہئے کہ سات آسمانوں اور اس بڑے تخت سلطنت کا پروردگار کون ہے؟ (۸۶) وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ ہے؟ کہئے کیا تم پھر بھی پرہیز گار نہیں بنتے (اس سے نہیں ڈرتے؟) (۸۷) آپ کہئے کہ اگر جانتے ہو تو بتاؤ کہ ہر چیز کی بادشاہی کس کے قبضہ میں ہے۔ جو سب کو پناہ دیتا ہے۔ مگر اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جاسکتی (۸۸) وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ کی! تو کہئے! کہ پھر تم پر کہاں سے جادو کیا جارہا ہے؟ (۸۹) بلکہ ہم ان کے سامنے حق لے آئے ہیں۔ اور یقیناً وہ جھوٹے ہیں (۹۰) اللہ نے کسی کو اپنی اولاد نہیں بنایا اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی الہ ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہو جاتا اور پھر ایک خدا دوسرے خدا پر چڑھ دوڑتا۔ پاک ہے خدا اس سے جو لوگ بیان کرتے ہیں (۹۱) وہ غیب وشہادت یعنی پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا ہے۔ اور وہ اس شرک سے بلند و بالا ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں؟ (۹۲)

تشریح الالفاظ

۱۔ فوٰاد...... کے عمومی معنی دل کے ہیں مگر اس کا اطلاق قوت مدرکہ پر بھی ہوتا ہے۔

۲۔ ذرأ...... کے معنی پیدا کرنے کے بھی ہیں اور پھیلانے کے بھی۔

۳۔ اختلاف...... کے معنی جہاں عام باہمی اختلاف رائے کے ہیں وہاں یکے بعد دیگرے آمدورفت کے بھی ہیں۔

۴۔ اساطیر......اسطور کی جمع ہے جس کے معنی جھوٹے قصہ اور افسانے کے ہیں۔

۵۔ ملکوت......ملکوت ملک سے مبالغہ ہے جس کے معنی اقتدار اور بادشاہی کے ہیں۔

۶۔ تسحرون...... کے معنی ہیں سحر زدہ اور فریب خوردہ کے بھی ہیں۔

۷۔ علو۔ ...... کے معنی فوقیت جتانے اور حملہ آور ہونے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

(۴۱) وھو الذی انشاء لکم... الآیۃ

قبل ازیں آیت اخرجکم من بطون امھاتکم لا تعلمون شیاً۔ کی تفسیر میں کان، آنکھ اور دل ودماغ کی افادیت پر مکمل تبصرہ کیا جاچکا ہے اور واضح کیا جاچکا ہے کہ انسان جو کچھ حاصل کرتا ہے وہ کان سے سن کر، آنکھ سے دیکھ کر، اور عقل ودماغ سے سوچ کر۔ واضح رہے کہ لفظ ''قلب'' اور فواد کا اطلاق صرف اسی خاص عضو پر ہی نہیں ہوتا جسے دل کہا جاتا ہے بلکہ اس کا اطلاق قوت مدرکہ یعنی دماغ وعقل پر بھی ہوتا ہے اور وہی یہاں مراد ہے۔ اللہ کے اس خصوصی انعام واحسان کا تقاضا تو یہ تھا کہ ان اعضاء وجوارح سے انسانی کام لیا جاتا اور پھر محسن حقیقی کا شکر ادا کیا جاتا مگر غافل انسان نے ان سے حیوانی کام لیا۔ یعنی انہیں نفسانی خواہشات کی تکمیل میں استعمال کیا اسی لئے ارشاد ہوتا ہے کہ تم بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو۔

(۴۲) وھو الذی ذرء کم... الآیۃ

عربی میں ذرء کے معنی خلق کے بھی ہیں اور پھیلانے کے بھی۔ ہم نے ترجمہ میں ان دونوں معنی کو مدنظر رکھا ہے کہ تمہیں پیدا کرکے زمین کے اطراف وجوانب میں پھیلا دیا ہے۔

۴۳) وھو الذی یحی و یمیت۔۔۔ الآیۃ

جہاں تک خدا کے محی و ممیت ہونے کا تعلق ہے اس پر دوسرے متعدد مقامات کے علاوہ سورہ بقرہ کی آیت ۲۸ کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتاً فاحیا کم ثم یمیتکم ثم یحییکم الآیۃ۔ کی تفسیر میں اور گردش لیل ونہار کے موضوع پر اسی سورہ بقرہ کی آیت ۱۶۴ ان فی خلق السموت والارض و اختلاف الیل والنھار الآیۃ۔ کی تفسیر میں بقدر ضرورت تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ لہٰذا اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

۴۴) بل قالو امثل ما۔۔۔ آلایۃ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ پیغمبرؐ اسلام کے عہد والے کفار و مشرکین کا کوئی ایراد نیا ہے اور نہ خدا کا جواب نیا ہے اعتراض وہی عقلی استبعاد ہے۔ کہ جب وہ مر کر خاک اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو پھر کس طرح زندہ ہوں گے؟ اور یہ کہ کبھی کوئی مردہ زندہ ہو کر دنیا میں واپس نہیں آیا۔ اور اس کا جواب بھی وہی ہے جو کئی بار دیا جا چکا ہے کہ جو پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ زندہ کرنے کی بھی پوری قدرت رکھتا ہے۔ فسیقولون من یعیدنا؟ قل الذی فطرکم اول مرۃ۔ وہ سوال کریں گے کہ دوبارہ کون زندہ کرے گا؟ کہئے! وہی خدا زندہ کرے گا جس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے۔

۴۵) قل لمن الارض ومن فیھا۔۔۔ الآیۃ

پروردگار عالم کی وحدانیت کے مقدمات

خداوند عالم کی وحدانیت پر جو محکم دلیل قائم ہے سوال و جواب کی شکل میں یہاں اس کی وہ مقدمات بیان کئے جا رہے ہیں جن پر وہ دلیل مبنی ہے۔ مثلاً

۱۔ یہ کہ زمین اور جو کچھ روئے زمین پر موجود ہے وہ بلاشرکت غیرے خدا کی ملکیت ہے۔

۲۔ سات آسمانوں اور بڑے تخت اقتدار کا مالک ومختار بھی خدا ہے۔

۳۔ زمین و آسمان بلکہ کائنات کی بادشاہی خدا ہی کے قبضہ قدرت میں ہے یہ سب مقدمات کفار و مشرکین کے نزدیک مسلم ہیں لیکن ان مقدمات کو ترتیب دینے سے جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ جس ذات کے یہ آثار قدرت ہیں وہ ہر چیز پر قادر بھی ہے اور معبود برحق بھی وہی ہے۔ مگر وہ لوگ اس منزل پر بھٹک جاتے ہیں اور دوبارہ زندہ ہونے پر ایراد بھی کرتے ہیں اور خدا کو چھوڑ کر اپنے معبود خود ساختہ بتوں کو بناتے ہیں۔ اور انہی کی

پرستش کرتے ہیں۔ خدائے حکیم نے کفار کو ان کے اسی فکر وعمل کے تضاد و اختلاف پر یہاں اور کئی دوسرے مقامات پر سرزنش کی ہے اور فعل وقول کے اسی اختلاف پر متنبہ کیا ہے۔

۴۶) وما كان معه من اله... الآية

توحید پروردگار پر برہان تمانع کا بیان

یہ بھی اس برہان کی تقریر ہے جسے علم کلام میں ''برہان تمانع'' کہا جاتا ہے جو سورہ انبیاء آیت ۲۲ میں گزر چکا ہے لو كان فيهما الهة الا الله لفسدتا۔ بلکہ یہاں پر یہ برہان زیادہ واضح اور صاف ہے کہ اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو پھر ہر ایک خدا اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہو جاتا اور پھر ان میں سے ہر ایک اپنی فوقیت اور بالا دستی حاصل کرنے کے لئے دوسرے پر چڑھ دوڑتا اور اور اس طرح کائنات افراتفری کا شکار ہو جاتی اور اس کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ اور نظام عالم درہم برہم ہو جاتا ہے۔ مگر باجود کائنات کے کثیر التعداد ہونے کے اس کے نظام کی وحدت اس بات کی ناقابل رد دلیل ہے کہ اس کا منتظم اعلیٰ واحد و یکتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ سبحان الله عما يصفون

۴۷) عالم الغيب والشهادة... الآية

جس چیز کا علم لوگوں سے پوشیدہ ہے اور جس کا جاننا ان کے لئے ممکن ہے اللہ کے نزدیک سب برابر ہیں وہ غیب شہود، حاضر و غائب اور محسوس وغیر محسوس سب کا یکساں علم رکھتا ہے۔ اور سب اس کی نگاہ قدرت میں برابر ہیں۔ وہ علیم بذات الصدور ہے اور یعلم السر واخفی کا مصداق ہے اور وما يعزب عن علمه مثقال ذرة في الارض ولا في السماء اس کی شان ہے۔ سبحان من هو هكذا ولا هكذا غيره۔

آیات القرآن

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴿۹۴﴾ وَاِنَّا عَلٰۤى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ﴿۹۵﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ﴿۹۶﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ﴿۹۸﴾ حَتّٰۤى اِذَا

جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿٩٩﴾ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا
تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىِٕلُهَا ؕ وَ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى یَوْمِ
یُبْعَثُوْنَ ﴿١٠٠﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَىِٕذٍ وَّ لَا
یَتَسَآءَلُوْنَ ﴿١٠١﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَ مَنْ
خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فِیْ جَهَنَّمَ
خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٣﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَ هُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾ اَلَمْ تَكُنْ
اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٠٥﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ
عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَ كُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ ﴿١٠٦﴾ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا
فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿١٠٧﴾ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِیْهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿١٠٨﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْ
عِبَادِیْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ
الرّٰحِمِیْنَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِیًّا حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِیْ وَ كُنْتُمْ
مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿١١٠﴾ اِنِّیْ جَزَیْتُهُمُ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ
الْفَآىِٕزُوْنَ ﴿١١١﴾ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِیْنَ ﴿١١٢﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا
یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّیْنَ ﴿١١٣﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا لَّوْ
اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١١٤﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ
اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿١١٥﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ
الْعَرْشِ الْكَرِیْمِ ﴿١١٦﴾ وَ مَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ
فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿١١٧﴾ وَ قُلْ رَّبِّ اغْفِرْ
وَ ارْحَمْ وَ اَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿١١٨﴾

ترجمۃ الآیات

(اے رسولؐ) آپ کہیے کہ اے میرے پروردگار اگر تو مجھے وہ عذاب دکھا دے جس کی ان لوگوں کو دھمکی دی جا رہی ہے (۹۳) تو اے میرے پروردگار! مجھے ظالم لوگوں میں شامل نہ کرنا (۹۴) اور ہم اس عذاب کے آپ کو دکھانے پر قادر ہیں جس کی ان کو دھمکی دی جا رہی ہے (۹۵) (اے رسولؐ) آپ برائی کو احسن طریقہ سے دفع کریں۔ ہم خوب جانتے ہیں جو وہ (آپ کی نسبت) بیان کرتے ہیں (۹۶) اور آپ کہئے! اے میرے پروردگار! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں (۹۷) اور اے میرے پروردگار! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ (شیطان) میرے پاس آئیں (۹۸) (کافروں کی یہی حالت رہتی ہے) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ کھڑی ہوتی ہے تو (تب) کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار! مجھے (ایک بار) اسی دنیا میں واپس بھیج دے جسے میں چھوڑ آیا ہوں (۹۹) تاکہ میں نیک عمل کر سکوں (ارشاد ہوگا) ہرگز نہیں! یہ محض ایک (فضول) بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے اور ان کے (مرنے کے) بعد برزخ کا زمانہ ہے ان کے (دوبارہ) اٹھائے جانے تک (۱۰۰) پھر جب صور پھونکا جائے گا تو اس دن نہ تو ان کے درمیان رشتے ناطے رہیں گے اور نہ ہی ایک دوسرے کو پوچھیں گے (۱۰۱) (ہاں البتہ) جن کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی کامیاب ہوں گے (۱۰۲) اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو یہ وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا (اور) وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے (۱۰۳) آگ ان کے چہروں کو جھلسا رہی ہوگی اور ان کی شکلیں اس میں بگڑ گئی ہوں گی (۱۰۴) (ان سے کہا جائے گا) کیا تمہارے سامنے ہماری آیتیں نہیں پڑھی جاتی تھیں اور تم انہیں جھٹلاتے تھے؟ (۱۰۵) (وہ اس وقت) کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی تھی۔ اور واقعی ہم گمراہ لوگ تھے (۱۰۶) اے ہمارے پروردگار! (ایک بار) ہمیں اس سے نکال دے۔ پھر اگر ہم ایسا کریں تو بے شک ہم سراسر ظالم ہوں گے (۱۰۷) ارشاد ہوگا اور مجھ سے کوئی بات نہ کرو (۱۰۸) (تمہیں یاد ہے) کہ بے شک میرے بندوں میں ایک گروہ ایسا بھی تھا جو کہتا تھا۔ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے ہیں! پس تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو بہترین رحم کرنے والا ہے (۱۰۹) تو

تم ان کا مذاق اڑاتے تھے یہاں تک کہ (گویا) انھوں نے تمہیں میری یاد بھی بھلادی اور تم ان پر ہنستے تھے (۱۱۰) (دیکھو) آج میں نے انہیں ان کے صبر کی جزادی ہے۔ وہی کامران ہیں (۱۱۱) ارشاد ہوگا تم کتنے برس تک زمین میں رہے ہو؟ وہ کہیں گے ایک دن یا ایک دن کا بھی کچھ حصہ۔ سو تو گننے والوں سے پوچھ لے (۱۱۳)۔ ارشاد ہوگا تم نہیں رہے۔ مگر تھوڑا عرصہ کاش تم نے یہ بات سمجھی ہوتی (۱۱۴) کیا تمہارا یہ خیال تھا کہ ہم نے تمہیں بلا مقصد پیدا کیا ہے اور تم نے کبھی ہماری طرف پلٹ کر نہیں آنا ہے (۱۱۵) اللہ جو حقیقی بادشاہ ہے (ایسی بات سے) بلند برتر ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ وہ عزت وعظمت والے عرش کا مالک ہے (۱۱۶) اور جو کوئی اللہ کے سوا کسی دوسرے (خود ساختہ) الٰہ (خدا) کو پکارتا ہے تو اس کے پاس اس کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے تو اس کا حساب وکتاب پروردگار کے پاس ہے۔ اور جو کافر ہیں وہ کبھی فلاح نہیں پائیں گے (۱۱۷) اور (اے رسولؐ) آپ کہئے ! اے میرے پروردگار! تو بخش دے اور رحم فرما۔ اور تو بہترین رحم کرنے والا ہے (۱۱۸)

تشریح الالفاظ

۱......**همزات**۔ همزہ کی جمع ہے جس کے معنی وسوسہ کے ہیں۔

۲......ورا۔ اضداد میں سے ہے جو قبل اور بعد دونوں کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

۳...... برزخ۔ دو چیزیں کے درمیان والی چیز کو برزخ کہا جاتا ہے یہاں وہ زمانہ مراد ہے جو موت والے دن اور جو آخرت کے درمیان واقع ہے۔

۴... تلفح۔ تلفح کی معنی جھلسنے کے ہیں۔

۵......**کالحون**۔ کلح کے معنی ہیں ہونٹوں کا اس طرح سکڑ جانا کہ دانت نکل آئیں اور مراد شکل کا بگڑ جانا۔

۶......اخساء۔ کے معنی ہیں دھتکارنا۔ دفع ہو جا۔

۷......عبث کے معنی ہیں بلا مقصد اور بے کار کام کرنا۔

۸...... **یفلح**۔ کے معنی ہیں فلاح پانا یعنی اپنے مقصد میں کامیاب وکامران ہونا۔

تفسیر الآیات

۴۸۔ قل رب اما ترینی ۔۔۔۔ الآیۃ

اس آیت کی شان نزول

چونکہ پیغمبر اسلامؐ کفار قریش کو ڈراتے دھمکاتے تھے کہ اگر وہ انکار اور تکذیب سے باز نہ آئے تو خدا ان پر عذاب نازل کرے گا۔تو وہ اس بات کا تمسخر اڑاتے تھے تو خداوند عالم آنحضرتؐ کو تسلی دے رہا ہے کہ ہم وہ عذاب نازل کر کے ان کا ستیاناس کرنے پر قادر ہیں۔مگر خاص مصلحت کے تحت انہیں مہلت دے رہے ہیں اور ساتھ یہ بھی حکم دے رہا ہے کہ آپ اس عذاب سے خدا کی پناہ مانگیں۔مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کو کوئی خطرہ تھا کہ وہ عذاب آپ کو بھی لپیٹ میں نہ لے۔ایسا ہرگز نہیں ہے کیونکہ آپ اپنی عصمت وطہارت کی وجہ سے اس سے مامون ومحفوظ ہیں۔ بلکہ اس عذاب کی شدت سے کفار ومشرکین کو ڈرانا دھمکانا مقصود ہے کہ عذاب چیز ہی ایسی ہے کہ اس سے ڈرنا چاہیے اور برے ماحول ومعاشرہ میں رہنے والے نیک لوگوں کو بھی پناہ مانگنی چاہیے کہ برے لوگوں کے ساتھ وہ بھی کہیں اس کی لپیٹ میں نہ آجائیں۔ یہ عذاب کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ احمق منکروں اور بدکاروں کی طرح اس کا مطالبہ کیا جائے (تفسیر کاشف)

۴۹۔ ادفع بالتی ھی احسن۔۔۔ الآیۃ

دفاع احسن کا حکم اور اس کا مفہوم؟

پیغمبر اسلامؐ جن کا مودب خود خدائے ذوالجلال ہے کہ وہ اپنے حبیب مکرم کو درس اخلاق دے رہا ہے کہ دشمن کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے مطلب یہ ہے کہ اگر وہ شرک آمیز بات کرے تو آپ اس کے بالمقابل دلیل وبرہان سے اس کا ابطال کریں۔اور اگر وہ دور کرنے والی بات کرے تو آپ پند ونصیحت کر کے اسے قریب لانے کی کوشش کریں۔الغرض اس قسم کی ہرزہ سرائی کا جواب اخلاق ومروت سے دیں اور کسی حالت میں بھی میانہ روی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دشمن کی ہر قسم کی ایذارسانی پر صبر ہی سے کام لیا جائے اور کبھی ہاتھ کو حرکت نہ دی جائے؟ یہ بات پیغمبر اسلامؐ کی مدنی زندگی پر صادق نہیں آتی۔اس لئے محققین کی تحقیق یہ ہے کہ حالات وکوائف کے مطابق دانشمندانہ کام واقدام کا نام دفاع احسن ہے! یعنی اگر آدمی کمزور اور دشمن طاقتور ہو تو یہاں صبر وضبط کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ علاج بالمثل اپنانے سے نقصان وزیاں کا اندیشہ

ہے۔جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ نے اپنی مکی زندگی میں ایسے صبر وضبط کا مظاہرہ کیا تھا۔اور اگر طاقت وقوت ہواور حالات بھی اس کے استعمال کی اجازت دیں تو پھر قوت کا مظاہرہ کرکے ظلم و جور کو ہاتھ سے روکنا بھی دفاع احسن میں داخل ہے۔جیسا کہ آنحضرتؐ نے اپنی مدنی زندگی میں اس کا مظاہرہ فرمایا ہے کیونکہ ایسے موقع پر صبر وسکوت کرنا مخالف کو اور زیادہ جری وجسور بنانے کا باعث بنتا ہے۔حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ الوفاء لا ھل الغدر غدر و الغدر باھل الغدر وفاء۔ بدعہد سے وفا کرنا بدعہدی ہے اور بدعہد سے بدعہدی کرنا وفا ہے۔(ایضاً)

خلاصہ یہ ہے کہ موقع ومحل کی مناسبت سے کوئی شریفانہ وحکیمانہ اقدام کرنا دفاع احسن کہلاتا ہے۔

و بعض الحلم عند الجهل للذلة اذعان
وفی الشر نجات حین لا ینجیك احسان

۵۰۔ وقل رب اعوذ... الآیة

شیطان اور اس کے وسوسوں سے پناہ مانگنے کی حکمت

چونکہ سابقہ آیات میں خدائے علیم وحکیم نے بظاہر اپنے حبیب مکرم کو خطاب کرکے اور درحقیقت تمام غلامان مصطفیٰ کو صبر وضبط اور عفو وصفح کی مقدس تعلیم دی ہے مگر شیاطین وہ خواہ جنی ہوں اور خواہ انسی ان کا کام ہی دشمن کے مقابلہ میں جوش دلا کر سخت کلامی پر اکسانا ہوتا ہے۔تا کہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائے۔اس لئے اس آیت شریفہ میں شیاطین کی ان تحریکوں اور قلبی وسوسوں سے پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آئمہ اہلبیتؑ سے مروی ہے کہ صبح وشام یعنی طلوع آفتاب اور اس کے غروب سے پہلے دس بار یہ دعا پڑھی جائے اعوذ باللہ السمیع العلیم من ھمزات الشیاطین و اعوذ باللہ رب ان یحضرون۔

۵۱۔ قال رب ارجعون... الآیة

مرتے وقت کفار ومجرمین کی حالت

کفار ومشرکین ومکذبین وہ اتنی غفلت شعاری کی حالت میں پڑے رہے ہیں کہ ان کی آنکھیں ہر غافل اور مقصر انسان کی طرح اس وقت کھلتی ہیں جب ان تک فرشتہ اجل پہنچ جاتا ہے اور موت سر پر آ کھڑی ہوتی ہے تو اب دادوفریاد کرتا ہے کہ اے میرے پروردگار! ایک بار مجھے دنیا میں واپس بھیج دے تا کہ میں نیک عمل کرسکوں۔

ارشاد قدرت ''کلا'' ہرگز اب ایسا نہیں ہوسکتا۔ یہ محض ایک (فضول) بات ہے جو یہ کہہ رہا ہے کفار ومشرکین اور مجرمین کی اس خواہش کا قرآن مجید میں کئی جگہ تذکرہ موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کی سرحد میں داخل ہوتے ہی آدمی کو اچھے یا برے انجام کا پتہ چل جاتا ہے۔ (تفسیر تبیان) ایسی ہی ایک درخواست اور اس کے جواب کا تذکرہ سورہ انعام آیت ۲۸ اور ۲۹ میں موجود ہے۔ **قالو ! ایلیتنا نرد**۔ اے کاش! کہ ہم دنیا میں دوبارہ لوٹائے جاتے۔ ارشاد ہوتا ہے **ولو ردوا العادوالما لھو اعنہ**۔ اور اگر (بالفرض) یہ لوٹا بھی دیئے جائیں تو پھر بھی وہی کام کریں گے جن سے ان کو روکا گیا ہے۔

ایضاح:۔ یہاں ایک چیز قابل غور ہے کہ رب ارجعون میں جب خطاب خداوند عالم کو ہے اور وہ واحد ویکتا ہے تو یہاں صیغہ جمع کیوں لایا گیا ہے؟ بعض نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ تعظیم کے طور پر ہے مگر یہ جواب درست نہیں ہے۔ کیونکہ خدا کے لئے جمع کے صیغے کا استعمال نہیں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء ومرسلین اور آئمہ طاہرین اپنی دعاؤں میں ہمیشہ خدا کے لئے واحد کا صیغہ استعمال کرتے ہیں۔ جیسے **رب اغفرلی رب زدنی علماً رب ھب لی من لدنك ولیا** اور **الحقنی بالصالحین**۔ وغیرہ اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ **ارجعنی ارجعنی** کے تکرار کا مفہوم ادا کرتا ہے اور بعض نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ رب کا خطاب تو خداوند عالم سے ہے اور ارجعون کا خطاب ان فرشتوں سے ہے جو اس کی روح قبض کر کے لے جارہے ہوں گے۔ یعنی گھبرا کر اللہ کو پکارے گا اے اللہ پھر فرشتوں سے کہئے گا۔ ارجعون مجھے واپس لوٹا دو۔ واللہ العالم

۵۲۔ **ومن ورائھم برزخ۔۔۔ الآیۃ**

عالم برزخ کا اجمالی تذکرہ

دو چیزوں کے درمیان والی چیز (آڑ) کو برزخ کہا جاتا ہے ادھر عالم دنیا ادھر عالم آخرت اور درمیان والے زمانہ کو برزخ کہا جاتا ہے جو موت سے شروع ہوتا ہے اور قیامت کی آمد پر ختم ہوتا ہے اور اس میں آدمی پر کیا گزرتی ہے وہ کس حال میں رہتا ہے؟ آرام میں رہتا ہے یا الم میں یا رنج وراحت سے غافل ہو کر سویا ہوا ہے۔ اور قیامت کی آمد پر جاگے گا؟ ان امور کی تفصیلات ہم نے اپنی کتاب احسن الفوائد فی شرح العقائد کے سترہویں باب میں درج کر دی ہیں۔ جو اسی عالم برزخ سے متعلق ہے تفصیلات کے خواہشمند حضرات اسی کتاب کے اسی باب کا مطالعہ فرمائیں۔ اس کا خلاصہ یہی ہے جو مومن کامل میں ان کی روحیں آرام وراحت میں ہوں گی اور جو کافر ومشرک میں ان کی روحیں تکلیف میں وقت گزاریں گی اور جو بین بین میں وہ سوئے ہوئے ہیں انہیں نہ

کوئی راحت اور نہ رنج۔ ہاں البتہ آئمہ اہلبیتؑ نے عالم برزخ سے اپنے نام لیواؤں کو بہت ڈرایا ہے اور اس کے لئے تیاری کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ کیونکہ انبیاء و آئمہ کی شفاعت قیامت کے دن ہوگی۔ انشاء اللہ

۵۳۔ فاذا نفخ فی الصور... الآیۃ

قیامت کے دن تمام رشتے ناطے ختم ہوجائیں گے

ارشاد قدرت ہے کہ نفخ صور کے بعد قیامت میں اس طرح نفسی کا عالم ہوگا کہ سب رشتے ناطے ختم ہوجائیں گے کہ کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ بلکہ حالت یہ ہوگی کہ **یفر المرأ من اخیه و امه وابیه و صاحبته و بنیه**۔ (عبس۔ ۳۴۔۳۶)

آدمی بھائی سے، اپنی ماں، اپنے باپ سے اور اپنے بیوی بچوں سے بھاگتا ہوگا اور نہ ہی آپس میں ان میں کوئی احوال پرسی اور پوچھ گچھ ہوگی۔

ایک ایراد اور اس کا جواب

قرآن مجید میں یہاں تو وارد ہے کہ **ولا یتسائلون** کہ وہ ایک دوسرے سے کوئی پوچھ گچھ نہیں کریں گے مگر دوسری جگہ وارد ہے کہ **واقبل بعضھم علی بعض یتسائلون**۔ (صافات۔ ۲۷) کہ وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر پوچھ گچھ کریں گے تو اس اختلاف کا حل کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ قیامت کا دن بڑا طویل و عریض ہوگا۔ لہٰذا ان آیتوں میں مختلف اوقات میں مختلف حالات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ کہ جب ایک دم صور کی قیامت خیز آواز بلند ہوگی۔ اور زلزلہ قیامت شروع ہوجائے گا۔ تو لوگ اس قدر حیران و پریشان ہوجائیں گے کہ سوال و جواب کی تاب نہ ہوگی۔ اور جب کچھ وقت گزر جائے گا۔ اور لوگ جب اپنے آپ میں آجائیں گے تو پھر باہم سوال و جواب کریں گے۔

افادہ:۔

علم اصول کا ایک قاعدہ ہے کہ **مامن عام الا وقد خص** کہ ہر عام قابل تخصیص ہوتا ہے بعض ظاہر بین تو اس آیت کو پڑھ کر فوراً فتویٰ جاری کردیتے ہیں کہ قیامت کے دن سب رشتے داریاں اور قرابتداریاں ختم ہوجائیں گی لہٰذا کوئی خونی رشتہ کسی کو کوئی فائدہ نہ دے گا۔ مگر جس پیغمبر اسلامؐ کے قلب مقدس پر قرآن اترا ہے اور جو ساری کائنات سے بڑھ کر اس کا مفہوم سمجھتے ہیں وہ فرماتے ہیں۔ کل حسب ونسب منقطع الا

حسبی ونسبی ۔ کہ قیامت کے دن سب رشتے ناطے ختم ہو جائیں گے سوائے میرے حسب و نسب کے کہ وہ ختم نہیں ہوگا (مجمع البیان وتفسیر صافی وغیرہ)

۵۴۔ فمن ثقلت موازینه ... الآیة

میزان کے بھاری اور ہلکا ہونے کا اجمالی تذکرہ

ہم قبل ازیں سورہ اعراف کی آیت ۸ والوزن یو مئذ الحق الآیة ۔ کی تفسیر میں تفصیلاً اور سورہ انبیاء کی آیت ۴۴ ۔ونضح الموازین القسط لیوم القیامة الآیة ۔ کی تفسیر میں اجمالاً میزان کی حقیقت اور قیامت کے دن اعمال نیک و بد کے تولے جانے کی نوعیت و کیفیت پر تبصرہ کر چکے ہیں ۔ یہاں اس کے اعادہ و تکرار کی ضرورت نہیں ہے ۔ سورہ اعراف کی آیت ۸ کی تفسیر کی طرف رجوع کریں اور مزید اطمینان قلب کی خاطر ہماری علم الکلام والی ضخیم کتاب احسن الفوائد کے اٹھائیسویں باب کا مطالعہ کریں ۔

۵۵۔ الم تکن آیاتی تتلی علیکم ... الآیة

خدا اور جہنمیوں کا یہ مقالمہ اپنے معنی و مفہوم کے اعتبار سے چونکہ بالکل واضح وعیاں ہے اس کا مطلب سمجھنے کے لئے یہ ہی کافی ہے ۔اس لئے اس کی تفسیر و تشریح سے عنان بیان کو روکا جاتا ہے ۔

۵۶۔ حتی انسو کم ذکری ... الآیة

اس جملہ کا لفظی ترجمہ تو یہ ہے کہ اس نیک گروہ نے (جس کا ذکر خیر کیا جا رہا ہے) تمہیں (اے کافرو) میری یاد بھلا دی ۔ اور یہ بات غلط ہے وہ گروہ تو خود بھی یاد خدا کرنے والا تھا اور دوسروں کو یاد الٰہی پر آمادہ کرنے والا ۔ تو وہ کس طرح ان کو خدا کی یاد بھلا سکتا ہے؟ تو اس کا حل یہ ہے کہ یہاں اس گروہ کی طرف ''انسا'' (بھلانے) کی نسبت مجازی ہے ۔ یعنی تم ان کا مذاق اڑانے میں مشغول رہتے تھے ۔ یہاں تک کہ اس شغل نے تمہیں مری یاد بھلا دی ۔ لہٰذا وہ اپنے صبر کا صلہ پا کر آج کامیاب و بامراد ہو گئے اور تم کفر کر کے اور نیک لوگوں کا مذاق اڑا کے اور یاد خدا سے غفلت کر کے نامراد و ناشاد رہ گئے ۔ مخفی نہ رہے کہ اس قسم کا سوال و جواب سورہ انبیاء کی آیت ۱۲ سے ۱۵ تک بھی گزر چکا ہے ۔ فراجع ۔

۵۷۔ قال کم لبثتم فی الارض ... الآیة

خداوند عالم کفار و مشرکین اور مجرمین سے پوچھے گا کہ تم دنیا اور برزخ میں کتنے برس رہے ہو؟ اس سوال کے مختلف مقامات پر مختلف جوابات مذکور ہیں ۔

۱۔ کہیں دس دن ۔(طٰہ ۔۱۰۸)

۲۔ کہیں ایک دن ۔(طٰہ ۔۱۰۹)

۳۔ اور کہیں ایک دن کا بھی کچھ حصہ۔ جیسے یہاں مذکور ہے۔

۴۔ اور کہیں ایک دن کے چند گھنٹے مذکور ہیں۔

اور یہ سب اختلاف ان لوگوں کی حواس باختگی اور دہشت زدگی کی وجہ سے ہوگا۔ یہ اس حقیقت کا اظہار ہے کہ دور کائنات میں وقفہ حیات عنصری انسان کا کتنا مختصر ہے پھر بھی وہ اسے اہمیت دیتا ہے اور آخرت کے دور حیات ابدی کی فکر نہیں کرتا۔(فصل الخطاب)

۵۸۔ افحسبتم انما خلقنکم عبثاً ۔۔۔ الآیۃ

انسان کو عبث پیدا نہیں کیا گیا ہے

اگر چہ حسب ظاہر یہ خطاب قیامت اور حیات بعد الموت کے منکرین سے ہے مگر درحقیقت گنہگار اور بدکار انسان سے ہے۔خواہ سرے سے قیامت کا انکار کرے یا زبانی اقرار تو کرے مگر اس کے شدائد سے بچنے کے کوئی تدبیر نہ کرے۔ بھلا جب کوئی معمولی عقل وخرد رکھنے والا انسان کوئی عبث و بے کار کام نہیں کرتا تو کیا خالق عقل وعقلاء پروردگار نے انسان جیسی اشرف المخلوقات ہستی کو بلا مقصد پیدا کیا ہے؟ ع

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

مخفی نہ رہے کہ اس مضمون کی کئی آیات مع تفسیر قبل ازیں گزر چکی ہیں۔

۵۹۔ ومن یدع مع اللہ ۔۔۔ الآیۃ

مشرکین کے پاس اپنے شرک پر کوئی دلیل نہیں ہے

جو شخص بھی کسی چیز کو خدا کا شریک ٹھہراتا ہے اس کے پاس اس دعویٰ کی صداقت پر کوئی دلیل و برہان نہیں ہے اور بھلا شرک پر کیا دلیل ہوگی؟ بلکہ انفس و افاق کی سب آیات اس کے اس بنیادی دعویٰ کی نفی پر دلالت کرتی ہیں۔ اور بتاتی ہیں کہ کائنات ارضی وسماوی کا خالق و مالک اور رب پالنے والا واحد و یکتا ہے کوئی بھی مخلوق اس کی ذات، صفات، افعال اور عبادت میں اس کی شریک نہیں ہے۔

و فی کل شئی لہ آیۃ
تدل علیٰ انہ واحد

ہر گیا ہے کہ از زمین روید
وحد لاشریک لہ گوید

اور جو واضح حقیقت کا انکار کرتا ہے اور اسے نہیں سمجھ سکتا وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس سے کوئی بحث و تمحیص کی جائے۔ بس اس کا معاملہ خدا کے سپرد کر دینا چاہیے۔ فانما حسابہ عند ربہ۔

۶۰۔ انہ لا یفلح الکافرون۔۔۔ الآیۃ

جو کافر ہیں وہ کبھی فوز و فلاح نہیں پائیں گے

اس سورہ مبارکہ کا آغاز قد افلح المومنون یعنی مومنوں کے فلاح پانے سے ہوا تھا۔ اور اختتام قریباً لا یفلح الکافرون پر ہو رہا ہے۔ کہ کافر فلاح نہیں پائیں گے۔ اس طرح گویا مثبت اور منفی پہلوؤں کو سامنے رکھ کر اصل موضوع کی تکمیل کی گئی ہے کہ فلاح کونین اہل ایمان کا مقدر ہے اور کافر اس سعادت سے محروم ہیں اور آخر کلام میں پیغمبر اسلامؐ کو خطاب کر کے دراصل ان کے ساتھ جملہ اہل ایمان کو دعائے مغفرت و رحمت کرنے کی تلقین کی گئی ہے تا کہ اگر ان کا کوئی تمسخر اڑائے تو اس کا بھی وہی انجام ہو۔ جو اس قسم کے لوگوں کا ابھی اوپر آیت ۱۱۰ میں بیان ہو چکا ہے۔ اور خداوند عالم دعائے مغفرت و رحمت مانگنے والوں کو ان کے صبر کے عوض جنت الفردوس کی جاگیر عطا کر کے انہیں کامران اور فائز المرام فرمائے۔

اللھم اغفر وارحم وانت خیر الراحمین

آج بتاریخ ۲۴ اگست ۲۰۰۲ بمطابق ۱۴ جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ بروز ہفتہ بوقت آٹھ بجے شب سورہ المومنین کی تفسیر اور ترجمہ وتشریح بخیر وخوبی مکمل ہوئی۔ والحمد للہ اولاً و آخراً

سورۃ النور کا مختصر تعارف

وجہ تسمیہ:

اس سورہ کا یہ نام اسی سورہ کی آیت ۳۵ اللہ نور السموات والارض الآیۃ۔ کی بناء پر رکھا گیا ہے۔بعض اخبار و آثار کے مطابق خصوصی طور پر لڑکیوں کو یہ سورہ پڑھانے کا حکم دیا گیا ہے۔

عہد نزول:

اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ یہ سورہ غزوہ بنی المصطلق کے بعد نازل ہوئی جس میں واقعہ افک پیش آیا۔مگر اس میں اختلاف ہے کہ یہ غزوہ کب ہوا؟ اور یہ کہ آیا یہ غزوہ احزاب سے پہلے ہوا یا اس کے بعد؟ مشہور یہ ہے کہ یہ غزوہ، غزوہ احزاب یعنی غزوہ خندق کے بعد ۶ ھ میں واقع ہوا۔جبکہ غزوہ خندق ۵ ھ میں پیش آیا۔

بنابریں پردہ کے احکام ان دونوں سورتوں (احزاب اور نور) میں مذکور ہیں ان کی ترتیب یوں ہوگی کہ ان کا آغاز سورہ احزاب سے ہوا۔اور واقعہ افک سے پہلے پردہ کا حکم آچکا تھا۔اور ان احکام کی تکمیل سورہ نور میں ہوئی۔سورۃ نور مدنی ہے اس کی ۶۴ آیتیں اور نو (۹) رکوع ہیں۔واللہ العالم

اس سورہ کے مضامین کی اجمالی فہرست

۱......اس کا زیادہ تر حصہ خانگی زندگی کو خوشگوار بنانے کے احکامات وہدایات پر مشتمل ہے۔

۲......زنا کاری کی سخت حرمت بیان کرنے کے ساتھ اس کی شرعی حد کا بیان۔

۳......قذف یعنی کسی پاکدامن عورت پر تہمت زنا لگانے کی حرمت اور اس کی شرعی حد کا بیان۔

۴......ثبوت زنا کے لئے چار عادل اور عینی گواہوں کی ضرورت۔

۵......لعان یعنی گواہوں کے بغیر شوہر کی طرف سے اپنی بیوی پر تہمت زنا لگانے کے احکام۔

۶......واقعہ افک کا تذکرہ اور اس کی تردید اور ایسی بے بنیاد خبر سن کر اسے نشر کرنے والوں کی سخت مذمت۔

۷......اجازت کے بغیر لوگوں کے گھروں میں داخل ہونے کی ممانعت۔

۸......عقد بیوگان اور کنیزوں اور غلاموں کے عقد نکاح کی تاکید مزید۔

۹......سلام کرنے کا حکم۔

۱۰......پردہ کے مکمل احکام اور اجنبی مردوں وعورتوں کو ایک دوسرے پر نگاہ کرنے کی مناہی۔

۱۱......عقد نکاح کرنے کا حکم۔

۱۲......غلام اور کنیز سے مکاتبہ کرنے کا حکم۔

۱۳......ایمان وکفر کی تمثیل

۱۴......کافروں کے اعمال کے بےکار ہونے کا تذکرہ۔

۱۵......مومنین صالحین سے اقتدار کا وعدہ یعنی آیت استخلاف اور اس کی تفسیر۔

۱۶......تجارتی کاروبار کرنے کا حکیمانہ حکم۔

۱۷......زیادہ بوڑھی عورتوں کو برقع اتارنے کی اجازت۔

۱۸......منافقین کی مذمت اور دوغلی پالیسی اختیار کرنے کی ممانعت۔

۱۹......پیغمبر اسلامؐ کی خصوصی اطاعت اور خصوصی احترام کا تاکیدی حکم۔

۲۰......اہل ایمان کی شان۔

۲۱......ہر ذی حیات کی پانی سے خلقت کا تذکرہ۔

۲۲......اندھوں اور لولے لنگڑوں۔ الغرض معذوروں کو کسی نہ کسی کے ہاں بلا اجازت کھانے کی اجازت۔

۲۳......حضرت رسول خداؐ کی ازواج کو باوقار طریقے سے گھروں میں بیٹھنے کا حکم۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس سورہ کی تلاوت کرنے کے فضائل

۱......حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے۔ فرمایا عورتوں کو بالائی منزلوں میں نہ ٹھہراؤ۔ انہیں کتابت نہ سکھاؤ۔ اور انہیں چرخا کاتنا اور سورہ نور کی تعلیم دو۔ (مجمع البیان)۔

۲......حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرمایا سورہ نور کی تلاوت سے اپنے مالوں اور شرم گاہوں کی حفاظت کرو۔ نیز اپنی عورتوں کی بھی۔ کیونکہ جو شخص ہر رات یا ہر دن سورہ نور کی تلاوت پر مداومت کرتا ہے تو جب تک وہ زندہ ہے اس کے اہل خانہ سے کوئی زنا نہیں کرے گا اور جب مرے گا تو اس کی قبر میں داخل ہونے تک ستر ہزار فرشتے اس کی مشایعت کریں گے۔ اور اس کے لئے دعا واستغفار کریں گے۔ (مجمع البیان)

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ سُوۡرَةٌ اَنۡزَلۡنٰهَا وَفَرَضۡنٰهَا وَاَنۡزَلۡنَا فِيۡهَاۤ
اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ ۝١ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىۡ فَاجۡلِدُوۡا كُلَّ
وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا مِائَةَ جَلۡدَةٍ‌ وَّلَا تَاۡخُذۡكُمۡ بِهِمَا رَاۡفَةٌ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اِنۡ
كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ‌ ۚ وَلۡيَشۡهَدۡ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ
مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝٢ اَلزَّانِىۡ لَا يَنۡكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوۡ مُشۡرِكَةً ۡ وَّالزَّانِيَةُ
لَا يَنۡكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوۡ مُشۡرِكٌ‌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝٣
وَالَّذِيۡنَ يَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ ثُمَّ لَمۡ يَاۡتُوۡا بِاَرۡبَعَةِ شُهَدَآءَ
فَاجۡلِدُوۡهُمۡ ثَمٰنِيۡنَ جَلۡدَةً وَّلَا تَقۡبَلُوۡا لَهُمۡ شَهَادَةً اَبَدًا‌ ۚ وَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ۝٤ اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ وَاَصۡلَحُوۡا‌ ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ
غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝٥ وَالَّذِيۡنَ يَرۡمُوۡنَ اَزۡوَاجَهُمۡ وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهُمۡ شُهَدَآءُ
اِلَّاۤ اَنۡفُسُهُمۡ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمۡ اَرۡبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ‌ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ
الصّٰدِقِيۡنَ ۝٦ وَالۡخَامِسَةُ اَنَّ لَعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَيۡهِ اِنۡ كَانَ مِنَ
الۡكٰذِبِيۡنَ ۝٧ وَيَدۡرَؤُا عَنۡهَا الۡعَذَابَ اَنۡ تَشۡهَدَ اَرۡبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ‌ ۙ
اِنَّهٗ لَمِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ ۝٨ وَالۡخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيۡهَاۤ اِنۡ كَانَ مِنَ
الصّٰدِقِيۡنَ ۝٩ وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ
حَكِيۡمٌ ۝١٠

ترجمۃ الآیات

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے یہ ایک سورہ ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے اور ہم نے (ہی) اس (کے احکام) کو فرض کیا ہے۔ اور ہم نے ہی اس میں کھلی ہوئی آیتیں نازل کی ہیں۔ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو(۱) زنا کار عورت اور زنا کار مرد ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ۔ اور اللہ کے دین کے معاملہ میں تمہیں ان پر ترس نہ آئے۔ اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور ان دونوں کو سزا دیتے وقت اہل ایمان کی ایک جماعت کو موجود ہونا چاہیے(۲) زنا کار مرد نکاح نہیں کرتا مگر زنا کار عورت یا مشرک عورت کے ساتھ اور زنا کار عورت نکاح نہیں کرتی مگر زنا کار مرد یا مشرک مرد کے ساتھ اور یہ (زنا) اہل ایمان پر حرام قرار دے دیا گیا ہے(۳) اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں اور پھر چار گواہ پیش نہ کریں تو انہیں اسی (۸۰) کوڑے لگاؤ اور کبھی ان کی کوئی گواہی قبول نہ کرو اور یہ لوگ فاسق ہیں (۴) سوائے ان کے جو اس کے بعد توبہ کر لیں اور (اپنی) اصلاح کر لیں۔ تو بے شک اللہ بڑا بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے (۵) اور جو (خاوند) اپنی بیویوں پر تہمت (زنا) لگائیں اور (ثبوت کے لئے) ان کے پاس خود ان کے سوا کوئی گواہ نہ ہو تو ان میں سے کسی کی گواہی اس طرح معتبر ہوگی کہ وہ چار مرتبہ خدا کی قسم کھائے کہ وہ (اپنے دعویٰ میں) سچا ہے (۶) اور پانچویں مرتبہ یوں کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ (اپنے دعویٰ) میں جھوٹا ہے (۷) اور اس عورت سے یہ صورت شرعی حد کو ٹال سکتی ہے کہ وہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ (خاوند) جھوٹا ہے (۸) اور پانچویں بار یوں قسم کھائے کہ اس پر اللہ کا غضب ہو اگر وہ (مرد) سچا ہے (۹)، اگر اللہ کا فضل و کرم اور اس کا رحم نہ ہوتا اور یہ (بات نہ ہوتی) کہ اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا، بڑا حکمت والا ہے (تو اس الزام تراشی کا انجام بڑا دردناک ہوتا) (۱۰)

تشریح الالفاظ

۱......سورہ: کے کئی معنی ہیں مرتبہ، اونچی عمارت، کتاب کا مستقل قطعہ، قرآن کا حصہ وغیرہ۔

۲......فرض: کے معنی واجب ہیں۔

۳......جلد: کے معنی ہیں کوڑے لگانا اور درے مارنا۔

۴......رأفت: کے معنی ہیں رحمدلی۔

۵...... یرمون: یہاں سے مراد پاکدامن عورتوں پر تہمت زنا لگانا مراد ہے جسے اصطلاح شریعت میں قذف کہا جاتا ہے۔

۶......درأبدرأ: کے معنی ٹالنے اور دور کرنے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱) سورۃ انزلنا ھا...الآیۃ

سورہ کا اصطلاحی مفہوم

ابھی تشریح الالفاظ میں سورہ کے معنی بیان کئے جاچکے ہیں اور مسلمانوں کی اصطلاح میں چند آیتوں کے مجموعہ کو سورہ جبکہ اس کے اجزاء کو آیات کہا جاتا ہے واضح رہے کہ اس سورہ کی ابتداء میں خدائے علیم وحکیم نے جمع متکلم کے صیغے استعمال کر کے یہ سورہ ہم نے نازل کیا ہے اور اس میں جو احکام ہیں وہ ہم نے فرض کئے ہیں۔ جس رعب و دبدبہ اور جس جلالت وعظمت کا اظہار کیا ہے وہ ذوق سلیم رکھنے والوں پر مخفی ومستور نہیں ہے۔

بناء بریں اس میں بیان کردہ اوامر واحکام کی بجا آوری بندوں کی مشیت پر منحصر نہیں ہے کہ جس کا جی چاہے وہ ان پر عمل کرے۔نہیں بلکہ یہ چونکہ احکم الحاکمین کے نازل کردہ احکام ہیں اس لئے بہرحال ان کی تکمیل کرنا پڑے گی۔ نیز اس میں دی گئی ہدایات واضح ہیں جن میں کوئی اجمال نہیں ہے لہٰذا نہ سمجھنے کی وجہ سے عمل نہ کر سکنے کے عذر کا کوئی جواز نہیں ہے۔

نیز مخفی نہ رہے کہ یہاں سب صیغے ماضی کے استعمال کئے گئے ہیں جیسے انزلنا ھا۔ فرضنا ھا وغیرہ۔تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ واقعہ پہلے وقوع پذیر ہو چکا ہے جس کی اب یہاں خبر دی جارہی ہے۔ بلکہ اس سے حال مراد ہے کہ اس سورہ کا نزول بھی اب ہو رہا ہے اور اس میں درج شدہ احکام بھی اب فرض ہو رہے ہیں۔جن کا اعلان کیا جارہا ہے۔ جیسے عقد نکاح اور بیع وشراء میں سب صیغے ماضی کے ہوتے ہیں۔انکحت، و قبلت اور بعت واشتریت کہ صیغے ماضی کے ہیں۔مگر مراد حال ہے کہ اب اور اس وقت نکاح کیا جارہا ہے اور

اب خرید وفروخت کی جارہی ہے۔

۲) الزانیۃ والزانی فاجلدوا ... الآیۃ

زنا کاری کی تباہ کاریاں

زنا کاری کی حرمت مغلظہ اوراس جرم شنیع کی تمدنی ومعاشرتی تباہ کاریوں پر قبل ازیں سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۳۲ ولا تقربوا الزنی انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا ۔ کی تفسیر میں مفصل گفتگو کر چکے ہیں۔ لہٰذا اسی مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔ یہاں اعادہ وتکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

اس آیت میں بیان کردہ سزا غیر محصن زانی اور زانیہ کی ہے

زنا کار عورت ہو یا مرد ان دونوں کو سو کوڑے لگاؤ۔ اگرچہ یہ خطاب حاکم شرع یعنی امام یا نائب امام کو ہے اور بظاہر اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ زانی وزانیہ محصن ہوں یا غیر محصن ۔ سب کو سو سو کوڑے لگائے جائیں گے ۔ مگر تمام امت مسلمہ کا اجماع واتفاق ہے کہ یہ سزا اس زانی اور زانیہ کی ہے جو محصن یا محصنہ نہ ہو۔ یعنی کنوارے ہوں یا شوہر کی بیوی تک یا بیوی کی شوہر تک رسائی نہ ہو۔ اور اگر زانی وزانیہ محصن ہوں تو ان کی سزا سنگسار کرنا ہے۔

محصن اور محصنہ کی سزا رجم یعنی سنگسار کرنا ہے

واضح رہے کہ شرعی اصطلاح میں محصن اور محصنہ ان بالغ وعاقل اور آزاد مرد اور عورت کو کہا جاتا ہے جو اس طرح رشتہ ازدواج میں منسلک ہوں کہ شب وروز اور صبح وشام جب چاہیں ایک دوسرے کے پاس آسکیں اور مقاربت کرسکیں۔ اور اگر ان میں کسی ایک شرط کا بھی فقدان ہوگیا تو پھر وہ محصن ومحصنہ نہیں رہیں گے اور زنا کرنے کی صورت میں انہیں کوڑے لگائے جاسکیں گے۔

اس سنگسار کرنے کا مدرک کیا ہے؟

امت مسلمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر محصن ومحصنہ زنا کریں تو ان کی حد سنگسار کرنا ہے مگر اس میں قدرے اختلاف ہے کہ اس حد کا مدرک کیا ہے۔ اکثر کے نزدیک اس کا مدرک وہ احادیث متواترہ ہیں جو اس تفریق پر دلالت کرتی ہیں۔ اور خود پیغمبر اسلامؐ کا اپنا عمل بھی اس کا شاہد صادق ہے کہ انہوں نے اس آیت کے نزول کے بعد بھی کئی محصن ومحصنہ زانی وزانیہ کو سنگسار کرنے کی سزا دی اور اس بات پر بھی امت مسلمہ کا اتفاق ہے

کہ بے شک حدیث صحیح قرآن کی ناسخ نہیں ہوسکتی۔ اوراس سے کوئی قرآنی حکم منسوخ نہیں ہوسکتا۔ مگر وہ قرآنی عموم کی مخصص اور قرآنی اطلاق کی مقید ہوسکتی ہے اوراس بات کی صداقت معلوم کرنے کیلئے فریقین کی اصول فقہ کی کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

اور بعض محدثین کے نزدیک اس بات کا مدرک وہ آیت رجم ہے جو بخاری ومسلم وغیرہ کتب میں جناب عمر کی زبانی مروی ہے کہا ان اللہ بعث محمداً بالحق و انزل علیہ الکتاب فکان فیما انزل آیۃ الرجم فقرانا ھاوعقلنا ھا ووعینا ھا (البخاری۔ج۸،ص۲۰۹،طبع ۱۳۷۷ مصر،المسلم قسم اول الجزء ثانی ۱۰۸،طبع ۱۳۴۸ھ) اور بخاری شریف کی دوسری روایت میں جناب عمر سے یوں مروی ہے۔ لولا ان یقول الناس زاد عمر فی کتاب اللہ لکتبت آیۃ الرجم بیدی (بخاری ج۹،ص۸۶ طبع مذکور)۔ ''اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے کہ عمر نے کتاب اللہ میں اضافہ کردیا ہے تو میں اپنے ہاتھ سے اس میں آیت رجم لکھ دیتا''۔

یہی کوڑے یا رجم ہی وہ سبیل ہے جس کا تذکرہ سورہ نساء میں ہے

قبل ازیں سورہ نساء کی آیت ۱۵ واللاتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم الآیۃ۔ کی تفسیر میں گزر چکا ہے کہ اوائل اسلام میں زانیہ کیلئے یہ سزا تھی کہ اسے گھر میں بند رکھو یہاں تک کہ شدت بھوک اور پیاس سے بلک بلک کر مرجائے۔ یا اللہ اس کے لئے کوئی اور راستہ نکالے۔ وہ راستہ یہ ہے کہ جو سورہ نور میں مذکور ہے کہ اگر زانیہ وزانی غیر محصن ہوں تو انہیں سو کوڑے لگائے جائیں۔ اور اگر محصن ہوں تو انہیں سنگسار کردیا جائے۔ یہی بات حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔ (اصول کافی، تفسیر صافی)

باقی رہیں یہ تفصیلات کہ ثبوت زنا کا طریقہ کیا ہے؟ کوڑے لگانے اور سنگسار کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ اور یہ کہ آیا کوڑے ننگے بدن پر لگائے جائیں یا کپڑوں کے اوپر سے؟ ان باتوں کی تفصیل معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات فقہی کتابوں کے باب الحدود والتعزیرات کا مطالعہ فرمائیں۔ اور اس سلسلہ میں ہماری فقہی کتاب قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفر یہ کی دوسری جلد کا مطالعہ کرنا بھی بڑا مفید رہے گا۔ انشاء اللہ

۳) ولا تاخذ کم بھما رأفۃ... الآیۃ

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ رحمدلی بڑی اچھی صفت ہے مگر جہاں لوگوں کے مال وجان اور عزت و ناموس کی حفاظت ونگہداشت کی خاطر شرعی حد جاری کرنا ہو اور ارحم الرحمین کے حکم کی تعمیل کرنا ہو وہاں کسی قسم کی

رحم دلی کا مظاہرہ کرنا اور شرعی حد کے جاری کرنے میں سہل انگیزی سے کام لینا مذموم ہے ممدوح نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بندگی نام ہی اس چیز کا ہے کہ بے کم وکاست خداوند عالم کے احکام کی تعمیل کی جائے۔ اگر ان میں سخت دلی سے زیادتی کی گئی اور کوئی کوڑا زیادہ مارا گیا یا رحم دلی کی وجہ سے کچھ کمی کی گئی تو اس بات کا انجام جہنم ہوگا۔ جیسا کہ بعض آثار میں وارد ہے (تفسیر کبیر)۔ لہٰذا خدا سے بڑا حاکم یا اس سے بڑا رحیم بننے کی کوشش کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی خدا کے مقرر کردہ حدود و تعزیرات میں کسی قسم کی کمی بیشی کے بارے میں غور وفکر کرنا جائز ہے خالق حکیم نے بقاء باہمی حفظ نظام امن عامۃ قائم رکھنے اور لوگوں کے مال وجان اور ان کی ناموس کی حفاظت کی خاطر جو عادلانہ وحکیمانہ حدود و تعزیرات مقرر کر دیئے ہیں ان میں کسی قسم کی ترمیم وتنسیخ کا تصور کرنا بھی گناہ عظیم ہے ان سخت حدود و تعزیرات اور ان کے ثابت کرنے کے لئے بڑے سخت شرائط مقرر کرنے میں کیا کیا حکم ومصالح کارفرما ہیں۔ اس سلسلہ میں ہماری فقہی کتاب قوانین الشریعہ کی دوسری جلد کے باب الحدود والتعزیرات کا مطالعہ بڑا مفید ہے۔

۴) ولیشهد عذابهما ... الآیة

اس لئے فرمایا ہے کہ رحم دلی کا مظاہرہ کرنے کی بجائے اس شرعی حد کے اجراء کے موقع پر اہل ایمان کی ایک جماعت موجود رہنی چاہیے۔ تاکہ وہ یہ دردناک منظر دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور بچشم خود دیکھیں کہ لوگوں کی عزت وناموس پر ڈاکہ ڈالنے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے اور پھر دوسرے لوگوں کو بھی یہ واقعہ ہائلہ بتائیں تاکہ وہ بھی اس سے درس عبرت حاصل کریں اور اس جرم شنیع کے ارتکاب سے باز رہیں۔

مخفی نہ رہے کہ بناء برمشہور لفظ ''طائفہ'' کا اطلاق کم از کم تین افراد پر ہوتا ہے اور بعض آثار سے آشکار ہوتا ہے کہ اگر کم از کم ایک آدمی بھی تم میں سے موجود ہو تو کافی ہے۔ (تفسیر صافی)

۵) الزانی لا ینکح الا زانیة او مشرکةً ... الآیة

اس آیت کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

اس آیت کو قرآن مجید کی مشکل ترین آیات میں سے سمجھا جاتا ہے کیونکہ اگر اس جملہ کو جملہ خبریہ قرار دیا جائے کہ زانی مرد صرف زانیہ یا مشرکہ عورت سے نکاح کرتے رہتے ہیں اور زانیہ عورت صرف زانی یا مشرک مرد ہی سے نکاح کرتی رہتی ہے تو یہ خبر واقع کے خلاف ہے بلکہ کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ ایک زنا کار مرد عفیفہ اور پاکدامن عورت سے نکاح کر لیتا ہے۔ اور ایک زنا کار عورت سے انتہائی عفیف اور شریف النفس مرد نکاح کر لیتا

ہے اور اگر اسے یہ جملہ خبریہ بمعنی جملہ انشائیہ یعنی خبر کے عنوان سے اسے حکم قرار دیا جائے کہ زانی مرد نکاح نہ کرے مگر زانیہ یا مشرکہ سے اور زانیہ سے نکاح نہ کرے مگر زانی یا مشرک تو مسلمانوں کا کوئی مذہب ومسلک اس کا قائل نہیں ہے کیونکہ زنا کار مرد ہو یا عورت وہ گنہگار اور فاسق ضرور ہیں مگر اسلام سے تو خارج نہیں ہیں اور یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ کسی مسلمان مرد کا مشرکہ عورت سے یا مسلمان عورت کا مشرک مرد سے عقد نکاح جائز نہیں ہے۔

بناء بریں یہ دشواری محسوس ہوتی ہے کہ اگر یہ دونوں باتیں صحیح نہیں ہیں تو پھر اس آیت کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر اس آیت کے سیاق وسباق اور اس سلسلہ میں وارد شدہ روایات کا گہری نگاہوں سے جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ جو کچھ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے وہ نہ جملہ خبریہ ہے تاکہ اس میں بیان خبر کو خلاف واقع قرار دیا جائے اور نہ ہی جملہ انشائیہ حکمیہ ہے تاکہ اس حکم میں اشکال وگرانی محسوس ہو بلکہ اس میں صرف انسانی جبلت وفطرت کا احوال واقعی بیان کیا گیا ہے کہ بموجب:

کند ہم جنس باہم جنس پرواز

مشاہدہ شاہد ہے کہ ہر شخص جس طبیعت اور جس روش ورفتار کا مالک ومختار ہو۔ وہ اپنا ساتھی اور ہم نشین بھی ویسا ہی تلاش کرتا ہے۔ چنانچہ عقلمند کسی شخص کی سیرت وکردار کو دیکھ کر اس کے ساتھی کی رفتار طبع کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔عرب کا ایک مشہور شاعر کہتا ہے کہ

عن المرء لا تسئل وانظر قرينه
فان القرين بالمقارن يقتدى

کسی شخص کے بارے میں پوچھ گچھ نہ کرو۔صرف اس کے ساتھی کو دیکھ لو کیونکہ ہر ساتھی اپنے ساتھی کی پیروی کرتا ہے۔ بناء بریں یہ صرف انسانی فطرت کی عکاسی وترجمانی ہے کہ عام طور پر زانی مرد اپنی جیسی زانیہ یا مشرکہ سے نکاح کرتا ہے۔ یا زانیہ عورت بھی عموماً زانی یا مشرک مرد میں رغبت کرتی ہے۔لہٰذا یہ نہ کوئی خبر ہے اور نہ کوئی حکم اور یہ مفہوم بڑا واضح ہے جس میں کوئی ابہام واشکال نہیں ہے اور جن مفسرین نے اس سے حکم مراد لیا ہے وہ بھی صراحت کرتے ہیں کہ یہاں زانیہ عورتوں سے وہ مشہور بدکار عورتیں مراد ہیں جن کے دروازوں پر جھنڈے نصب تھے عام زانی وزانیہ مراد نہیں ہیں۔ واللہ العالم

۶) وحرم ذلك على... الآية

مذکورہ بالا بیان حقیقت ترجمان سے واضح وعیاں ہوگیا کہ یہ ذالک کا اشارہ اس عقد وازدواج اور نکاح

کی طرف نہیں ہے بلکہ یہ زنا کی طرف اشارہ ہے کہ فعل شنیع اہل ایمان پر ''لاتقربوالزنا'' کہہ کر حرام قرار دے دیا گیا ہے۔لہٰذ وہ اس گھناؤنے جرم کا ارتکاب نہیں کرتے کیونکہ وہ فحش کام ہے اور بُرا راستہ ہے۔

۷) والذین یرمون المحصنت...الآیۃ

{منجملہ گناہان کبیرہ ایک گناہ کبیرہ کسی پاکدامن عورت یا مرد پر تہمت زنا لگانا بھی ہے}

کسی پاکدامن عورت یا مرد پر زنا کاری کی تہمت لگانا معاشرتی اور اسلامی نقطہ نگاہ سے بدترین قسم کا گناہ کبیرہ ہے ارشاد قدرت ہے کہ ان الذین یرمون المحصنات المؤمنات الغافلات لعنوا فی الدنیا والآخرۃ ولھم عذاب عظیم ۔(سورہ نور۔ ۲۳) جولوگ پاکدامن اور مکروہات دنیا سے غافل اور ایماندار عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لئے بڑا سخت عذاب ہے مومن تو اس ستار العیوب خدا کا بندہ ہے کہ اگر وہ اتفاقاً کسی اہل ایمان مرد یا عورت کے کسی پوشیدہ گناہ پر اتفاقاً مطلع بھی ہو جائے تو اس پر پردہ ڈالتا ہے اور لوگوں میں اس کی نشر و اشاعت کر کے اہل ایمان کو ذلیل ورسوا نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ''ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین آمنوا لھم عذاب الیھم فی الدنیا و الآخرۃ۔ جولوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ اہل ایمان میں بے حیائی کی باتوں کی اشاعت و تشہیر ہو۔ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے) تو جب ایک بندہ مومن کی یہ شان ہے کہ وہ کسی مومن یا مومنہ کے چشم دید گناہ کی تشہیر کرنا پسند نہیں کرتا اور نہ ہی شریعت اس کی اجازت دیتی ہے تو وہ یہ بات کس طرح گوارا کرے گا اور شریعت اسے اجازت دے گی کہ وہ اہل ایمان پر تہمت تراشی اور الزام سازی اور وہ بھی زنا جیسے بدترین گناہ کر کے ان کو معاشرہ میں ذلیل ورسوا کرے اس جرم کو شریعت کی اصطلاح میں ''قذف'' کہا جاتا ہے اور جس طرح کوئی مرد کسی مومنہ عورت پر تہمت لگا کر اس جرم کا مرتکب ہو سکتا ہے اسی طرح کوئی عورت بھی کسی مومن مرد پر یہ تہمت لگا کر اس جرم کا ارتکاب کر سکتی ہے۔

جرم قذف کی سزا

جب کوئی شخص اس جرم کا ارتکاب کرے اور اس کے پاس ثبوت زنا کے لئے چار عادل عینی گواہ موجود نہ ہوں تو اس کی سزا یہ ہے کہ

۱) اسے اسی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں۔

۲) اس کی کسی معاملہ میں گواہی قبول نہ کی جائے۔

۳) وہ چونکہ فاسق وفاجر ہے لہٰذا اس سے اسی کے مطابق سلوک کیا جائے۔

۸) الا الذین تابوا ۔۔۔ الآیۃ

اس توبہ کے دو (۲) فائدے تو واضح ہیں۔ایک یہ کہ توبہ کرنے سے آئندہ اس کی گواہی قبول کی جا سکے گی۔دوسرا یہ کہ وہ فاسق وفاجر نہیں رہے گا۔مگر جہاں تک حد شرعی کے اجراء کا تعلق ہے تو اگر تو حاکم شرع کے پاس شرعی طریقہ پر جرم ثابت ہونے سے پہلے توبہ کر لے تو پھر تو اس سزا سے بچ جائے گا۔لیکن اگر یہ جرم ثابت ہونے کے بعد توبہ کی۔تو پھر بہر حال حد جاری ہو کر رہے گی۔مگر یہ کہ وہ معاف کر دے جس پر تہمت لگائی گئی تھی۔کیونکہ یہ جرم حقوق العباد میں سے ہے۔لہٰذا مقذوف کے مطالبہ پر حد جاری ہوگی اور اس کے معاف کرنے سے ساقط ہو جائے گی۔

اس موضوع کی باقی تفصیلات کا تعلق چونکہ فقہ سے ہے لہٰذا فقہی کتب بالخصوص ہماری قوانین الشریعہ جلد دوم باب الحدود کی طرف رجوع کیا جائے۔

۹) والذین یرمون ازواجھم ۔۔ الآیۃ

لعان کا بیان اور اس کے احکام

جب کوئی شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور اپنے فراش پر پیدا ہونے والے بچے کو اپنا بچہ تسلیم کرنے سے انکار کر دے۔صرف اپنے چشم دید ہونے کا دعویٰ کرے مگر اس کے پاس چار گواہ موجود نہ ہوں۔تو اس کا نام شریعت میں لعان ہے۔اس کا حکم یہ ہے کہ اب دیکھا جائے کہ اس اتہام کے بعد عورت کیا روش اختیار کرتی ہے؟ پس اگر وہ اقرار کرے یا خاموش رہے تو پھر یہ جرم ثابت ہو جائے گا اور اس پر حد جاری ہوگی۔اور اگر وہ اس کا انکار کرے تو اس پر پانچ شرعی قسمیں شوہر کھائے۔چار قسمیں تو خدا کے نام کی اس طرح کھائے گا کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور پانچویں اس طرح کھائے گا کہ اگر وہ اس دعویٰ میں جھوٹا ہے تو اس پر خدا کی لعنت ہو۔اس کے بعد عورت شرعی حد سے اس طرح بچ سکتی ہے کہ وہ بھی حاکم شرع کے پاس پانچ قسمیں کھائے گی۔چار اس طرح کہ اس کا شوہر اپنے الزام میں جھوٹا ہے اور پانچویں اس طرح کہ اس پر خدا کا غضب نازل ہو اگر اس کا شوہر سچا ہے پس اس طرح لعان واقع ہو جائے گی اور ان کا عقد نکاح فسخ ہو جائے گا اور یہ عورت اپنے اس خاوند پر حرام موبد ہو جائے گی۔اور اس بچہ کی اس شخص سے اس طرح نفی ہو جائے گی کہ نہ وہ شخص اس کا وارث ہوگا اور نہ یہ اس کا وارث ہوگا۔ہاں البتہ وہ بچہ ماں کا سمجھا جائے گا۔اور وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور اس لعان

کے بعد مرد سے قذف والی حد اور عورت سے زنا والی حد شرعاً ساقط ہو جائے گی اس موضوع کی باقی تفصیلات فقہی کتابوں میں دیکھی جائیں اور اس سلسلہ میں ہماری قوانین الشریعہ مفید رہے گی۔

۱۰) ولولا فضل اللہ علیکم۔۔۔ الآیۃ

اس ''لولا'' کا جواب محذوف ہے جو ہر شخص اپنی عقل کے مطابق سمجھ سکتا ہے یعنی اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی۔ اور اگر خدا **تواب و حکیم** نہ ہوتا۔ تو نا معلوم اس الزام تراشی اور تہمت سازی کی وجہ سے کیا ہو جاتا ہے؟ تم ہلاک و برباد ہو جاتے۔ دنیا و آخرت خراب ہو جاتی نیز اس ''**لولا**'' کا تعلق سابقہ احکام سے بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اگر زنا کاری، تہمت تراشی حرام قرار نہ دی جاتی اور اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے اتنی سخت سزا تجویز نہ کی جاتی تو نا معلوم معاشرہ میں کس قدر جنسی بے راہ روی اور ماحول میں تباہی پھیل جاتی۔ مگر یہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ اس نے یہ سخت قوانین نافذ کر کے اس کا سد باب کر دیا ہے۔

آیات القرآن

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱﴾ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۲﴾ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ

قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾

ترجمۃ الآیات

بے شک جولوگ جھوٹا بہتان گھڑ کر لائے ہیں وہ تم ہی میں سے ایک گروہ ہے۔تم اسے اپنے حق میں بُرا نہ سمجھو۔ بلکہ تمہارے لئے بہتر ہے۔اس (گروہ) میں سے ہر آدمی کیلئے اتنا حصہ ہے جتنا اس نے گناہ کمایا ہے۔اور جو ان میں سے اس (گناہ) کے بڑے حصہ کا ذمہ دار ہے اس کے لئے عذاب بھی بہت بڑا ہے (۱۱) ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم لوگوں نے یہ (بہتان) سنا تھا تو مومن مرد اور مومن عورتیں اپنوں کے حق میں نیک گمان کرتے اور کہتے کہ یہ تو ایک کھلا ہوا بہتان ہے (۱۲) وہ اس پر چار گواہ کیوں نہیں لائے؟ سو جب یہ لوگ گواہ نہیں لائے تو یہ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہی ہیں (۱۳) اور اگر تم پر دنیا و آخرت میں خدا کا فضل و کرم اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جس بات میں تم پڑ گئے تھے (اور اس کا چرچا کیا تھا) تمہیں سخت عذاب پہنچتا (۱۴) جب تم لوگ اس (بہتان) کو ایک دوسرے کی زبان سے نقل کر رہے تھے اور اپنے مونہوں سے وہ بات کہہ رہے تھے جس کا خود تمہیں علم نہیں تھا۔اور تم اسے ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی (۱۵) اور ایسا کیوں نہیں ہوا کہ جب تم نے یہ (افواہ) سنی تھی کہہ دیتے کہ ہمارے لئے زیبا نہیں ہے کہ یہ بات منہ سے نکالیں۔ سبحان اللہ! یہ تو بڑا بہتان ہے (۱۶) اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ تم مومن ہو تو آئندہ کبھی اس قسم کی بات نہ کرنا (۱۷) اور اللہ تمہارے لئے (اپنی) آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ بڑا

جاننے والا، بڑا حکمت والا ہے (۱۸) اور جو لوگ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان میں بے حیائی و برائی کی اشاعت ہو (اور اس کا چرچا ہو) ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے (۱۹) اور اگر تم پر اللہ کا فضل و کرم اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ بڑا شفقت والا، بڑا رحم کرنے والا ہے (تو تم دیکھ لیتے کہ اس بہتان تراشی کا کیا انجام ہوتا؟) (۲۰)

تشریح الالفاظ

۱......افک۔ کے معنی ہیں صریح جھوٹ اور کھلی ہوئی افتراء پردازی۔

۲......عصبہ: کے معنی گروہ اور جماعت کے ہیں۔

۳...... افضتم فیہ: کے معنی ہیں کسی بات میں مشغول ہونا۔

۴...... تلقی بالالسن: کے معنی ہیں ایک دوسرے کی زبان سے سنی سنائی ہوئی بات آگے نقل کرنا۔

۵...... یعظکم: وعظ کے معنی ہیں نصیحت کرنا۔

۶......فاحشہ: کے معنی ہیں بے حیائی کا کام اس لئے زنا کاری کو بھی فاحشہ کہتے ہیں۔

۷......تشیع: کے معنی ہیں کسی بات کی تشہیر کرنا اور اس کا چرچا کرنا۔

تفسیر الآیات

۱۱) ان الذین جاؤا بالافک ... الآیۃ

واقعہ افک کا خلاصہ

اگرچہ تفسیر قمی میں ایک ایسی روایت مذکور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات جناب ماریہ قبطیہ کی صفائی میں نازل ہوئی ہیں جن پر جناب عائشہ نے تہمت زنا لگائی تھی مگر قرآن مجید نے اس واقعہ کو جس انداز میں بیان کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی غیر معمولی واقعہ ہے جس مین ایک پورا گروہ ملوث ہے جسے سخت سرزنش کی جا رہی ہے یہ کوئی معمولی گھریلو معاملہ نہیں ہے کہ کسی ایک بیوی نے اپنی سوکن پر کوئی الزام عائد کیا ہو۔ مگر جو کچھ مفسرین اسلام اور فریقین کے مورخین کرام میں مشہور ہے وہ یہ ہے کہ یہ آیتیں ام المومنین

حضرت عائشہ کے خلاف تہمت لگانے والوں کی رد اور موصوفہ کی اس سے برائت اور پاک دامنی میں نازل ہوئی ہیں۔ (صحیح بخاری و مسلم کے بیان کے مطابق یہ واقعہ خود اسی ام المومنین کی زبانی جس طرح مروی ہے بقدر ضرورت اس کی تفصیل یہ ہے)

''چنانچہ آپ بیان کرتی ہیں کہ حضرت رسول خداؐ کا یہ دستور تھا کہ جب آپؐ سفر پر جانے لگتے تو آپؐ قرعہ اندازی کر کے فیصلہ کرتے کہ آپؐ کی ازواج میں سے کون سی زوجہ اس سفر میں ساتھ جائے گی۔ چنانچہ غزوہ بنی المصطلق میں قرعہ میرے نام نکلا۔ چنانچہ میں آپ کے ساتھ گئی۔ اس وقت چونکہ پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ اس لئے میں باپردہ ہودج میں بیٹھتی تھی اور وہ اونٹ پر رکھ دیا جاتا۔ اور جہاں قیام کیا جاتا وہاں اتار دیا جاتا۔ بہر حال جب آپؐ اس سفر سے مظفر و منصور ہو کر واپس آ رہے تھے تو مدینہ کے قریب ایک منزل پر پڑاؤ کیا۔ ابھی رات کا کچھ حصہ باقی تھا کہ کوچ کی تیاری ہونے لگی۔ میں رفع حاجت کے لئے باہر گئی واپسی پر قیام گاہ کے نزدیک پہنچی تو میں نے دیکھا کہ میرے گلے کا ہار ٹوٹ کر کہیں گر پڑا ہے۔ میں اس کی تلاش میں قضائے حاجت والے مقام پر گئی۔ چنانچہ ہار تو مل گیا۔ مگر جب واپس آئی تو دیکھا کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے۔ ہوا یوں کہ میرے ہودج اٹھانے پر جو چار آدمی مامور تھے انہوں نے یہ سمجھ کر کہ میں ہودج میں بیٹھ گئی ہوں۔ ہودج اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا اور کس دیا۔ چونکہ ہم عورتیں اس دور میں غذا کی کمی کی وجہ سے ہلکی پھلکی ہوتی تھیں لہٰذا اس کا احساس نہ ہوا۔ آخر میں یہ سوچ کر آگے چل کر قافلہ والے جب مجھے نہیں پائیں گے تو وہ میری تلاش میں یہاں آئیں گے چادر تان کر وہیں لیٹ گئی۔ اور مجھے نیند آ گئی۔ صبح کے وقت صفوان بن معطل سلمی وہاں سے گزرے اور مجھے پہچان گئے کیونکہ پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے کئی بار دیکھا تھا انہوں نے اپنا اونٹ میرے قریب لا کر بٹھا دیا اور میں اس پر سوار ہو گئی اور وہ اونٹ کی نکیل پکڑ کر روانہ ہو گئے۔ ابھی قافلہ دوپہر کے وقت ایک منزل پر جا کر ٹھہرا ہی تھا کہ ہم وہاں پہنچ گئے۔ اور اس وقت قافلہ والوں کو علم ہوا کہ میں پیچھے رہ گئی تھی۔ اس وقت منافقین نے جن کا سرغنہ عبداللہ بن ابی تھا ایک طوفان کھڑا کر دیا اور یہاں تک کہہ دیا کہ بخدا یہ بچ کر نہیں آئیں۔ رات غیر شخص کے پاس گزاری اور اب وہ شخص علی الاعلان اسے یہاں لا رہا ہے۔ یہ بہتان باندھنے والے اور طوفان برپا کرنے والے کون تھے؟ تاریخ میں چند نام نظر آتے ہیں:

(۱) عبداللہ بن ابی (۲) زید بن رفاعہ (۳) مسطح بن اثاثہ
(۴) حسان بن ثابت (دربار رسول کا مشہور شاعر) (۵) اور حمنۃ بن جحش

مولانا مودودی لکھتے ہیں ان میں سے پہلے دو منافق تھے اور باقی تین مومن تھے جو غلطی اور کمزوری

سے اس فتنے میں پڑ گئے تھے ان کے سوا اور جو لوگ اس گناہ میں کم وبیش مبتلا ہوئے۔ان کا ذکر حدیث وسیرت کی کتابوں میں نظر سے نہیں گزرا۔(تفہیم القرآن ج ۳،ص ۳۵۶)

مدینہ پہنچ کر ام المومنین بیمار ہوگئیں اور وہیں ان افواہوں کی ان کے کان میں بھنک پڑی جس سے ان کی بیماری اور پریشانی میں اوراضافہ ہوگیا۔خود حضرت رسول خداؐ بھی اس افواہ سے بہت غمگین ہوئے۔اور سراسیمگی و پریشانی کی کیفیت اس وقت تک برقرار رہی یہاں تک کہ خدا نے یہ آیتیں نازل کر کے برات فرمادی اور اس طرح منافقین کا اٹھایا ہوا طوفان تھما اور یہ فتنہ فرو ہوا۔عبداللہ کے بارے میں تو اختلاف ہے کہ اس پر حد قذف جاری ہوئی یا نہ ہوئی؟ البتہ دوسرے لوگوں پر یہ حد جاری کی گئی جو اس تہمت لگانے اور اس کی تشہیر کرنے میں ملوث تھے۔

لمحہ فکریہ:

بہرحال یہ تہمت لگانے والے، اس کی نشر و اشاعت اور تشہیر کرنے والے اور یہ آتش فتنہ وفساد بھڑکانے والے نہ غیر مسلم تھے اور نہ چودہویں یا پندرہویں صدی کے سنی یا شیعہ مسلمان تھے۔ بلکہ اسی مقدس جماعت کے افراد تھے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ **الصحابۃ کلھم عدول**۔اور جن کے فضائل بیان کرنے میں زمین وآسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں اور جن پر تنقید کرنے یا ان کا کسی قسم کا گلہ شکوہ کرنے کو کفر قرار دیا جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ سارقرآن مجید عموماً اور سورہ نور کی یہ آیت خصوصاً ان کی مذمت سے چھلک رہی ہے

ناطقہ سر بگریبان ہے کہ اسے کیا کہیے ؟؟

دو باتوں کی وضاحت:

یہاں دو باتوں کی وضاحت کر دینا مناسب معلوم ہوتی ہے۔

(۱) اول یہ کہ شیعہ امامیہ کا یہ نظریہ ہے کہ تمام انبیاء کی بیویاں پاکدامن ہوتی ہیں کبھی ان کا دامن اس گناہ کی آلودگی سے داغدار نہیں ہوسکتا۔ وہ کافر ہوسکتی ہیں جیسے نوحؑ اور لوطؑ کی بیویاں تھیں۔ کیونکہ کفر لوگوں کو کبھی نبی سے متنفر نہیں کرسکتا مگر ان کا دامن عفت اس معاشرتی عیب سے عیب دار نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یہ بات شان نبوت کے سراسر منافی ہے کہ ان کے گھر کوئی فاحشہ عورت ہو اور وہ اسے برداشت کریں۔ کیونکہ یہ لوگوں کو نبی سے متنفر کرتی ہے۔ چنانچہ ابن عباس سے مروی ہے کہ **ما زنت امرأۃ نبی قط**۔کبھی کسی نبی کی

بیوی نے بدکاری نہیں کی۔ (مجمع البیان)۔لہٰذا نبی کا ہر اس عیب سے منزہ ہونا ضروری ہے جو اس سے لوگوں کی نفرت کا باعث ہو۔اگر شیعان علیؑ کو اس ام المومنین سے کوئی اصولی اختلاف ہے تو وہ بغض علیؑ اور ان سے جنگ کرنے اور بے قصور مسلمانوں کو قتل کرانے کی وجہ سے ہے۔ورنہ کوئی شیعہ مسلمان کسی حالت میں بھی چہ جائیکہ اس قرآنی برات کے بعد پیغمبر اسلامؐ کی زوجہ محترمہ کے بارے میں اس قسم کے گھٹیا الزام و اتہام کی سچائی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

(۲) دوسری یہ کہ بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے اس معاملہ میں حضرت علیؑ سے مشورہ کیا تھا کہ انہیں کیا کرنا چاہیے۔تو انہوں نے ام المومنین کو طلاق دینے کا مشورہ دیا تھا۔اے معاذ اللہ! یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی یہ روایات بوجوہ نا قابل اعتماد ہے۔

اولاً: اس لئے کہ پیغمبر اسلامؐ جو خود سب سے افضل و اعلیٰ ہیں انہیں کسی سے مشورہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

ثانیاً: انہیں کسی منافق کے افواہ اڑانے سے اپنی زوجہ کے بارے میں شک کرنے کا جواز کیا تھا؟

ثالثاً: کیا ان کو یقین نہیں تھا کہ خدائے علیم و حکیم کوئی فاحشہ عورت ان کے حبالہ عقد میں نہیں دے سکتا؟

رابعاً: اگر بفرض محال شک تھا تو کیا خدا سے براہ راست رابطہ قائم کر کے اس کا ازالہ نہیں کر سکتے تھے؟

ہاں البتہ اس کے برعکس برادران اسلامی کے مفسر جناب اسماعیل حقی نے اپنی تفسیر روح البیان میں یہ روایت لکھی ہے کہ جب حضرت پیغمبر اسلامؐ نے اس سلسلہ میں حضرت علیؑ سے مشورہ کیا تو آپ نے کہا کہ جب آپؐ کا جوتا نجاست سے پاک ہے تو آپؐ کی زوجہ کس طرح اس نجاست سے آلودہ ہو سکتی ہے۔اس پر آنحضرتؐ خوش ہو گئے۔(روح البیان)

۱۲) لا تحسبوہ شراً لکم... الآیۃ

خداوند عالم مسلمانوں کو عموماً اور متعلقہ افراد کو خصوصاً تسلی دے رہا ہے کہ اس معمولی واقعہ کے عوض جو اجر ملنے والا ہے اس کی عظمت پر غور کرو۔پھر یہ بھی تو سوچو کہ قرآن تمہاری صفائی اور برات پیش کر رہا ہے یہ کوئی معمولی احسان ہے؟ اور سب سے بڑھ کر اس واقعہ سے امت کو ایک قانون مل رہا ہے کہ ایسے حالات میں انہیں کیا کرنا چاہیے۔اور مفتری و بہتان تراس کی سزا کیا ہے؟

۱۳) لکل امرأٍ ۔۔۔ الآیة

کسی نے تہمت گھڑی، کسی نے اس کی تشہیر کی اور کسی نے یہ سن کر خاموشی اختیار کی۔ حالانکہ انہیں اس کی تردید کرنی چاہیے تھی تو جس شخص نے جس قدر اس گناہ میں حصہ لیا ہے۔ اسے اتنی ہی سزا دی جائے گی۔ اور سب سے زیادہ حصہ اس بہتان کے مصنف اور اس فتنہ کے بانی عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کو ملے گا۔

۱۴) لولا اذ سمعتموہ ۔۔۔ الآیة

عام لوگوں کی افتادِ طبع کچھ اس طرح واقع ہوئی ہے کہ وہ اگرچہ کسی شخص کی اچھائیوں اور بھلائیوں کا کئی بار مشاہدہ کر چکے ہوں۔ اس کے باوجود اگر وہ اس کے خلاف کوئی اڑتی ہوئی خبر بھی سن لیں زبانی طیور کی تو وہ اسے لے اڑتے ہیں اور پھر بڑے مزے لے کر لوگوں میں اس کے چرچے کرنے لگتے ہیں۔ قرآن اس روش کی سخت ممانعت کر رہا ہے اور اپنے لوگوں کے حق میں حسن ظن رکھتے ہوئے ایسی بے بنیاد خبروں کو جھٹلانے کی تلقین کر رہا ہے یہاں ''بانفسھم'' سے اہل ایمان کی اپنی ذات مراد نہیں ہے بلکہ ان کے ایمانی بھائی بند مراد ہیں کہ انہیں اپنوں کی نسبت حسن ظن رکھنا چاہیے۔ اس سے قرآن نے امت مسلمہ کو وحدت کا احساس دلایا ہے اور اسے یہ درس دیا ہے کہ اسے چاہیے کہ وہ اپنے دینی بھائی کی بدنامی و رسوائی کو اپنی بدنامی و رسوائی تصور کرے۔

۱۵) جاء و اعلیه باربعة ۔۔۔ الآیة

زنا کے ثابت کرنے کے لئے چار عادل اور چشم دید گواہوں کی شہادت ضروری ہے اور قانون شریعت کے مطابق چار گواہوں کا نہ ہونا ہی کذب کی علامت ہے۔ اور یہاں تو قرآنی برات کے مطابق واقعی کذب موجود ہے کہ یہ تہمت سراسر خلاف واقع ہے اس لئے فرمایا! پس جب یہ لوگ چار گواہ نہیں لا سکے تو وہ خدائی قانون کے مطابق جھوٹے ہیں اور اسی وجہ سے ان پر قذف کی حد جاری ہوتی ہے۔

۱۶) لولا اذ سمعتموہ ۔۔۔ الآیة

قرآن اہل ایمان کو کن اخلاق عالیہ کی تعلیم دے رہا ہے کہ اس قسم کے مواقع پر جب کوئی مفتری کسی اہل اسلام پر کوئی اتہام لگائے تو تمہیں تحقیق کرنے کی ضرورت ہے تم تذبذب کا شکار نہ ہو۔ بلکہ فوراً کہہ دو۔ سبحان اللہ۔ یہ عظیم بہتان ہے۔ ہمیں یہ بات زیب نہیں دیتی کہ ہم اسے اپنی زبان پر بھی لائیں۔ چہ جائیکہ کہ مزے لے لے کر اس کی تشہیر کریں اور اسے لوگوں میں پھیلائیں۔ اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ خبردار آئندہ کبھی ایسی غلط روش و رفتار کا اظہار نہ کرنا عام لوگ اس قسم کی افواہ سازی اور گلہ گوئی کو معمولی کام سمجھ کر بطور تفریح طبع ارتکاب کیا کرتے

ہیں۔حالانکہ یہ مشغلہ اللہ کے نزدیک عظیم گناہ ہے یعنی گناہ کبیرہ ہے۔

(۱۷ ان الذین یحبون ۔۔۔ الآیة

اہل ایمان میں برائی پھیلانے کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ایک یہ کہ وہ برائی اس قدر عام ہو جائے کہ سب اہل ایمان اس کا ارتکاب کرنے لگ جائیں۔دوسرا یہ کہ ان کی واقعی یا من گھڑت برائیاں لوگوں میں پھیلائی جائیں۔اور جب سب اس حوض میں ننگے ہو جائیں تو کوئی کسی پر انگلی نہ اٹھا سکے۔عام اس سے کہ یہ سب کچھ تقریر کے ذریعے سے ہو یا تحریر سے، تصویر کشی سے جرم ہو یا فلم سازی سے۔الغرض جس طرح بھی برائی کی نشر و اشاعت کی جائے۔اور انہیں رسوا کرنے کے لئے ان کی تشہیر کی جائے۔داخلی و خارجی قرائن سے اس دوسرے مفہوم کی تائید مزید ہوتی ہے۔ہم اسی سورہ کی آیت کی ۴ والذین یرمون المحصنت الآیة۔کی تفسیر میں اہل ایمان کی برائیوں کی لوگوں میں تشہیر کرنے کی مذمت بیان کر چکے ہیں۔اور اسی مقام پر اس متعلقہ آیت کے مفہوم و مفاد پر بھی گفتگو کی جا چکی ہے مزید برآں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔فرمایا۔من قال فی مومن مارات عیناہ وسمعت اذ ناہ وھو مما یھدم مروتہ، فھو من الذین قال فیھم ان الذین یحبون الآیة۔جو شخص کسی بندہ مومن کے بارے میں لوگوں میں وہ بات بیان کرے جو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہو اور اپنے کانوں سے سنی ہو۔مگر وہ بات ایسی ہو کہ اس کی مروت اور اس کی منزلت کو بٹہ لگاتی اور گراتی ہو تو ایسا شخص ان ہی لوگوں کے زمرہ میں داخل ہو جاتا ہے جن کے بارے میں خدا فرماتا ہے کہ جو لوگ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان کی برائیوں کی تشہیر کی جائے تو ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔(اصول کافی و تفسیر صافی)

آیات القرآن

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۪

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾

ترجمۃ الآیات

اے ایمان والو! شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ اور جو کوئی شیطان کے نقش قدم پر چلتا ہے تو وہ اسے بے حیائی اور ہر طرح کی برائی کا حکم دیتا ہے اور اگر تم پر خدا کا فضل و کرم اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی کبھی پاک و صاف نہ ہوتا۔ لیکن اللہ جسے چاہتا ہے اسے پاک و صاف کرتا ہے اور اللہ بڑا سننے والا، بڑا جاننے والا ہے (۲۱) اور جو لوگ تم میں سے مال و دولت اور وسعت والے ہیں وہ قسم نہ کھائیں کہ قرابتداروں، مسکینوں اور راہ خدا میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے۔ چاہیے کہ یہ لوگ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں بخش دے؟ اور اللہ بڑا بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے (۲۲) جو لوگ پاکدامن، بے خبر اور ایماندار عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے (۲۳) جس دن ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ ان کے اعمال کے متعلق جو وہ کیا کرتے تھے (۲۴) اس دن اللہ انہیں پورا پورا بدلہ دے گا جس کے وہ حقدار ہیں اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ ہی حق ہے جو نمایاں ہے (اور حق کا ظاہر کرنے والا ہے) (۲۵) ناپاک باتیں، ناپاک لوگوں کے لئے

(زیبا) ہیں اور ناپاک آدمی ناپاک باتوں کے لئے موزوں (مناسب) ہیں اور اچھی اور صاف ستھری باتیں اچھے آدمیوں کے لئے (مناسب) ہیں اور اچھے اور ستھرے آدمی اچھی اور ستھری باتوں کے (لائق) ہیں اور یہ ان باتوں سے بری الذمہ ہیں جو لوگ (ان کے بارے میں) کہتے ہیں کہ ان کے لئے مغفرت ہے اور باعزت روزی (۲۶)

تشریح الالفاظ

۱......خطوہ۔ کے معنی ہیں دو آدمیوں کے درمیان والی جگہ۔ یہاں نقش قدم مراد ہے۔

۲......منکر۔ کے معنی ہیں ہر بُرا کام

۳......لا یاتل۔ ایلا سے ہے جس کے معنی ہیں قسم کھانا۔

۴...... غافلات ۔ سے مراد وہ سیدھی سادھی شریف عورتیں ہیں جو کبھی بے حیائی کے بارے میں دل میں سوچتی بھی نہیں ۔

۵......اولوا الفضل۔ جس طرح فضل کے معنی فضل و کمال کے ہیں وہاں اس کے معنی مال کے بھی ہیں جیسا کہ ارشاد ہے۔ وابتغوا من فضل اللہ اور یہاں یہی معنی مناسب ہیں۔

۶......یوفیھم، وفھی یوفی۔ کے معنی پورا پورا دینا لینا کے ہیں۔

۷......دین۔ کے معنی ہیں جزا و سزا۔

تفسیر الآیات

(۱۸ یا ایھا الذین آمنو... الآیة

شیطان کے نقش قدم پر چلنے کے نقصانات

اس قسم کی ایک آیت سورہ بقرہ آیت ۱۶۸ ولا تتبعوا خطوات الشیطن الآیة۔ میں گزر چکی ہے اور وہیں اس کی مختصر تفسیر بھی گزر چکی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اہل ایمان کو شیطان اور اس کے انصار و اعوان کے نقش قدم پر چلنے کی مناہی کی جا رہی ہے کیونکہ وہ ہمارا ازلی دشمن ہے۔ لہٰذا وہ کبھی اپنے پیروکاروں کو ہدایت اور نیکی کی بات نہیں سمجھائے گا۔ بلکہ اسے جب ہی موقع ملا تو وہ بے حیائی اور ہر قسم کی برائی کی ہی تلقین

کرے گا۔اور وہ کم بخت برے کاموں کو اس انداز میں پیش کرتا ہے کہ ان کے برے نتائج وعواقب آنکھوں سے اوجھل ہوجاتے ہیں جیسے آج کل مردوں وعورتوں کو مخلوط تعلیم کی ترغیب دی جارہی ہے تاکہ آزادی نسواں اور مردوں سے کامل مساوات کی تعلیم اور ہر شعبہ حیات میں مردوزن کے آزادانہ اختلاط کی تلقین اور اس قسم کی دوسری تعلیمات منکرات کی رغبت دلاکر ان کو اخلاق باختگی کی انتہائی پستیوں کی طرف لے جارہا ہے اور جب پانی سر سے اونچا ہوجاتا ہے اور اس کے پیروکاروں کے اپنے گھر کو آگ لگ جاتی ہے اور ان کے دین و مذہب بلکہ ان کی آدمیت وانسانیت کا جنازہ نکلنے لگتا ہے اور وہ اسے اپنی امداد کے لئے پکارتے ہیں تو وہ غائب ہوجاتا ہے اور اپنے مریدان باصفا کی تباہی وبربادی پر مسکراتا ہے۔

۱۹) ولولا فضل الله... الآیة

ارشاد ہورہا ہے کہ یہ تم پر اللہ کا خصوصی فضل وکرم اور اس کی رافت ورحمت ہے کہ اس نے اپنی توفیق تمہارے شامل حال کرکے تمہیں اس کی وسوسہ اندازی اور اس کے دام ہمرنگ زمین سے بچالیا۔ ورنہ وہ تمہیں گمراہ کرنے اور گناہوں کی آلودگیوں سے آلودہ کرنے پر اس طرح تلا ہوا تھا کہ تم میں سے کوئی بھی اس کی کافت کاریوں سے نہ بچ سکتا اور نہ پاک نہوسکتا۔ **ذالك فضل الله يوتيه من يشاء**۔لہٰذا کسی بھی شخص کو اپنے تزکیہ وتقویٰ پر مغرور ہوکر دوسروں پر تنقید کے تیر برسانے اور بلاتحقیق ان کے بارے میں ہر قسم کی بے پر کی باتیں قبول کرکے ان کی اشاعت وتشہیر کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

۲۰) ولا یأتل اولوالفضل... الآیة

یہاں مترجمین نے اولوالفضل کے معنی کرنے میں عجیب قسم کی بوقلمونی دکھائی ہے کسی نے اس کے معنی جوتم میں سے صاحب فضل کئے ہیں اور کسی نے یہ معنی کئے ہیں جو برگزیدہ ہیں تم میں سے۔اور کسی نے یوں ترجمہ کیا ہے اور جولوگ تم میں سے بزرگی اور وسعت والے ہیں۔وغیرہ وغیرہ۔حالانکہ یہاں نہ فضل وکمال مراد ہے نہ بزرگی اور نہ ہی برگزیدگی بلکہ یہاں فضل کے معنی ہیں مال وروزی۔جیسا کہ سورہ جمعہ میں ارشاد ہوتا ہے **واذا قضيت الصلوٰة فانتشروا فى الارض وابتغوا من فضل الله الآية**۔کہ جب نماز جمعہ ہوچکے تو زمین میں نکل جاؤ اور خدا کی روزی تلاش کرو۔الغرض اس آیت مبارکہ میں ارباب ثروت ودولت کو نصیحت کی جارہی ہے کہ وہ اس کی قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں، مسکینوں اور راہ خدا میں ہجرت کرنے والوں کی مدد نہیں کریں گے اور انہیں کچھ نہیں دیں گے۔

اس آیت کی شان نزول

بیان کیا جاتا ہے کہ مسطح بن اثاثہ جو ام المومنین حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے اور اس کی تشہیر کرنے والوں میں شامل تھے۔ جو جناب ابوبکر کے عزیز بھی تھے یہ صحابی بھی تھے، مہاجر بھی تھے اور بدری بھی۔ مگر بڑے خستہ حال تھے جن کی جناب ابوبکر اعانت کیا کرتے تھے انہوں نے جب یہ ناشائستہ حرکت کی تو جناب ابوبکر نے قسم کھائی کہ وہ آئندہ ان کی مدد نہیں کریں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (روح المعانی، مجمع البیان) اس طرح سرمایہ داروں اور خوشحال لوگوں کو تنبیہ فرمائی کہ وہ رشتہ داروں، مسکینوں اور مہاجروں میں سے جو اعانت کے مستحق ہیں ان کی کسی غلطی اور نالائقی کی وجہ سے ان کی اعانت ترک کردینے کی قسم نہ کھائیں بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے ان کی مدد و اعانت کا سلسلہ جاری رکھیں۔ اللہ غفور اور رحیم ہے۔ لہٰذا جو خدا سے مغفرت اور عفو و درگزر کے طلبگار ہیں وہ اپنے حق میں کوتاہی کرنے والوں کی غلطیاں معاف کردیں خدا بھی ان کی غلطیاں معاف کردے گا اور ان کی کوتاہیوں سے درگزر فرمائے گا۔

(۲۱) **ان الذین یرمون المحصنت... الآیة**

اس آیت کی تفسیر اسی سورہ کی آیت ۴ والذین یرمون المحصنت الآیة۔ کی تفسیر میں اوپر گزر چکی ہے۔ وہاں رجوع کیا جائے۔ انشاءاللہ

(۲۲) **یوم تشھد علیھم... الآیة**

بروز قیامت اعضاء و جوارح کے مجرموں کے خلاف گواہی دینے کا تذکرہ

وار دنیا میں تو کسی بھی مدعی کو اپنا دعویٰ بینہ و برہان سے ثابت کرنا پڑتا ہے لیکن آخرت میں نہ گواہوں کی ضرورت ہوگی، اور نہ کسی دلیل و برہان کی۔ کیونکہ وہاں پہلے تو مجرم انکار کی جرأت ہی نہیں کرسکے گا اور اگر کرے گا تو پھر اس کا ہر عضو بول کر اس گناہ کی گواہی دے گا جو اس نے اس سے کیا ہوگا۔ جیسا کہ قبل ازیں کسی مناسب مقام پر اس موضوع پر مکمل تبصرہ کیا جاچکا ہے۔

(۲۳) **یومئذ یوفیھم... الآیة**

اس آیت کے صحیح مفہوم کی تعیین

دین حق سے یہاں لوگوں کے اچھے یا برے اعمال کی وہ واجبی جزا و سزا مراد ہے جس کے وہ مستحق ہوں گے خدا سب کو ان کے افعال و اعمال کا پورا پورا معاوضہ دے گا۔ کیونکہ وہ حقیقی عادل ہے وہاں ظلم و زیادتی کا کوئی امکان نہیں ہے۔

۲۴) الخبثیت للخبیثین۔۔۔ الآیة

اس آیت کے صحیح مفہوم کا تعین!

اس آیت شریفہ کا صحیح مفہوم متعین کرنے میں مفسرین اسلام میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔

۱) چنانچہ مشہور یہ ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ خبیث اور گندی عورتیں، خبیث اور گندے مردوں کے لئے ہیں اور خبیث اور گندے مرد خبیث اور گندی عورتوں کے لئے ہیں۔ مگر اس پر یہ ایراد وارد ہوتا ہے کہ یہ مفہوم قطعاً واقع کے خلاف ہے۔ کیونکہ قران سے ثابت ہے کہ نوح و لوط دو نبیوں کے گھر دو کافرہ بیویاں تھیں۔ چنانچہ ارشاد قدرت ہوتا ہے کہ ضرب اللہ مثلا للذین کفرو امراۃ نوح و امراۃ لوط۔ یعنی خدا نے کافروں کی مثال نوحؑ اور لوطؑ کی بیویوں سے دی ہے اور فرعون جیسے کافر و ملحد کے گھر آسیہ جیسی مومنہ بیوی تھی۔ ارشاد قدرت ہے ضرب اللہ للذین امنوا امراۃ فرعون۔ کہ خدا نے مومنوں کی مثال فرعون کی بیوی سے دی ہے۔ (التحریم۔۱۱)

۲) دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جو بعض مفسرین اہلسنّت اور اکثر شیعہ مفسرین نے اختیار کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہاں خبیثات سے بری اور گندی باتیں اور برے اقوال و اعمال مراد ہیں۔ اور طیبات سے اچھی باتیں اور اچھے اقوال و افعال و اعمال ہیں۔ کیونکہ عربی زبان میں اچھی عادات و صفات اور اچھے اقوال و افعال کے لئے مونث کی ضمیریں لائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ متنبی نے کہا ہے:

ان الکرائم کفو ملکرماء — کہ شریفانہ خصائل کے لئے شریف لوگ ہی ہوتے ہیں

لہٰذا الخبیثات للخبثین کے معنی یہ ہوں کہ بدگوئی اور بڑی باتیں برے لوگوں کے لئے ہیں۔ اور اچھی باتیں اچھے لوگوں کے لئے ہیں اور انہی کو زیبا ہیں۔ اس کی تائید آیت کے اس حصہ سے بھی ہوتی ہے کہ اولئك میرون مما یقولون۔ یہ طیب اور پاک لوگ ان باتوں سے منزہ و مبرا ہیں۔ جو خبیث لوگ ان کے متعلق کرتے ہیں۔ چنانچہ مفسر قرطبی رقمطراز ہیں قال مجاھد و ابن جبیر و عطاو اکثر المفسرین مفسرین المعنی

الکلمات من الخبیثات من القربی للخبیثین من الرجال و کذا الخبیثون من الناس للخبیثات من القول ۔(قرطبی ج ۱۲،ص ۲۱۱)

یعنی مجاہد، ابن جبیر عطا اور اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ خبیث اور برے کلمات خبیث مردوں کے لئے اور خبیث مرد خبیث اور برے کلمات کے لئے ہیں۔اور صاحب جواہر القرآن لکھتے ہیں کہ ''یعنی گندی باتیں اور عادتیں گندے اور بدکار لوگوں کے لائق ہیں۔اور پاکیزہ عادتیں اور ستھری باتیں نیکوکار اور پاکیزہ لوگوں کے شان کے شایان ہیں'' (جواہر القرآن ج ۲،ص ۷۷۹)۔

خبیث عورتوں سے مراد زناکار عورتیں اور خبیث مردوں سے مراد زناکار مرد ہیں اور طیب عورتوں سے عفیفہ عورتیں اور طیب مردوں سے عفیف اور پاکدامن مرد ہیں اور پاکیزہ عادتیں اور سنہری باتیں نیکوکار اور پاکیزہ لوگوں کے لئے ہیں۔ بناء بریں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ یہ نہ خبر ہے اور نہ حکم بلکہ عام انسانوں کے طبعی رجحان و میلان کا بیان ہے کہ طبعی اور فطری طور پر گندی اور بدکار عورت اپنے جیسے گندے اور بدکار مرد کو پسند کرتی ہے اور گندا اور بدکار مرد اپنی جیسی گندی اور بدکار عورت کو پسند کرتا ہے لہٰذا اس کا مفہوم بالکل وہی ہوگا جو ہم اسی سورہ النور کی آیت ۳ الزانی لا ینکح الا زانیة او مشرکة کا بیان کر آئے ہیں۔ حذ والنعل بالنعل والقذہ بالقذہ۔سچ ہے کہ

کبوتر با کبوتر باز با باز
کند ہم جنس باہم جنس پرواز

آیات القرآن

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى یُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ﴿۲۸﴾ لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِیْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ

اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا
يَصْنَعُوْنَ۝۳۰ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ
فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ
عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۪ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ
بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ
اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ
التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ
يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا
يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُوْنَ۝۳۱ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ
وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ
عَلِيْمٌ۝۳۲ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ
مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ
فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖۗ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْۤ
اٰتٰىكُمْ ؕ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا
لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ
اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝۳۳ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ
وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ۝۳۴

ترجمۃ الآیات

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو۔ جب تک کہ اجازت نہ لے لو۔ اور گھر والوں پر سلام نہ کرو۔ یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ (۲۷) پھر اگر ان (گھروں) میں کسی (آدمی) کو نہ پاؤ تو ان میں داخل نہ ہو جب تک کہ تمہیں اجازت نہ مل جائے اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس چلے جاؤ یہ (طریقہ کار) تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہے۔ اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے (۲۸) (ہاں البتہ) ایسے گھروں میں داخل ہونے میں تمہارے لئے کوئی مضائقہ نہیں ہے جن میں کوئی رہائش نہیں رکھتا۔ جبکہ ان میں تمہارا کچھ سامان ہو اور اللہ اسے خوب جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور اسے بھی جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو (۲۹) (اے رسولؐ) آپ مومن مردوں سے کہہ دیجئے! کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ (طریقہ) ان کے لئے زیادہ پاکیزگی کا باعث ہے۔ بیشک لوگ جو کچھ کیا کرتے ہیں اللہ اس سے خوب واقف ہے (۳۰) اور (اے رسولؐ) آپ مومن عورتوں سے کہہ دیجئے! کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت و آرائش کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو خود ظاہر ہو اور چاہیے کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زیبائش و آرائش ظاہر نہ کریں سوائے اپنے شوہروں کے، یا اپنے باپ داداؤں کے، یا اپنے شوہروں کے باپ داداؤں کے، یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے، یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی (ہم مذہب) عورتوں کے یا اپنے غلاموں یا لونڈیوں کے یا اپنے نوکروں چاکروں کے جو جنسی خواہش نہ رکھتے ہوں۔ یا ان بچوں کے جو ابھی عورتوں کی پردہ والی باتوں سے واقف نہیں ہیں اور اپنے پاؤں (زمین پر) اس طرح نہ ماریں کہ جس سے ان کی وہ زیبائش و آرائش معلوم ہو جائے جسے وہ چھپائے ہوئے ہوں۔ اے اہل ایمان! تم سب مل کر اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو۔ تا کہ تم فلاح پاؤ (۳۱) اور تم میں جو (مرد و زن) بے نکاح ہیں ان کا نکاح کرو۔ نیز اپنے غلاموں اور کنیزوں میں سے بھی جو (نکاح کے) قابل ہوں۔ ان کا بھی نکاح کرو۔ اگر وہ غریب و نادار ہوں گے تو اللہ

انہیں اپنے فضل و کرم سے مالدار بنادے گا۔ اور اللہ بڑی وسعت والا، بڑا علم والا ہے (۳۲) اور جو لوگ نکاح کرنے کی مقدرت نہیں رکھتے انہیں چاہیے کہ عفت اور ضبط نفس سے کام لیں۔ یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے اور تمہارے مملوکہ غلاموں اور کنیزوں میں سے جو مکاتب بننے کے خواہشمند ہوں۔ تو اگر تمہیں ان میں کوئی بھلائی معلوم ہو تو ان سے مکاتبہ کرلو۔ اور تم اللہ کے مال میں سے انہیں عطا کرو اور اپنی جوان کنیزوں کو محض دنیوی رنگ کا کچھ سامان حاصل کرنے کے لئے بدکاری پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ پاکدامن رہنا چاہتی ہوں اگر کوئی انہیں مجبور کرے تو بیشک ان کو مجبور کرنے کے بعد بھی اللہ بڑا بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے (۳۳) بے شک ہم نے تم لوگوں کی طرف واضح آیتیں نازل کی ہیں اور تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کی مثالیں بھی اور پرہیزگاروں کے لئے پند و نصیحت بھی (۳۴)

تشریح الالفاظ

۱......غیر مسکونہ۔ جس میں کوئی عیال دار رہائش پذیر نہ ہو۔ جس کا دوسرا مفہوم مہمان خانہ اور ہوٹل ہے۔

۲......خمار۔ بڑی چادر کو کہا جاتا ہے۔

۳......جیب۔ کے معنی ہیں گریبان۔

۴......الاربۃ۔ کے معنی ہیں جنسی خواہش۔

۵......ایامی۔ ایم کی جمع ہے جس کا اطلاق ہر اس مرد و زن پر ہوتا ہے جس کی بیوی یا شوہر مرجائے مجازاً اس سے مجرد یعنی غیر شادی شدہ مرد و زن مراد ہے۔

۶......صالحین۔ کے ظاہری معنی تو نیکوکار کے ہیں۔ مگر اس سے نکاح کی صلاحیت و قابلیت بھی مراد لی گئی ہے۔

۷......مکاتبہ۔ مالک و مملوک کے اس خاص معاہدہ کا نام ہے جس میں اس کی قیمت مقرر کردی جاتی ہے جس کے ادا کرنے کے بعد غلام آزاد ہوجاتا ہے۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں مطلق اور مشروط۔

۸......تحصن۔ کے معنی ہیں اپنے آپ کو محفوظ رکھنا اور پاکدامنی اختیار کرنا۔

تفسیر الآیات

۲۵) یاایھا الذین آمنوا۔۔۔ الآیۃ

بعض اسلامی آداب معاشرت کا تذکرہ

دین اسلام چونکہ خالق فطرت کا بنایا ہوا دین ہے۔ لہٰذا اس کے مقرر کردہ آداب زندگی اور آداب معاشرت ایسے جامع و مانع اور حکیمانہ ہیں کہ اگر ان پر صحیح طور پر عمل درآمد کیا جائے تو معاشرہ کی بہت سی برائیوں کا سدباب ہو جاتا ہے اور آدمی کئی تمدنی و معاشرتی خرابیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

۱) استیذان کا حکم:

منجملہ ان اسلامی اداب زندگی کے ایک یہ بھی ہے کہ جب کسی کے گھر میں جانا ہو تو آدمی اجازت کے بغیر اس کے اندر نہ گھس جائے جیسا کہ عہد جاہلیت اور اوائل اسلام میں ایسا ہوتا تھا کہ عموماً گھروں کے دروازے کھلے ہوتے تھے اور ہر ملاقات کرنے والا جب چاہتا منہ اٹھائے گھر میں داخل ہو جاتا تھا جس سے بعض اوقات گھر والوں کو کوفت ہوتی تھی اس لئے اسلام نے حکم دیا کہ پہلے اجازت طلب کرے پھر سلام اور پھر داخل ہو۔ قرآن میں لفظ تستأنسو ہے جو انس سے مشتق ہے یعنی اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک گھر والوں کو مانوس نہ کرلو۔

مگر تمام مفسرین نے اس لفظ کو تستاذنو کے معنی میں لیا ہے۔ یعنی جب تک اجازت نہ لے لو۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر یہی لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ **واذا بلغ الا طفال منکم الحلم فلیستاذنوا۔** یعنی جب بچے بالغ ہو جائیں تو چاہیے کہ (گھر میں داخل ہونے سے پہلے) اجازت حاصل کریں۔

استیذان کا طریقہ:

اجازت حاصل کرنے کے کئی طریقے ہیں: جیسے

(۱) زبانی اجازت طلب کرنا۔

(۲) دروازہ کھٹکھٹانا۔

(۳) گھنٹی بجانا وغیرہ۔

(۴) اور یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ یہ اجازت زیادہ سے زیادہ تین بار حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے بس اگر مل جائے تو فبہا ورنہ واپس چلا جانا چاہیئے۔

۲۔ اہل خانہ کو سلام کرنا:

جب اجازت مل جائے تو پھر اہل خانہ کو سلام کیا جائے۔ واضح رہے کہ اجازت طلب کرنا واجب ہے اور سلام کرنا مستحب ہے اور اگر گھر میں کوئی نہ ہوتو پھر واپس چلا جانا چاہیے۔ یہاں تک کہ گھر والا گھر آئے اور اجازت دے دے۔

ایضاح:

یہ حکم اپنے گھروں جن میں آدمی خود رہتا ہو کے علاوہ دوسرے گھروں سے مخصوص ہے۔ جس میں والدین، اولاد اور بہن بھائیوں کے گھر داخل ہیں۔ لہٰذا ان میں داخل ہونے سے پہلے اجازت حاصل کرنا پڑے گی۔ اور سلام بھی کرنا پڑے گا۔

مخفی نہ رہے کہ اگر چہ اسلامی احکام کی طرح یہاں بھی خطاب مردوں کو ہے (یا ایھا الذین آمنو) مگر یہ حکم عورتوں کو بھی شامل ہے۔ لہٰذا جب وہ بھی کسی کے گھر میں داخل ہونا چاہیں تو ان کو بھی ان احکام کی پابندی کرنا پڑے گی۔

مخفی نہ رہے کہ یہ اجازت لینے اور سلام کرنے کے احکام عام حالات میں ہیں لیکن اگر کوئی ہنگامی صورت پیش آجائے جیسے گھر کو آگ لگ جائے، یا اس میں کوئی ڈاکو یا قاتل گھس آئے۔ تو مہم کو اہم پر قربان کر دیا جائے گا۔ اور اجازت کے بغیر داخل ہونا واجب ہو جائے گا اور اگر صاحب خانہ اپنی کسی مجبوری، مصروفیت کے تحت کسی کو ملاقات کا وقت نہ دے تو آدمی کو چاہیے کہ وہ کبیدہ خاطر نہ ہو اور برا نہ منائے بلکہ بخوشی واپس لوٹ جائے اور اسے کسی اچھے محمل پر محمول کرے اور یہ تصور کرے کہ کوئی مجبوری ہوگی۔ یہ بات زیادہ پاکیزگی کا باعث ہے۔ واضح رہے کہ آج کے اس جدید دور میں کسی کو فون کرنے کے بھی یہی احکام ہیں کہ اس کے دینی و دنیوی مشاغل یا آرام کے اوقات میں بے جا مداخلت بے جا جائز نہیں ہے اور اگر کوئی آدمی فون کرے تو اسلامی، اخلاق و مروت کے تحت اسے سننا چاہیے۔ اور کرنے والے کے لئے بھی ضروری ہے کہ بلا وجہ طول کلام سے کام لے کر دوسرے آدمی کے لئے زحمت کا باعث نہ بنے بہر حال ان حالات میں آدمی کو ایک حکیم اور دانا آدمی کا کردار ادا کرنا چاہیے۔

۲۷) لیس علیکم جناح ۔۔۔ الآیۃ

وہ مکان جس میں کوئی خاص لوگ مستقل طور پر رہائش پذیر نہیں ہوتے بلکہ عموماً ان میں عام لوگ اپنے کام کاج کے سلسلہ میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ جیسے مسافر خانے، مساجد و مدارس، ہسپتال اور کاروباری ادارے اور دکانیں۔ وہاں اجازت حاصل کرنے والے مذکورہ بالا احکام عائد نہیں ہوں گے۔

۲۸) قل للمومنین یغضوا ۔۔۔ الآیۃ

پردہ کا شرعی حکم اور اس کے احکام

جب کہ استیذان وسلام کے سلسلہ میں یہ حقیقت واضح کی جا چکی ہے کہ دین اسلام چونکہ خالق فطرت کا بنایا ہوا دین ہے اور خالق سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے کہ انسان کی افتادِ طبع کیا ہے؟ اس کے طبعی تقاضے اور میلانات کیا ہیں؟ اور اسے برائیوں سے باز رکھنے کا طریقہ کار کیا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اسلام صرف بدکاری و برائی سے روکتا ہی نہیں اور اس کے ارتکاب پر سزا ہی نہیں دیتا۔ بلکہ ان تمام مقدمات و وسائل پر بھی پابندی عائد کرتا ہے جس سے کسی گناہ کی دل و دماغ میں تحریک پیدا ہوتی ہے کیونکہ جب کسی گناہ کرنے کا راستہ ہی بند کر دیا جائے گا تو پھر آدمی کس طرح گناہ کرے گا۔ اور اس کی ایک زندہ مثال یہی زناکاری ہے جسے شریعت نے بدترین گناہ قرار دیتے ہوئے اس کے جملہ مقدمات و ذرائع بھی حرام قرار دے دیئے ہیں۔ جیسے نگاہ بد، دست درازی اور بوس و کنار وغیرہ وغیرہ۔ ہم پردہ کے موضوع پر ایک مکمل جامع رسالہ بنام ''اسلام میں پردہ کی اہمیت اور اس کے احکام'' لکھ چکے ہیں جو قوانین الشریعہ کے ملحقات میں شائع ہو چکا ہے۔ اور ناظرین کرام کو اس کے مطالعہ کرنے کا مشورہ دیتے ہیں کہ وہ رسالہ بڑا مفید ہے۔

بہرحال پردہ مردوں اور عورتوں کو زنا جیسے عظیم گناہ سے بچانے کی خاطر واجب قرار دیا گیا ہے تاکہ انسان کے اسپ شہوت کے منہ میں لگادی جا سکے اور اسے اس دلدل میں پھنسنے سے بچایا جا سکے۔ ارشاد قدرت ہے قل للمومنین یغضوا من ابصارھم الآیۃ کہ مومن مردوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور تاڑ بازی نہ کریں اور یہی حکم عورتوں کے لئے بھی ہے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ اور تاڑ بازی سے اجتناب کریں۔

حرمت نظر:

کیونکہ نامحرم کی طرف نظر شہوت کرنا حرام ہے اور احادیث میں اسے شیطان کے زہر میں بجھے ہوئے

تیروں میں سے ایک تیر کہا گیا ہے النظر سهم مسموم من سهام ابلیس۔حدیث میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ النظرة الاولی لك والثانية عليك کہ پہلی (اتفاقی) نظر معاف ہے اور دوسری (عمدی) نظر نقصان دہ ہے۔

حرمت دست درازی:

بعض اخبار وآثار میں مختلف اعضا کی مخصوص حرکات کو ان کا زنا قرار دیا گیا ہے جیسے نظر بد کو آنکھ کا زنا، دست درازی کو ہاتھ کا زنا اور چل کر جانے کو پاؤں کا زنا اور فحش کلام کرنے کو زبان کا زنا قرار دیا گیا ہے۔انجام کار شرم گاہ اور اعضا کی تصدیق کرے یا تکذیب اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔(وسائل الشیعہ)

نمائش حسن کی ممانعت:

اسی جوہر عصمت وعفت کی حفاظت کی خاطر اسلام تمام چور دروازوں کو بند کرتے ہوئے عورتوں کو حکم دیتا ہے کہ وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولی کہ اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور پہلے دور جاہلیت کی طرح باہر نہ نکلو ولا یضربن بارجلهن۔ الآیۃ اور اس طرح زمین پر پاؤں مارتی ہوئی نہ چلیں جس سے ان کی پوشیدہ زینت ظاہر ہو جائے اور یہ بات بھی واضح ہے کہ پردہ ہر اس شخص سے واجب ہے جس سے عورت کا شرعی نکاح ہو سکتا ہے۔

۲۹) ولا یبدین زینتهن۔۔۔الآیۃ

اظہار زینت کی ممانعت

خالق حکیم نے غض بصر کے مشترکہ حکیمانہ حکم کے بعد عورت کو خصوصی حکم دیا ہے۔کہ وہ اپنی زیبائش وآرائش اور بناؤ سنگھار ظاہر نہ کرے۔ہاں البتہ یہاں دو استثناء ہیں۔

پہلا استثناء:

ارشاد قدرت ہے ولا یبدین زینتهن الا ما ظهر منها۔کہ عورتیں اپنی زیبائش ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو خود ظاہر ہو۔اب اس بات کی تحقیق کہ اس ظاہری زینت سے کیا مراد ہے؟ تو اس میں مفسرین، مجتہدین اور محدثین کے درمیان برابر اختلاف رہا ہے اور ہے۔بعض نے اس سے چہرہ، دونوں ہاتھ اور ظاہر قدمین مراد لئے ہیں۔روایتی نقطہ نگاہ سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ ان کا مقام اور حیثیت کیا ہے؟ اگر درایتی نقطہ نظر

سے دیکھا جائے تو بات بالکل صحیح واضح ہے کہ فساد کی جڑ تو چہرہ اور آنکھیں ہیں اگر ان کو کھلا رکھنا جائز قرار دے دیا جائے تو پھر پردہ کرنے کا مقصد ہی کیا رہ جاتا ہے؟ اس لئے احتیاط واجب یہ ہے کہ ان اعضاء کو بھی چھپایا جائے ۔اور بعض نے اس ماظھر سے وہ زینت مراد لی ہے جو قہراً ظاہر ہوتی ہے جیسے قد و قامت، ڈیل ڈول اور ظاہری لباس وغیرہ یا اس سے وہ زینت مراد ہے؟ جو بلا قصد اظہار خود بخود ظاہر ہو جائے۔ واللہ العالم

(۳۰) ولیضربن بخمرھن۔۔۔ الآیۃ

اور چاہیے کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔ تاکہ منہ، سینہ اور سر وغیرہ کا شرعی پردہ حاصل ہو جائے

(۳۱) ولا تبدین زینتھن الا لبعولتھن۔۔۔ الآیۃ

دوسرا استثناء:

عورتوں کو اپنی زیبائش و آرائش کی نمائش کی مناہی کرنے کے بعد اب ان افراد کی فہرست گنوائی جا رہی ہے۔۔جن کے سامنے اس زینت کا اظہار کرنا جائز ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱) شوہر
(۲) باپ
(۳) شوہر کا باپ
(۴) اپنے بیٹے
(۵) شوہر کے بیٹے
(۶) بھائی
(۷) بھتیجے
(۸) بھانجے
(۹) مسلمان عورتیں
(۱۰) اپنے مملوک غلام و کنیز۔

اگرچہ غلام کے بارے میں سخت اختلاف ہے کہ آیا وہ اپنی مالکہ کو دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور یہ اختلاف اخبار و آثار کے اختلاف کی وجہ سے ہے اور احوط یہ ہے کہ اسے مستثنیٰ قرار نہ دیا جائے اور وما ملکت

ایمانھن سے صرف کنیزیں اور باندیاں مراد لی جائیں۔ واللہ العالم

(۱۱) وہ نوکر چاکر اور زیردست جن میں جنسی خواہش نہ ہو جیسے دیوانے سے، کم عقل اور خواجہ سرا۔ وغیرہ وغیرہ

(۱۲) وہ چھوٹے بچے جن کے ہنوز صنفی جذبات پیدا نہ ہوئے ہوں اور عورتوں کی پردہ والی باتوں سے آگاہ نہ ہوں۔

(۳۲) ولا یضربن ... الآیۃ

کس قدر پاکیزہ اور حکیمانہ تعلیم ہے کہ نگاہ کے علاوہ ہر وہ حرکت بھی ممنوع قرار دی جس سے انسانی حواس متاثر ہوں فرمایا! کہ عورتوں کو چاہیے کہ جب وہ چلیں تو زمین پر اس طرح پاؤں مارتی ہوئی نہ چلیں جس سے ان کی وہ زینت (پازیب وغیرہ) ظاہر ہو جائے جسے وہ چھپائے ہوئے ہیں تاکہ لوگ ان کی یہ چھنکار سن کر ان کی طرف متوجہ نہ ہوں اسی لئے عورت کے لئے بھڑکیلا لباس پہن کر اور تیز خوشبو لگا کر مردوں کے اجتماع میں جانا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ آپ نے پردہ والے احکام میں ملاحظہ کر لیا ہے کہ شریعت نے اس بے حیائی کے سامنے کس طرح محکم بند باندھا ہے۔ اے کاش! کہ خواتین وحضرات ان حکیمانہ احکام کی پابندی کرتے تو ہمارا معاشرہ اس طرح تباہ و برباد نہ ہوتا اور آج اغیار یہ نہ کہتے کہ

یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

بہر نوع اس موضوع کو ختم کرنے سے پہلے ہم دختران ملت کو یہ مشورہ دیں گے کہ

اگر پندے ز درویشے بگیری
ہزار امت بمیرو تو نمیری
بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

(۳۳) وانکحوا الایامیٰ منکم ... الآیۃ

رنڈووں اور رانڈوں کو عقد ثانی کرنے کا حکم

خالق حکیم نے اپنی حکمت کاملہ سے ہر انسان اور ہر مرد و زن میں جنسی جذبہ یا صنفی کشش ومیلان ودیعت فرمایا ہے جو بقاء نسل اور تمدن کے استحکام کے لئے اشد ضروری ہے۔ لہٰذا اسلام جو کہ دین فطرت

ہے وہ اس جذبے کے کچلنے کا حکم نہیں دیتا بلکہ اس کی تسکین کے لئے کچھ حدود و قیود مقرر کرتا ہے تاکہ وہ افراط تفریط سے محفوظ رہیں۔ اس نے نکاح کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ جو اس جذبہ کی تسکین کا عقلائی اور شرعی طریقہ ہے۔ اس لئے حدیث میں وارد ہوا ہے کہ من تزوج فقد احرز نصف دینہ کہ جس نے عقد وازدواج کر لیا اس نے اپنا آدھا دین محفوظ کر لیا۔ (کتب اربعہ) اسی لئے شریعت والدین کو حکم دیتی ہے کہ جب اولاد سن بلوغت میں قدم رکھے تو سب سے پہلے ان کے عقد وازدواج کا اہتمام کیا جائے۔ تاکہ ان کا دامن اس گناہ کی آلودگی سے ملوث نہ ہو جائے۔ اور وہی شریعت اس زن کو جس کا خاوند مر گیا ہو یا اس مرد کو جس کی بیوی مر گئی ہو عقد ثانی کا استحبابی حکم دیتی ہے تاکہ وہ اس گناہ وعصیان سے آلودہ نہ ہوں۔ مخفی نہ رہے کہ آیامی۔ ایم کی جمع ہے جس کا اطلاق اس عورت اور مرد پر ہوتا ہے جس کا جوڑا نہ ہو۔

۳۴) والصالحین من عبادکم ... الآیۃ

غلاموں اور کنیزوں کے نکاح کرنے کا حکم

اس آیت میں غلاموں اور کنیزوں کا نکاح کرنے کا استحبابی حکم دیا جا رہا ہے گو آج کل تو یہ سالبہ بانتفاء موضوع کے حکم میں ہے کیونکہ نہ آج کوئی غلام ہے اور نہ کوئی کنیز جن پر شرعاً غلام و کنیز کا اطلاق ہو سکے۔ یہاں الصالحین کی لفظ میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ جو کہ غلاموں اور کنیزوں کی صفت ہے۔ عام مفسرین نے اس لفظ کو اس کے ظاہری معنی میں بحال رکھا ہے کہ تمہارے غلاموں اور کنیزوں میں سے جو صالح اور نیک ہوں ان کا نکاح کر و تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ نیک نہ ہوں تو کیا پھر ان کا نکاح نہ کیا جائے؟ حالانکہ جو نیک نہیں ہیں ان کو نیک بنانے کے لئے نکاح کی زیادہ ضرورت ہے۔ اس لئے بعض مفسرین نے صالحین کے معنی صلاحیت اور قابلیت کے کئے ہیں۔ کہ جو غلام اور کنیزیں نکاح کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں اور اس کی ذمہ داریاں نبھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اور یہی معنی نظر قاصر میں انسب معلوم ہوتے ہیں اسی لئے ہم نے اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

۳۵) ولیستعفف الذین لا یجدون ... الآیۃ

اس آیت شریفہ کے مفہوم کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ مال و دولت کی کمی کی وجہ سے مہر اور بیوی کا نان و نفقہ ادا نہ کر سکنے کی وجہ سے شادی کرنے پر قدرت نہیں رکھتے انہیں چاہیے کہ عفت و پاکدامنی کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھیں اور خدا کے فضل و کرم کے امیدوار رہیں کہ وہ انہیں مالدار بنا دے اور وہ با آسانی عقد وازدواج کے اخراجات برداشت کر سکیں اور شادی خانہ آبادی کر کے اپنا گھر آباد کر سکیں۔

۳۶) والذین یبتغون الکتاب ... الآیۃ

مکاتبہ کی حقیقت کا بیان

غلام آزاد کرنے کے طریقوں میں ایک طریقہ مکاتبت بھی ہے کہ اگر غلام چاہے تو مالک کے ساتھ یہ معاملہ طے کرلے کہ اس کی اس قدر قیمت ہے لہٰذا وہ کسب واکتساب سے جب یہ قیمت ادا کرے گا تو وہ آزاد ہوجائے گا۔ اسے شریعت کی اصطلاح میں مکاتبت کہتے ہیں اور ایسے غلام کو مکاتب۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں:

۱) مطلق:

اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی قیمت میں سے جس قدر ثلث یا نصف یا کم وبیش ادا کرے گا اتنا آزاد ہوجائے گا

۲) مشروط:

مشروط یہ ہے کہ جب تک پوری قیمت ادا نہیں کرے گا تب تک وہ مکمل غلام رہے گا۔ لہٰذا جب غلام مکاتبت کا خواہاں ہو تو مالک کے لئے مستحب ہے کہ غلام سے یہ معاملہ کرکے اسے آزادی کا پروانہ دے بشرطیکہ وہ اس میں کوئی خیر وخوبی دیکھے یعنی اس میں اپنے کسب واکتساب سے قیمت ادا کرسکنے کی صلاحیت دیکھے ورنہ اپنا اور غلام کا نقصان نہ کرے اور اسے لوگوں سے مانگنے پر مجبور نہ کرے۔ (واللہ الموفق)

۳۷) واتوھم من مال اللہ ... الآیۃ

یہ آقاؤں اور دوسرے عام مالدار مسلمانوں سے خطاب ہے کہ جب غلام سے مکاتبہ ہوجائے اور یہ بات طے پا جائے کہ اس نے اتنی قیمت اتنی مدت تک ادا کرنی ہے۔ تو آقا کو چاہیے کہ اس قیمت میں کچھ کمی کردے اور دوسرے مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنی گرہ سے غلام کی اعانت کریں تاکہ باسانی اپنی قیمت ادا کرسکے اور اگر وہ اپنی گرہ سے امداد نہیں کرسکتے تو زکوٰۃ کی ''فی الرقاب'' کی مد سے اسے کچھ عطا کریں اس مال سے جو مالک حقیقی نے انہیں عطا کیا ہے۔ اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ المال مال اللہ۔ مال اللہ کا مال ہے۔ الامراء امناء اللہ۔ امیر اور دولتمند لوگ اللہ کے امین ہیں والفقرا عیال اللہ فقراء ومساکین اللہ کے اہل وعیال ہیں (ایک حدیث قدسی کا مضمون ازکواکب مصئیہ دراحادیث قدسیہ)

۳۸) ولا تکرھوا فتیٰتکم ... الآیۃ

حیاء اور ایمان چونکہ لازم وملزوم ہیں۔ یعنی جہاں اسلام وایمان ہے وہاں حیاء بھی ہے اور جہاں ایمان

نہیں ہے وہاں حیاء بھی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب لوگ نعمت اسلام وایمان سے محروم تھے تو ان میں بے حیائی کا دور دورہ تھا اور بڑے بڑے مالدار وسردار لوگ حیا سوز کام کرتے تھے کہ جن کو دیکھ کر انسانیت کے ماتھے پر پسینہ آجاتا تھا۔ چنانچہ وہ کھلے بندوں اپنی جوان اور خوبصورت لونڈیوں سے قحبہ گری کا کام لیتے تھے۔ اوران کی اس کمائی سے عیش وعشرت کرتے تھے۔ اہل اسلام کو اس ایمان سوز حرکت سے منع کیا جارہا ہے کہ تم ہرگز ایسا کام واقدام نہ کرو۔ ان اردن تحصنا اگر وہ اس سے بچنا چاہیں۔ اس شرط کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اگر وہ اس گناہ سے نہ بچنا چاہیں تو پھر انہیں مجبور کرسکتے ہو بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جبر واکراہ صادق ہی اس صورت میں آتا ہے کہ جب لونڈی یہ کام نہ کرنا چاہے اور مالک بے غیرتی کا ثبوت دیتے ہوئے اسے اس کام پر مجبور کرے۔ لیکن اگر وہ برضا ورغبت خود یہ برا کام کرنا چاہتی ہے تو پھر جبر کہاں؟ وہ خود اپنے اس فعل کی اور اس کی سزا کی ذمہ دار اور مستحق ہوگی۔ کمالا یخفی۔ اور اگر کوئی بے غیرت مالک اپنی لونڈی کو اس گناہ کے ارتکاب پر مجبور کرے گا تو اس کا وزرو بال اسی پر ہوگا اور لونڈی مجبوری کی وجہ سے معذور متصور ہوگی اور خدا اسے اس کی سزا نہیں دے گا کیونکہ وہ غفور بھی ہے اور رحیم بھی۔

۳۹) ولقد انزلنا... الآیة

یہاں قرآن مجید کو تین حصوں پر تقسیم کیا جارہا ہے۔

(۱) ایک حصہ تو اسلامی احکام وتعلیمات پر مشتمل ہے جو بالکل واضح ہے۔

(۲) دوسرا حصہ گزشتگان کے قصص وحکایات پر مشتمل ہے کہ انہوں نے کس طرح احکام خداوند کی مخالفت کی اور اس کی پاداش میں کس طرح وہ ہلاک وبرباد ہوئے۔ اور یہ قصص وحکایات بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ امت ایسے برے کاموں اور ان کے نتائج سے بچے۔

(۳) تیسرا حصہ پند ونصائح پر مشتمل ہے جس سے صاحبان تقویٰ اور دلوں میں خوف خدا رکھنے والے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔

آیات القرآن

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۭ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ۭ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ

شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ
لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ
وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ۙ﴿۳۵﴾ فِىْ بُيُوْتٍ
اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ
وَالْاٰصَالِ ۙ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ
الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ
وَالْاَبْصَارُ ۙ﴿۳۷﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ
وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَعْمَالُهُمْ
كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ
شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۙ﴿۳۹﴾ اَوْ
كَظُلُمٰتٍ فِىْ بَحْرٍ لُّجِّىٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ
سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ
يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۠﴿۴۰﴾

ترجمۃ الآیات

اللہ۔آسمانوں اورزمین کا نور ہےاس کےنور کی مثال یہ ہے جیسے ایک طاق میں چراغ رکھا ہوا ہو (اور) چراغ شیشہ کی قندیل میں ہو۔اور (وہ) قندیل گویا موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے (اور وہ چراغ) زیتون کے بابرکت درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی قریب ہے کہ اس کا تیل خود بخود بھڑک اٹھے اگر چہ آگ نے اسے چھوا بھی نہ ہو۔ یہ نور بالائے نور ہے۔اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت فرماتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کا بڑا جاننے والا ہے (۳۵) (یہ ہدایات

پانے والے) ایسے گھروں میں ہیں جن کے بارے میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ انہیں بلند کیا جائے اور ان میں خدا کا نام لیا جائے ان میں ایسے لوگ صبح وشام اس کی تسبیح کرتے ہیں (۳۶) جنہیں کوئی تجارت اور (خرید) فروخت اللہ کی یاد سے نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی (کیونکہ) وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور نگاہیں الٹ پلٹ ہوجائیں گی (۳۷) تاکہ اللہ ان کو ان کے بہترین اعمال کی جزا دے اور اپنے فضل سے مزید نوازے اور اللہ جسے چاہتا ہے اسے بے حساب رزق عطا کرتا ہے (۳۸) اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے اعمال سراب کی مانند ہیں جو ایک چٹیل میدان میں ہو۔ جسے آدمی پانی خیال کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس جاتا ہے تو اسے کچھ نہیں پاتا بلکہ وہاں اللہ کو موجود پاتا ہے جس نے اس کا پورا پورا حساب چکا دیا۔ اور اللہ بہت جلدی حساب لینے والا ہے (۳۹) یا پھر ان کی مثال ایسی ہے جیسے گہرے سمندر میں اندھیرا۔ کہ اسے ایک موج ڈھانپ لے پھر اس (موج) کے اوپر اک اور موج ہو۔ اور پھر اس کے اوپر بادل ہو۔ الغرض اندھیروں پر اندھیرا کہ اگر کوئی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے دیکھ نہ پائے۔ اور جسے اللہ نور (ہدایت) دے تو اس کے لئے کوئی نور نہیں ہے (۴۰)

تشریح الالفاظ

۱......نور: کے معنی ہیں روشنی یا وہ کیفیت جسے انسان کی قوت باصرہ ادراک کرتی ہے اور پھر اس کے ذریعے سے ان سب چیزوں کا ادراک کرتی ہے جو آنکھ سے دیکھی جاتی ہیں لیکن یہاں اس کے معنی روشن کرنے والے کے ہیں۔

۲......مشکوٰۃ: کے معنی ہیں دیوار پر چراغ رکھنے کی مخصوص جگہ جسے طاق یا جالا کہا جاتا ہے۔

۳......مصباح: کے معنی بڑے چراغ کے ہیں۔

۴......زجاجہ: کے معنی ہیں شیشہ کا بنا ہوا فانوس جس میں چراغ رکھا جاتا ہے۔

۵......کوکب: کے معنی ہیں موتی کی طرح چمکتا ہوا ستارہ۔

۶......قیعہ: کے معنی ہیں چٹیل میدان۔

۷......بحر لجی: کے معنی ہیں گہرا سمندر۔

۸...... یغشاہ، غشیان: کے معنی ہیں ڈھانپنا۔

تفسیر الآیات

۴۰) اللہ نور السمٰوت ... الآیۃ

آیت نور کی تفسیر

اس آیت مبارکہ کو آیت نور کہا جاتا ہے اگرچہ فریقین کے مفسرین کرام نے اس کی مختلف بڑی عمدہ اور اعلیٰ تاویلیں بیان کی ہیں۔ مگر حق یہ ہے کہ اس کی حقیقت اپنے نام (نور) کی طرح پھر بھی مخفی و مستور ہے اور مستور رہے گی۔ حتی یظھر من یکشف القناع عن وجہ حقیقۃ النور

خدا پر نور کا اطلاق مجازی ہے اور اس کی تاویل

عرف عام میں جس چیز کو نور کہا جاتا ہے وہ مخلوق ہے (بناء بریں کہ وہ جوہر ہو) یا اس کی مخلوق کا اثر ہے (بناء بریں کہ وہ عرض ہو)۔ لہٰذا اگر خدا پر اس کا اطلاق ہوا ہے تو یہ اطلاق مجاز مرسل کے طور پر ہوا ہے کہ جس کے معنی آسمان و زمین کو سورج، چاند اور ستاروں سے روشن کرنے والا۔ یعنی نور کی لفظ بمعنی منور استعمال ہوئی ہے۔ یعنی خدا آسمان و زمین کا روشن کرنے والا ہے۔

۲۔ چونکہ نور کے ایک معنی ہدایت کے بھی ہیں جیسا کہ قدرت کا ارشاد ہے انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی و نور۔ کہ ہم نے توراۃ نازل کی جس میں نور و ہدایت ہے۔ لہٰذا خدا پر اس کا طلاق ہادی کے معنی میں ہوا ہے۔ یعنی خدا اہل آسمان اور اہل زمین کا ہادی ہے۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں یہاں نور کے یہی دو مجازی معنی مراد لئے گئے ہیں۔

۳۔ چونکہ نور کی تعریف لفظی یہ کی گئی ہے کہ الظاھر بنفسہٖ والمظھر غیرہٖ۔ جو خود روشن ہو اور دوسری چیزوں کو روشن کرے۔ بناء بریں اس کا اطلاق اس لئے خدا پر مجازاً ہوا ہے کہ وہ تمام کائنات کو عدم سے نکال کر عالم وجود و شہود میں لانے والا ہے۔ (فصل الخطاب) اور انبیاء و اوصیاء کے ذریعے سے زمین سے کو کفر و شرک وغیرہ سے نور ایمان کے ساتھ مٹانے والا ہے۔

مثل نورہ کمشکوٰۃ کی تشبیہ بلیغ کی وجہ شبہ

خداوند عالم وہ بے مثل و بے مثال ہے کہ جس کی ذات، صفات، افعال اور عبادت میں کوئی مثل و مثال نہیں ہے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے لیس کمثلہ شئی۔ نیز فرمایا کہ لا تضربو اللہ الا مثال۔ کہ خدا کے لئے مثالیں نہ دیا کرو۔ لہٰذا یہاں اس مثال سے اس کی ذات کی کسی چیز سے تشبیہ دینا مقصود نہیں ہے تو پھر اس مثل نورہ کہ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے طاق میں چراغ رکھا ہوا ہو اور چراغ شیشہ کی قندیل میں ہو اور قندیل کو تیل سے روشن کیا جاتا ہے۔ غور فرمائیں آج کا سائنسی دور ہے مگر اس دور کے لحاظ سے جب قرآن نازل ہوا اس نور کی ضیا پاشی کی تشبیہ جس چراغ سے دی گئی ہے اس سے زیادہ کا تصور بھی ممکن نہ تھا آپ تصور کریں کہ چراغ جو ہر طرف سے بند ہے صرف ایک سمت سے کھلتا ہے جدھر سے روشنی پھیل رہی ہے پھر چراغ فانوس میں رکھا ہے اور فانوس براق شیشہ سے بنا ہوا ہے تو اس کی روشنی کتنی تیز ہوگی۔ جس میں جو تیل ہے وہ نہ سرسوں کا ہے اور نہ تارا میرا کا بلکہ زیتون کا شفاف تیل ہے جس کی روشنی سب تیلوں سے زیادہ صاف اور تیز ہوتی ہے اور زیتون کا درخت نہ صرف شرقی ہے کہ صرف مشرقی طرف سے سورج کی کرنیں اس پر پڑتی ہوں اور نہ صرف غربی ہے کہ صرف مغربی جانب سے غروب کے وقت اس پر سورج کی روشنی پڑے۔ جہاں سارا دن اس پر سورج چمکتا ہے اس سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں کم و بیش چار پانچ اقوال موجود ہیں۔

اس تمثیل وتشبیہ سے کیا مراد ہے

پہلا قول اس نور سے پیغمبر اسلام کی ذات مراد ہے پس مشکوٰۃ سے آپ کا سینہ، مصباح سے آپ کی نبوت ورسالت اور زجاجہ سے آپ کا قلب مطہر مراد ہے جن کی نبوت کا نور شجرہ مبارکہ ابراہیمیہ سے پھوٹ رہا ہے آپ کی شان نبوت، آپ کے محاسن، اخلاق اور آپ کے خصائل وشمائل تو نبوت سے پہلے عیاں ہو رہے تھے اور اس کے بعد تو نور بالائے نور ہے۔

دوسرا قول: اس سے مراد اوصیاء پیغمبر اسلامؐ مراد ہیں تفسیر البرہان کی بعض روایات سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ کے اس نور سے حضرت علیؑ سے لے کر حضرت مہدی تک بارہ آئمہ اہلبیتؑ مراد ہیں۔

ویضرب اللہ الا مثال للناس واللہ بکل شئی علیم۔

تیسرا قول اس سے بندہ مومن مراد ہے۔ مشکوٰۃ سے اس کا نفس، زجاجہ اس کا سینہ اور مصباح سے اس کا نور ایمان مراد ہے جو خدائے قدیر نے اس کے دل میں پیدا کیا ہے مومن ہمیشہ پانچ نوروں میں لوٹتا بوٹتا ہے۔

۱۔ مدخلہ النوروہ جس کام میں داخل ہوتا ہے وہ نور ہے۔

۲۔ مخرجہ النوروہ جس کام سے نکلتا ہے وہ نور ہے۔

۳۔ علمہ نور۔اس کا علم نور ہے۔

۴۔ کلامہ نورہ اس کا کلام نور ہے۔

۵۔ **ومصیرہ یوم القیمۃ الی الجنہ نور** قیامت کے دن اس کی جائے بازگشت یعنی جنت نور ہے۔

چوتھا قول: اس سے قرآن مراد ہے یعنی مصباح سے مراد قرآن مجید ہے کہ جس طرح چراغ سے روشنی حاصل کی جاتی ہے بالکل اسی طرح قرآن مجید سے نور ہدایت حاصل کیا جاتا ہے اور زجاجہ سے مراد مومن کا دل ہے جس میں قرآن موجود ہے اور مشکوٰۃ سے اس کا مفہوم اور زبان مراد ہے جس سے قرآن کی شعاعیں پھوٹ پھوٹ کر نکلتی ہیں۔

پانچویں قول: اس سے مراد ہے مومن کا دل مراد ہے، مصباح سے نور مراد ہے کہ مومن کے شیشہ دل سے پھوٹ پھوٹ کر نکل رہا ہے اور شجرہ مبارکہ سے مومن کا وجود مراد ہے اور اس طرح جادوع مستقیہ پر قائم و دائم ہے کہ اس پر مشرق و مغرب کی تہذیب اور یہودیت ونصرانیت اثر انداز نہیں ہوتی۔

یہ مختلف تاویلیں فریقین کے مختلف مفسرین جیسے مجمع بیان صافی، مظہری اور قرطبی وغیرہ میں مذکور ہیں اور ظاہر ہے کہ ان پانچ چیزوں پر نور کا اطلاق مجازی ہے حقیقی نہیں ہے اور جہاں تک نور کی اصلی حقیقت کا تعلق ہے تو وہ مستور ہے کش نہ و نخواہد اکشودو نخواہد وکشود۔ نہ آج تک کوئی اس معمہ کو حل کر سکا ہے اور نہ آئندہ حل کر سکے گا۔

(۴۱) فی بیوت اذن اللہ ۔۔۔ الآیۃ

یہ مشکوٰۃ یا یہ چراغ ہدایت یا اس چراغ سے ہدایت پانے والے ایسے گھروں میں پائے جاتے ہیں جن کو بلند کرنے یعنی تعظیم وتکریم کرنے کا اور ان میں خدا کے نام کا ذکر کرنے کا خدا نے حکم دیا ہے۔

ان گھروں سے کون سے گھر مراد ہیں؟ اس سلسلہ میں مفسرین میں فی الجملہ اختلاف پایا جاتا ہے۔

۱۔ بعض نے اس سے مسجد مراد لی ہے۔

۲۔ بعض نے انبیاء و مرسلین کے گھر مراد لئے ہیں۔ چنانچہ پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے کہ جب آپ نے فرمایا کہ اس سے انبیاء کے گھر مراد ہیں تو کسی صحابی نے حضرت علیؑ و فاطمہؑ کے گھر کی طرف اشارہ کر کے آپ سے پوچھا کہ آیا یہ گھر بھی ان گھروں میں سے ہے فرمایا **نعم من افضلھا**۔ ہاں ان

میں سے خصوصی فضیلت رکھنے والے گھروں میں سے ہیں (مجمع البیان)

۳۔ اور بعض نے اس سے اوصیاء و حکماء کے گھر مراد لئے ہیں۔ (کمال الدین عن الباقر علیہ السلام)

بہر تقدیر بلند کرنے سے ظاہر بلندی مراد نہیں ہے بلکہ اس کی تعظیم و تکریم اور ارجاس و انجاس سے ان کی بلند مرتبی مراد ہے۔ کما لا یخفی

۴۲) یسبح لہ فیھا ... الآیۃ

ان گھروں میں صبح و شام ایسے لوگ اس کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت اور دنیا کا کوئی کام اللہ کو یاد کرنے، نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے یعنی حقوق اللہ اور حقوق الناس کی ادائیگی سے انہیں غافل نہیں کرتی۔ ان لوگوں سے کون لوگ مراد ہیں؟ احادیث میں ان سے وہ کاروباری لوگ مراد لئے گئے ہیں جو تجارت کرتے ہیں اور کسب معاش کے دوسرے طریقے استعمال میں لاتے ہیں۔ مگر ان کے یہ دنیوی مشاغل انہیں دینی فرائض سے مانع نہیں ہوتے۔ وہ کاروبار کرتے ہیں مگر جونہی نماز کا وقت فضیلت داخل ہوتا ہے تو کاروبار کو چھوڑ کر نماز کی ادائیگی میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ (تفسیر بتیان و مجمع البیان، عن ابی جعفر و ابی عبداللہ علیہ السلام)

اس سے واضح ہے کہ اسلام کاروبار کرنے اور کسب معاش سے مانع نہیں ہے بلکہ وہ کسب معاش کو عبادت اور محبوب خدا ہونے کی علامت قرار دیتا ہے۔

۴۳) والذین کفروا اعمالھم

کفار کے اعمال کے بے کار ہونے کی دو مثالیں

کافر جو عمل بھی کرتے ہیں اگر واقع اور نفس الامر کے اعتبار سے دیکھا جائے تو وہ عمل یا تو عملہائے خیر سے ہوگا جن پر اجر و ثواب کی توقع کی جا سکتی ہے یا ان عملہائے شر سے ہوگا جن کے ارتکاب پر سزا کی امید ہو سکتی ہے تو عمل بد تو بہر حال بد ہی ہے مگر عمل خیر بھی ایمان کے بغیر محض بے کار ہے جسے قرآن سراب قرار دیتا ہے جسے پیاسا دور سے آب خیال کرتا ہے مگر اس کے قریب جاتا ہے تو کچھ بھی نہیں پاتا اور تشنگی اور بڑھ جاتی ہے ہاں البتہ وہ وہاں عملی و احاطی طور پر خدا کو حاضر و ناظر پاتا ہے جو اس کے اس عمل کا حساب چکا دیتا ہے ایمان کے بغیر کوئی بھی عمل ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔ لہٰذا جو لوگ صرف عمل کو نجات کی بنیاد قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ نجات کے لئے اچھے عمل کا کرنا کافی ہے عمل کرنے والا جس مذہب و ملت سے تعلق

رکھتا ہوحتیٰ کہ اگر چہ لامذہب بھی ہو۔

یہ نظریہ قرآنی واسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے **ومن یعمل من الصالحات من ذکر وو انثیٰ وھومومن** یا اس کے اعمال کی مثال (بالخصوص یہ کہ وہ عمل شر ہوں) گہرے سمندر کے ان اندھیروں جیسی ہے جسے ایک بڑی لہر ڈھانپ رہی ہو۔اوراس پر ایک اور لہر چھائی ہوئی ہواوراس کے اوپر بادل اندھیرے میں ایک کے اوپر ایک یعنی تہہ بہ تہہ اندھیرے میں کہ آدمی اگر اپنا ہاتھ باہر نکالے تو قریب نہیں کہ وہ اسے نظر آئے ۔الغرض کفار، کفرو عصیاں میں اس طرح غرق ہوگئے ہیں کہ نہیں ایمان وعمل کی روشنی بھی نظر نہیں آتی ہے۔

ارباب عقل وخرد کے لئے لمحہ فکریہ!

ایک طرف نورعلی نور۔نور بالائے نور کا سماں ہے اور دوسری طرف **ظلمات بعضھا فوق بعض** تاریکی بالائے تاریکی ہے۔ان حالات میں ارباب عقل کوسوچنا چاہیے کہ حق کدھر ہے اور باطل کدھر؟ اور یہ کہ انہیں کس کا ساتھ دینا چاہیے حق کا یا باطل کا،ایمان کا یا کفر کا؟

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے!!

۴۴) **ومن لم یجعل اللہ لہ...الآیۃ**

جسے خدا سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق نہ دے اس کے لئے جہالت وضلالت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے اور اللہ کی توفیق بھی ان لوگوں کے شامل حال ہوتی ہے جو حق حقیقت اور سیدھے راستے کو ڈھونڈنا چاہتے ہیں۔والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا

آیات القرآن

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ

خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰۤى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۶﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾

ترجمۃ الآیات

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور پر پھیلائے ہوئے پرندے بھی ہر ایک اپنی اپنی (مخصوص) نماز و تسبیح کو جانتا ہے (۴۱) اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کیلئے ہے اور اللہ ہی کی طرف (سب کی) بازگشت ہے (۴۲) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ بادل کو آہستہ آہستہ چلاتا ہے پھر اس کے ٹکروں کو باہم ملاتا ہے پھر اسے تہ بہ تہہ کر دیتا ہے پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے درمیان سے بارش نکلواتا ہے اور وہ (اللہ) آسمان سے پہاڑوں کی شکل کے بادلوں سے برف یعنی اولے برساتا ہے پھر ان کو جس پر چاہتا ہے گرا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ہٹا دیتا ہے قریب ہے کہ اس کی بجلی کی

چمک آنکھوں (کی بینائی) کو لے جائے (۴۳) اللہ رات دن کو ادلتا بدلتا رہتا ہے۔ بے شک اس میں آنکھوں والوں کے لئے (سامان) عبرت ہے (۴۴) اور اللہ ہی نے زمین پر چلنے والے ہر جاندار کو (ایک خاص) پانی سے پیدا کیا ہے تو ان میں سے کوئی پیٹ کے بل چلتا ہے اور کوئی دو (۲) ٹانگوں پر چلتا ہے اور کوئی چار ٹانگوں پر۔ اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ بے شک اللہ ہر شئے پر پوری قدرت رکھتا ہے (۴۵) یقینا ہم نے حقیقت واضح کرنے والی آیتیں نازل کردی ہیں اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کر دیتا ہے (۴۶) اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے اطاعت بھی کی۔ مگر اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ منہ پھیر لیتا ہے اور ایسے لوگ (ہرگز) مومن نہیں ہیں (۴۷) اور جب انہیں خدا اور رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کردیں تو ایک دم ان میں سے ایک گروہ روگردان ہو جاتا ہے (۴۸) اور اگر حق ان کے موافق ہو (اس میں ان کا فائدہ) تو پھر سر تسلیم خم کئے اس (رسول) کی طرف آجاتے ہیں (۴۹) ان کے دلوں میں (نفاق وغیرہ کی) کی کوئی بیماری ہے یا (اسلام کے متعلق) شک میں مبتلا ہیں یا پھر ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے ساتھ زیادتی کریں گے (نہیں) بلکہ یہ لوگ خود ظلم وزیادتی کرنے والے ہیں (۵۰)

تشریح الالفاظ

۱......صافات: صافہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں پر پھیلائے۔

۲......صلوٰۃ: کے لغوی معنی دعا کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں ارکان مخصوصہ پر مشتمل ایک خاص عبادت کا نام ہے۔

۳......یزجی: ازجاء کے معنی ہیں کسی چیز کو آہستہ آہستہ چلانا۔

۴...... رکام: کے معنی ہیں تہ بہ تہ

۵...... ودق: کے معنی ہیں بارش۔

۶......برد: کے معنی ہیں برف یہاں مراد اولے ہیں۔

۷......دابہ: کے معنی ہیں زمین پر چلنے والا ہر جاندار

۸...... یتولی: کے معنی ہیں پیٹھ پھیرنا اور منہ موڑنا۔

۹...... مذعنین: ذعن اور اذعان کے معنی تابع و مطیع ہونے کے ہیں۔

۱۰......یحیف، حیف: کے معنی کسی پر ظلم و زیادتی کرنے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۴۵) الم تران ... الآیۃ

جو کوئی آسمان و زمین میں ہے خدا کی تسبیح کرتا ہے

بظاہر خطاب پیغمبر اسلامؐ سے ہے مگر مراد سب مکلفین ہیں بالکل اسی طرح کی اس آیت جیسی ایک آیت سورہ اسراء میں نمبر ۴۴ پر مع تفسیر گزر چکی ہے۔ جس میں ارشاد قدرت ہے کہ تسبح له السموت السبع والارض و من فیهن وان من شئی الا یسبح بحمدہٖ ولکن لا تفقهون تسبیحهم الآیۃ۔ اور اسی مقام پر اس کی وضاحت کی جا چکی ہے کہ زمین و آسمان اور دوسری بے جان چیزوں کی تسبیح تکوینی کیا ہے اور جن و انس اور ملائکہ کی تسبیح تشریعی کیا ہے؟ اور ہر شئی کے تسبیح کرنے کا مفہوم کیا ہے؟ لہٰذا اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

۴۶) والطیر صافات کل قد علم صلوٰته ... الآیۃ

اگرچہ اس آیت کا مطلب و مفہوم وہی ہے جو سورہ اسراء کی ۴۴ کا ہے ہاں البتہ یہاں دو چیزوں کا اضافہ ہے ایک یہ کہ ہوا میں اڑنے والے پرندے بھی پر کھول کر خدا کی تسبیح کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان کی یہ تسبیح تکوینی ہی ہے وتسبیحها ما یری علیها من اثار الحدوث۔ یعنی ان کی تسبیح کیا ہے؟ یہی ان میں حادث ہونے کے آثار پائے جاتے ہیں جو بتاتے ہیں کہ ان کا کوئی محدث (وجود دینے والا) ہے۔ (مجمع البیان)

دوسرے یہ کہ کل قد علم صلوٰته و تسبیحه۔ اس میں تھوڑا سا اختلاف ہے کہ علم میں جو ضمیر مضمر ہے اس کا مرجع کیا ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ اس کا مرجع اللہ ہے یعنی اللہ جانتا ہے کہ ہر ایک کی نماز و تسبیح کیا ہے؟ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا مرجع کل ہے جو اس علم سے پہلے موجود ہے بناء بریں معنی یہ ہوں گے کہ ہر ایک اپنی اپنی نماز اور تسبیح کو جانتا ہے اگرچہ صاحب تبیان و مجمع البیان نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے اور دوسرے قول کو قیل کہہ کر ضعیف قول کے طور پر ذکر کیا ہے۔ مگر نظر قاصر میں معاملہ اس کے برعکس ہے اور مجھے دوسرا قول مرجح

معلوم ہوتا ہے کیونکہ مذکورہ بالا جملہ کے بعد بلا فاصلہ مذکور ہے کہ **واللہ علیم بما یفعلون** جو کچھ وہ کرتے ہیں اسے اللہ خوب جانتا ہے تو ایک ہی مطلب کو دو جملوں میں بیان کرنے کا کیا فائدہ؟ تو بموجب التاسیس اولی من التاکید، کسی مطلب کی تاکید سے کسی دوسرے مطلب کی تمہید بہتر ہوتی ہے دوسرے معنی کو ترجیح حاصل ہوگی کہ ہر ایک چیز قانون قدرت اور آئین فطرت کے تحت اپنے مخصوص طریقہ عبادت سے خوب آگاہ ہے۔ ارشاد قدرت ہے **اعطی کل شئی حلقه ثم هدیٰ**۔ خدا نے پہلے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور پھر ہدایت دی ہے اور وہ فطری ہدایت کی روشنی میں اس کی اطاعت تکوینی کر رہی ہے۔

۴۷) الم تر ان اللہ یز جی سحاباً۔۔۔ الآیة

اس قسم کی بعض آیات قبل ازیں سورۃ رعد میں نمبر ۱۲ سے ۱۳ تک گزر چکی ہیں **ھو الذی یریکم البرق خوفاً وطمعاً وینشی السحاب الثقال الآیة**۔ ان سب آیتوں کا مفہوم ایک ہی ہے کہ قادر مطلق اپنی قدرت کاملہ کے بعض کرشموں کا تذکرہ فرما رہا ہے کہ وہ بادلوں کو ہوا کے ذریعہ سے آہستہ آہستہ چلاتا ہے پھر ان کے متفرق اجزاء یعنی مختلف ٹکڑوں کو باہم جوڑتا ہے اور اسے تہہ بہ تہہ کر دیتا ہے جس سے بادل گہرا ہو جاتا ہے اور پھر بارش برستی ہے۔ بعد ازاں ارشاد ہوتا ہے کہ پھر قادر مطلق آسمان سے پہاڑوں جیسے بادلوں سے برف یعنی (اولے برساتا ہے) اور جس پر چاہتا گراتا ہے اور اسے نقصان پہنچاتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے بچاتا ہے اور جب بجلی کوندتی ہے تو اس کی چمک سے قریب ہے کہ آنکھوں کی بینائی ہی چلی جائے۔ یہ اس آیت کا صاف اور سادہ مفہوم ہے جس کے سمجھنے میں کوئی دقت اور دشواری محسوس نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی یہ موجودہ سائنسی معلومات سے ٹکراتی ہے۔ بالخصوص جب آسمان سے بلندی اور پہاڑوں سے پہاڑ نما بادل اور برف سے اولے مراد لئے جائیں تو ہر قسم کا اشکال وابہام رفع دفع ہو جاتا ہے اور آیت کا مفہوم بالکل بے غبار واشکار ہو جاتا ہے۔ دوسری بہت سی آیتوں کی طرح یہاں بھی خدا اہل عقل وخرد کو مطالعہ کائنات کی عموماً فلکیات کی خصوصاً دعوت دے رہا ہے تاکہ ان کے ایمان میں مزید اضافہ ہو جائے۔

۴۸) یقلب اللیل۔۔۔ آلایة

یعنی شب وروز والی ادل بدل، لیل ونہار کی گردش اور دن رات کی آمد ورفت بھی قادر مطلق کی قدرت کاملہ اور حکیم مطلق کی حکمت کاملہ کا ایک کرشمہ ہے۔

۴۹) واللہ خلق کل دابة۔۔۔ الآیة

اس قسم کی ایک آیت سورہ انبیاء (۳۰) میں گزر چکی ہے **وجعلنا من الماء کل شئی حی** ۔ کہ ہم نے ہر جاندار کو پانی سے بنایا ہے اور وہیں اس کی مکمل تفسیر بھی گزر چکی ہے۔ الغرض اگر ماء سے عام پانی مراد لیا جائے تو تمام جانداروں کی ابتدائی خلقت کو شامل ہے حتیٰ کہ ابوالبشر آدمؑ بھی اس میں داخل ہیں کیونکہ ان کی مٹی کو بھی تو اسی پانی سے گوندھا گیا تھا۔ نیز ہر ذی روح کی بقاء بھی پانی کے ہے اور اگر اس سے خاص پانی یعنی نطفہ مراد لیا جائے تو پھر پس اولاد آدم اور دیگر تمام جاندار چیزیں آ جاتی ہیں بہر کیف یہ بھی قادر مطلق کی قدرت کاملہ کا ایک عجیب کرشمہ ہے کہ اس نے بوقلمون اور گونا گوں قسم کی مخلوق پانی کے ایک قطرہ سے پیدا کی ہے مگر سب کی وضع قطع الگ الگ ہے۔ ڈیل ڈول الگ الگ ہے اور شکل وصورت الگ الگ ہے کوئی مخلوق پیٹ کے بل رینگ رہی ہے جیسے سانپ وغیرہ حشرات الارض۔ اور کوئی مخلوق دو (۲) ٹانگوں پر چل رہی ہے جیسے پرندے اور خود حضرات انسان اور کوئی مخلوق چار ٹانگوں پر چل رہی ہے جیسے چو پائے اور گھوڑے اور وحشی جانور وغیرہ **یخلق الله مایشاء** خدا جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جانداروں کا یہ انتظام بتاتا ہے کہ اس کائنات کو کوئی بنانے والا اس نظام کا کوئی چلانے والا قادر وتوانا اور علیم وحکیم خدا ہے۔ **ذالك الله رب العالمین**

۵۰) لقد انزلنا ... الآیة

مبینات مشہور ومتداول قرات کے مطابق اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے حقیقت کو واضح کرنے والی آیتیں نازل کی ہیں جو خدا کی وحدانیت ویکتائی اور اس کی عظمت وکبریائی نیز پیغمبر اسلامؐ کی مصطفائی ومجبتائی اور اسلام کی صداقت وسچائی اور قرآن کی اعجاز نمائی پر واضح دلالت کرتی ہیں۔ ؎

وفی کل شئی له آیة
تدل علی انه واحد

یعنی ؎

ہر گیا ہے کہ از زمین روئید
وحدہ لا شریک له گوید

۵۱) ویقولون آمنا بالله وبالرسول ... الآیة

اس آیت میں کچھ منافقین کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جن کے قول وفعل میں تضاد پایا جاتا ہے۔ وہ زبان سے کہتے کچھ اور ہیں اور مقام عمل میں وہ کرتے کچھ اور ہیں اور یہی ان کے نفاق کی بین دلیل ہے کہ وہ زبان سے تو خدا اور رسول پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر جب ان کو خدا اور رسول سے فیصلہ کرانے کو کہا جاتا

ہے تو روگردان ہوجاتے ہیں۔ہاں البتہ وہ اسی صورت میں شرعی فیصلہ پر راضی ہوتے ہیں جب انہیں امید ہو کہ فیصلہ ان کے حق میں ہوگا۔ورنہ بصورت دیگر رسول کے فیصلہ سے منحرف ہوجاتے ہیں۔اور ان کا یہ عمل اس بات کی نا قابل رد دلیل ہے کہ ابھی ایمان ان کے دلوں میں راسخ نہیں ہوا ہے اور یہ لوگ ظالم ہیں۔جیسا کہ موجودہ دور کے موجودہ مدعیان ایمان کا طرز عمل ہے کہ وہ بڑے سے بڑے متدین اور جید عالم دین سے بھی مسئلہ پوچھتے ہیں تو اس کے فتویٰ کو اسی صورت میں قبول کرتے ہیں جب وہ ان کے مفاد میں ہو اور اگر ان کے مفاد کے خلاف ہو تو پھر وہ اسے ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوتے اور پھر دوسرے عالم کی طرف رجوع کرتے ہیں اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک انہیں ایسا مدعی علم نہ مل جائے جو انہیں ان کی خواہش کے مطابق فتویٰ دے تو ظاہر ہے کہ یہ مفاد پرستی رہے خدا پرستی نہیں ہے۔

ایضاح:

آیت ۴۸ کے آغاز میں ہے کہ جب انہیں خدا اور رسول کی دعوت دی جاتی ہے تا کہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کردے۔بلایا دو کی طرف جارہا ہے اور فیصلہ ایک کررہا ہے؟ ایسا کیوں ہے؟ یہ اس لئے کہ خدا اور رسول کا فیصلہ الگ الگ نہیں ہے۔بلکہ ایک ہی ہے۔یعنی جو پیغمبر اسلامؐ کا فیصلہ ہے وہی خالق دو جہاں کا فیصلہ ہے کیونکہ وہ جو فیصلہ کرتے ہیں حکم الٰہی اور وحی ربانی کے مطابق کرتے ہیں:

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی

آیات القرآن

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا

حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْــًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾

ترجمۃ الآیات

اہل ایمان کو جب خدا اور رسول کی طرف بلایا جائے کہ وہ (رسول) ان کے درمیان فیصلہ کریں تو ان کا قول یہ ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور اطاعت کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں (۵۱) اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور پرہیز گاری اختیار کرے (اس کی نافرمانی سے بچے) تو ایسے ہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں (۵۲) اور یہ (منافق) اپنے مقدور بھر اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اگر آپ انہیں حکم دیں گے تو وہ (اپنے گھروں سے بھی) نکل کھڑے ہوں گے آپ کہیے کہ تم قسمیں نہ کھاؤ۔ بس معروف ومعلوم فرمانبرداری مطلوب ہے۔ بے شک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خوب واقف ہے (۵۳) آپ کہہ دیجئے! کہ تم اللہ کی اطاعت کرو۔ اور رسول کی اطاعت کرو اور اگر تم روگردانی کرو گے تو اس (رسول) کی ذمہ داری ہے جو بار اس پر ڈالا گیا ہے اور تمہارے ذمہ وہ ہے جو بار تم پر ڈالا گیا ہے۔ اور تم اگر اس کی اطاعت کرو گے تو خود ہی ہدایت پاؤ گے۔ ورنہ رسول کے ذمہ واضح طور پر پیغام پہنچانے کے سوا کچھ نہیں ہے (۵۴) جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کئے اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں اسی

طرح جانشین بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنایا تھا۔اور جس دین کو اللہ نے پسند کیا ہے وہ انہیں ضرور اس پر قدرت دے گا۔اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔پس وہ میری عبادت کریں اور کسی کو میرا شریک نہ بنائیں اور جو اس کے بعد کفر اختیار کرے وہی لوگ فاسق ہیں (۵۵) اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔اور رسول کی اطاعت کرو۔تاکہ تم پر رحم کیا جائے (۵۶) جو لوگ کافر ہیں ان کے بارے میں خیال نہ کرو کہ وہ زمین میں (خدا کو) عاجز کر دیں گے ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے (۵۷)

تشریح الالفاظ

۱......طاعۃ معروفہ۔ عام دستور کے مطابق فرمانبرداری کافی ہے زیادہ ڈینگیں مارنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۲......علیہ ما حمل۔ کے معنی ہیں اس پر وہی ہے جو بار اس پر رکھا گیا ہے یعنی اس کی ذمہ داری یہی ہے

۳...... استخلاف۔کے معنی ہیں کسی کو کسی کا جانشین بنانا۔

۴......تمکین۔کے معنی ہیں قدرت دینا۔

۵......فاسق۔کے معنی ہیں نافرمان۔

۶......مصیر۔کے معنی ہیں جائے بازگشت اور ٹھکانہ۔

تفسیر الآیات

(۵۲) انما کان قول المومنین ... الآیۃ

حقیقی اہل ایمان کی روش ورفتار کا تذکرہ

منافقین کا تذکرہ کرنے کے بعد کہ بارگاہ رسالت میں اپنا مقدمہ پیش کرنے میں پس و پیش کرتے ہیں۔اب یہاں مومنین کا ذکر خیر کیا جا رہا ہے کہ جب انہیں خدا اور رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ لبیک اور سمعاً و طاعۃً کہتے ہوئے حاضر ہو جاتے ہیں۔ارشاد ہوتا ہے اولئك حزب الله الا ان حزب الله هم المفلحون یہ ہے اللہ کا گروہ اور اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہونے والا ہے۔

۵۳) ومن یطع اللہ و رسولہ ۔۔۔ الآیۃ

دارین کی کامیابی کا راز کس بات میں مضمر ہے؟

یہاں فلاح کونین حاصل کرنے کا قانون بتایا جارہا ہے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہو اسے چاہیے کہ وہ تین کام کرے:

۱۔ ایمان کے بعد خدا اور رسول کی اطاعت کرے۔

۲۔ اللہ سے ڈرے۔

۳۔ اور تقویٰ الٰہی اختیار کرے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ چونکہ اطاعت خدا میں اس کا خوف خشیہ اور تقویٰ داخل ہے کیونکہ اگر کوئی خدا سے ڈرے گا اور تقویٰ اختیار کرے گا تو اس کی اطاعت کرے گا۔ لھذا و یخش اللہ و یتقہ۔ کا اطاعت خدا پر جو عطف ہے وہ عطف تفسیری ہے۔ مگر دوسرے بعض مفسرین ان تینوں صفتوں میں کچھ فرق بیان کرتے ہیں مثلاً یہ کہ اطاعت سے اس کے امر و نہی میں فرمانبرداری مراد ہے اور خوف و خشیہ سے یہ مراد ہے کہ اللہ کی عصیاں کاری اور نافرمانی سے اجتناب کیا جائے اور تقویٰ سے اوامر الٰہیہ کی بجا آوری مراد ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

۵۴) واقسموا اجھد ایمانھم ۔۔۔ الآیۃ

منافقین کی حالت زار کا تذکرہ

ایک بار پھر منافقین کا تذکرہ کیا جارہا ہے کہ وہ بڑے زور شور سے خدا کے نام کی سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر رسول خداؐ ہمیں گھر بار چھوڑنے کا حکم بھی دے دیں تو ہم ایسا کرنے کے لئے آمادہ کار اور تیار ہیں۔ ارشاد ہورہا ہے کہ (جھوٹی) قسمیں نہ کھاؤ اللہ تمہارے کرتوتوں کو خوب جانتا ہے تم اگر عام دستور کے مطابق عام فرمانبرداری ہی کرو تو وہی کافی ہے جبکہ اس کی بھی تم توقع نہیں ہے۔ یہ تمہارا دعویٰ کفر و افتراء اور ریاکاری کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

۵۵) قل اطیعو اللہ واطیعو الرسول ۔۔۔ الآیۃ

ان لوگوں یعنی منافقین کو حکم دیا جارہا ہے کہ اگر ہوسکتا ہے تو منافقت اور ریاکاری چھوڑ کر دل و جان

سے ظاہری اور باطنی طور پر خدا اور رسول کی اطاعت کرو۔ اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو خود نقصان اٹھاؤ گے کیونکہ رسول کا فرض تبلیغ کرنا ہے اور تمہارا فرض اطاعت کرنا ہے۔ تو جو اپنے فرض میں کوتاہی کرے گا وہی اس کا جوابدہ ہوگا اور اس کا سب ضرر وزیاں اسی پر ہوگا۔ پیغمبر اسلامؐ نے تو اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ اب تم اگر اطاعت کرو گے تو خود ہدایت پاؤ گے اور فائدہ اٹھاؤ گے۔ اور اگر نافرمانی کرو گے تو اپنا نقصان کرو گے۔

بر رسولاں بلاغ باشد وبس

۵۶) وعد الله الذين آمنو... الآية

آیت استخلاف کی تفسیر

باوجودیکہ برادران اسلامی نصی خلافت کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ اجماعی وشورائی وغیرہ خلافتوں کے قائل ہیں مگر ان کے مناظرین بلکہ اچھے پڑھے لکھے علماء اور مفسرین بڑے شد ومد کے ساتھ اس آیت سے خلفاء ثلاثہ کی خلافت پر استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر آیت کے سیاق وسباق اس کی شان نزول نیز آیت کے الفاظ میں غور کیا جائے تو ان لوگوں کے استدلال کی عمارت زمین بوس ہو جاتی ہے اور واضح ہو جاتا ہے کہ اس آیت کا متنازعہ مسئلہ کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

یہاں چند امور مہمہ کی تنقیح کرنا ضروری ہے:

اس خلافت سے کیا مراد ہے؟ یہ وعدہ خلافت کن لوگوں سے کیا گیا؟ یہ وعدہ کب پورا ہوا؟ کیا اصحاب و ثلاثہ میں یہ اوصاف پائے جاتے ہیں؟

اس استخلاف سے کیا مراد ہے؟

اگرچہ اسلامی کتابوں میں لفظ خلیفہ یا خلافت سے عموماً اسلامی خلافت مراد ہوتی ہے مگر چونکہ خلافت کے لغوی معنی کسی کی قائم مقامی اور جانشینی کے ہیں۔ اور قرآن میں یہ لفظ کہیں لغوی معنی میں اور کہیں اصطلاحی معنی میں استعمال ہوا ہے لہٰذا اس لفظ کا حقیقی مفہوم متعین کرنے سے پہلے قرآئن حالیہ ومقالیہ کا اور مفسرین اسلام کی تفسیروں کا مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ جب اس آیت کے مفہوم میں غور کیا جاتا ہے تو واضح ہوتا ہے کہ اس لفظ سے یہاں خلافت نبویہ مراد نہیں ہے بلکہ لغوی معنی کے لحاظ سے خلافت ارضی مراد ہے یعنی کسی فرد یا کسی جماعت کی جانشینی۔ اور ان کے دیار و امصار اور ان کے ملک و ملکیت پر غلبہ حاصل کرنا ہے۔ چنانچہ تفسیر جلالین میں

یستخلفهم فی الارض کے معنی یہ لکھے ہیں ارض الکفار و عدهم ان ینصر الا سلام علی الکفر و یورثهم الارض۔ یعنی خدانے مسلمانوں سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسلام کی مدد کرے گا اور مسلمانوں کو کافروں کی زمین کا وارث بنائے گا۔ نیز تفسیر ابن جریر ج ۸ ص ۲۲ طبع مصر۔ معالم التزیل مع ابن کثیر ج ۸۶ ۱۳ طبع مصر میں بھی یہی لکھا ہے کہ خدا نے مسلمانوں سے وعدہ کیا کہ وہ انہیں کافروں کی زمین کا وارث بنائے گا۔

یہ وعدہ کن لوگوں سے کیا گیا ہے؟

کہا جاتا ہے کہ یہ وعدہ مومنین کی اخص الخواص جماعت سے ہے اور اس اخص الخواص جماعت کا مصداق خلفاء اربعہ کو قرار دیا جاتا ہے مگر مفسرین اسلام کی تفسیروں سے واضح ہوتا ہے کہ یہ وعدہ الٰہی نہ صرف تمام اہل ایمان صحابہ کرام سے ہے بلکہ قیام قیامت تک سارے صحیح العمل مسلمانوں سے ہے چنانچہ اوپر والی تنقیح میں جو حوالے پیش کئے گئے ہیں ان سے اس مدعا پر خوب روشنی پڑتی ہے مزید برآں تفسیر الکشاف ج ۳ ص ۷ ۳۳/ ۱۱۷ طبع مصر میں لکھا ہے الخطاب للنبی و لمن معه و منکم للبیان۔ یعنی وعد الله الذین الآیۃ۔ میں خطاب پیغمبر اسلامؐ اور ان کے صحابہ کرام کو ہے۔ اور منکم میں من بیانیہ ہے۔ تفسیر ترجمان القرآن ص ۵ ۱۰۷ پر لکھا ہے "یہ وعدہ جمیع امت کے لئے ہے بعض نے کہا صحابہ سے خاص اور اس کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ ایمان اور اعمال صالحہ کچھ صحابہ ہی کے ساتھ مخصوص نہیں تھے"۔

اس خلافت سے مراد کلی خلافت ہے یا جزوی؟؟

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہاں اس خلافت سے مراد کلی خلافت ہے کہ تمام روئے زمین کے کافروں کا خاتمہ ہو جائے گا اور اہل ایمان ان کے مال و دولت اور ان کی زمین کے وارث و جانشین ہوں گے؟ جیسا کہ آیت مبارکہ هو الذی ارسل رسوله باالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الذین کله کا مفاد ہے۔ یا اس سے مراد جزئی ہے یعنی بعض مسلمان صرف بعض کافروں کی زمین پر قابض ہوں گے؟ سو اگر اس سے خلافت کلی مراد لی جائے تو پھر تو یہ وعدہ ہنوز تکمیل کو نہیں پہنچا بلکہ اس کی تکمیل حضرت مہدی کے ظہور اور حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت ہوگی۔ جیسا کہ شیعہ و سنی تفاسیر میں لکھا ہے کہ وذالك عند نزول عیسیٰ و خروج المهدی لا یبقی اهل دین الا دخلوا فی الاسلام کہ یہ وعدہ جناب عیسیٰؑ کے نزول اور جناب مہدیؑ کے ظہور کے وقت پورا ہوگا۔

یہ وعدہ کب پورا ہوا؟

خداوند عالم نے جو اس آیت میں فرمایا کہ وہ تمہیں اسی طرح زمین میں جانشین بنائے گا جس طرح وہ پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بناتا رہا ہے اس سے کیا مراد ہے؟ تاریخ عالم گواہ ہے کہ ہمیشہ سے حق و باطل کی جنگ جاری رہی ہے اور رہے گی اگرچہ ابتداء میں کبھی باطل قومیں بھی غالب آئی ہیں۔ اور اہل ایمان کو بڑی اذیتیں بھی پہنچائی گئی ہیں۔ مگر ہمیشہ آخری فتح حق کو ہوئی ہے۔ قوم نوحؑ قوم لوطؑ اور عاد و ثمود وغیرہ کی ہلاکت اس کی زندہ مثالیں۔ بنابریں مسلمانوں کو تسلی دی جارہی کہ جس طرح خدا ہمیشہ کافروں کو نیست و نابود کرکے ان کے دیار و امصار اور مال و جائیداد کا وارث مسلمانان حق کو بناتا ہے اور قادر مطلق اب بھی ایسا ہی کرے گا۔ کہ تمہارے دشمنوں کو تباہ و برباد کرکے ان کی زمینوں اور ان کے املاک و اموال کا وارث تمہیں بنائے گا۔ واذکرو اذ جعلم خلفآء من بعد نوح الآیۃ۔ وہ وقت یاد کرو جب خدا نے قوم نوح کو برباد کرکے تمہیں ان کا جانشین بنایا۔ واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد عاد۔ وقال موسیٰ عیسیٰ ربکم ان یہلك عدو کم و یسخلفکم فی الارض۔

چنانچہ فتح مکہ کے بعد خدا نے یہ وعدہ پورا کردیا۔ لقد صدق اللہ رسولہ الرئو یا بالحق کہ خدا نے اپنے رسول سے یہ وعدہ سچا کردیا۔ (۴۶ س فتح۔ ع ۴) ولقد مکنا کم فی الارض و جعلنا لکم فیھا معائش الایہ ہم نے تمہیں زمین میں تمکین وقدرت عطا کی اور تمہارے لئے اس میں ذرائع معاش بنائے۔

نتیجۃً الکلام:

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح و آشکار ہوگئی کہ اس آیت استخلاف کا اصحاب ثلاثہ کی متنازعہ خلافتوں کے ساتھ دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا جماعت مسلمین میں سے صرف اصحاب ثلاثہ کو اور استخلاف سے خلافت نبویہ کو مراد لینا تفسیر بالرائے ہے۔ جو بالاتفاق حرام ہے۔ اور یہ جزئی خلافت مسلمانوں کو پیغمبر اسلامؐ کے حین حیات میں فتح مکہ کے بعد حاصل ہوگئی تھی۔ ان کے ہتھیار اتر گئے تھے اور امن و امان حاصل ہوگیا تھا اور فی الجملہ تمکین دین بھی حاصل ہوگئی تھی۔ والحمدللہ رب العالمین۔

صاحب تدبر قرآن اس مقام پر رقم طراز ہیں ''اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ فتح مکہ کے بعد جس طرح پورا ہوا وہ تاریخ کی ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ یہاں تک کہ پورے جزیرہ عرب کے متعلق نبی صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اعلان فرمادیا کہ لا یجتمع فیھا دینان (اس میں دو دین جمع نہیں ہو سکتے)‘‘۔(تدبر قرآن ص ۴۲۷۔ج ۵)

۵۷) واقیمو الصلوٰۃ...الآیۃ

یعنی اگر آمنو و عملو الصالحات کا عملی نمونہ پیش کرنا ہے اور نفاق، خوف اور شک سے اپنے دل و دماغ کو پاک وصاف رکھنا چاہتے ہو تو مقررہ شرائط وآداب کے ساتھ نماز قائم کرو۔زکوٰۃ ادا کرو۔اور ہر امر و نہی میں پیغمبر اسلامؐ کی اطاعت مطلقہ کرو۔تاکہ تم پر دنیا وآخرت میں رحم وکرم کیا جائے۔

آیات القرآن

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لِیَسۡتَاۡذِنۡكُمُ الَّذِیۡنَ مَلَكَتۡ اَیۡمَانُكُمۡ وَالَّذِیۡنَ لَمۡ یَبۡلُغُوا الۡحُلُمَ مِنۡكُمۡ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنۡ قَبۡلِ صَلٰوةِ الۡفَجۡرِ وَحِیۡنَ تَضَعُوۡنَ ثِیَابَكُمۡ مِّنَ الظَّهِیۡرَةِ وَمِنۡۢ بَعۡدِ صَلٰوةِ الۡعِشَآءِ ۟ؕ ثَلٰثُ عَوۡرٰتٍ لَّكُمۡ ؕ لَیۡسَ عَلَیۡكُمۡ وَلَا عَلَیۡهِمۡ جُنَاحٌۢ بَعۡدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوۡنَ عَلَیۡكُمۡ بَعۡضُكُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الۡاٰیٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیۡمٌ حَكِیۡمٌ ۝۵۸ وَاِذَا بَلَغَ الۡاَطۡفَالُ مِنۡكُمُ الۡحُلُمَ فَلۡیَسۡتَاۡذِنُوۡا كَمَا اسۡتَاۡذَنَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمۡ اٰیٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیۡمٌ حَكِیۡمٌ ۝۵۹ وَالۡقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیۡ لَا یَرۡجُوۡنَ نِكَاحًا فَلَیۡسَ عَلَیۡهِنَّ جُنَاحٌ اَنۡ یَّضَعۡنَ ثِیَابَهُنَّ غَیۡرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیۡنَةٍ ؕ وَاَنۡ یَّسۡتَعۡفِفۡنَ خَیۡرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ۝۶۰ لَیۡسَ عَلَی الۡاَعۡمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الۡاَعۡرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الۡمَرِیۡضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰۤی اَنۡفُسِكُمۡ اَنۡ تَاۡكُلُوۡا مِنۡۢ بُیُوۡتِكُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اٰبَآئِكُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ

اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِیْقِكُمْ ؕ لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَیِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۠ ﴿۶۱﴾

ترجمۃ الآیات

اے ایمان والو! چاہیے کہ تمہارے غلام اور وہ بچے جو ابھی حد بلوغ تک نہیں پہنچے (گھروں میں داخل ہوتے وقت) تین بار تم سے اجازت طلب کریں۔ نماز صبح سے پہلے اور جس وقت تم دوپہر کو اپنے کپڑے اتار دیتے ہو اور نماز عشاء کے بعد۔ یہ تین وقت (آرام کرنے کیلئے) تمہارے لئے پردے کے وقت ہیں ان اوقات کے علاوہ تم پر اور ان پر کوئی حرج نہیں ہے تم لوگ ایک دوسرے کے پاس بار بار چکر لگاتے رہتے ہو۔ اسی طرح اللہ آیتوں کو کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ بڑا جاننے والا، بڑا حکمت والا ہے (۵۸) اور جب تمہارے لڑکے حد بلوغ کو پہنچ جائیں تو انہیں بھی اسی طرح اجازت لینی چاہیے جس طرح ان سے پہلے لوگ (اپنے بڑوں سے) اجازت لیتے رہے ہیں۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے۔ اور اللہ بڑا جاننے والا بڑا حکمت والا ہے (۵۹) اور وہ عورتیں جو (بڑھاپے کی وجہ سے) خانہ نشین ہو گئی ہوں جنہیں نکاح کی کوئی آرزو نہ ہو ان کے لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اپنے (پردہ کے) کپڑے اتار کر رکھ دیں بشرطیکہ زینت کی نمائش کرنے والیاں نہ ہوں۔ اور اگر اس سے بھی باز رہیں (اور پاک دامنی سے کام لیں) تو یہ اور بہتر ہے اور اللہ بڑا سننے والا، بڑا جاننے والا ہے (۶۰) اور اندھے کے لئے کوئی مضائقہ نہیں ہے اور لنگڑے کے لئے کوئی مضائقہ ہے اور نہ بیمار کے لئے اور نہ خود تمہارے لئے کوئی حرج ہے کہ تم اپنے گھروں سے

کھاؤ۔ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان کے گھروں سے جن کی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہیں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے تمہارے لئے کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ اکٹھے ہو کر کھاؤ۔ یا الگ الگ (ہاں البتہ) جب گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے لوگوں کو سلام کر لیا کرو۔ یہ اللہ کی طرف سے پاکیزہ اور بابرکت ہدیہ ہے اللہ اسی طرح آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم عقل سے کام لو (٦١)

تشریح الالفاظ

١۔ حُلُمُ ...... کے معنی ہیں سن بلوغ۔

٢۔ عورات ...... عورت کی جمع ہے جس کے معنی ہیں چھپانے کے قابل چیز جس کا کھل جانا شرم کا باعث ہو۔

٣۔ قواعد ...... قاعدہ کی جمع ہے یعنی ضعیف العمری کی وجہ سے گھر میں بیٹھنے والی عورتیں۔

٤۔ متبرجات ...... تبرج کے معنی ہیں کسی چیز کا اظہار کرنا اور اس کی نمائش کرنا۔

٥۔ عفت ...... کے معنی ہیں پارسائی، پاکدامنی۔

٦۔ اشتات ...... شت کی جمع ہے جس کے معنی ہیں متفرق اور جدا جدا۔

٧۔ حرج ...... حرج کے معنی ہیں تنگی اور گناہ۔

٨۔ تحیہ ...... کے معنی ہیں تحفہ، ہدیہ اور سلام و دعا۔

تفسیر الآیات

٥٧) یاایھا الذین آمنو ... الآیۃ

اسلامی طرز معاشرت کا ایک اور آئین

اسی سورہ کی آیت ٢٧ میں خداوند حکیم نے اجازت حاصل کئے بغیر کسی کے گھر میں داخل ہونے کی

ممانعت فرمائی ہے اور آیت ۲۸ میں فرمایا ہے کہ اگر اجازت نہ ملے تو واپس لوٹ جاؤ۔ اور آیت ۳۱ میں عورتوں کو پردہ کا حکم دیا ہے اور اپنی زیبائش وآرائش کے اظہار کی مناہی فرمائی۔ اور پھر دو استثناء کئے۔ اِلَّا ما ظھر منھا جو خود بخود ظاہر ہو۔ دوسرا نسبی وسببی رشتہ داروں کے سامنے اس کے اظہار کی اجازت دی۔ (ان باتوں کی اوپر تفصیل بیان ہو چکی ہے)

الغرض وہاں تو اغیار اور بالغ نامحرموں سے پردہ کا حکم دیا گیا تھا اور انہیں اجازت حاصل کئے بغیر کسی کے گھر میں داخل ہونے کی ممانعت کی گئی تھی۔ مگر یہاں بعض مخصوص اوقات میں گھر کے نابالغ بچوں اور گھر کے خدام یعنی کنیزوں اور غلاموں کو بھی جو ہر وقت گھر میں آتے جاتے ہیں ان کو پابند کیا جا رہا ہے کہ وہ بھی ان اوقات میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہوں اور وہ مخصوص اوقات تین ہیں:

(۱) صبح کی نماز سے پہلے

۲) دوپہر کے وقت جب آدمی قیلولہ کرتا ہے

۳) نماز عشاء کے بعد

کیونکہ یہ تخلیہ کے وہ اوقات ہیں جن میں آدمی اپنی بیوی کے ہمراہ ہوتا ہے یا ستر عورت میں سہل انگیزی سے کام لیتا ہے یا ایسے لباس میں ہوتا ہے کہ کشف عورت کا اندیشہ ہوتا ہے اور اس حالت میں اسے اپنے خدام اور بچوں کو بھی اپنے پاس آنا گوارا نہیں ہوتا۔ ہاں البتہ ان اوقات کے علاوہ ان کے آنے جانے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ مخفی نہ رہے کہ یہ حکم نابالغ بچوں کو نہیں دیا جا رہا بلکہ یہ حکم گھر کے سربراہ کو دیا جا رہا ہے کہ وہ اپنے خدام اور بچوں کو اس کا پابند بنائے اور انہیں اس کی ہدایت کرے۔

۵۸) واذا بلغ الاطفال... الآیۃ

گزشتہ آیت میں نابالغ بچوں کے اوقات مخصوصہ میں اجازت کے بغیر اندر آنے کی مناہی کی گئی تھی اور اس آیت میں بالغ لڑکوں کے احکام بیان کئے جا رہے ہیں کہ ان پر اسی طرح اذن حاصل کرنے کی پابندی لازم ہے جس طرح بڑے لوگوں پر لازم ہے اور اگر وہ محرم نہیں ہیں تو پھر خواتین کے لئے بالغ لڑکوں سے اسی طرح پردہ واجب ہے جس طرح نامحرم مردوں سے واجب ہوتا ہے

لڑکے اور لڑکی کی بلوغت کی پہچان کیا ہے؟

بناء مشہور ومنصور لڑکے کا بلوغ چند علامتوں سے ثابت ہوتا ہے:

(۱) زیر ناف بالوں کا سخت ہونا۔

(۲) سوتے یا جاگنے کی حالت میں مادہ منویہ کا خارج ہونا جسے احتلام کہا جاتا ہے۔

(۳) کامل پندرہ سال کا ہونا۔

اور جہاں تک لڑکی کا تعلق ہے تو اس کی بلوغت کی بھی چند علامتیں ہیں:

(۱)(۲) پہلی اور دوسری علامتیں تو وہی ہیں جو لڑکے کے بلوغ کے سلسلہ میں مذکور ہیں۔

(۲) تیسری علامت حیض کا آنا۔

(۳) چوتھا علامت حاملہ ہونا۔

(۵) مشہور یہ ہے کہ نو سال کے مکمل ہونے سے بھی لڑکی بالغ متصور ہوتی ہے اور اس پر تمام احکام شریعت کی پابندی لازم ہے مگر بالعموم چونکہ نو سال کی لڑکی بالکل کم سن بچی متصور ہوتی ہے جسے یمین و یسار اور نفع و نقصان کا احساس تک نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی نماز پڑھنے اور بالخصوص روزہ رکھنے کی طاقت ہوتی ہے۔ بالاخص سرد علاقوں میں۔ چنانچہ متعدد حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ **وعلى الجاية اذا حاضت الصيام** ۔کہ لڑکی کو جب حیض آئے تو اس پر روزہ واجب ہوتا ہے **والجارية اذا اتى بها ثلث عشرة او حاضت قبل ذلك فقد وجبت عليها الصلوة قد جرى عليها القلم** ۔کہ لڑکی جب تیرہ سال کی ہو جائے یا اس سے پہلے اسے حیض آ جائے تو اس پر نماز پڑھنا فرض ہے اور اس پر قلم شریعت جاری ہوگا۔(الوسائل، الوافی، الحدائق) بناء بریں تیرہ چودہ سال کی لڑکی بالغ سمجھی جائے گی۔ ہاں البتہ احوط یہ ہے کہ تا بامکان قول مشہور کی متابعت کی جائے۔ واللہ العالم

خلاصہ کلام:

۱۔ طفل غیر ممیز سے پردہ نہیں ہے۔

۲۔ جو طفل ممیز ہے مگر ہنوز نابالغ ہے اس سے عریانی یا نیم عریانی کی حالت میں پردہ ضروری ہے مگر عام حالات میں نہیں ہے۔

۲۔ جب لڑکا بالغ ہو جائے تو پھر اس سے مکمل پردہ لازم ہے۔

۵۹) **والقواعد من النساء... الآية**

جو عورت کبر سنی میں اور بڑھاپے کی وجہ سے خانہ نشین ہو جائے یعنی یائسہ ہو جائے اور اولاد جننے

کے قابل نہ رہے نہ اسے مردوں کی جنسی خواہش ہو اور نہ کوئی مرد اس میں رغبت کرے تو اس سے برقع یا اوپر اوڑھنے والی چادر کا اتارنا جائز ہے۔ بشرطیکہ اس حالت میں اپنا بناؤ سنگھار کا اظہار مقصود نہ ہو۔ ورنہ اس اوپر والے لباس کا اتارنا جائز نہ ہوگا۔لیکن ارشاد قدرت ہے کہ بایں ہمہ پیرانہ حالی اگر وہ پارسائی سے کام لے۔یعنی برقع وغیرہ اوپر کے کپڑے نہ اتارے بلکہ پردہ کی پابندی کرے تو یہ اور بہتر ہے۔ اللہ اللہ۔ کیا پردہ کا اہتمام ہے معلوم ہوا کہ یہ اوپر کے لباس کا اتارنا ایسی ضعیف العمر عورتوں کے لئے بھی پارسائی کے خلاف چیز ہے چہ جائیکہ جوان عورتیں تقریباً نیم برہنہ عالم میں ماری ماری پھرا کریں اور پھر پارسا کی پارسا بھی رہیں۔ (فصل الخطاب)

(٦٠ لیس علی الاعمیٰ حرج... الآیۃ

ایک سوال کا جواب

عام طور پر اس آیت کے یہ معنی کئے جاتے ہیں کہ اندھے،لنگڑے اور بیمار پر کوئی گناہ نہیں ہے نہ ہی تم سب پر گناہ ہے کہ اپنے گھروں یا باپ دادا کے گھروں سے یا ماؤں کے گھروں سے کھاؤ۔تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اندھے اور تندرست سب کا حکم ایک ہے کہ وہ نام بردہ لوگوں کے گھروں سے کھانا کھا سکتے ہیں تو پھر ان کا خصوصیت سے علیحدہ نام لینے کا مقصد کیا ہے؟ اس سوال کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں چنانچہ بعض مفسرین نے تو اس سوال کا جواب یہ دیا ہے کہ اس آیت کا پہلا حصہ **ولا علی المریض حرج** پرختم ہوجاتا ہے اور **ولا علی انفسکم** دوسرا جملہ مستانفہ ہے۔مطلب یہ ہے کہ ہر وہ کام جس کے کرنے میں مشقت اور تکلیف ہوتی ہو۔جیسے نماز جمعہ کا پڑھنا اور جہاد کرنا وغیرہ۔وہ لنگڑے اور بیمار سے ساقط ہے بناء بریں آیت کا دوسرا حصہ **ولا علی انفسکم** سے شروع ہوتا ہے اور **لعلکم تعقلون** پرختم ہوجاتا ہے مگر جو جواب **اقرب الی الصواب** ہے وہ یہ ہے کہ بعض صحابہ کرام شدت ورع وتقویٰ کی بناء پر اندھے،لنگڑے اور بیمار کے ساتھ اس لئے اکٹھا کھانے سے اجتناب کرتے تھے کہ ان لوگوں کی معذوری کی وجہ سے ان کی حق تلفی نہ ہوجائے کیونکہ اندھا دیکھ نہیں سکتا اور لنگڑا اچھی طرح زمین پر بیٹھ نہیں سکتا اور بیمار کھانے میں تندرست کا ساتھ نہیں دے سکتا۔تو خدا فرماتا ہے کہ ان کے ساتھ کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور نہ اس طرح ان کی کوئی حق تلفی ہوتی ہے۔نیز جب یہ حکم نازل ہوا تھا کہ **لا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل** اپنے مال اپنے درمیان باطل طریقہ پر نہ کھاؤ تو بعض صحابہ کرام ان نام بردہ حضرات کے گھروں سے کھانا کھانے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے تھے کہ

شاید یہ اکل المال بالباطل کے زمرہ میں داخل نہ ہوتو خدا نے فرمایا کہ اپنے گھروں یعنی اپنے بیوی بچوں کے گھروں سے، باپ اور ماں کے گھروں سے، بھائی بہنوں کے گھروں سے یا چچاؤں اور پھوپھیوں کے گھروں سے یا ماموؤں کے گھروں سے یا ان کے گھروں سے جن کی کنجیاں تمہارے (اختیار میں ہیں) جیسے وکیل اور وصی وغیرہ یا بے تکلف مخلص احباب کے گھروں سے۔ گھر والوں کے ساتھ مل کر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ۔ بہرحال اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جبکہ یہ اطمینان حاصل ہو کہ یہ نام بردہ لوگ اس کھانا کھانے پر راضی ہیں اور کسی قسم کی ناراضی و ناگواری محسوس نہیں کرتے۔ تو بغیر کچھ طعام ضائع کئے بقدر ضرورت آدمی کھا سکتا ہے۔ لہٰذا یہ حکم تو بہرحال حکم اب باقی ہے مگر زمان و مکان کے بدلنے سے حالات بدلتے رہتے ہیں لہٰذا اگر کبھی ایسی صورتحال پیدا ہو کہ معلوم ہو جائے کہ گھر کا مالک اس طرح آزادانہ اپنے ہاں کسی عزیز کی خورد و نوش پر راضی نہیں ہے تو پھر اس کے ہاں کھانا جائز نہ ہوگا۔ واللہ العالم

(۶۱) فاذا دخلتم ... الآیة

اس آیت کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی کے گھر میں داخل ہو تو اگر وہاں کوئی مسلمان موجود ہو تو اس پر سلام کرکے السلام علیکم و رحمة الله و برکاته اور کوئی نہ ہو تو اپنے اوپر سلام کرے۔ السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین۔ اگر وہاں کوئی غیر مسلمان موجود ہو۔ تو پھر یوں سلام کرے السلام علی من اتبع الهدیٰ۔

آیات القرآن

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَاِذَا كَانُوۡا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمۡرٍ جَامِعٍ لَّمۡ يَذۡهَبُوۡا حَتّٰى يَسۡتَاۡذِنُوۡهُ ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَسۡتَاۡذِنُوۡنَكَ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ۚ فَاِذَا اسۡتَاۡذَنُوۡكَ لِبَعۡضِ شَاۡنِهِمۡ فَاۡذَنۡ لِّمَنۡ شِئۡتَ مِنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۶۲﴾ لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا ؕ قَدۡ يَعۡلَمُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ يَتَسَلَّلُوۡنَ مِنۡكُمۡ لِوَاذًا ۚ فَلۡيَحۡذَرِ الَّذِيۡنَ يُخَالِفُوۡنَ عَنۡ اَمۡرِهٖۤ اَنۡ تُصِيۡبَهُمۡ فِتۡنَةٌ اَوۡ يُصِيۡبَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۶۳﴾ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ قَدۡ يَعۡلَمُ مَاۤ اَنۡتُمۡ عَلَيۡهِ ؕ وَيَوۡمَ يُرۡجَعُوۡنَ اِلَيۡهِ فَيُنَبِّئُهُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ﴿۶۴﴾

ترجمۃ الآیات

مومن تو صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں اور جب کسی اجتماعی معاملہ میں رسول کے ساتھ ہوتے ہیں تو جب تک آپ سے اجازت نہیں لیتے کہیں نہیں جاتے۔ بے شک جو لوگ آپ سے اجازت مانگتے ہیں وہی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ پس جب وہ آپ سے اپنے کسی کام کے لئے اجازت مانگیں تو آپ ان سے جسے چاہیں اجازت دے دیں اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کریں۔ بے شک اللہ بڑا بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے (۶۲) اے ایمان والو! اپنے درمیان رسول کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کی طرح نہ بلاؤ۔ اللہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ لے کر کھسک جاتے ہیں۔ جو لوگ حکم خدا سے انحراف کرتے ہیں ان کو اس بات

سے ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہوجائیں یا انہیں کوئی دردناک عذاب نہ پہنچ جائے (۶۳) خبردار! جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ اللہ ہی کا ہے تم جس حال میں ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے اور اس دن کو بھی جب لوگ اس کی بارگاہ میں لوٹائے جائیں گے تو وہ انہیں بتائے گا جو کچھ وہ کرتے رہے تھے۔ اور اللہ ہر چیز کا بڑا جاننے والا ہے (۶۴)

تشریح الالفاظ

۱۔ امر جامع ...... کے معنی ہیں وہ اہم معاملہ جس میں لوگوں کا اجتماع ضروری ہے۔

۲۔ دعا ...... کے معنی ہیں بلانا اور پکارنا۔

۳۔ یتسلون ...... کے معنی ہیں مخفی طریقہ پر نکل جانا۔

۴۔ لواذا ...... کے معنی ہیں ایک دوسرے کی آڑ اور پناہ لینا۔

۵۔ فتنہ ...... کے معنی ہیں آزمائش اور کوئی دینوی بلا و مصیبت۔

تفسیر الآیات

(۶۲) انما المومنون الذین ... الآیة

ایمان کا معیار اور پیغمبر اسلامؐ سے طریق معاشرت کا اظہار؟

سابقہ آیتوں میں اہل ایمان کو اپنے رشتہ داروں اور دوسرے عام مسلمانوں کے ساتھ طرز معاشرت اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ اور یہاں انہیں پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ کیا طریقہ معاشرت اختیار کرنا چاہیے؟ اس کی تعلیم دی جارہی ہے۔

پہلا طریقہ معاشرت:

یہ ہے کہ جب انہیں کسی ایسے معاملے کے لئے بلایا جائے جو اجتماع کا تقاضا کرتا ہے جیسے حرب وضرب یعنی جہاد یا کسی اہم کام میں مشورہ یا نماز جمعہ کا اجتماع وغیرہ۔ تو ان کا فرض ہے کہ جب تک وہ کام اختتام پذیر نہ ہو تب تک واپس نہ جائیں اور اگر کسی اہم کام کی وجہ سے جانا ناگزیر ہو تو پھر پیغمبر اسلامؐ سے اجازت طلب کر کے جائیں، ارشاد ہوتا ہے کہ جو ایسا کرتے ہیں وہ حقیقی مومن ہیں جو اس بات کی پابندی نہیں کرتے وہ منافق ہیں۔

نیز اس سے یہ بھی مستفاد ہوا کہ اگر کوئی شخص میدان کارزار سے بغیر اجازت منہ موڑ کر بھاگ جائے تو وہ منافق ہے اور مومن کہلانے کا حقدار نہیں ہے۔

۶۳) فاذا استادنوك ... الآية

خداوند عالم نے اجازت مانگنے والوں کو اجازت دینے یا نہ دینے کا اختیار پیغمبر اسلامؐ کو دیا ہے کہ آپ تحقیق کر لیں آیا اجازت مانگنے والے کا عذر معقول ہے اور اس کا انفرادی کام اس اجتماعی کام سے بھی زیادہ اہم تو اسے اجازت دے دیں اور جو بہانہ سازی کر کے کھسکنا چاہتا ہے اپنے انفرادی معمولی کام کو قومی اجتماعی کام پر مقدم جانتا ہے تو اسے اجازت نہ دیں بہر حال ان لوگوں کا پیغمبر اسلامؐ سے اجازت طلب کرنا اور اس کے بغیر نہ جانا ان کے اہل ایمان ہونے کی دلیل ہے۔لہٰذا ضروری ہے کہ آنحضرتؐ معقول عذر والے کو اجازت بھی دیں اور اس کے حق میں دعائے مغفرت بھی کریں۔

۶۴) ولا تجعلو دعاء الرسول بینکم ... الآیة

دوسرا طریقہ معاشرت

یہ ہے کہ جب پیغمبر اسلامؐ سے خطاب کرنا ہو اور انہیں بلانا ہو تو انہیں اس طرح روکھے پھیکے انداز میں نہ بلائیں جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو نام سے یا کنیت سے بلاتے ہیں بلکہ بڑے ادب و احترام کے ساتھ آپ کے عہدہ و منصب کو عنوان خطاب قرار دے کر بلائیں جیسے یا نبی اللہ! یا رسول اللہ! یا حبیب اللہ! وغیرہ کیونکہ آنحضرتؐ کا ادب و احترام خدا کی شان توحید کے منافی نہیں ہے بلکہ یہ احترام خدا اور اس کے حکم کا احترام ہے جس نے کئی آیتوں میں ان کی اطاعت کا اپنی اطاعت کے ساتھ ملا کر حکم دیا ہے بلکہ ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔اور ان کے ادب و احترام کا حکم دیا ہے جیسے فالذین آمنوا به و عزروو نصروه واتبعو النور الذی انزل معه اولئك هم المفلحون۔(اعراف۔۱۵۶) اور سورہ حجرات میں پیغمبر اسلامؐ کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کرنے کو موجب حبط اعمال جرم قرار دیا ہے۔ یا ایها الذین آمنو لا ترفعو اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهروا له کجهر بعضکم لبعض۔(الحجرات۔۲) اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کا احترام بھی مدنظر رکھنا چاہیے اور ان کو تعظیمی القاب سے پکارنا چاہیے۔

۶۵) قد یعلم الله الذین ... الآیة

کچھ منافق لوگ جن کے دل ہنوز نور ایمان سے منور نہیں ہوئے تھے۔جب مجلس مشاورت ہوتی یا جمعہ

کا خطبہ ہوتا یا کوئی اور اجتماعی معاملہ اور قدرے طوالت ہو جاتی تو وہ ایک دوسرے کی پشت کے پیچھے چھپتے چھپاتے کھسک جاتے تھے۔ تو ایسے لوگوں کو دھمکی دی جا رہی ہے کہ جو خدا اور رسول کے حکم سے روگردانی کرتے ہیں ان کو کسی دنیوی بلا و مصیبت یا اخروی دردناک عذاب الٰہی میں گرفتار ہونے سے ڈرنا چاہیے۔ مخفی نہ رہے عن امرہ کی ضمیر کے مرجع میں قدرے اختلاف ہے اکثر نے اس کا مرجع خدا کو اور بعض نے رسولؐ خدا کو قرار دیا ہے۔

(۶۶) الا ان للہ ما فی السموت ... الآیۃ

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اسی کا ہے وہی مالک الملک اور خالق خلق ہے اور ساری کائنات سے بے نیاز نہ کسی اطاعت گزار کی اطاعت اسے کوئی فائدہ پہنچاتی ہے اور نہ کسی نافرمان کی عصیاں کاری اسے کوئی نقصان پہنچاتی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ تم کس حال میں ہو۔ مومن ہو یا منافق اور نیکوکار رہو یا بدکار۔ اور جس دن لوگ اس کی بارگاہ میں لوٹائے جائیں گے تو وہ انہیں آگاہ کر دے گا کہ وہ کیا کچھ کیا کرتے تھے؟ اور پھر سب کو اس کے عقیدہ اور عمل کے مطابق جزا و سزا دے گا۔ واللہ بکل شئ علیم

سورہ نور کی تفسیر بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔ والحمد اللہ

۵ ستمبر ۲۰۰۲، جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ

بوقت تقریباً تین بجے دن

سورۃ الفرقان کا مختصر تعارف

نام:

چونکہ اس سورہ کی پہلی آیت میں لفظ فرقان وارد ہے تبارك الذی نزل الفرقان علی عبدہ۔ اسی مناسبت سے اس سورہ کا نام الفرقان مقرر ہوا۔

عہد نزول:

اس سورہ کے مضامین وموضوعات اوراس کے انداز بیان میں غور وفکر کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ اس سورہ کا عہد نزول بھی وہی ہے جو سورہ المومنون کے نزول کا ہے یعنی آنحضرتؐ کے قیام مکہ کے وسطانی دور میں نازل ہوئی ہے۔

اس سورہ کے مضامین وموضوعات کی اجمالی فہرست

۱۔ اس کی ابتدائی چند آیتوں میں پوری سورہ کے مضامین کا جامع خلاصہ یعنی توحید، رسالت اور قرآن کا تذکرہ ہے۔

۲۔ سابقہ موضوعات پر مشرکین کے جملہ اعتراضات اوران کے موثر انداز میں مکمل جوابات۔

۳۔ دعوت حق سے منہ موڑنے کے برے عواقب ونتائج کا تذکرہ۔

۴۔ انبیاء ورسل کی تکذیب کرنے والوں کی تاریخ کی طرف اجمالی اشارہ اور صحابہ کرام کو صبر و استقامت کی تعلیم۔

۵۔ آتش دوزخ کی کیفیت کا مفصل بیان۔

۶۔ تمام نبیوں کا بشر ہونا اور بشری لوازمات کا پابند ہونا۔

۷۔ حضرت رسول خداؐ کا بارگاہ الٰہی میں امت کے قرآن کو پس پشت ڈالے کی شکایت کرنا

۸۔ قرآن مجید کے تدریجاً نازل کئے جانے کی حکمت ومصلحت؟

۹۔ بدعمل انسانوں کا جانوروں سے بدتر ہونا۔

۱۰۔ پانی کے ذریعہ طہارت کرنے کا بیان۔

۱۱۔ مخالفین کے مطالبہ معجزات کو چھوڑ کر اسی قرآن کے ذریعہ سے لوگوں پر اتمام حجت کرنے کا حکم؟

۱۲۔ اللہ کے مخلص بندوں کی شان اور ان کی اخلاقی خوبیوں کا بیان وغیرہ۔

اس سورہ کی تلاوت کرنے کا ثواب

۱۔ پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے فرمایا جو شخص سورہ فرقان کی تلاوت کرے گا۔ وہ اس حال میں مبعوث ہوگا کہ وہ قیامت کی حقانیت کا اقرار کرنے والا ہوگا اور بلا حساب جنت میں داخل ہوگا۔ (مجمع البیان)

۲۔ حضرت امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا سورہ تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ کی تلاوت ترک نہ کرو کیونکہ جو شخص ہر رات اس کی تلاوت کرے گا تو اللہ کبھی اسے عذاب نہیں کرے گا۔ اور اس کا محاسبہ نہیں کرے گا اور اس کا مکان فردوس اعلیٰ میں ہوگا۔ (ثواب الاعمال وتفسیر صافی)

۳۔ مصباح کفعمی میں ہے کہ جو شخص یہ سورہ لکھ پر اپنے پاس رکھے تو حشرات الارض اس کے قریب نہیں آئیں گے۔ انشاء اللہ

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ تَبٰرَكَ الَّذِىۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰى عَبۡدِهٖ لِيَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِيۡنَ نَذِيۡرَا ۙ‏ ﴿۱﴾ الَّذِىۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلَمۡ يَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ شَرِيۡكٌ فِى الۡمُلۡكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَىۡءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقۡدِيۡرًا‏ ﴿۲﴾ وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخۡلُقُوۡنَ شَيۡـًٔـا وَّهُمۡ يُخۡلَقُوۡنَ وَلَا يَمۡلِكُوۡنَ لِاَنۡفُسِهِمۡ ضَرًّا وَّلَا نَفۡعًا وَّلَا يَمۡلِكُوۡنَ مَوۡتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوۡرًا‏ ﴿۳﴾ وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفۡكُ ۨافۡتَرٰٮهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيۡهِ قَوۡمٌ اٰخَرُوۡنَ‌ ۛۚ فَقَدۡ جَآءُوۡ ظُلۡمًا وَّزُوۡرًا ۛۚ‏ ﴿۴﴾ وَقَالُوۡۤا اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ اكۡتَتَبَهَا فَهِىَ تُمۡلٰى عَلَيۡهِ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا‏ ﴿۵﴾ قُلۡ اَنۡزَلَهُ الَّذِىۡ يَعۡلَمُ السِّرَّ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا‏ ﴿۶﴾ وَقَالُوۡا مَالِ هٰذَا الرَّسُوۡلِ يَاۡكُلُ الطَّعَامَ وَيَمۡشِىۡ فِى الۡاَسۡوَاقِ‌ؕ لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ

اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝٧ اَوْ يُلْقٰۤى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝٨ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝٩

ترجمۃ الآیات

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے بابرکت ہے وہ خدا جس نے اپنے (خاص) بندہ پر فرقان نازل کیا ہے تاکہ وہ تمام جہانوں کے لئے ڈرانے والا بن جائے (۱) جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس نے کسی کو اولاد نہیں بنایا۔ اور نہ بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور ہر چیز کا ایک اندازہ (پیمانہ) مقرر کیا ہے (۲) اور ان (مشرکوں) نے اللہ کو چھوڑ کر ایسے خدا بنائے ہیں جو کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں اور وہ خود اپنے لئے نقصان یا نفع کے مالک و مختار نہیں ہیں۔ جو نہ مار سکتے ہیں اور نہ ہی کسی مرے ہوئے کو دوبارہ اٹھا سکتے ہیں (۳) اور جو لوگ کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) محض ایک جھوٹ ہے جسے اس شخص نے گھڑ لیا ہے اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس کام میں اس کی مدد کی ہے (یہ بات کہہ کر) خود یہ لوگ بڑے ظالم اور جھوٹ کے مرتکب ہوئے ہیں (۴) اور کہتے ہیں کہ یہ تو پہلے لوگوں کی لکھی ہوئی داستانیں ہیں جو اس شخص نے لکھوائی ہیں اور وہ صبح و شام اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں (یا اس سے لکھوائی جاتی ہیں) (۵) آپ کہہ دیجئے! کہ اس (قرآن) کو اس (خدا) نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمین کے رازوں کو جانتا ہے۔ بے شک وہ بڑا بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے (۶) اور وہ کہتے ہیں کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے؟ اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا جو اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا؟ (۷) یا اس پر کوئی خزانہ اتارا جاتا یا اس کے لئے کوئی باغ ہی ہوتا جس سے یہ کھاتا؟ اور ظالموں نے تو (یہاں تک) کہہ دیا کہ تم ایک ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو کیا گیا ہے (۸) دیکھئے! یہ لوگ آپ کے متعلق کیسی کیسی (کٹ حجتیاں) باتیں بیان کرتے ہیں سو وہ گمراہ ہو گئے ہیں سو اب وہ راہ نہیں پا سکتے (۹)

تشریح الالفاظ

ان آیات میں اکثر و بیشتر ایسے الفاظ موجود ہیں جن کی پہلے کئی مقامات پر تشریح کی جا چکی ہے اور باقی الفاظ کی تشریح حاضر ہے۔

۱۔ اکتب...... کے معنی کسی سے درخواست کر کے کچھ لکھوانے کے ہیں۔

۲۔ تملی ...... املا کے معنی لکھوانے کے ہیں اور اس کا صلہ جب علی ہو تو یہ تقراء علیہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

۳۔ضرب الامثال...... کا محاورہ جس طرح کوئی تمثیل بیان کرنے یا کوئی حکمت آمیز بات کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اسی طرح کسی پر غلط ایراد کرنے، کوئی پھبتی چست کرنے اور کٹ حجتی پیش کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

تفسیر الآیات

۱) تبارك الذی نزل الفرقان... الآیة

تبارک الذی کا مفہوم

تبارک ایک ایسا فعل ہے جو خداوند عالم کی ذات برکات کے ساتھ مخصوص ہے اور باوجود فعل ماضی ہونے کے اس سے دوسرے مشتقات جیسے مضارع، امرا اور اسم فاعل وغیرہ نہیں بنتے اس لفظ کا مادہ ب رک ہے جس کے دو مصدر ہیں برکتہ اور بروک اور جب اس مصدر سے تبارك بنایا گیا تو اب اس میں باب تفاعل کی خصوصیات یعنی مبالغہ وغیرہ بھی اس میں شامل ہو گئے ہیں اب اس کا مفہوم ہو گا بڑا عظیم برکت والا اور بکثرت پائدار برکت والا۔

اور یہ حقیقت نا قابل انکار حد تک ثابت ہے کہ واقعی اس ذات بابرکات کی برکتیں کثیر بھی ہیں اور عظیم بھی۔ اور ہمارا یہ عالم ہست و بود اور اس کی سب چمک و دمک اس کی برکات کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے اور اس کی برکات لامتناہیہ کا ایک ثمر تنزیل فرقان بھی ہے جو حق و باطل، صدق و کذب اور خیر و شر کے درمیان حد فاصل ہے اور اس کے آ جانے کے بعد ہدایت و غوایت کا اختلاط و التباس ختم ہو گیا۔ اور رشد و ہدایت کی راہ اپنی پوری

تابنا کی اور رعنائی کے ساتھ طالبان ہدایت کے سامنے جلوہ گر ہوگئی ہے۔ قد تبین الرشد من الغی (سورہ بقرہ آیت ۲۰۰) اب کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اسے معلوم نہیں ہے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟ ہدایت کیا ہے اور غوایت کیا ہے؟ اور اسی کا نام اتمام حجت ہے۔

مخفی نہ رہے کہ قبل ازیں سورہ آل عمران کی آیت ۴ من قبل ھدی للناس و انزل الفرقان الآیۃ۔ کی تفسیر میں فرقان کے مفہوم کی وضاحت کی جاچکی ہے لہٰذا وہاں رجوع کیا جائے۔

۲) علی عبدہ۔۔۔ الآیۃ

خداوند عالم نے یہ فرقان اپنے ایک بندہ خاص یعنی پیغمبر اسلامؐ پر نازل کیا ہے عبودیت میں وہ عظمت ہے کہ خدائے حکیم جہاں بھی اپنے رسول کی عظمت شان اور بلندی مقام کو ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ تو آپ کے لئے ''عبدہ'' کا لفظ استعمال کرتا ہے جیسے سبحان اللہ الذی اسری بعبدہ اور فاوحی الی عبدہ ما اوحیٰ۔ ارباب بصیرت جانتے ہیں:

عبد دیگر عبدہ چیزے دگر

یہی وہ مقام بندگی ہے جسے شاعر دے کر شان خداوندی بھی نہیں لینا چاہتا۔

مقام بندگی دے کر نہ لوں شان خداوندی

واقعی وہ شخص بڑا عظیم ہے جس کی پیشانی صرف اس خالق و مالک کی چوکھٹ پر جھکے جہاں پیشانی جھکانے میں عزت ہے اور وہ شخص بڑا ہی حقیر ہے جس کی گردن اس مخلوق کے سامنے خم ہو۔ جہاں گردن خم کرنے میں ذلت ہے۔

ماسوی اللہ را مسلماں بندہ نیست
پیش فرعونے سر ش افگندہ نیست

۳) لیکون للعالمین۔۔۔ الآیۃ

پیغمبر اسلامؐ کی ذات عالمین کے لئے بشیر و نذیر ہیں

دوسری بہت سی آیات و روایات کی طرح اس آیت سے بھی بعبارۃ النص یہ حقیقت واضح و آشکار ہوتی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کی نبوت و رسالت ہر قسم کے زمان و مکان کی حدود و قیود سے ماوراء ہے بلکہ جہاں جہاں تک خداوند عالم کی ربوبیت و خدائی کا تعلق ہے وہاں وہاں تک آپ کی رحمت و رسالت کا تعلق ہے اور یہ حقیقت ہم قبل

ازیں آیت مبارکہ وما ارسلنك الا رحمةً للعالمین کی (سورہ انبیاء ۲۷) کی تفسیر میں واضح کر چکے ہیں۔ وہاں رجوع کیا جائے۔ جس سے آشکار ہوتا ہے کہ آپ نہ صرف بنی نوع انسان کے نبی ہیں بلکہ جنوں کے بھی نبی ہیں بلکہ صرف جن وانس کے رسول نہیں ہیں بلکہ ساری کائنات اور تمام جہانوں کے نبی ورسول ہیں۔

۴) الذی له ملك السموٰت ... الآیة

اس آیت مبارکہ میں جہاں یہود ونصاریٰ کی رو ہے جو عزیر اور عیسیٰ کو خدا کا بیٹا قرار دیتے تھے وہاں ان بعض قبائل عرب کی بھی رد ہے جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں جانتے تھے۔ نیز اس میں ان مشرکین کے اس زعم باطل کی بھی رد ہے جو بتوں کو اللہ کے شریک مانتے تھے۔ کیونکہ آسمان ہو یا زمین اور جو کچھ ان میں ہے بلکہ پوری کائنات اللہ کی مملوک ہے اور وہ سب کا مالک اور بادشاہ ہے تو کیا کوئی مملوک بھی اپنے مالک کا شریک ہو سکتا ہے؟ مالکم کیف تحکمون؟

۵) خلق کل سئی ... الآیة

ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر ہے

اس بوقلمون کائنات میں بے شمار مخلوق موجود ہے۔ و یخلق مالا تعلمون۔ مگر ثریٰ سے ثریا تک اور سماک سے سماء تک، چیونٹیوں سے لے کر ہاتھی تک ذرہ سے لے کر پہاڑ تک ہر چیز کا ایک اندازہ ہے جس سے کوئی چیز نہ کم ہو سکتی ہے اور نہ زیادہ۔ وان من شئی الا عندنا خزائنه و ما ننزله الا بقدر معلوم۔ ہر چیز اپنے علل واسباب کے تحت جاری وساری ہے اور اپنا وظیفہ خلقت احسن انداز میں ادا کر رہی ہے۔ الغرض خدائے علیم وحکیم نے ہر مخلوق کا طول وعرض، رنگ و بو اور صحت ومرض اور موت وحیات مقرر کر دی ہے اور لوح محفوظ میں لکھ دی ہے اس موضوع کی دوسری تفصیلات معلوم کرنے کے خواہش مند حضرات ہماری احسن الفوائد کی طرف رجوع کریں۔

۶) واتخذوا من دونه الهة ... الآیة

مشرکین عرب بدیہیات کے منکر تھے

جو چیز بدیہی ہوتی ہے اسے چونکہ اپنی فطرت سلیمہ کی بناء پر سب عالم وجاہل سمجھتے ہیں اور اس کے سمجھنے کے لئے کسی دلیل وبرہان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جیسے آگ کا گرم ہونا، یا برف کا ٹھنڈا ہونا یا بنا کے لئے بانی اور

کسی صنعت کے لئے صائع کا ہونا۔ منجملہ ان بدیہیات کے ایک بدیہی بات یہ ہے کہ جو خدا ہوتا ہے وہ پیدا کرنے، مارنے، جلانے اور نفع ونقصان پہنچانے پر قادر ہوتا ہے۔ مگر تعجب کا مقام ہے کہ مشرکین عرب اپنی عقلمندی و دانشمندی کے تمام تر دعوؤں کے باوجود ان بتوں کو اپنا خدا جانتے تھے حالانکہ وہ ان کاموں میں سے کسی کام پر بھی قادر نہ تھے اور تمام عیبوں اور خامیوں کا مجموعہ تھے۔ مگر بایں ہمہ وہ خدا کو چھوڑ کر ان کو اپنا معبود جانتے تھے یا للعجب؟ واضح رہے کہ یہ دلیل تمام معبودان باطل کو شامل ہے خواہ بت ہوں یا شمس وقمر یا فرشتے ہوں یا انبیاء واولیاء۔ کما لا یخفی

۷) وقال الذین کفروا ۔۔۔ الآیۃ

مشرکین کی کٹ حجتیاں

سابقہ بیان وکلام ایسا واضح برہان تھا کہ تمام مشرکین کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ لہٰذا وہ افتراء پردازی اور بہتان سازی پر اتر آئے اور آئیں بائیں کرنے لگے کہ قرآن ایک جھوٹ ہے جو پیغمبرؐ نے گھڑ لیا ہے اس کام میں بعض لوگوں نے ان کی مدد کی ہے۔ یہ پہلے لوگوں کی داستانیں اور ان کے افسانے ہیں جنہیں انہوں نے لکھوایا ہے اور جو صبح وشام لکھوائے جاتے ہیں یا پڑھ کر سنائے جاتے ہیں ان کا مقصد یہ تھا کہ جہاں تک قرآنی احکام، مواعظ یا قصص وحکایات کا تعلق ہے تو یہ پیغمبر اسلامؐ نے اہل کتاب اور ان کی کتابوں تورات اور انجیل وغیرہ سے لئے ہیں اور جہاں تک قرآن کے الفاظ وعبارات کا تعلق تو یہ خود ان کے ساختہ و پرداختہ ہیں۔

۸) قل انزلہ الذی ۔۔۔ الآیۃ

خدائے تعالیٰ خبیر وقدیر کا جواب

مشرکین کی اس سوچ اور اس ذہنی پس منظر میں یہ جواب دیا جا رہا ہے کہ یہ قرآن نہ خود پیغمبر اسلامؐ کا کلام ہے اور نہ ہی اہل کتاب یا ان کی کتابوں سے ماخوذ ہے۔ بلکہ عالم الغیب خدا نے آپ پر نازل کیا ہے جو آسمان وزمین کے رازوں سے آگاہ ہے۔ یہ کلام نہ پیغمبر کا طبع زاد ہے اور نہ ہی پرانے نوشتوں اور پرانی کتابوں سے حاصل کیا ہوا ہے اور اس بات کی ناقابل رد دلیل یہ ہے کہ اگر تمہارا یہ دعویٰ درست ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے یہ کلام ادھر ادھر سے جمع کیا ہے تو پھر وہ تمہیں چیلنج کر رہے ہیں کہ اگر تمہیں اس کے کلام اللہ ہونے میں شک ہے تو پھر اس جیسی ایک ہی سورہ بنا کر لاؤ تو پھر تم پرانی کتابوں کے نوشتوں سے اور اہل کتاب کی مدد اور یاوری سے اس

جیسی ایک ہی سورہ بنا کر کیوں پیش نہیں کر دیتے؟ حق یہ ہے کہ یہ مشرک لوگ ایسی بے پر کی باتیں اڑا کر ظلم و زیادتی اور کذب وافتراء کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

۹) وقالوا امال هذا الرسول... الآیه

مشرکین پینترا بدلتے ہیں

جب ان کے ہفوات کے جواب میں خدائے علیم وحکیم نے یہ حکیمانہ جواب دیا اور ان کی بہتان تراشیوں کا پردہ چاک کر کے ان کی باتوں کا کھوکھلا پن واضح کر دیا۔تو اب انہوں نے پینترا بدلا۔اور وہی بات کہی جو ہمیشہ منکرین حق اور منکرین رسل کہتے رہے ہیں۔ یہ کیسا رسول ہے؟ جو ہماری طرح کھانا کھاتا ہے اور ضروری چیزوں کی خرید وفروخت کے لئے بازاروں میں چلتا ہے۔اس کے ہمراہ کوئی فرشتہ کیوں نہیں ہے؟

کفار ومشرکین کا تصور نبیؐ

کفار ومشرکین کا اصل نظریہ تو یہ تھا کہ نبی ورسول کوئی فرشتہ ہونا چاہیے۔جیسا کہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ان کا یہ نظریہ پیش کیا گیا ہے اور اگر خدا کو یہی منظور تھا کہ کسی بشر کو ہی نبی بنا کر بھیجے تو پھر اسے کوئی شہنشاہ بنا کر بھیجتا۔جس کے نوکروں چاکروں اور دربانوں کی ایک فوج ہوتی اور اس کے پاس زر و جواہرات کا قیمتی خزانہ ہوتا تاکہ خود بھی بڑے ٹھاٹ باٹھ اور آرام واطمینان سے زندگی گزارتا اور اپنے کلمہ گوؤں کو بھی فکر معاش سے آزاد کر دیتا۔ یا اگر اس کے پاس اور کچھ نہ ہوتا تو کم از کم ایک ایسا باغ ہی ہوتا جس سے کھاتا اور اس کی آمدنی سے اپنا وقت اچھا گزارتا۔ یا اگر اور کچھ نہیں تو اس کے ہمراہ ایک فرشتہ ہی ہوتا۔جو تصدیق کرتا کہ یہ اللہ کا رسول ہے اور نہ ماننے والوں کو ڈراتا دھمکاتا کہ اگر تم نے اسے نہ مانا تو تم پر عذاب نازل ہوگا۔مگر اس کے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔یہ کیسا رسول ہے؟ جو ہماری طرح کھاتا پیتا ہے اور ضروریات زندگی کی خاطر بازاروں میں آتا جاتا ہے؟ یہ احمق لوگ بھول گئے کہ جو خدا کی طرف سے پیغامبر بن کر آتا ہے تو وہ تب ہی اپنا فرض منصبی ادا کر سکتا ہے کہ جب اس کا لوگوں کے ساتھ رہن سہن ہو۔اگر وہ شہنشاؤں کی طرح عوام سے الگ تھلگ رہے گا۔ یا اس کا تعلق کسی اور نوع یا کسی اور عالم سے ہوگا تو پھر وہ علمی وعملی طور پر فریضہ رسالت کس طرح ادا کرے گا؟

۱۰) وقال الظالمون... الآیة

کفار ومشرکین جب انبیاء ومرسلین کی تبلیغ کے اثر وتاثیر کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ ساحر (جادوگر) ہیں یہ اثر و نفوذ ان کے جادو کی تاثیر ہے حق کی تاثیر نہیں ہے اور جب ان کی تعلیمات اور بالخصوص ان کے نظریہ بعث بعد

الموت پر نگاہ کرتے تو کہہ اٹھتے کہ یہ مسحور (سحر زدہ) ہیں ان کی عقلیں جادو کے اثر سے ماؤف ہو چکی ہے۔ جبھی تو یہ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔

۱۱) انظر کیف ضربوا ... الآیة

مشرکین کی کٹ حجتیاں

دیکھئے یہ لوگ کس قسم کی کٹ حجتیاں پیش کر رہے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گم گشتہ ہو چکے ہیں کہ ہاتھ پیر تو بہت مارتے ہیں اور پینترے بھی بہت بدلتے ہیں مگر آپ کی نبوت و رسالت کے خلاف کوئی معقول بات نہیں سوجھتی اور انہیں کوئی فرار کا راستہ نہیں ملتا۔ وذالك هو الخسران المبين

آیات القرآن

تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝۱۰ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۣ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۝۱۱ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ۝۱۲ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝۱۳ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ۝۱۴ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ۝۱۵ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ۭ كَانَ عَلٰي رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْــُٔوْلًا ۝۱۶ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَاۗءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ۝۱۷ۭ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَاۗءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ۝۱۸ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا

تَسْتَطِیْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ یَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِیْرًا ﴿۱۹﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَیَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَیَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ ؕ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِیْرًا ﴿۲۰﴾

ترجمۃ الآیات

بڑا بابرکت ہے وہ خدا جو اگر چاہے تو آپ کو اس (کفار کی بیان کردہ چیزوں) سے بہتر دے دے۔ یعنی ایسے باغات کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں۔ اور آپ کے لئے (عالیشان) محل بنوا دے (۱۰) بلکہ یہ لوگ قیامت کو جھٹلاتے ہیں اور جو لوگ قیامت کو جھٹلاتے ہیں ہم نے ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے (۱۱) اور وہ (آگ) جب انہیں دور سے دیکھے گی تو وہ اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا سنیں گے (۱۲) اور جب انہیں زنجیروں میں جکڑ کر آتش (دوزخ) کی کسی تنگ جگہ میں ڈال دیا جائے گا تو وہاں (اپنی) ہلاکت کو پکاریں گے (۱۳) (ان سے کہا جائے گا کہ) آج ایک ہلاکت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی ہلاکتوں کو پکارو (۱۴) یا آپ ان سے کہیے کہ آیا یہ (آتش دوزخ) اچھی ہے یا وہ دائمی جنت جس کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ یہ ان (کے اعمال) کا صلہ ہے اور (آخری) ٹھکانا (۱۵) اس میں ان کیلئے وہ سب کچھ ہو گا جو وہ چاہیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے یہ ایک وعدہ ہے جو آپ کے رب کے ذمہ ہے جس کے متعلق سوال کیا جائے گا (۱۶) اور جس دن اللہ ان لوگوں کو اور ان کے معبودوں کو جنہیں وہ اللہ کو چھوڑ کر پوجتے رہے ہیں۔ اکٹھا کرے گا تو اللہ ان (معبودوں) سے پوچھے گا کہ آیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا؟ یا وہ خود ہی (سیدھے) راستہ سے بھٹک گئے تھے؟ (۱۷) وہ کہیں گے کہ پاک ہے تیری ذات ہمیں یہ حق نہیں تھا کہ ہم تجھے چھوڑ کر کسی اور کو اپنا مولا بنائیں لیکن تو نے انہیں اور ان کے باپ دادا کو خوب آسودگی اور آسائش عطا کی۔ یہاں تک کہ انہوں نے (تیری) یاد بھلا دی۔ اور اس طرح تباہ و برباد ہو گئے (۱۸) (اے کافرو) اس طرح وہ (تمہارے معبود) تمہاری ان

باتوں کو جھٹلا دیں گے جو تم کرتے ہو۔ پھر نہ تو تم (عذاب کو) ٹال سکو گے اور نہ ہی اپنی کوئی مدد کر سکو گے۔ اور تم میں سے جو ظلم کرے گا ہم اسے بڑے عذاب کا مزہ چکھائیں گے (۱۹) (اے رسول) ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے ہیں وہ سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے اور ہم نے تم کو ایک دوسرے کے لئے ذریعہ آزمائش بنایا ہے کیا تم صبر کرو گے؟ اور آپ کا پروردگار بڑا دیکھنے والا ہے (۲۰)

تشریح الالفاظ

۱۔ تغیظ ...... کے معنی ہیں غیظ و غضب والی جوشیلی آواز۔

۲۔ زفیر ...... کے معنی ہیں چنگھاڑتا اور گدھے کی آواز کا ابتدائی حصہ۔

۳۔ مقرنین ...... مقرن کی جمع ہے جس کے معنی ہیں زنجیروں میں جکڑے ہوئے۔

۴۔ ثبور ...... کے معنی ہلاکت کے ہیں۔

۵۔ وعدا مسئولا ...... یہ وہ وعدہ ہے کہ ایک فرمانبردار بندہ خدا سے سوال اور مطالبہ کر سکتا ہے کہ یا اللہ اسے پورا کر

۶۔ متعتم ...... اس کے معنی ہیں آسودگی اور آسائش اور مال دولت دینا۔

۷۔ بور ...... کے معنی ہیں ہلاک ہونے والا۔ اس میں مذکر و مونث اور واحد و جمع میں کوئی فرق نہیں ہے اور بعض کے نزدیک یہ بائر کی جمع ہے۔

تفسیر الآیات

(۱۲) تبارك الذی ان شاء ... الآیة

خدا لوگوں کی تجویز کردہ چیزوں سے زیادہ عطا کرنے کی قدرت رکھتا ہے

کفار نے جو مطالبہ کیا تھا کہ پیغمبر اسلامؐ کے پاس کوئی خزانہ یا کوئی باغ وغیرہ کیوں نہیں ہے؟ اس کے جواب میں کہا جا رہا ہے کہ بے شک خدا قادر مطلق ہے وہ چاہتا تو ان چیزوں سے بھی بہتر چیزیں اپنے نبی کو دنیا میں عطا کر دیتا۔ ان کے پاس شاندار باغات ہوتے ان کے نیچے نہریں رواں دواں ہوتیں اور عالی شان محلات

ہوتے جن میں ہر قسم کی زیبائش و آرائش اور ہر قسم کی عیش و آرام کا ساز و سامان ہوتا۔ لیکن اللہ کے نزدیک کسی شخص کی عظمت کا معیار مال و دولت کی کثرت و فراوانی نہیں ہے بلکہ ایمان و عمل اور تقویٰ و اطاعت ہے۔ و بس۔

چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ اگر خدا کے نزدیک دنیا کی مچھر کے ایک پر کے برابر بھی قدر و قیمت ہوتی تو کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ دیتا۔ لہٰذا پیغمبر اسلامؐ کو دعوت حق اور تبلیغ دین کا فریضہ سونپ کر جو عزت و عظمت بخشی ہے اس کے مقابلہ میں یہ سب دنیوی نعمتیں ہیچ ہیں۔

۱۳) بل کذبوا بالساعة... الآیة

کفار کے انکار کی اصلی وجہ

ساعت کے معنی وقت اور گھڑی کے ہیں اور جب اس کے ساتھ الف و لام عہد کا چسپاں ہو گیا تو اس کے معنی مخصوص گھڑی کے ہوں گے۔ جس سے مراد قیامت کی وہ گھڑی ہے جس میں یہ ساری کائنات زیر و زبر ہو جائے گی اور پھر تمام اولین و آخرین کو حساب و کتاب اور جزا و سزا کے لئے دوبارہ اٹھایا جائے گا۔

بہر حال جب یہ حقیقت بیان کی جا رہی ہے کہ منکرین رسالت جو کبھی قرآن کو اساطیر الاولین کہتے ہیں اور کبھی اسے کذب و افتراء کا پلندہ (العیاذ باللہ) اور کبھی رسول کو سحر زدہ شخص قرار دیتے ہیں اور کبھی فرشتے کے آپ کے ہمراہ نہ ہونے اور کبھی خزانہ وغیرہ نہ رکھنے اور کبھی کھانا کھانے اور بازاروں میں چلنے پھرنے کے عذر بہانے پیش کرتے ہیں ان میں سے کوئی چیز بھی قرآن کے کلام اللہ نہ ہونے یا آنحضرتؐ کے رسول خدا نہ ہونے کی بنیاد نہیں ہے۔ بلکہ اس انکار کا اصلی سبب یہ ہے کہ وہ قیامت کے منکر ہیں اور وہ اپنے دنیاوی مصالح و مفادات سے دست بردار ہو کر قیامت کا اقرار کرنے پر تیار نہیں ہیں ورنہ اگر انہیں قیامت اور اس کے حساب و کتاب پر یقین ہوتا تو ہرگز اس قسم کی ہرزہ سرائیاں اور افتراء پردازیاں نہ کرتے اور خدا نے منکرین قیامت کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کر رکھی ہے جس سے وہ کبھی بچ نہیں سکیں گے۔

۱۴) واذا القوا... الآیہ

جہنم کو تنگ جگہ کہنے کی وجہ؟

یہاں جہنم کو تنگ جگہ قرار دیا گیا ہے حالانکہ وہ بڑی وسیع و عریض ہے جو اپنے تمام مستحقین کو ہڑپ کر جانے کے بعد بھی ھل من مزید؟ کا نعرہ لگائے گی۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جہنمی لوگ اس میں داخل ہونے میں تنگی محسوس کریں گے۔ اور انہیں اس میں زبردستی جھونکا جائے گا۔ چنانچہ جب حضرت رسول خداؐ سے اس آیت

کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا والذی نفسی بیدہ انھم یستکرھون فی النار کما یستکرہ الوتد فی الحائط۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ جہنمیوں کو اس طرح زبردستی دوزخ میں ڈالا جائے گا جس طرح دیوار میں کیل ٹھونکی جاتی ہے۔ (تفسیر کاشف)

مخفی نہ رہے کہ اس قسم کی بعض آیات قبل ازیں سورہ ابراہیم میں ۴۱ سے ۵۰ تک گزر چکی ہیں۔ اس مقام کی طرف رجوع کرنا اس مقام کے سمجھنے میں معاون ثابت ہوگا۔

مخفی نہ رہے کہ آگ کے دور سے یعنی ایک سال کی مسافت سے دیکھنے کا مطلب ان لوگوں کا آگ کو دیکھنا ہے۔

(۱۵ قل اذالك خیر ام جنة الخلد۔۔۔ الآیة

ایک ایراد اور اس کا جواب

جہنم اور اس کی ہولنا کیوں کا تذکرہ کرنے کے بعد اب یہاں جنت کی فرحنا کیوں کا ذکر خیر ہو رہا ہے۔ کہ جنتی لوگ اس میں منہ مانگی مراد پائیں گے۔ اور جو کچھ چاہیں گے وہ حاضر پائیں گے۔ خدا نے پیغمبر اسلامؐ کے ذریعے سے کفار سے سوال پوچھا ہے کہ بتاؤ کہ جہنم بہتر ہے یا جنت الخلد؟ اس پر ایراد کیا جاتا ہے کہ یہ سوال تو ایسا ہے جیسے کوئی کسی سے پوچھے کہ کھانڈ زیادہ میٹھی ہے یا تمہ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سوال و جواب بطور تفریح اور ڈانٹ کے ہے جیسے کوئی آقا اپنے غلام کو خاص رقم دے تا کہ وہ اسے اپنی جائز ضروریات پر صرف کرے مگر وہ اسے فضول خرچی میں اڑا دے اور اس کے نتیجہ میں آقا اسے خوب مارے پیٹے اور پھر پوچھے یہ مار زیادہ لذیز ہے یا وہ کام؟

(۱۶ یوم یحشرھم وما یعبدون۔۔۔ الآیة

معبودان باطل سے خدا کا سوال کہ آیا تم نے میرے بندوں کو گمراہ کیا؟

جن چیزوں کی دنیا میں مشرکین نے پرستش کی ہے وہ کئی قسم کی ہیں:

۱۔ کئی تو بے جان ہیں جیسے بت، شمس و قمر اور درخت و آگ وغیرہ۔

۲۔ کئی جاندار ہیں۔ ان کی پھر دو قسمیں ہیں کچھ معصوم ہیں جیسے فرشتے اور جناب عزیرؑ اور عیسیٰؑ وغیرہ۔ اور کچھ گنہگار و بدکار ہیں جیسے فرعون شداد وغیرہ۔ تو قابل غور بات یہ ہے کہ یہاں خداوند عالم مشرکین کے جن معبودوں کا ذکر کر رہا ہے ان سے کون سے معبود مراد ہیں؟ آیات کے سیاق و سباق اور بعض اخبار و آثار سے تو یہی

ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے دوسری
قسم کے معبود مراد ہیں۔ یعنی معصوم ہستیاں جو کہیں گی کہ ہم نے انہیں گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ خود گمراہ ہوئے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ اس موقع پر فرعون جیسے گمراہ کرنے والے مکر جائیں لیکن بعض مفسرین نے اس سے ہر دو قسم کے تمام معبود مراد لئے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ خدائے قدیر اس دن بتوں اور غیر جاندار چیزوں کو بھی قوت گویائی عطا کرے گا اور وہ بول کر جواب دیں گے کہ ہم نے ان لوگوں کو گمراہ نہیں کیا تھا۔

۱۷) فقد کذبو کم ... الآیۃ

مشرکین کی بے چارگی کی انتہا

جب معبودان باطل مشرکین کے نظریہ کی صاف صاف تردید کردیں گے تو خداوند عالم ان سے پوچھے گا کہ تم جس نظریہ کو برحق سمجھے ہوئے تھے وہ تو آج باطل و بے بنیاد ثابت ہوا اور جن کو تم اپنا سفارشی سمجھتے تھے انہوں نے تو تم سے اپنی برأت کا اظہار خیال کر دیا ہے۔

جن پر تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے ؟

آج جب کہ تمہاری ہر طرف سے آس و امید قطع ہوگئی ہے تو پھر تم نہ عذاب کو ٹال سکتے ہو اور نہ ہی اپنی مدد آپ کر سکو گے۔ لہٰذا عذاب الٰہی کے لئے تیار ہو جاؤ۔

۱۷) ولکن متعتھم و آباء ھم .... الآیۃ

ان معبودان باطل کے ایک جملہ معترضہ کا مفہوم

یہ معبودان باطل اپنی برات ظاہر کرتے ہوئے اور مشرکوں کے شرک سے اپنی لاتعلقی ظاہر کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہاں البتہ یا اللہ! تو نے ان لوگوں کو اور ان کے آباؤ اجداد کو آرام و آسائش، آسودگی اور سامان زندگی دیا اور وہ تیری یاد، سبق اور یاد دہانی کو بھول گئے اور گمراہ ہو گئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ خدا پر گمراہ کرنے کا الزام لگا رہے ہیں بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ تو نے تو ان کو یہ نعمتیں اس لئے عطا کی تھیں کہ وہ تیرا شکر ادا کریں تو بہ و انابہ کریں اور تیری اطاعت کریں مگر ان نمک حراموں نے سب کچھ بھلا کر اور کفر و شرک کر کے اپنی ہلاکت کے اسباب خود وضع کئے ہیں۔ سچ ہے کہ

خود کردہ راہ علاجے نلیست

۱۹)وما ارسلنا قبلك...الآية

کفار کے ایراد کا جواب

یہ کفار و مشرکین کے ایک مشہور ایراد کا جواب ہے جو اوپر آیت ۷ میں گزر چکا ہے کہ یہ عجیب پیغمبر ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے کہ تم تعجب کرو بلکہ آپ سے پہلے جتنے انبیاء و مرسلین آئے ہیں وہ سب ایسے ہی تھے کہ کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے تو ان پر ایمان اور ان کا انکار؟ اس تفریق کی وجہ کیا ہے؟

۲۰) وجعلنا بعضکم...الآیة

ہم نے تم کو ایک دوسرے کے لئے آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے نیک بد کے لئے، بد نیک کے لئے اور شاہ گدا کے لئے اور گدا شاہ کے لئے، تندرست بیمار کے لئے اور بیمار تندرست کے لئے۔الغرض امیر فقیر کے لئے اور فقیر امیر کے لئے۔

۲۱) وکان ربك بصیرا...الآیة

خدا سب کو اور ان کے کارہائے خوب و زشت کو اور ان کی روش و رفتار کو خوب دیکھ رہا ہے اور اسی کے مطابق قیامت کے دن انہیں جزا و سزا دے گا۔ وھو احکم الحاکمین۔

الحمدللہ کہ پارہ نمبر ۱۸ کی تفسیر بفضلہٖ وعونہٖ تعالیٰ اختتام پذیر ہوئی۔

ثم الحمدللہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلفه محمد وآلہٖ الطیبین الطاھرین